

ہدایۃ الیٰ تہد

اُردو ترجمہ

کتاب الیٰ تہد



فتح البحیر

تصنیف
مجد الدعوة الاسلامیۃ شیخ السلام محمد بن عبد الوہاب
رحمہ اللہ

تالیف
العلما شیخ عبد الرحمن بن حسن آل الشیخ
رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ و تنہیس
عطاء اللہ ثاقب

بإعادة النظر
للجنة المراجعة

الجزء الأول

مکتب الدعوة الاسلامیۃ پاک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ع

261

مَقْتَدَاتُ الطَّبَعَةِ النَّبِيَّةِ

www.KitaboSunnat.com

المؤلف: العلامة والصلاح على رسوله الكريم إمامنا

مفتدوع كل من أراد أن ينظر كتابا أو يعيد طبعه أن يكتب ما يقع به السبب الذي وعاه
للشعر أو الإساءة.

وإننا إذ نعيد طباعة هذا الكتاب العظيم في علم التوحيد والإنقاذ المثلث المنقوطة
لأننا طبعناه مرة أخرى بل لأننا نضعه في أيدي إخواننا المسلمين في أوس حيدرآباد
لأننا نرى أن يكون ضافيا لجميع مساني الخير.

وصاحب الخير يا خير بذكره والإمام الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله له
الفضل الكبير على عامة نجد والجزيرة العربية بل وعامة من اتخذ فكرته التي لا تمسى
إلا دعوة المسلمين للعودة بهم إلى نهج السلف الصالحين في السلوك والإيمان والتعبادة
من كل ما يحرم مولد مما يؤذي بطابعه إلى الشرك بالله مهما قل.

وكانت التوحيد دعوة من شاع هذا الإجماع العظيم فهو أكسب سبب في السلوك الذي
ينبغي أن يعتقد الله تعالى كما ينبغي بصدق كل ما من شأنه الصبر عن الشرك بالله. وهذا
نقد لثقافة الغيبة والكبرياء من عبادة العارفين فانتبهوا له بالشرع بين مخلوق وطول الله
أنه أفضل ما شرع به هذا الكتاب هو ذلك النوع المسمى بفتح التمدد والفضيلة الشيخ
عبد الرحمن بن محمد بن الشيخ رحمه الله الذي أمان به غدا من تلك البرزخية واللامبات

ر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ طبع ثانی

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله والصلاة والسلام على رسولہ الكريم ، أما بعد!

ناشر جب کوئی کتاب شائع کرتا یا اس کے دوسرے ایڈیشن کا اہتمام کرتا ہے تو اس پر ضرور روشنی ڈالتا ہے کہ اس کی اشاعت یا طبع ثانی کی اسے کیوں ضرورت پیش آئی۔ ہم توحید اور اخلاص عمل کے موضوع پر اس عظیم کتاب کو دوسری بار شائع کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں۔ فخر ہمیں اس کی طبع ثانی پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ اب ہم اسے اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے نئے اسلوب میں پیش کر رہے ہیں، ہم بھنور اللہ العظیم دست بردعا ہیں کہ یہ طبع اپنے اندر تمام مقاصد خیر کو سموتے ہوئے ہو۔

یہاں اہل خیر کا ذکر خیر بھی ہونا چاہیے۔ امام محمد بن عبد الوہاب علیہ الرحمۃ کا نجد اور جزیرۃ العرب کے عوام بلکہ ان تمام لوگوں پر احسان عظیم ہے جنہوں نے ان کے افکار کو قبول کیا، جن کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو دوبارہ سلف صالحین کے راہ حق کی طرف دعوت دی جائے اور انہیں یہی تمام آلائشوں سے صاف رکھا جائے جو بالآخر شرک کی طرف پہنچاتی ہیں، خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔

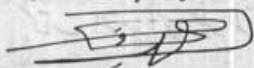
کتاب التوحید اسی عظیم المرتبت امام کی فکری کاوش کا نتیجہ ہے اور یہ ایسا دستور ہے کہ اللہ رب العزت کے بارے میں حقیقتاً جو عقیدہ ہونا چاہیے اسے واضح کر دیتا ہے اور ساتھ ہی ان تمام امور کو مہربن کر دیتا ہے جن کی بدولت انسان شرک باللہ سے دور رہ سکتا ہے۔ اسی لیے کتاب التوحید کو دستور عمل

ب

والفراوان والقدرة سرور لكان فتح تلك المنازل الثمينة بطريق اللبازة واللبان باسم
 بركت انفس شرح واعد معنى بترتبه عن كتاب الترمذ نفع الله به كثيرا من ذوى العقول
 السليمة وللإصدار المنيرة . نعم هيا الله لهذا الترمذ فضيلة الشيخ عطا الله ناظم فقهري
 نقله الى اللغة الاروية باسم هداية المستفيد فال بركت شرف العبيد في هذا الميراث
 وطبعت هذه الترجمة بله اذها نعتت جميع نسخها فتم الاتفاق بين مكتبته لعمى بركت
 وفضيلة الترمذ على نقد جميع حقوق الطبع والترجمة للمكتب بربا اعادة الطبع سريريا
 بله اذها للمكتب حينما اعدوا النظر في الترجمة وجدها تحتاج الى نظر لعمى سرورا
 جسيما وهذا من شأنه كل ما يفتى فضلا عن كل مترجم فكيف للمكتب عدوا من الدعاء الذي
 رأى فيه من الكفاية للنظر في هذه الترجمة وتعميم ما يحتاج الى ذلك وترجمته ما لم يترجم وغير
 جهد جهيد كلهم كتبوا من اذنت نتجت هذه الطبعة التي ترجمها الله العلى العلى العلى
 ان تكون في منتهى الكلفة والعمور . ومع ذلك فاننا ترجمنا من كل من اطعم على شئ من الاضطرار
 بتمهتها وارسالها الى المكتبة ليست نلافيها في الطبعت الفاضلة بمسئمة الله تعالى
 وفي الختام نشكر كل من ساهم في هذه الطبعة سوا كان باللاطف لرو بالادب والادب والادب
 اللاب الله العلى العلى العلى وعلى الله على محمد و آلهم وصحبهم وسلم .

www.KitaboSunnat.com

كتبه : مدير مكتب الدعوة بالباكستان



عبد العزيز محمد بن عتيق

کی ایک بڑی تعداد کے ہاں نہایت اہمیت اور نظر عنایت سے شرف پذیرائی حاصل ہوا۔ کئی علماء نے مختصر اور مفصل شرح لکھ کر لے سہ قبولیت سے نوازا مگر ان میں سب سے شاندار شرح فضیلۃ ایشخ عبدالرحمن بن حسن آل ایشخ رحمہ اللہ کی تالیف "فتح المجدیہ" ہے۔ شاح موصوف نے مختصر عناوین ابواب اور مصنف کی ذکر کردہ آیات و احادیث کے دقیق مسائل کی گتتیاں سلجھائیں اور جن مسائل مستنبط کی مصنف مرحوم نے اشارۃً نشانہی کی تھی، انہیں وضاحت سے بیان کیا۔ چنانچہ "فتح المجدیہ" کتاب التوحید کی خوبصورت ترین تعبیر اور بہترین شرح قرار پائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے بیشمار عقل سلیم اور چشم بینا سے بہرہ ور لوگوں کیلئے مژوند بنایا۔ اس کے اردو ترجمے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فضیلۃ ایشخ عطا اللہ ثاقب کو ہمت عنایت فرمائی، انہوں نے اسے ہر ایہ مستفید کے نام سے اردو کے قالب میں ڈھالا اور اس میدان میں گوئے سعبت لے گئے مگر جلد ہی اس کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ مکتب الدعوة پاکستان اور مترجم موصوف کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا اور جلد حقوق ترجمہ طلبا اس امید کے ساتھ مکتب کو منتقل ہو گئے کہ اسے جلد دوبارہ شائع کیا جائے گا، مگر مکتب نے جب ترجمے پر نظر ڈالی تو اسے محتاج اصلاح پایا کیونکہ اس میں زبردست غلطیاں تھیں، ترجمہ تو کجا ہر تالیف کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

چنانچہ مکتب الدعوة نے چند ایسے علماء کا انتخاب کیا جنہیں اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا اہل و دکیا اور انہیں یہ کام سونپا کہ ترجمے پر نظر ثانی کریں جہاں ضرورت ہو اصلاح کریں، جن عبارتوں کا ترجمہ طبع اول میں رہ گیا تھا اسے مکمل کریں کافی وقت تک ان سب نے مبر لور محنت کی، جس کے نتیجے میں یہ طبع ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں اللہ رب العزت سے امید ہے کہ یہ طبع انتہائی درجہ کی صحت و دقت کی حامل ہوگی اور اس کے ساتھ ہی ہم تمام قارئین کرام سے امید رکھتے ہیں کہ اگر وہ کچھ غلطیوں پر مطلع ہوں تو انہیں مترجم کے مکتب کو ارسال

فرمائیں گے تاکہ آئندہ طبعات میں ان کی تلافی ہو سکے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔
آخر میں ہم ان سب حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں جنہوں
نے اس طبع میں ہمارا ہاتھ بنایا، خواہ وہ کسی ملاحظہ کی صورت میں ہو یا رہنمائی
کے انداز میں۔ اور توفیق صرف اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔
وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

(فضیلہ شیخ) عبدالعزیز محمد بن عتیق (حفظہ اللہ تعالیٰ)

مدیر مکتب الدعوة الاسلامیہ، پاکستان

ترجمہ حافظ عبدالرشید اظہر بن عبدالعزیز عفا اللہ عنہما



طبع اول

فہمہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

www.KitaboSunnat.com وبعد

مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

ذہ صرف نجد و حجاز کے بلکہ پورے عالم عرب کے مصلح اعظم تھے۔ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں اس وقت علم توحید بلند کیا اور کتاب و سنت کی دعوت کا بیڑا اٹھایا جب سترہویں عرب میں اسلام کی آواز ماند پڑ چکی تھی۔ گنگستان توحید میں خزاں چھا رہی تھی قرآن و حدیث کی جدائے حق میں ضعف و نقاہت کے آثار ابھر آتے تھے، قال اللہ و قال الرسول کے دل نواز نعنوں اور رُوح پرور زمزموں کی جگہ بدعات و منکرات کی مکروہ آوازیں پردہ سماع سے نکرانے لگی تھیں، اور حق و صداقت کی لہراتی ہوتی کھیتی پیر بشرک و قبور پرستی کی بادِ سموم کے تباہ کن جھکا چلنے لگے تھے۔ امام الدعوة نے قلم زبان، تلوار بہ طریق سے اسلام کا دفاع کیا اور اس محاذ کو جتنا مضبوط بنا سکتے تھے بنایا۔

آپ متعدد کتابوں کے مصنف اور نہایت پُراثر اور زور دار مبلغ اسلام تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب التوحید کو خاص طور پر شہرت و اہمیت حاصل ہے اس کتاب میں مسند توحید کے مختلف گوشوں کی وضاحت کی گئی ہے اور اس بنیادی رکن اسلام کو قرآن و سنت کی روشنی میں نکھار کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہل علم نے اس کی سات شرحیں سپرد قلم کیں۔ ان میں سے ایک شرح فتح المجید ہے جو شیخ الاسلام کے پوتے امام الموحدین



العلامة الشيخ عبد الرحمن بن حسن رحمہ اللہ کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ شیخ ممدوح اپنے جدا مجد
 شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ اور اپنے دور کے بہت بڑے
 عالم اور نامور محدث و فقیہ تھے۔

اس بندۂ عاجز کو ۱۹۷۲ء میں اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو وہاں
 کے علماء و فضلاء کے باب عالی پر حاضری دینے کا بھی شرف حاصل ہوا جن میں سماحۃ العلامہ
 فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ بن سبیل المحترم امام الحرم المکی بالخصوص قابل ذکر ہیں آپ کے
 علم و فضل کی وسعت اور اخلاقِ حسنہ سے اس درجہ متاثر ہوا کہ بار بار آپ سے ملاقات اور
 گفتگو کے مواقع میسر آتے رہے۔ آپ پر وقار شخصیت کے مالک اور سراپا خلوص ہیں آپ
 الرئاستۃ العامۃ للاشراف الدینی میں نائب رئیس اور بیت العتیق میں امامت و خطابت
 کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ منصب و عہدہ کی اس رفعت کے باوجود متواضع اور منکسر المزاج
 ہیں مجھے آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ نے جن نامور شیوخ سے حصول علم کیا
 ان میں سماحۃ الشیخ محمد بن مقبل، فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن سبیل اور سماحۃ العلامہ
 فضیلۃ الشیخ عبد اللہ بن محمد بن حمید رئیس العام للاشراف الدینی حفظہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے
 گرامی لائق تذکرہ ہیں۔

ایک روز دوران گفتگو فتح الجید کے اردو ترجمے کا ذکر ہوا تو بہت خوش ہوئے
 اور اس کی تکمیل کے لیے دعا فرمائی۔

چنانچہ حرم بیت اللہ ہی میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس اہم خدمت دین کا آغاز
 کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلسل دو سال کے عرصہ میں اسی مقدس
 گھر میں مکمل ہو گیا۔

خوش قسمتی سے ان دنوں پاکستان کے نامور عالم دین صاحبِ بوائے توحید
 ناصر التتہ، قاضی البدعۃ، العلامة الشیخ السید بدیع الدین، اشاء السندی الراشدی بھی یہاں
 تشریف فرما تھے۔ آپ نے ازراہِ کرم پورا ترجمہ از اول تا آخر سنا اور میری رہنمائی فرمائی۔
 جزاء اللہ عنی وعن المسلمین خیرا۔ شیخ ممدوح نے اس پر ۸۴ صفحات پر مشتمل ایک طویل
 مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو معزز قارئین کے لیے اضافہ معلومات کا باعث ہوگا۔

اسی اثنائیں اس عاجز نے ترجمے کا ذکر سماعتہ المفتی الشیخ ابراہیم بن محمد سے کیا جو شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں اور ان دنوں رئیس دارالافتاء والدعوة والارشاد کے منصب بلند پر متعین تھے اور اب مملکت سعودیہ کے محکمہ عدلیہ میں خدمات دینی انجام دے رہے ہیں آپ بہت بڑے صاحبِ علم و فضل ہیں۔ الفتاویٰ الکبریٰ، امام (ابن تیمیہ) کی موجودہ ترتیب ان کے والدِ مکرم شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سعی و محنت کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ان سے پورا علمی تعاون کیا اور یہ جلیل القدر فتاویٰ معرض وجود میں آیا میرے لیے شیخ موصوف کی دعائیں اس خدمت میں کیئے انتہائی مؤثر معاون ثابت ہوئیں علاوہ ازیں آل شیخ میں سے شیخ عبدالملک رئیس ہیئت امر بالمعروف

و عہدی عن المنکر بھی جو حجاز کے جید علماء میں سے ہیں، ترجمہ کے بارے میں اطلاع پا کر انتہائی خوش ہوئے، مترجم عاجز کو دعائیں دیں اور بڑی حوصلہ افزائی کی اور اس کی اشاعت کے لیے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

www.KitaboSunnat.com - سماحتہ العلامة فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز جو اس زمانے میں مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے اور اب دارالافتاء والدعوة والارشاد کے رئیس ہیں، ترجمہ سے مطلع ہوئے تو بہت ہی خوش ہوئے اور ہر اعتبار سے تعاون کی پیش کش فرمائی۔ اللہ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مکہ مکرمہ میں یہ پورا ترجمہ شروع سے آخر تک الشیخ بدیع الدین الراشدی السندی نے تو ملاحظہ فرمایا ہی تھا، ان کے علاوہ الشیخ عبدالعفا حسن (پروفیسر مدینہ یونیورسٹی مدینہ طیبہ) الشیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی المدرس بمعبد الحرم المکی، الشیخ عبدالکویل المدرس الحرم المکی، مولانا عطاء اللہ ضیف مدیر مسئول ہفت روزہ الاعتصام، لاہور جو ان دنوں حج کے لیے تشریف لے گئے تھے، بھی اس پر طائرانہ نظر ڈال چکے تھے۔

ترجمہ کے اختتام پر اس کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو اس کا تذکرہ استاذی المکرم نے سماحتہ العلامة فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن حمید رئیس العام للاشراف الدینی سے کیا جو نجد و حجاز کے کبار علماء کی صفِ اول میں شمار ہوتے ہیں۔ پہلے مملکت سعودیہ میں

منصب قضا پر متعین تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر اصنافِ علوم پر کامل عبور رکھتے ہیں اور عالم اسلام میں نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔

شیخ ممدوح نے میری اس کوشش کی بہت تعریف کی اور کمال مہربانی اور انتہائی شفقت سے اسے جلالتِ الملک المعظم فیصل بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں لائے۔ انہوں نے ازراہِ کرم اس طرف عمانِ توجہ میدول فرمائی اور ایک مکتوبِ گرامی کے ذریعے جس کی ایک نقل اس عاجز کے پاس موجود ہے، اپنے ذاتی خرچ سے اس کی اشاعت کی منظور عطا فرمائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ، وادخلہ الجنة۔

پاکستان میں اس ترجمہ پر نظر ثانی کے لئے میں نے ملک کی دو اہم علمی شخصیتوں کی طرف رجوع کیا اور مجھے نہایت خوشی ہے کہ انہوں نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس کو اصل کتاب سے مقابلہ کر کے شروع سے آخر تک پورے غور و خوض سے دیکھا اور میرے ساتھ پورا پورا علمی تعاون فرمایا۔ وہ ہیں مولانا محمد حنیف صاحب ندوی، ڈپٹی ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور اور مولانا محمد اسحاق صاحب بھٹی رفیق ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔

مولانا ندوی بہت بڑے عالم اور اسلامی فلسفہ و کلام سے متعلق متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، موصوفِ علوم و فنون کے مختلف گوشوں پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کا شمار بصرِ بغیر پاک ہند کے جلیل القدر علما میں ہوتا ہے جو بیک وقت مشرقی و مغربی علوم و معارف میں مجتہدانہ دستِ گادر رکھتے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق صاحب بھٹی علمی اور ادبی دنیا میں ایک ممتاز درجہ کے مالک ہیں۔ آپ سولہ سال تک ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ آپ کے اداریوں میں کتاب و سنت کی آواز قیامت تک گونجتی رہے گی۔ اب ادارہ ثقافت اسلامیہ میں رفیق ادارہ کی حیثیت سے علمی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوفِ کئی علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف اور نامور عالم ہیں۔

میں ان تمام حضرات کا بدرجہ غایت شکر گزار ہوں جنہوں نے اس اہم علمی کام کے سلسلے میں کسی صورت میں بھی میرے ساتھ تعاون کیا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ رت کریم ہی انہیں جزائے خیر دے گا۔

فتح المجید کے ترجمے کا کام بہت اہم مشکل اور صبر آزما تھا۔ جو محض اللہ کی نصرت سے انجام کو پہنچا۔ میں نے اس کی کتابت و طباعت کو حتی الامکان معیاری بنانے کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں قدم قدم پر مجھے رکاوٹیں بھی پیش آئیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل خاص سے اس کو پانچ پچھیل تک پہنچایا۔ اب کتاب قارئین کرام کے پیش نگاہ ہے۔ اس سے میری مسلسل محنت اور سہم تنگ و دو کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے تاہم یہ ایک انسانی کوشش ہے، اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو میں ارباب نظر اور اصحاب علم سے عرض کروں گا کہ وہ میرے کھاتے میں ڈال دیں اور مہربانی فرما کر مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔ لیکن اگر اس کو وہ بہتر پائیں اور ان کے نزدیک یہ خدمت دینی درجہ قبولیت حاصل کرنے کے لائق ہو تو اسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیں اور میرے لیے دعائے خیر فرمائیں۔

یہاں میں ایک اور بات بھی آپ کے علم میں لانا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت کے سہارے مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التوحید اور اس کی شرح فتح المجید کو انگریزی خواں طبقہ کے مطالعہ میں لانے کا بھی عزم کیا ہے۔ چنانچہ قارئین کرام یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ ”کتاب التوحید“ کا انگریزی ترجمہ بھی زیر طبع ہے جو کچھ عرصہ تک طباعت کی منزل سے گزر کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ **إِنْ شَاءَ اللَّهُ**

بجملہ اللہ فتح المجید کے انگریزی ترجمہ کا بہت سا حصہ مکمل ہو چکا ہے اس سلسلے میں یہ عاجز آپ کی دعاؤں کا متنی ہے۔ **وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ**

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْهَيْبَةِ أَجْمَعِينَ

وَاللَّهُ اسْأَلُ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ وَمَنْ رَامَ الْإِنْتِفَاعَ بِهِ
مَنْ أَخْوَانِي، وَانْ يَجْعَلَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ الَّتِي لَا تَنْقُطُ عَنِّي
نَفْعًا بَعْدَ انْ أَدْرَجَ فِيهَا كِفَافًا +

عطاء اللہ صوب

۱۹ دسمبر ۱۹۶۵ء

بروز جمعہ المبارک

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ



مراجع

اس کتاب کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ و تفسیر میں

مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

- | | | | |
|---------------------------------|---|------------------------------|---|
| تفسیر یحییٰ بن محمد | • | ابوداؤد | • |
| تفسیر رضی صاوی | • | الادب المفرد | • |
| تفسیر شریطی | • | الاستیعاب | • |
| تفسیر معالم التنزیل | • | اعن شہ العصفان | • |
| تفسیر الطبری | • | أردو دائرۃ المعارف | • |
| التوشیح (سیوطی) | • | الافصحاح | • |
| التہذیب | • | اقتصار الصراط المستقیم | • |
| تہذیب الکمال | • | الباعث فی انکار البدع والکفر | • |
| جامع العلوم والحکم | • | البحر الرائق شرح کنز الدقائق | • |
| جامع المسانید | • | بدائع الفوائد | • |
| الحج علی تارک الحج | • | تاریخ بغداد | • |
| حلیۃ الاولیاء | • | ترمذی | • |
| خلاصۃ التہذیب | • | تظہیر الاعتقاد | • |
| دارقطنی | • | تفسیر ابن عباس | • |
| الدرر السنیۃ فی مولد خیر البریۃ | • | تفسیر ابن کثیر | • |
| الدر المنثور | • | تفسیر البحر المحیط | • |

الفتاوى الكبرى	●	دلائل النبوة	●
فتاوى بزازية	●	الذهب للابريز	●
الفصل في الملل والنحل	●	الرد على من ادعى ان اللاذلياً تصفياً	●
قرآن مجيد	●	في آيات بعد اتمات على سبيل الكرامة	●
قرة عيون المحسنين	●	الرسالة السنية	●
الكافي (ابن متماد)	●	سراج المرئيين (صنع الشغفي)	●
كافيه شافيه ابن تيم	●	سُنن ابن ماجه	●
كامل ابن عسدي	●	سُنن دارمي	●
كتاب الاستغاثه	●	سُنن سعيده بن منصور	●
كتاب الاصول (ابو عمر الطنكي)	●	سُنن ثنائي	●
كتاب الاضداد	●	شرح در البحار	●
كتاب الاطراف	●	شرح المنازل	●
كتاب الانساب	●	شرح المنهاج	●
كتاب التوحيد	●	شرح الممئذ	●
كتاب الرد على الجهمية	●	الصائم المشكل في الرد على ابي	●
كتاب الزهد (امام احمد بن حنبل)	●	صحيح ابن حبان	●
كتاب الزهد (بيهقي)	●	صحيح بخاري	●
كتاب العلوة	●	صحيح مسلم	●
كتاب الغني عن الكلام واهل	●	الطبقات	●
كتاب الفروع	●	عيون المسائل	●
كتاب صحيح (ابن خزيمة)	●	الصحيح للبرقاني	●
مسند ابى يعلى	●	كتاب الكجائر	●
مسند امام احمد	●	كتاب المسائل	●

مسند عارث بن ابی سار

مسند الخوارزمی

مسند عبد بن حمید

مسند الفردوس

مفتاح دار السعد

موارد النظم

النهاية في غريب الحديث والآثار

کتاب المغازی

کتاب النجوم

اللباب فی تہذیب الانساب

المبسوط

المختارة

مدارج الساکین

مستدرک حاکم

مسند ابن ابی شیبہ



فہرست

مقدمہ طبع ثانی

تقدیم

تقاریظ

مفت

۷۹

حیات امام الدعوة

ولادت

تعلیم

۸۰

رحلات

مزاج و اخلاق

۸۱

دعوت

جہاد

۸۳

سیرت

عقیدہ و مذہب

۸۴	مخافت
۸۹	تصنیفات
۹۴	وفات
	اولاد
۹۵	حیات امام المومنین العلامة شیخ عبدالرحمان بن حسن <small>رحمہ اللہ</small>
	ولادت
	شیوخ
۹۷	تلامذہ
	www.KitaboSunnat.com
۹۸	عادات و اطوار
۹۹	تصنیفات
	وفات
۱۱۴	بِسْمِ اللّٰهِ کی شرح
۱۲۵	توحید کے معنی
۱۳۴	عبادت کے معنی
۱۴۲	آیت وقضیٰ دبل ان لا تعبدوا الا ایاہ کی تشریح
۱۴۷	آیت واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شینا کی تشریح
۱۴۹	آیت قل تعالوا نل ما حرم ربکم علیکم کی تشریح
۱۷۴	رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی وصیت
۱۶۶	معاذ بن جبل <small>رضی اللہ عنہ</small> سے مروی حدیث کی توضیح
۱۷۴	فیہ مسائل

باب فضل التوہید وما یکفر بہ الذنوب ۱۸۲

۱۹۱	لا الہ الا اللہ کی تشریح
۲۰۱	محمد رسول اللہ کے مفہوم کی وضاحت

- ۲۰۳ ان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ کا مفہوم
 ۲۰۸ وکلمتہ پر مفصل نوٹ
 ۲۰۹ رُوح کے بارے میں صحیح موقف
 ۲۱۵ حضرت قنبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی تشریح
 علو اللہ علیٰ عرشہ کی تشریح
 ۲۲۶ حدیث لواتیتی بقراب الارض خطایا کی تشریح

۲۴. www.KitaboSunnat.com

فیہ مسائل

باب

مَنْ حَقَّقَ التَّوْحِيدَ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۲۴۹

- ۲۵۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ
 ۲۶۶ وہ نفوسِ قدسیہ جو بغیر حساب و کتاب جنت میں جائینگے
 ۲۷۷ فیہ مسائل

باب الخوف من الشرك ۲۸۱

- آیت واجنبی وبنی ان تعبد الاضنام کی تشریح
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت کے بارے میں شرک سے
 ۲۸۷ خطرہ محسوس فرمانا۔
 ۲۹۳ فیہ مسائل

باب الْبِرِّ وَالشُّكْرِ اِنَّ لِلَّهِ لَآلَافًا ۲۹۷

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو
 ۳۰۲ یمن کی طرف بھیجنا۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا
 ۳۱۲ عطا فرمانا۔

فیہ مسائل

۳۲۲

باب تفسیر التوحید و شہادۃ أن لا إله إلا الله ۳۲۹

۳۲۱

حقیقت و سید

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبودانِ باطل سے

۳۲۲

اظہارِ راست -

یہود و نصاریٰ کے اپنے علماء اور پیروں کو حُجرا

۳۲۵

بنانے کی صورت -

۳۲۳

غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا ہسر بنانے کے معنی -

۳۵۵

وہ کون شخص ہے جس کا مال اور خون مسلمانوں پر حرام ہے

۳۶۱

فیہ مسائل

۳۶۷

باب من الذکر لبس اللطفہ والخط

۳۷۰

چھلہ وغیرہ پہننے سے سوائے کمزوری کے کوئی فائدہ نہیں

۳۷۵

تعویذ پہننے والے کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی بڑھاپا

۳۸۱

فیہ مسائل

۳۸۵

باب ماجاء فی السجۃ والتامیم

جھاڑ، پھونک، تعویذ اور اعمالِ حُب کے شرک ہونے

۳۸۸

کی وضاحت

۳۹۱

حدیث من تعلق شیئا وکل الیہ کی ترویج

۳۹۹

وہ کون بدنصیب ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے بے زاری کا اظہار فرمایا -



۴۰۴ فیہ مسائل

باب من تبرک بشجر او عراج او نخلا، ۴۰۷

ذاتِ انواط کے بارے میں حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ

۲۱۳ سے مروی حدیث کی وضاحت

۴۲۰ حدیث لزرک بن سنن من کان قبلکم کی تشریح

۴۲۱ فیہ مسائل

باب ماجاء فی الذبح لجنہ اللہ ۲۱۹

۲۳۴ جو شخص غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت

مکھی کی وجہ سے ایک شخص کا جنت میں جانا اور دوسرے

۴۴۰ کا جہنم میں جانا۔

۴۴۳ فیہ مسائل

باب لا الذبح للذبیحان ۲۲۷

۴۵۲ نذر پوری کرنے پر پابندیاں

۴۵۷ فیہ مسائل

باب من الشرائع اللہ ۴۶۱

اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا اس کی نافرمانی کے

۴۶۷ سلسلے میں مانی گئی نذر کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۴۷۰ فیہ مسائل



باب من الشرب للشفاعة بغير الله

۴۷۱

۴۷۵

۴۷۹

خوف اور ڈر کی جگہ پر دعائے مستون۔

فیہ مسائل

۴۸۱

باب من الشرب للشفاعة بغير الله

جو لوگ اولیاء اللہ کے تصرفات کے قائل ہیں ان کی تہذیب

آیت ولا تدع من دون الله کی تفسیر ۴۹۸

آیت ان الذين تبعدون من دون الله کی تفسیر ۵۰۴

آیت ومن اضل ممن يدعو من دون الله کی تفسیر ۵۰۵

آیت امن یحیی المضر اذا دعاه کی تفسیر ۵۱۲

رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے استغاثہ

۵۱۷

کی ممانعت -

۵۱۹

فیہ مسائل

باب قول اوتی ایسر ترون ما لا یخولون نینا و هم یقرنون ○ ۵۲۳

آیت "الذین تدعون من دونہ" کی تفسیر ۵۲۷

آیت "لیس لك من الامر شئ" کی تفسیر ۵۳۳

آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" کی تفسیر ۵۴۱

۵۵۲

فیہ مسائل

باب قول اوتی حتی اذا فرغ عنہم قالوا ما ذا قال ربکم قالوا

۵۵۷

الحتی وهو العلو الكبير



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اذا قضی اللہ الامر فی السماء

۵۶۲ کی تشریح -

حدیث " اذا اراد اللہ ان یوحی بالامر "

۵۷۰ کی توضیح -

۵۷۱ فیہ مسائل

باب الشفاعة

۵۸۲ شفاعت کے بارے میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت

۵۸۹ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار لوگ

۵۹۵ فیہ مسائل

۲۰۱ باب فی قول اللہ تعالیٰ:

انک لا تہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء ۶۰۳

۶۰۵ وفات ابو طالب

۶۱۵ فیہ مسائل

باب ماجاء ان سب کفر بن آدم

وترکہم دینہم موالخوف الضالین ۶۱۹

۶۲۲ آیت وقالوا لتذرن الہتکم کی تفسیر

ود، سواع، یفوث، یعوق اور نسر کے بارے میں

۶۲۵ علامہ ابن تیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح

۶۲۹ حدیث لا تطرونی کما طرت النصارى عیسیٰ ابن مریم کی تشریح

۶۳۲ غلو سے اجتناب کی تلقین اور اس کا انجام

۶۳۵ فیہ مسائل

باب ماجاء من التغلیظ فیمن عبد اللہ عند قبر رجل صالح

۶۴۳ فکیف اذا عبدہ



- ۶۴۴ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کینہہ کے متعلق چشم دید بیان -
- ۶۴۸ انبیاء و صلما کی قبروں کو عبادت گاہ بنانے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملعون قرار دینا -
- ۶۵۴ قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کی ممانعت جو لوگ قبرستان میں مسجد تعمیر کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان ہیں -
- ۶۶۶ فیہ مسائل

باب ماجاء انہ الغلوفی قبر الصالحین

- ۶۷۱ بصرہا اور نانا ثعبہ منہ دونوں اللہ دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعد قبری و ثنا کی تشریح
- ۶۷۵ حضرت دانیال علیہ السلام کا دلچسپ واقعہ -
- ۶۷۸ لات کے مشہور بت کے بارے میں علمائے سلف کی تصریحات -
- ۶۸۱ عورتوں کے قبرستان جانے کی ممانعت اور اس کی علمی بحث
- ۶۹۰ فیہ مسائل

باب ما خآء فی

حمایۃ الصلوفی جناب النوحید

- ۶۹۳ بوصلے الیہ السلام
- ۶۹۸ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میلہ بنانے کی ممانعت دعا کی قبولیت کیلئے قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جانے کی ممانعت -
- ۷۰۸ برقت دعا قبر اطہر کی طرف منہ کرنا منع ہے -
- ۷۱۰ فیہ مسائل



تفريظ

سماحة العلامة الشیخ عبدالقادر برہنہ حبیب اللہ السنہی -

المدرس بمعهد الحرم المکی - مکة المکرة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی اشراف المرسلین نبینا محمد

وعلی آله وصحبه اجمعین - امانید

فیقول العبد الضعیف الصد طیبة العالم بالمجد النبوی الشریف عبدالقادر برہنہ حبیب اللہ

السنہی - الحامل علی وجهہ الماجستير فی الترمیم الاسلامیة - والمدرس بمعهد الحرم المکی والاشرف

الدینی بالمسجد الحرام ، مکة المکرة ،

وفی قدر وظلمت علی جزئیس علی الترمیم والبارکة والھی قام بها الفیض الشیخ

عطاء اللہ ناقد رئیس انصار السنہ المحدثہ بالاسلام والکتاب باربع عظیم فتح المجد

شرح کتاب التوحید للعلامة الشیخ عبدالرحمن بن حسن اول الشیخ حمد اللہ تامل منی واللقبة

والمرتبه إلى اللقبة والدر فیه - ثلاث اللقبة والھی یحکم بهاملا من المسلمین فی اذخاء

العالم الاسلامی فضل منی والهند والپاکستان -

واعتبر هذرا لعل الخلیل عبدالبارک وحسنه کبیره الفیض الشیخ عطاء اللہ

ناقد المذکور -

وللاشک زتها اول ذممة للکتاب المذکور وقربک فیها المترجم حمد المبارک



بشكر طبعها بتقريب بأسلوب سهل ليفيد القارئ فيها ولا يتعبه يستفيد منها كل مسلم له الامام بالغة
القدر والبر - ولانها تحاوي عن الفاسفة واللسانية التي اضاقت على هذه الامة ما اضاقت
من غيرها الخ وعقيدتها والها فيه والفتية -

والشيء الجميل الذي لاحظت في هذه الترجمة ان المترجم وضع خصوص الكتاب
التي تشمل مع اللغات القرآنية والاحاديث النبوية الخ جانب اللغة في
الكتاب والترجمة عن يارو، وهذا لا شك مما يعجز عن الفائرة والكتابة للذي كتب
ربنا جل وعلاه بالاستفاضة هذه الترجمة المباركة - والترجمة من اليا السري كثيرة -
والرجوع الى الله تعالى والانصوح اليه سبحانه وتعالى ان نعم هذه الترجمة في
اخفاء العالم الاسلامي والاستفاضة منها - وليتبع المترجم اللحن والنزاع
نية خالصة لوجهه تعالى - انما جوارك كريم وبر مؤلف - وصلى الله وسلم وبرك
على عبده ورسوله محمد وعلى آله وصحبه اجمعين -

حرر بالمدينة المنورة ن ٢ سنة ١٢٩٣
الدرس بعلية الشريعة والادب الاسلامي
عائفة بنت عبد العزيز
بمكة المكرمة
١٢٩٣ / ١٤١٠

تفريط

سماحة العلامة فضيلة الأستاذ الشيخ محمد مسين النوري حفظه الله
بسم الله الرحمن الرحيم

التعمية والطبائع لله وجهه والصلاة والسلام على الرسول
الخاتم النبي بعد -

كانت الإنسانية قبل الاسلام في الدرك السافل والمستقع الوبي
من الشرك والجبل حيث فقدت شرفها ورامتها التي حولها الاسلام وكانت
على شفاخرة من النار - متخبطة في ظلمات وظلمة وتمسكة بكل زائف
وباطل غير مستقرة على ثقة وایمان -

فلما اقبلت عليها شمس الاسلام اضواءها وهاجرت اشرفت الارض
وانكشفت سمائب الحكمة واتضح الطريق وتبين الرشدهم الفخ وانزاد
الايمان بالله رونقا وبرهنا وزهوا الباطل ان الباطل كان زهوقا -
واصدق كلمة قام بها الاسلام وقصدها بها التنزيل كلمة التوحيد
التوحيد الخالص الطامل المجرود الشامل لا تشوبه لومة الغرير والجبل وهي
كلمة الفصل في ذاته وصفاته وعلاقته بعباده -

وليس التوحيد الاقرار باللسان والتصديق بالجنان بفرادنية
فحسب - بل في الوقت ذاته وجهة نظر ، ومنهاج عمل ، وسلوك ومنوال
للمياة الترابية الاطراف المختلفة النواحي والالوان - تسمية الانسانية وتمكن
من السيطرة على الكون ومن الكشف عن مخبات لا حساب لها - ومن اجله

ومن بركة استطلاع الانسان ان يمتد مظانته المرموقة في الدنيا - ويحظى بشرف
الاصيل ومجده المفطور عليهم وان سُئلت فقل ان فكرة التوحيد هي التي تفتح
ابواب التضامن والصلاح والافرة الشاملة الرحيمية التي الانسانية مظلومة
اليها اليوم بصبراتها واشواقها كلها - وهي على كل مظلومة فردية كانت أو
شعبية وزلغى من الله -

كذلك الشرك بالله لا يتبرمج بالعمق الكامن في طبقات الازدهان والفكر
بل هو ضلال وزين وتجنب عن الجادة القويمية التي لها ارتباطا طويلا بالهوية
مباشرة ، بل هو فساد والتواء في الفكر والعمل ، بل هو ازدواج بالانسانية
ومذلة وعار يرمى بالانسان الى حضيض مافوق حضيض تنخبط طيور الغواية
وتزوى به ریح الازهر والازلافة الى مكان سميم ومال من ميسر -

وهذا وفضل انشاء المجتمع الإسلامي على مبدئ التوحيد ، يعود بلا ريب
ودون شك الى الإسلام فإنه الدين الوحيد ، الذي ما اكتفى بنشر قيمه العنوية
والداوية فقط بل على اضوائه الباهرة بنى بناؤها صفا عاليا شامعا ، وتكون
البنية الاسلامية بمعناها واعتدائها لا يحبون الله ويحبهم رجاله لا يعترفون
الا بالاسلام - يذكرون الله قياما وقعودا وتجا في جنوبهم عن المصالح
ولهم لله مخلصون وشاكرون :

ولكن يا لالاسف ! ما مرت فترة طويلة على ذلك المجتمع لقطع
الله في جميع احواله حتى تغيرت اطروفه والموازين وغلبت على النفس شهوات
لعدم البالويت وترك الاعتناء بمسئلة تربوية الامة واصلاحها من جهة
السلطات الدينية والعلماء المرشدين ، فاذا ركزت عملية التطور والصهر ،
وكانت استجاشة الصدور للإرتواء من معين الكتاب والسنة اصفى النقي
وتفتريا الجبل بربها وبارئها النبيلة واصبحت كائنا ولتمت بصلة الى الاسلام
نسيت ما ذكرت به من عقيدة التوحيد وما لها من خطورة في معتريك الهوية واتخذت
ملاحة وراة ظهورها اوبسارة واضحة اشركت بالله وعبدت القبور والطواغيت



عدائیة من غیر خوف و رعب -

فی هذا العصر الحافل بالخزائن والمخاطب بالهنر عبداً تحرکت سنة الله
سنة الاصلاح والتجديد ولن تجد لسنة الله تبديلاً - فبعث الله رجلاً عليماً ، باسلاً
شجاعاً ، عبقرياً ، ورسولاً عظيماً ، قد أتبع ان يبذل جهراً وضخماً بطل طاقته
وعظماً وانشاءً في سبيل احياء الدين واذا عمة عقيدة التوحيد - فخلق وجالده ولفق
في تحقيق هدفه كل عنت وعدوان ، وواصل العمل وما وهن وما وقي - وقد
موقف الصالح فرجع معالم الدين واستجبة رونقه وبرهجة الأول - الا وهو الامام
الاودع ، الحبر العالم المجتهد الحافظ النبيل ابو علي شريح الاسلام محمد بن عبد الله
طيب الله ثراه وبرد مضجعه وجعله في رهاب رحمة الامة -
وتخصیة الامام كما يعرف كل من له ادنى الملم بالتاريخ الاسلامي تخصیة
بارزة عظيمة لم تظهر في القرون الثلاثة الاخرية مثله -

دعى دعوة إلى التمسك بعروة الدين المتين للانفصام لهاديها
بان الدين هو الاساس الوحيد الذي يبني عليه الراسخ الاسلامي الحضاري العلمي
و نبرته لهذه حرقت كل اذن وزنت كل سمع تجاوزت حدود نطاق العرب
وانتشرت إلى اقصى العالم الاسلامي ولانبالغ في القول اذا نقول ان اليقظة
الراهنه في ارجاء العالم الاسلامي بمذاخيريه موكولة إلى وجود الامام الجبارة
التي بذلتها في سبيل اعلام كلمة الحق وتضحيات حملها - ومن حسن حظنا انهم اول
يوم نالت همون الدرعية وترعرت في احضان آل اسعد ولا تزال تكسب منها عطايا ونصرا
مؤزرا اكلوتة وشعبا ودج يراع كتب اعديت رائعة ورسائل وفتاوى تدل على علمه الوفور
ونظرة الناقد - منها

١ - مختصر صحيح البخاري

٢ - كتاب التوحيد - الذي هو هو الله على البصير

٣ - كشف الشبهات

٤ - كتاب الكبار

۵ — القواعد الأربع في الترهيد

۶ — مختصر زاد العاد

۷ — احاديث الفتن

۸ — فضائل الإسلام

۹ — اصول الإيمان

۱۰ — مختصر الإنصاف

۱۱ — مختصر الشرح الكبير

۱۲ — سائل الجاهلية

۱۳ — مفيد المستفيد

۱۴ — أداب المشي إلى الصلاة

۱۵ — اصول الدين الإسلامي

ومن أكبر كتب الإمام نفعاً وادعوا ببركة ونفوساً كتابه الفذ كتاب الترهيد الذي أنار العقول وانا لا لذهان وغير مجرمي التاريخ ولعب دوراً هاماً في تاريخ الإصلاح والتجديد نصر فيه السنة ودعم فيه الطريقة السلفية بأوضاع الأدلة وأبين الحجج يتسنى في العالم الإسلامي كله مشاركة ومناقشة بكل شوق وتقدير

والف شرحه فتح المبيد الصافي الفصل حفيده الشيخ عبد الرحمن ابن حسن رحمه الله - وادع فيه درر العاني المكنونة المبكرة واخرجه في أسلوب قشيب جذاب حيث زاد اقبال الناس اليه - فيه من نصر من القرآن للائمة والهدى واقوال السلف زاهرة ما يصناعف الإيمان والثقة ويعظم اغدول الكفر والشرك ويهدم أصد البدعات والظنون ، بل فيه ما ينفي العليل ويريد الغليل ، ونور وهداية وما تقرب العيون وتلتذ به الأنفس - وما يطاديقده احد حتى تنزل عنه زيرت الفكر وتتطرق إلى خلده انوار وهاجته واراها صياحة مبرأة من كل لوث لا غش فيها ولا غبار -

وفي نهاية المطاف نقول طيمات عن ترجمة فتح المبيد شرح كتاب الترهيد



المذكور أنفاً - قد حاول فضيلة الأستاذ الشيخ عطاء الله ثاقب " رئيس
انصار السنة المحمدية " بباكستان ترجمه من العربية إلى الاردوية وسماها -
"هداية المستفيد" والترجمة سهلة عذبة ، دالة على قدرة المترجم على اللغتين
اعنى العربية والاردوية على السواء ، ولا نتعدى حدود الصدق اذ انهم
على ذلك فإنه موفق ماجهر : ونسأل الله العلى القدير ان يوفق لمزيد -



محمد حفيظ البدر

نائب مدير المؤسسة الثقافية الإسلامية

بلاهور - باكستان



تفريظ

ساحة العمارة فضيلة الشيخ عبدالغفار حسن

المدرس بجامعة الاسلامية - مدينة طيبة

بسم الله الرحمن الرحيم

ان الشيخ عطاء الله ثاقب قد بذل جهده في نقل الكتاب .
فتح المجيد شرح كتاب التوحيد من العربية إلى الأردية - لاشك ان
هذا السعى سعى مشكور وعلى مبرور -

وقد درست بعض الابحاث المهمة وقارنت بين اصل الكتاب
وبين ترجمته فوجدت انه قد اصاب في نقل مطالب الكتاب
إلى الأردية بعبارة سهلة واسلوب مناسب -

فهذه الترجمة جديدة بان توزع على الناطقين باللغة
الأردية كي تستقيم عقيدتهم وتنشرح صدورهم بنور الإيمان -
واخيرا ادعوا الله تعالى ان يوزق هذه الترجمة القبول
لدى الناس كما رزق اصل الكتاب القبول -

والسلام

عبد الغفار حسن

المدرس بجامعة الاسلامية
المدينة الطيبة



تفريظ

فضيلة الشيخ عطاء الله حنيف الفوجياني
رئيس التحرير للمجلة الأسبوعية "الاعتصام" لاهور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد
فما لا شك فيه ان فتنه الشرك بالله تعالى وعبادة القبور واتخاذها اوتانا وطبائعا
من دون الله قد عمت وشاعت في كثير من بلاد المسلمين - والله ما لهم بمسلمين حقا - وما
لا مرية فيه ان الترجمة الاردية لكتاب التوحيد الذي هو الله على العبيد قد انتفع بها
آلاف ملايين من العامة والخاصة من ابناء القارة الهندية -

ولقد سررت كثيرا حينما علمت ان اخانا الفاضل الشاب الشيخ عطاء الله تاجب
رئيس انصار السنته المحمدية بلاهور الباكستانه قد قام بترجمته اجل الشرح عليه وهلاك
البارع النافع فتح الجبر شرح كتاب التوحيد للعلامة الشيخ عبدالرحمن بن محمد آل الشيخ حجة
إلى الوردية وقد تمت براجعة بعض الفصول من هذه الترجمة ، فوجدت ان الشرح القيم
قد وفه في نقل الاصل إلى الوردية بأسلوب سهل بسيط ،

وانني اوافه ما كتب فضيلة الشيخ عبدالغفار حسن الاستاذ بالجامعة الاسلامية
بالدينة الطيبة من ضرورة طبع هذه الترجمة وتوزيعها في انحاء العالم الاسلامي
ليعم بها النفع ويرى الله بها كثيرا إلى التوحيد الخالص - وتجتهد جودا لشرك

والبرعة -

والله اسأل ان يتقبله كما تقبل اصل الكتاب وشرحه - ان سميع مجيب

وانا العاجز العقير

محمد ملا والرحمن الفوجاني

المدبر العام للمكتبة السلفية ، بلاهور

ورئيس التحرير للجمعية الاسبوعية "الاعتصام" بلاهور

ورئيس جمعية اهل الحديث بمنطقة لاهور - الباكستان

نزيل حال عملة المكرمة - ٤٢٣ ذوالقعدة ١٣٩٢ هـ



تفریظ

مولانا محمد اسحاق صاحب بھٹی

ادارۃ ثقافت اسلامیہ - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ عالم فکر و عمل کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ انھوں نے سرزمین نجد میں اس وقت علم توحید بلند کیا جب کہ نہ صرف عالم عرب مختلف قسم کی بدعات اور خلافت شرع رسوم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، بلکہ پوری دنیا کے مسلمان اسلام کی صاف سُھری اور واضح تعلیمات کو فراموش کر چکے تھے۔ ان کی تبلیغی ماسعی کی رفتار اس درجہ تیز اور زود اثر تھی کہ اس نے بہت جلد مستقل جہاد کی صورت اختیار کر لی، جس نے کفر و شرک کے ایوانوں میں لرزہ پھا کر دیا۔ انھوں نے خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو جگایا، جو جاگ رہے تھے، ان کو جھنجھوڑا اور ان میں کتاب و سنت کی اطاعت عمل بالحدیث اور اتباع توحید کی نئی رُوح پھونکی۔ غیر شرعی طاقتوں پر ان کا حملہ اس قدر زور دار اور موثر تھا کہ جو سامنے آیا اس نے مُنہ کی کھائی۔ وہ ہر قسم کے اسلحے سے لیس تھے۔ علم و فضل کی نغمے پوری طرح برہ ور، مسلم اور تلوار کے دھنی، قوت گویائی اور زور بیان میں بے نظیر، دلائل و براہین کے پیش کرنے میں عدیم المثال، کلمہ حق کہنے میں حبسری مصلحِ وقت اور مجددِ دعوتِ سلامیہ تھے۔ علاوہ ازیں اشاعتِ اسلام کے لیے جس جرات و دلیری، جوش و جذبہ اور قلبی دسکری بے داری کی ضرورت ہے اس سے مالا مال تھے اور حالات و واقعات کی رفتار سے پوری طرح آگاہ تھے۔ یہ تمام اوصاف ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے اس انداز اور مقدار میں ودیعت کر دیے تھے

کہ وہ بڑی سے بڑی غیر دینی طاقت سے ٹکر لینے اور خلافِ شرع رسوم و عوائد سے برسرِ پیکار رہنے کے لیے اپنے آپ کو ہر آن آمادہ و تیار پاتے تھے۔

انہوں نے نجد و حجاز کے تپتے ہوئے صحراؤں اور وسیع و عریض علاقوں کو جو اپنی تنگ و دو کامرکز ٹھہرایا تو اس کا مقصد فقط لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا کی تکمیل تھا۔ ان کی زندگی کا مقصد و حید ہی تھا۔ ان کے پیشِ نظر نہ مال و دولت جمع کرنا تھا اور نہ دینیوی جاہ و جلال کا حصول ان کے سامنے تھا۔ ان کا مطمح نظر تو حید کی نشر و اشاعت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی ترویج اور دینِ حق کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا تھا، اس کے لیے انہوں نے اپنی مساعی وقف کر دیں لوگوں کو اسلام کا بھجولا ہوا سبق یاد دلایا اور اس میں وہ بفضلہ کامیاب رہے۔

ان کی صدائے حق پر سعودی خاندان میں جس نے سب سے پہلے لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پھیلانے کا عہد کیا وہ موجودہ سعودی سلطنت کے ایک بزرگ امیر محمد بن سعود تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

آپ نے باقاعدہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ امیر ممدوح نہایت نیک، بہادر، اُونچے درجے کے منتظم اور امورِ سیاسیہ کے نبض شناس تھے۔ دُور اندیشی، صالحیت، جرات و دلیری، ذاتی وجاہت اور معاملہ فہمی میں اپنا کوئی حریف نہ رکھتے تھے۔ آپ نے دشمن اور طاقتور حریفوں کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ عذمی اعتبار سے قلت میں ہونے کے باوجود مضبوط اکثریت پر فتح پائی اور دُنیا نے اپنی آنکھوں سے اللہ کے اس فرمان کی صداقت کا نظارہ دیکھا۔

کو من فئۃ قليلة غلبت فئۃ كثيرة باذن اللہ

امیر ممدوح کو اتباعِ حق کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور وہ کئی قسم کی تکالیف سے دوچار ہوئے، لیکن اس مردِ حق نے اپنے عہد پر قائم رہنے کا صحیح عزم کر رکھا تھا، اس لیے اس کے پائے استقلال میں کوئی جنبشِ آنا متھی نہ آئی۔ نہ اس کو کوئی دینیوی لالچ اپنی جگہ سے ہٹا سکا اور نہ کوئی تکلیف اس کے ارادے کو متزلزل کر سکی۔ انہوں نے شیخ سے جو پیمانے باندھا اس پر نہ صرف وہ ذاتی طور پر قائم رہے، بلکہ آج تک خاندانِ سعود اور آلِ شیخ اس پر



پُروری طرح عمل پیرا ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سعودی حکومت اسلام کی مستحکم بنیادوں پر اتوار ہے اور یل و نمار کی ہزاروں گردشوں کے باوجود اس میں شرائع اسلامی کی تنفیذ کا جذبہ اب بھی اسی طرح موجزن ہے، جس طرح کہ پہلے تھا اور استقبال سے روشنی کی لہریں اٹھتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ دُعا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہر اعتبار سے استحکام بخشے، نصرت الہی ہمیشہ اس کے شامل حال رہے اور سطح ارض پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام و اوامر کی ترویج و تنفیذ کے لیے یہ ابد الابد تک مثالی مملکت کی حیثیت سے قائم رہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ زرخیز اور ہمہ گیر ذہن و فکر کے مالک تھے شرک کی سرحدوں کی کٹنگنی جوتی بدعات کی اس لینار کے مقابلے میں جہاں وہ توحید کے بُت بڑے مبلغ اور پر جوش مجاہد فی سبیل اللہ تھے، وہاں متعدد بُلستہ پایہ کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں جس کتاب نے خصوصیت کے ساتھ اپنی اثر انگیزیوں کے لحاظ سے بہت زیادہ شہرت حاصل کی، وہ کتاب التوحید ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کی کئی شریں معرضِ تسوید میں آچکی ہیں، جن میں ایک شرح ان کے پوتے امام الموحدین اشیح عبدالرحمن بن حسن متوفی ۱۲۵۸ھ نے فتح الجید کے نام سے لکھی۔ یہ شرح بڑی مفصل اور جامع ہے۔ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اُردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی یہ دلی خواہش تھی کہ اس کو اُردو میں منتقل کیا جائے۔ ہمارے معزز دوست مولانا عطاء اللہ ثاقب رئیس انصار اسنتہ الحمد یہ پاکستان اہل شوق کے شکریتہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے حسن و خوبی سے یہ علمی خدمت انجام دی اور اس کتاب کو اُردو کے قالب میں ڈھال کر اُردو دان طبقے کو اس سے مستفید ہونے کا سامان فراہم کیا۔

جزاه اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا۔

مجھے اس ترجمہ کو اول سے آخر تک دیکھنے کا موقع ملا ہے اور میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو بڑے غور سے پڑھا اور اس کا کتاب سے مقابلہ کیا ہے۔ ترجمہ اصل کتاب کے مطابق، رواں دواں اور شستہ ہے۔ یہ ترجمہ اسلامی لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ توقع رکھنی چاہیے کہ اُردو دان حضرات اس کو اپنے مطالعہ میں لائیں گے اور کتاب کے مضامین و مندرجات سے مستفید ہوں گے۔



مُقَدِّمَةٌ

من

- ناصر السنة النبوية
- ناصر العقيدة السلفية
- قانع البدعة
- المجاهد لا علة ركعة الله
- الصلب في السنة
- الملازم للعبادة
- العالم الفاضل
- المحدث الفقيه
- رئيس المحققين
- العلامة شيخ

السيد بدیع الدین الشاہ

السندی الراشدی

تَمَّتْ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
مَا تَلَكَ اللَّهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان
الا على الظالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى
اله واصحابه اجمعين — اما بعد

توحید باری تعالیٰ ہی ایسا مسلہ ہے جسے سمجھانے کے لئے تمام انبیائے کرام
علیہم السلام کی بعثت ہوئی، جیسا کہ فرمایا :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ
اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل: ۳۶) اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔

اسی دعوت کو عام کرنے کے لئے کتب اور صحیفے نازل ہوئے اور سب سے
آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر آخری کتاب قرآن کریم نازل ہوا جس
کا مقصد وحید بھی ہی تھا کہ دعوتِ توحید کو پھیلایا اور عام کیا جائے۔ ارشاد ہے :

هَذَا بِلَاغٌ لِلنَّاسِ
وَلِيُنذِرُوا بِهِ وَيَلْعَلُوا انْصَارًا

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا
گیا ہے اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار
کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس
ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں

اولوالالباب (ابراہیم ۵۲)
بلکہ قرآن کریم کی ہر آیت سے صراحتاً یا کنایتاً توحید ہی کا اثبات ہوتا ہے۔ یہی
بات شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "کلہ طیبہ" میں کہی
ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

يَتَّبِعْ اُحْكَمَتِ اٰيٰتِهٖ تُنْفَرُ
فصلت من لدن حكيم جبار

یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوتی
ہیں، ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے کہ تم نہ بندگی
کو مگر صرف اللہ کی۔ میں اس کی طرف سے خبردار
کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔

لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ

(ہود: ۲۰)



انہی سے کرام علیہ السلام کو بھی جو بڑی بڑی تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اس کا سبب بھی یہی دعوت توحید تھی۔ فرمان الہی ہے :

یونہی ہوتا رہا ہے ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔

تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائیگا،

اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

اس موقع پر آل فرعون میں سے ایک مومن شخص جو اپنا ایمان چھپاتے ہوئے تھا بول اٹھا، کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بینات لے آیا۔

یہی سلوک رسول اکرم ﷺ کے ساتھ روا رکھا گیا، ارشاد خداوندی ہے منکرین کہنے لگے کہ یہ ساحر ہے۔ سخت جھوٹا ہے کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات

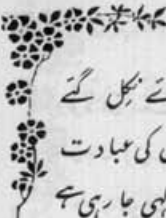
كذلك ما اقب الذين من قبلهم من رسول الا قالوا ساحرا و مجنون (الذاريات ۵۶) انا كفيناك المستهزئين الذين يجعلون مع الله الها اخر ذفوف يعلمون (الحجر ۹۵-۹۶)

وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد (البقرہ ۸۱) الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله (الحج ۴۰)

وقال رجل مؤمن من آل فرعون يكفر ايمانه اقتلون رجلا ان يقول ربنا الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم (المؤمن ۶۸)

وقال الكفرون هذا سحر كذاب اجعل الالهة الها واحد حج ان هذا الشىء





ہے اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے نکل گئے
 کہ چلو اور ڈٹے رہو اپنے مہبودوں کی عبادت
 پر، یہ بات تو کسی اور غرض سے کہی جا رہی ہے
 یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی ملت میں کسی سے
 نہیں سنی۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت
 بات

عجاب وانطلق المؤمنون
 ان امشوا واصبروا
 على الهتكم ان هذا الشئ
 يراة ما سمعنا بهذا في
 الملة الاخرة ان هذا الا
 اختلاق (ص، ۱۳، ۱۴، ۱۵)

رسول اللہ ﷺ کو مخالفین کی طرف سے کئی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا
 پڑا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں
 پیش آکر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین
 سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سُنو گے،

لتبلون في اموالكم و انفسكم
 و لتسمعن من الذين ادتوا
 الكتب من قبلكم و من
 الذين اشركوا اذى كشيء

(ال عمران ۱۸۶)

متعدد مقامات پر آزمائشیں، کم و بیش نو برس کے عرصہ میں چوبیس ٹرائیوں
 میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوتے۔ بدر، احد، حنین اور تبوک و عسیرہ
 معرکے توحید الہی کے قیام کے لئے ہوتے۔ ارشاد الہی ہے :

اے ایمان لانے والو! ان کافروں سے جنگ کرو
 یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ
 کے لئے ہو جائے۔

وقاتلوهم حتى لا تكون
 فتنة و يكون الدين
 كله لله (ال انفال، ۳۹)

کئی دور میں مشرکین کی طرف سے آنحضرت کو کئی قسم کی اذیتیں برداشت
 کرنا پڑیں۔ مثلاً بد زبانی، استہزاء، مار پیٹ اور ترک موالات، پھر شعب ابی طالب میں
 قید کے دن گزارنا۔ آخر مجبور ہو کر ہجرت کرنا پڑی اور مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا :

بخدا تو اللہ کی بہترین سر زمین ہے اور اللہ کی ہر سُو
 پھیلی ہوئی تمام زمین میں سے اس کی محبوب ترین

والله انا لحنير ارض الله
 و احب ارض الله الى الله



ولولا اني اخسرت منك ما
خسرت (ترمذی ابن ماجہ) نہ نکلتا۔
زمین ہے اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا جاتا تو میں بالکل

ان سب تکلیفوں کی محرکِ اول دعوت توحید تھی اور جب کہیں آپ نے کوئی مبلغ
بیجا تو اس کو بھی اسی سلسلہ کی طرف دعوت دینے کے لئے حکم فرمایا، چنانچہ معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ کو میں کی طرف بھیجتے وقت ارشاد فرماتے ہیں :

اول ما نندعوهم اليه ان
تم ان کو سب سے پہلے دعوت یہ دو کہ وہ اللہ کی توحید
یوحده والله (بخاری) کا استدار کریں۔

کیونکہ تمام اعمال کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے :

ولقد ادعى اليك والى
الذين من قبلك لان اشركت
يحبطن عملك ولتكونن من
الخاسرين (الزمر - ۶۵)
تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء
کی طرف یہ دعویٰ بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا
تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے

بلکہ توحید ہی سے عمل صالح کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک اللہ پر ایمان رکھنے
سے دوسروں کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور جن سے امیدیں وابستہ تھیں وہ ختم ہو
جاتی ہیں۔ پھر یہ دو وہیں رجا، خوف، عمل صالح کے لئے دل میں رغبت اور میلان پیدا کرتی
ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر نہیں جانتے جس طرح کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
میں اپنے رسول مقبول ﷺ کی زبانی اپنی شان بیان فرمائی ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ
اور اس کے غیر میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح غیر اللہ کو مددگار یا
شکل کشا جاننے والے، یا ان کے توسل سے نجات یا حاجت روائی یا امراض سے شفا حاصل
کرنے کا عقیدہ رکھنے والے اللہ تعالیٰ سے بالکل بے خوف ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے بناوٹی
معبودوں یا وسیلوں کا خیال رہتا ہے وہ ان ہی کی بددعا سے ڈرتے اور ان کی سفارش
کے امیدوار رہتے ہیں۔ اسی طرح ان کے لئے گناہوں اور برائیوں کا دروازہ کھلا رہتا ہے
اور ان کے پاؤں راہِ حق سے پھسلتے رہتے ہیں۔ توحید ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی



بدولت ایک مومن نیکی، عمل صالح، اخلاقِ حسنہ، ایمان داری اور راست بازی پر قائم رہ سکتا ہے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَابِجْرِكُوْنِ طَاغُوتٍ كَا انْكَارِ كُرْكِ اللّٰهِ پْر اِيْمَانِ لَے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لِأَضْمَامِ لَهَا (البقرة-۲۵۶) آيا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

وَمَنْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ لِي اللّٰهِ وَهُوَ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (لقمان-۲۲) جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور عملاً وہ نیک ہو۔ اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔

بلکہ اسی توحید سے انسانیت کا نظام برقرار رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیک سیدھا طریق زندگی ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اور اسی سے امت کے درمیان اتحاد و اتفاق قائم رہتا ہے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جسے (سے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دے چکے ہیں اسے تاکہ تمہارے ساتھ قائم کر دے اور اس دین کو اور اس میں تفرق نہ ہو جاوے۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوتی ہے

توحید ہی کی بدولت آپس میں بگڑے ہوئے دل ملیں گے، بغض، حسد اور کینہ سے صاف ہوں گے جیسا کہ فرمایا:

قد كانت لکم اسوة حسنة تم لوگوں کے لئے ابراہیم علیہ السلام اور اس کے



ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا۔ ہم تم سے اور تمہارے ان مجبوروں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔

ف ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومہم انا نبیاء منکم وما تعبدون من دون اللہ

ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہو گئی اور پیر پر دیا گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

کفرنا بکم وبادیننا وبتیسکم العداوة والبنضاء ابداحتی تؤمنوا باللہ وحده (ممتحنہ - ۴)

توحید کی طرف دعوت دینا رسول اللہ ﷺ کے متبعین کا شیوہ ہے جو کہ دعوت و تبلیغ میں ان کے سچے جانشین ہیں جیسا کہ ارشاد ہے :

آپ ان سے صاف کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

قل ہذہ سبیل ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین (یوسف - ۱۰۸)

توحید کی حقانیت جب لوگوں کے دلوں میں بیٹھنے لگی تو عہد آنے والی مصیبت ان کے لئے سہل ہونے لگی۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا گرم پتھروں اور کوٹوں پر احد احد پکارنا، نجیب جہنی رضی اللہ عنہ کا شہادت سے قبل دو رکعت پڑھنے کی اجازت طلب کرنا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بوقت وفات شہادت کی حسرت میں روزا، حالانکہ ان کے جسم کا ہر حصہ اللہ کی راہ میں دشمن کے وار کا نشانہ بن چکا تھا۔ اسی طرح غزوہ تبوک میں مالی و معاشی مشکلات پر صبر و استقامت سے رہنا۔ نیز صحابیات کا اپنے بیٹوں کی شہادت پر صبر کرنا بلکہ خوش ہونا اور اس قسم کے بے شمار واقعات جو تاریخ اسلام کے شاہ کار ہیں سب اس حقیقت پر دلالت کناں ہیں کہ وہ توحید کو دل کی گہرائیوں سے جان چکے تھے اور اس کی عاقبت محمودہ پر ایمان رکھتے تھے۔ یہی وہ حلاوت الایمان ہے جس کا ذکر صحیحین کی روایات میں موجود ہے کہ وہی شخص ایمان کی لذت کو پاسکتا ہے جو تین صفات کا حامل ہو ان



میں سے ایک صفت یہ ہے :

جب اللہ نے اس کو کفر کی حالت سے نکال دیا تو وہ اس میں دوبارہ جانے کو اسی طرح برا سمجھے جس طرح کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

وَيَكْفُرُ أَنْ يَكْفُرَ فِي الْكُفْرِ
بَعْدَ أَنْ أَفْقَدَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا
يَكْفُرُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ

زمانہ نبوت کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہی حال رہا کہ توحید کو زبان، قلم اور توار سے دُور دُور تک پھیلایا۔ مشرکین کی کئی ریاستیں فتح کیں اور وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑ کر توحید الہی کو چکایا۔ اس وقت سے لے کر آج تک علمائے حق کا یہی طریقہ رہا ہے۔

لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ
قَائِمَةٌ يَا مَعْرُوفُ لَا يَصْرُفُهُمْ
مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ
حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُوَ عَلَى
ذَلِكَ (مشکوٰۃ بحوالہ مصعبین)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا جو انہیں ذلیل کرتے ہیں اور ان کی مخالفت کے دپے ہیں وہ انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے فیصلہ کن وقت آجائے اور وہ اس پر قائم ہوں گے۔

جہاں توحید کے دشمنوں نے سر اٹھایا تو سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کیا توحید کے ایک ایک جز کی نگہداشت اور حفاظت کی۔

فقہ خلق قرآن توحید پر ایک زبردست وار تھا۔ اُس وقت اس مسئلہ کو ایسا مشکل بنا کر پیش کیا گیا کہ کم علم والا اس کو سمجھ نہ سکے، ان کا خلاصہ استدلال یہ تھا :

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
اللَّهُ هَرَجِيضٌ كَاخْبِقُ هُيْ -

(المزمر - ۶۲)

قرآن کی اس آیت کے بعد وہ یہ کہتے ہیں :

وَالْقُرْآنُ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ
قرآن باقی اشیائیں سے ایک شے ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قرآن بھی مخلوق ہے (معاذ اللہ)

اس معطل لال میں ایسی گہری تلبیس ہے جس کو معلوم کرنا ہر شخص کا کام نہیں اور کئی کم فہم لوگ اس کا شکار ہو گئے۔ ان لوگوں نے اپنے مذکورہ دلائل کو فلسفہ یزان کا رنگ چڑھا کر مزید الجھا دیا۔ کہنے لگے، کلام اللہ کی صفت ہے اور صفت قائم بالموصوف

ہوتی ہے لہذا یہ صفت اللہ سے کیسے الگ ہو سکتی ہے اور جس کا نزل ہوا ہے وہ تو حروف ہیں جو مرث کر معدوم ہو سکتے ہیں۔

وَمَا شَبَّتَ قَدَمُهُ اسْحَالَ
عَدَمُهُ
جس کا قدیم ہونا ثابت ہے، اس کا معدوم ہونا محال ہے۔

ان کی یہی بحث آج تک چلی آرہی ہے۔

کچھ دن ہوئے ایک مولوی صاحب نے جن کا تعلق اہل الرائے سے تھا۔ میرے ساتھ بحث کرتے ہوئے یہی دلیل پیش کی۔

علامہ ابن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار حاشیہ الدر المختار جلد ۳ صفحہ

۲۲ طبع دوم میں لکھتے ہیں :

أَنَّ غَيْرَ الْمَخْلُوقِ هُوَ الْقُرْآنُ
يَعْنِي كَلَامَ اللَّهِ الصِّفَةُ النَّفْسِيَّةُ
الْقَائِمَةُ بِتَمَالِكِ لَا بِمَعْنَى الْمُرْتَبِ الْمَعْلُومِ
یقیناً قرآن ہی غیر مخلوق ہے یعنی اللہ کی کلام جو کونسانی صفت ہے۔ اس کے ساتھ استوار ہے معنی حروف میں نہیں معنی منزل میں۔

قرون اولیٰ جو کہ مشہور لہم بالخیر ہے کے لوگوں کا عقیدہ تھا جو امام سفیان ابن عیینہ المتوفی ۱۹۰ھ سے توار کے ساتھ مروی ہے :

مَنْ عَرَفَ رَبَّنَا وَقَالَ أَدْرَكَتِ
النَّاسُ مِنْهُ سَبْعِينَ سَنَةً
أَحْبَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَنْ دَرَسَهُمْ يَقُولُونَ: اللَّهُ خَالِقُ
وَمَا سِوَاهُ مَخْلُوقٌ إِلَّا الْقُرْآنُ فَيَأْتِيهِ
كَلَامُ اللَّهِ مِنْهُ خَرَجَ وَالْيَوْمَ يَعْمَدُ
مردوں دینار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ستر سال سے لوگوں کو پایا، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور ان کے علاوہ بھی یہی کہتے تھے، اللہ خالق ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ مخلوق ہے۔ گرفتاران مخلوق نہیں، وہ اللہ کا کلام ہے جو اسی سے نکلا ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

(ذکرہ الذمہی فی کتاب العلو للعلی الغفاری ۱۱ طبع ثانیہ)

پس جس طرح اللہ کی ذات بے مثل ہے اور ہم اس پر بلا کیسیت و تمیل ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس کی صفات سب بے مثل ہیں اور ان پر بھی بغیر کسی بحث عن الکفینیت والشبہ کے ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح قرارت اور مقروہ، قادات اور متلو میں فرق کرتے



ہیں۔

الْفِعْلُ فِعْلٌ الْقَارِعُ وَالْكَلِمُ
فعل قاری کا فعل ہے اور کلام اللہ کا کلام
کلام الباری ہے۔

اس فقہ کو روکنے کے لئے ائمہ دین میدان میں آئے چنانچہ عبدالعزیز الکنانی رحمہ اللہ مع اپنے فرزند ارجمند کے سرپرکنن باندھ کر خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں بشر مرسی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مناظرہ کے لئے بغداد جاتے ہیں اور مناظرہ شروع ہوتا ہے بلاآخر بشر مرسی تنگ آ کر کہتا ہے کہ عبدالعزیز بار بار نصوص (آیات و احادیث) کو استدلال میں لاتا ہے اور مجھ سے بھی نص کا مطالبہ کرتا ہے اگر وہ قیاس و نظر کی رو سے بحث کرے تو ابھی وہ خلقِ قرآن کا قائل ہو جائے گا۔ بصورت دیگر میرا سر قلم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو مامون الرشید پر کہ اس نے بشر کو خطاب کر کے کہا :
تَقُولُ لِرَجُلٍ تَنَاطَرُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ
کہتا ہے کہتے ہو کہ ان کو چھوڑ دو، اور نظر و قیاس کے

هَذَا مَا لَا يَجُوزُ - نقطہ نظر سے بات کرو، یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(حاشیہ - کتاب الحیوۃ ۱۳۵)

آخر میں عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قیاس و نظر کی روشنی میں گفتگو کی پھر بھی موجب وعدہ الہی۔

وَيُنزِلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ
اور ظالموں کو اللہ ٹھیکہ کا دیتا ہے

(ابراہیمو - ۲۷)

مخالفت کو زبردست شکست ہوتی۔

اسی طرح نعیم بن حماد رحمہ اللہ اور اس کے ساتھی قید خانے میں مار کھا کھا کر جان بحق ہوئے اور ظالموں نے غسل و کفن اور جنازہ کے بیمران کو گڑھے میں ڈال کر دفن کر دیا۔

امام اہل السنۃ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ کا جہاد اور قید و بندگی کی زندگی کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے کبھی کوڑے لگ رہے ہیں اور کبھی طع اور لالچ دلائی جاتی ہے امام موصوف کی زبان پر یہی مطالبہ جاری ہے۔

اَعْطُونِي شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
عَزَّوَجَلَّ اَوْ سَتَعْرِسُوهُ رَسُوْلُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا

دون -

اقولہ -

(مناقب امام احمد بن حنبل لابن جوزی صفحہ ۳۲۲)

اس اثنا میں کئی لوگ مارے گئے، جیل میں ٹھونے گئے، سزائیں دی گئیں لیکن ؛
فَمَا وَهَوَّلِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ
اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوتے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی وہ باطل کے آگے، سزگوں نہیں ہوتے، ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

(ال عمران - ۱۳۶)

اسی طرح دیگر صفات النبیہ کا انکار پھر تشبیہ اور تاویل، ان سب کا مقابلہ اُمت کے
فخول ائمہ و علمائے کیا پھر اصنام تصاویر، قبروں اور مزاروں کی پوجا پاٹ اور ان پر نذر و نیاز اور
عرس و میلے، غیر اللہ (یعنی انبیاء، صلحاء اور اولیاء) کو پکارنا، ان کو شکل کشا اور حاجت روا
سمجھنا، ان کو دعا و مغفرت اور حاجت روائی کے لئے وسیلہ یا واسطہ بنانا، غرض کئی قسم
کے شرک تھے، جن کی اہل علم نے تردید کی اور ان کو مٹانے کی کوشش کی، اس میں جان
و مال خرچ کیے، کتابیں تصنیف کیں۔

امام سید جعفر الصادق بن محمد بن الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن
علی بن ابی طالب سے کتاب التوحید المسمیٰ بہ الادتہ علی الحکمة والتدبیر الدرد علی العالمین بالاجمال
و منکری العمل مردی ہے۔

صحیح بخاری میں جو کہ قرآن کریم کے بعد سب سے اولین صحیح ترین کتاب ہے امام
ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے کتاب کے آخر میں متعلق عنون
کتاب التوحید و الدرد علی الجمیہ وغیرہم ذکر فرمایا ہے جس میں کسی مسائل توحید مختلف ابواب
کے تحت بیان کیے ہیں جن میں سے چند ایک مروج ہیں :



باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ امته الى توحيد الله تباركت اسما وتعالى

باب قل ادعوا للهِ او ادعوا للرمن اياما تدعون لهُ الاسماء الحسنی

باب قول الله عالم الغیب فلا یظهر علی قیبه احد اذ ان الله عنده علم الساعة۔

باب السؤال باسماء الله تعالى والاستعاذۃ بہا۔

باب قول الله تعالى كل شیء ہا لک الا وجهہ

باب كان عرشہ علی الماء وهو رب العرش العظیم

باب قول الله تعالى وجوه یومئذ ناضرة الى ربہا ناطقة

باب قول الله تعالى ان الله میک السموات والارض ان تزولا۔

باب ماجاء في تخلیق السموات والارض وغيرہا من المخلوق وهو فعل الرب وامره فالآ

بصفاة وفعل وامره وكلامه هو المخلوق الی غیر مخلوق وما كان بفعله وامره وتخلیفة ذکویة فهو مفعول مخلوق کمون ،

باب قول الله تعالى قل لو كان البحر مداد الکلمات ربہ

باب المشیة والارادة

باب قوله ولا تنفع الشفاة عنده الا لمن اذن له حتى اذا فرغ عن قلبہم قالوا ما ذاقنا

ربکم قالوا الحق وهو اعلم الکبیر ، ولم یقل ما ذاق خلق ربکم وقال من ذالذی شیغ عنده الاباذة ،

باب قوله انزل بعلمہ الملك کتیبہون ،

باب قول الله وکلم الله موسی تکلیما ،

باب ذکر الله بالامر و ذکر العباد بالذما والتضرع والرسالة والابلاغ ،

باب قول الله فلا تجعلوا الله اندادا ،

باب قول الله کل یوم ہونی شان

باب قول الله تعالی والله خلقکم وما تعملون انا کل شیء خلقناه بعتر ،

باب قول الله نضع الموازن القسط لیوم الیمتہ۔

و غیر ہا من الابواب ، جن میں توحید کے اہم مسائل بیان کرنے کے ساتھ امام ہمام

فرق باطل کی اجمالاً تردید کر گئے ہیں۔ اسی طرح امام موصوف نے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی



جو مخلوق افضل العباد کے نام سے معروف ہے۔ اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

قال ابو عبد الله والقمران
 صلوا الله غير مخلوق لعل
 الله عز وجل ان رَبُّكُمْ اللهُ الَّذِي
 خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
 أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُبْشِرُ
 اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُ حَيْثُ تَابَتِ الشَّمْسُ
 وَالنَّجْمُ وَالشُّجُورُ مُسْحَرَاتٌ

ابو عبد اللہ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان
 کی رُود سے قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، حقیقت
 تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پچھ
 دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا،
 جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے
 چمچے دوڑا چلا آتا ہے جس نے سورج اور چاند اور تارے
 پیدا کیے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔

بامرہ (الاعراف: ۵۴)

فبين ان الخلائق والطلب
 والحديث والمسخرات بامرهم شج
 فقال أَلَا أَلَدُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ
 اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

پس اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جو
 چیزیں اس آیت میں مذکور ہیں اور وہ جس خدمت پر
 مامور ہیں وہ سب اللہ کے حکم سے ہیں، پھر تشریح کی
 اور فرمایا، الا لا الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین،

ایک مقام پر لکھتے ہیں :

باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم
 يستعيذ بكلمات الله لا بكلام
 غيره ولا بكلام الجن والانس
 والملائكة وفي هذا دليل
 ان كلام الله غير مخلوق
 وما سواه مخلوق - ۱۰

باب اس حقیقت کے بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ
 اللہ کے کلموں کے ساتھ پناہ مانگتے تھے نہ کسی دوسرے کی کلام سے۔
 نعیم کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نہ مخلوق سے پناہ
 طلب کرتے تھے نہ جن اور انسان کے کلام سے نہ فرشتوں سے
 یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں
 ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ مخلوق ہے۔

اس طرح دوسرے آئمہ دین نے بھی اپنی اپنی تصنیفات میں توحید کو واضح فرمایا،
 امام الائمہ قدوة اہل السنۃ داعی الی الحق قانع البدۃ، الصابر فی المنۃ، ابو عبد اللہ
 احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ کی کتاب السنۃ اور کتاب الرد علی الجہیتہ اکثر
 کتابوں کی مانند منبع ہیں اور آپ ہی کی زبانی دقلی محنت و جہاد سے عقیدہ اہل الحق اجاگر ہوا



اور حق و باطل میں تمیز ہوئی۔

امام اہل الحدیث علی بن المدینی شیخ البخاری کا قول مشہور ہے۔

ان الله عز وجل اعز الدين
برجلين ليس لهما ثالث
ابو بكر الصديق يوم
الريّة واحمد بن حنبل
يوم المهنة۔

اللہ عزوجل نے دو آدمیوں سے دین کو عزت بخشی، اس میں
کوئی تیسرا شامل نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جنگ
یامہ کے دن جو اہل ردہ سے لڑی گئی اور امام احمد بن حنبلؓ سے
ان کے امتحان و آزمائش کے موقع پر جو خلق قرآن کے سلسلہ
میں ہوا۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لولا احمد بن حنبل وبذل
نفسه لما بد لها له كذبا
الاسلام۔

اگر امام احمد بن حنبل نہ ہوتے اور اپنے آپ کو میدان میں
نہ لے آتے جس طرح کہ لے آئے تو اسلام رخصت ہو
جاتا۔

مشاب احمد لابن جوزی صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۶

بلکہ امام موصوف کے ساتھ محبت و بغض ہی اہل السنۃ و اہل البدعہ میں پہچان کا
اصل پیمانہ ہے۔

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اذا رايت الرجل يحب احمد بن
حنبل فاعلم انه صاحب سنة

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ امام احمد بن حنبلؓ سے محبت
رکھتا ہے تو جان لو کہ وہ سنت کا شیدائی ہے۔

ابو جعفر الفلاس رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اذا رايت الرجل يقع في احمد بن
حنبل فانه مبتدع ضال

جب تو دیکھے کہ کوئی شخص امام احمد بن حنبلؓ پر تنقید کر رہا
ہے تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔

(تقدمة المعرفة لكتاب المخرج والتعديل صفحہ ۳۰۸)

آپ کے بعد متعدد علمائے دین نے کتابیں تالیف فرمائیں آپ کے صاحبزادہ
ابو عبد الرحمن عبد اللہ المتوفی ۲۹۰ھ نے کتاب السنۃ لکھی جس میں اپنے والد بزرگوار کے علاوہ متعدد
و متاخرین ائمہ کے اقوال جمع کیے ہیں اور آیات، احادیث اور آثار سے توحید کے مسائل بیان کیے

ہیں۔ شریکین اور اہل بدعت کی خوب تردید فرمائی ہے۔

نیز آپ کی دوسری کتاب الرد علی الجہمیہ بھی ہے۔

امام ابو داؤد سیمان بن الأشعث السجستانی المتوفی ۲۴۵ھ نے کتاب القدر لکھی،

امام محمد بن نصر المرزبی المتوفی ۲۹۳ھ نے کتاب السنۃ تصنیف فرمائی۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی شیخ البخاری المتوفی ۲۱۹ھ نے رسالہ اصول السنۃ

لکھا۔

امام عثمان بن سعید الدارمی المتوفی ۲۸۸ھ نے کتاب الرد علی الجہمیہ لکھی، مقدمہ میں

صفات الہیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

پس یہی وہ پروردگار ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں

اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کے لیے نماز پڑھتے اور

اسی کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں، جو شخص اس کے

علاوہ کسی ایسی ہستی کی عبادت کرے جو ان صفات

سے محروم ہو تو وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس

کا معبود اللہ نہیں ہے۔ وہ شخص کافر ہو اس کی بخشش

نہیں ہوگی۔

قَهْدًا رَبِّ نُؤْمِنُ بِهِ

وَأِيَّاهُ نَعْبُدُ وَلَهُ نَصَلُّ وَنَسْجُدُ

فَمَنْ قَصَدَ بِعِبَادَتِهِ الْغَايَةَ

الَّتِي خَلَقَ هَذِهِ الصِّفَاتِ فَإِنَّمَا

يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ وَلَيْسَ مَعْبُودًا

بِاللَّهِ كُفْرًا لَا

غَفْلَةً - ۱۰

ان کی دوسری کتاب الرد علی بشر المریسی ہے یہ دونوں کتابیں ابواب و عنادین پر

مشتمل ہیں۔

امام ابو بکر بن ابی عاصم احمد بن عمرو بن الصنحاک بن غنمہ الشیبانی الاصبہانی المتوفی

۲۸۶ھ نے کتاب السنۃ ابواب و تراجم کی ترتیب سے جمع کی۔

امام المغیر بن ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ نے کتاب السنۃ و الرد

علی الایوار تصنیف فرمائی۔

امام ابو بکر ابن الاثرم احمد بن محمد بن ابی الطالقانی الاسکانی المتوفی ۲۶۶ھ نے

کتاب السنۃ لکھی۔

امام الامام ابو بکر بن خزیمہ محمد بن اسحاق السلی الیسا بوری المتوفی ۳۳۰ھ نے کتاب التوحید

مشکل برابر اب جمع کی، اور ان میں آیات و احادیث کو جمع کیا اور اہل بدعت کی تفصیل سے تردید کی، ایک ترجمہ الباب میں فرماتے ہیں :

باب ذکر الدلیل علی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انما اراد بالکبائر فی
هذا الموضوع ما هو دون الشریک من

الذنوب - الخ

www.KitaboSunnat.com
دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

باب ذکر البیان
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یشفع للشاہد للہ بالتوحید
الموحد للہ بلسانہ اذا کان
مخلصاً مصدقاً بذلك بقلبه
لالمن یکون شہاداً تذبذبت منه
عن تصدیق القلب - الخ

باب اس تذکرہ کے سلسلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ
اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جو اخلاص کے ساتھ ادا
دل کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی توحید کی شہادت دیتا
اور زبان سے اللہ کو ایک قرار دیتا ہے۔ لیکن اس
شخص کی شفاعت نہیں کریں گے جس کی شہادت تصدیق
قلب سے خالی ہو۔

امام موصوف نے ایک اور چھوٹی سی کتاب تصنیف کی وہ بھی کتاب التوحید
کے نام سے موسوم ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مقدمہ میں لکھتے ہیں

لا یدرک طالب السنۃ
والجماعۃ هذا المذہب
الواحد حتی یتعلم هذا
الکتاب ویحفظہ حفظاً - الخ

سنت و جماعت کا طلب گار اس وقت تک اس
واحد و منفرد مذہب کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا جب
تک کہ اس کتاب کا علم حاصل نہ کرے اور اس کو
ذہنی و منکری طور پر اچھی طرح حفظ نہ کرے۔

اس کتاب میں خاص خاص عنوان یہ ہیں :

باب تفسیر التوحید

باب تفسیر الدین

یہ یعنی حدیث الشفاۃ لاہل الکبائر ،

کہ یعنی فرقہ ناجیہ کا مذہب جو تہمت مندوں میں سے ایک ہے۔

باب تفسیر الایمان

باب تفسیر الاسلام

باب تفسیر السنۃ والجماعۃ

باب تفسیر البدعۃ

باب تفسیر القدر

باب تفسیر الارحام

باب تفسیر الاعتزال وصفۃ المعتزلۃ

باب تفسیر الرفض وصفۃ الروافض

باب تفسیر الحجم

باب تفسیر الزندقۃ

باب تفسیر المعرفۃ

باب اصل التوکل

باب اصل الشک

باب تفسیر العمل وصفۃ العالمین

باب تفسیر الذکر

باب اصل المعصیۃ

باب تفسیر الکفر

باب تفسیر النفاق

باب اصل الفسق

باب تفسیر التقویٰ

باب تفسیر الریاء

باب تفسیر البہار

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی المتوفی ۳۲۰ھ نے کتاب السنۃ

تصنیف کی۔

امام ابو بکر ابن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم البغسی والواسلی الکوئی المتوفی ۲۳۵ھ نے کتاب الایمان لکھی جس میں احادیث و آثار مع اسانید کے مروی ہیں۔

امام ابو عبیدہ القاسم بن سلام البغدادی المتوفی ۲۲۳ھ نے کتاب الایمان و معاملہ و سننہ و استکمالہ و درجاتہ مرتب کی، جس کو احادیث و آثار کے علاوہ اپنے فاضلانہ کلام و تحقیق ائمتہ سے مزین کیا۔

امام ابو حاتم بن محمد بن ادیس الرازی الخنظلی المتوفی ۲۴۴ھ نے بھی اس پر کتاب لکھی امام ابو الشیخ ابو محمد بن حیات عبد اللہ بن جعفر الاصبہانی المتوفی ۲۶۹ھ نے کتاب العظمت و کتاب السننہ وغیرہ لکھیں۔

امام ابو الحسن علی بن اسماعیل بن ابی بشر الاشعری المتوفی ۳۲۴ھ نے کسی کتاب میں تصنیف فرمائیں مگر ان کے کتاب الابانہ فی اصول الدیانۃ اور اختلاف المضلین اور مقالات الاسلامیین فی اختلاف المصلین مشہور ہیں۔

امام ابو بکر بن ابی داؤد عبد اللہ بن سلیمان السجستانی المتوفی ۳۱۰ھ کی کتاب البعث معروف ہے عقیدہ کے بارے میں ان کا ایک قصیدہ بھی اہل علم کے ہاں متداول ہے۔

امام ابن قتیبہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم الدینوری المتوفی ۲۴۶ھ کی کتاب تاویل مختلف الحدیث قابل دید ہے ان کی ایک اور کتاب الاختلاف فی اللفظ و الرد علی الجہمۃ المبسوطہ بھی ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن عثمان بن محمد بن ابی شیبہ البغسی الکوئی المتوفی ۲۹۶ھ نے کتاب عرش لکھی امام ابو بکر الاعمشلی احمد بن ابراہیم بن اسماعیل الجرجانی المتوفی ۳۴۰ھ نے اعتقاد اہل السنۃ

لکھی۔

امام ابو الحسن علی بن ہمدی الطبری المتکلم المتوفی ۳۵۵ھ نے مشکلات الایات تصنیف کی امام ابن منذہ ابو عبد اللہ بن اسحاق ابن یحییٰ العبیدی الاصبہانی المتوفی ۳۹۵ھ نے کتاب الایمان ابواب کے مطابق مرتب فرمائی۔ نیز ان کی تصنیفات کتاب التوحید اور کتاب الصفات مشہور و معروف ہیں۔

امام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخنظلی البستی المتوفی ۳۸۸ھ نے کتاب التفسیر عن الکلام و اہلہ تصنیف فرمائی۔

امام ابو احمد العسال محمد بن احمد بن ابراہیم بن سیمان الاصبہانی المتوفی ۳۲۹ھ نے کتاب المعرفة فی السنۃ، کتاب الرویۃ، کتاب الصفات وغیرہ تصنیف کی ہیں۔
امام الناقدین ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ کی تصنیفات کتاب الرویۃ اور کتاب الصفات معروف ہیں۔

امام ابن شاپین ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان ابن احمد البغدادی المتوفی ۳۸۵ھ نے کتاب السنۃ تالیف کی۔
امام ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ البغدادی الاجزی المتوفی ۳۳۵ھ نے کتاب الشریعۃ ابواب پر مرتب کی۔
امام ابو الحسن محمد بن احمد بن عبد الرحمن الملقی المتوفی ۳۷۷ھ نے کتاب التنبیہ والرد علی اہل البواء والبدع لکھی۔

پانچویں صدی ہجری

امام ابن نورک ابو بکر محمد بن الحسن المتوفی ۴۰۶ھ نے ایک سو کے قریب کتابیں تحریر کیں۔ جن میں کئی توحید اور عقائد پر مشتمل ہیں۔
امام ابن الباقلائی ابو بکر محمد بن طیب الطبری المتوفی ۴۰۲ھ نے الابانۃ کے نام سے کتاب لکھی۔

امام ابو القاسم اللاکائی ہبۃ اللہ بن الحسن الطبری المتوفی ۴۱۸ھ نے شرح اعتقاد اہل السنۃ کے نام سے ایک ضخیم کتاب رسم کی۔ جن میں روایات و اقوال اسانید کے ساتھ مردی ہیں۔

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبہانی المتوفی ۴۲۳ھ نے کتاب الاعتقاد تالیف فرمائی۔

امام ابو زکریا یحییٰ بن عمار البسحانی الواعظ المتوفی ۴۲۲ھ نے بھی اس پر ایک رسالہ لکھا۔

امام ابو عمرو الطلمنکی محمد بن محمد بن عبد اللہ الاندلسی المتوفی ۴۲۹ھ کی کتاب

الوصول الى معرفة الاصول مشهور ومعروف ہے۔

امام ابو نصر السجزي عبيد الله بن سعيد الرازي المتوفى ۴۴۴ھ نے کتاب الابانہ لکھی۔
امام ابو عمرو عثمان بن سعيد الداني المتوفى ۴۴۴ھ نے کتاب الارجوزة فی عقود

الديانة تحریر کی۔

امام ابو عثمان الصابوني اسماعيل بن عبد الرحمن النيسابوري المتوفى ۴۴۹ھ کا رسالہ

المعروف بـ"عقيدة السلف واصحاب الحديث" قابل قدر ہے۔ اس رسالے میں فرماتے ہیں
اصحاب الحديث حفظ الله محدثين كرام الله ان کے علماء کی حفاظت فرمائے اور ان
احبارهم ورحم ابدالهم يشهدون پر رحم کرے وہ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ
للہ تعالیٰ بالوحدانیتہ و کی رسالت و نبوت کی شہادت دیتے ہیں وہ اپنے رب
للسؤل صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کا اقرار کرتے ہیں جو وحی و تنزیل کا منطوق
بالرسالة والنبوۃ ويعرفون ہیں یا جن کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے ان
رہبهم بصفاۃ السلفی احادیث صحیحہ میں دی جو آپ سے عدول اور ثقتات
نطق بها وحيه وتنزيله راویوں کے ذریعے مروی ہیں۔ وہ اس جلال کے
او مشہدہ ہمارسولہ صلی اللہ لیے ان ہی صفات کا اقرار کرتے ہیں جو اس نے خود
عليه وسلم علی ماوردت اپنے لیے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اور اپنے رسول
الانخبار الصالح به ونقلته ﷺ کی زبان مبارک سے بیان فرمائی ہیں، وہ
العدول الشقات عنه یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اس کی صفات کو اس کی مخلوق
يشتمون لمجلجله ما انبت لنفسہ کی صفات سے تشبیہ دیں۔
فكنا به وعلی لسان رسوله صلی اللہ علیہ

ولم يلقوا منه تشبها لصفاته بصفاة خلقه۔

امام ابو بکر اليميني احمد بن الحسين بن علي المحمدي جزبي المتوفى ۴۵۸ھ کی (۱) کتاب

الاسماء والصفات (۲) کتاب الاعتقاد علی مذہب السلف اہل السنۃ والجماعۃ (۳) کتاب المعتقد
مشہور آفاق تصانیف ہیں۔

امام ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید الاندلسی المتوفى ۴۵۶ھ کی معتمد الآراء

کتاب کتاب الفصل فی الملل والاعهار والنحل اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

امام ابو یعلیٰ محمد بن الحسین بن الفراء البغدادی المتوفی ۳۵۸ھ نے کتاب ابطال التاول

تالیف فرمائی۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری البردی المتوفی ۳۸۱ھ نے کتاب

ذم الکلام وابلہ اور کتاب الصفات تحریر کیں۔

اس صدی میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ گزرے ہیں جنہوں نے عقائد

کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں، وہاں سے جو کچھ لکھا ہے۔

چھٹی صدی ہجری

امام ابو الحسن الکربجی المتوفی ۳۳۳ھ گزرے ہیں جنہوں نے عقائد کو ایک قیصر میں

جمع کیا ہے جو ذمہ سوویت سے زیادہ ہے۔

امام سید ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح الجیلانی المتوفی ۵۶۱ھ کی کتاب غیۃ الطالبین

مشہور کتاب ہے، آپ نے باجائز و عقائد کے مسائل بیان کیے ہیں اور شریکین و مبتدعین کے

فاسد عقائد کا سختی سے رد کیا ہے۔

امام ابو الفرج جمال الدین ابن الجوزی عبدالرحمن ابن ابی الحسن علی بن محمد القرظی

الیتیسی البکری البغدادی المتوفی ۵۹۷ھ نے کسی کتاب میں تصنیف کیں مثلاً تلبیس امیس ذمہ شبہۃ اثیہ

وغیرہ۔

امام قوام السنہ ابو القاسم اسماعیل بن محمد ابن فضل القرظی الیتیسی الطحطاوی الاصبہانی المتوفی

۵۳۳ھ نے کتاب السنۃ اور سیرت السلف تصنیف فرمائی۔

امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الطوسی الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ کی کتاب الجوامع

عن علم الکلام شرح اسماء الحسنی الزدعلی الباطنیۃ الاقتصادی الاعتقاد وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

امام محدث شام ابن عساکر ابو القاسم علی بن حسن ابن ہبہ اللہ الدمشقی المتوفی ۵۰۵ھ

نے کسی کتاب میں کعبین، مثلاً تمیین کذب المنقری فیما نصب الی الامام ابی الحسن الاشعری، بیان الوہم

والتحلیط فیما اخرجہ ابو داؤد من حدیث الاطیظ، مجلس فی نفی التشیبہ، مجلس فی التزیہ، ذم الافضہ

الصفات وغيره،

قاضی ابوالحسن بن الفراء محمد بن ابی علی محمد بن الحسین البغدادی المتوفی ۵۲۶ھ نے ایضاً
الدلائل فی الرد علی الفرق الصائتہ المصلتہ اور الرد علی زائغی الاعتقادات فی منعم من سماع الآیات لکھیں۔
شیخ ابن الزاغوانی ابوالحسن علی بن عبید اللہ ابن سعد بن السری المتوفی ۵۲۶ھ نے کتاب
الایضاح فی اصول الدین لکھی۔

شیخ ابوالحسین الکرجی محمد بن عبد الملک بن محمد ابن عمر الفقیہ المتوفی ۵۳۲ھ نے کتاب
الفصول فی اعتقاد الائمة الفحول تصنیف کی۔

شرف الاسلام شیخ عبدالوہاب بن ابی الفرج عبد الواحد بن محمد الانصاری الشیرازی اشقی
المتوفی ۵۳۶ھ نے کتاب البرہان فی اصول الدین لکھی۔

شیخ ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسماعیل ابن یوسف الطالقانی المتوفی ۵۹۹ھ نے
حلولیہ اور جہمیہ کے رد میں کتاب البیان فی سائل القرآن تصنیف فرمائی۔

علامہ شیخ ابوبکر محمد بن الولید بن محمد الطرطوسی المتوفی ۵۲۰ھ نے کتاب ابدع والحادث
لکھی۔

ساتویں صدی ہجری

امام موفق الدین ابن قدامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد ابن محمد المقدسی الجماعلی المتوفی ۲۴۰ھ
نے کئی کتب تصنیف کیں۔ مثلاً :

البرہان فی مسئلۃ القرآن

الاعتقاد

مسئلۃ العلو

وتم التاویل

کتاب العتد

تحریم النظر فی کتب اہل الکلام وغیرہ

امام الضیاء المقدسی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد السعدی الصالحی المتوفی ۵۲۲ھ ہجری نے

کتاب الالہیات لکھی۔

امام ابوشامہ المقدسی ابو القاسم شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم المتوفی ۶۶۵ھ کی کتب ضور الساری الی معرقتہ رؤیۃ الباری اور الباعث علی انکار البدع والحادث

معروف ہیں۔

امام فخر الدین الرازی ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن حسین القرشی الطبرسانی المتوفی ۶۷۲ھ کی کتابیں اقسام الذات، الاربعین فی اصول الدین، کتاب الملل والنحل، کتاب المعالم فی اصول الدین، قابل ذکر ہیں۔

شیخ کمال الدین ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن محمد بن وضاح البغدادی الفقیہ الزاہد المتوفی ۶۷۲ھ نے کتاب الدلیل الواضح اقتضا۔ پنج السلف الصالح اور کتاب الرد علی اہل الالحاد لکھی۔
امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرظی الانصاری المفسر المتوفی ۶۷۲ھ نے شرح اسماء اللہ الحسنی لکھی۔

شیخ نجم الدین ابو عبد اللہ احمد بن حمدان بن شیبیب بن حمد النیرمی الحیرانی الفقیہ المتوفی ۶۹۵ھ نے مفت مدنی فی اصول الدین لکھی۔

شیخ شرف الدین ابو احمد داؤد بن عبد اللہ بن کوشبار البغدادی المتوفی ۶۹۹ھ نے تحسیر الدلائل لکھی۔

آٹھویں صدی ہجری

ایک طرف جہاں اندھی تقلید کی وجہ سے علم کی کمی واقع ہوئی اور نصوص قرآن و حدیث سے لوگ دور چلے گئے تھے تو دوسری طرف فلسفہ یونان نے اپنا تسلط جہاں تکھا اور قرآن و حدیث کے بجائے منطق، رائے اور قیاس کا دور دورہ تھا۔ شہر بغداد جو علم کا مخزن اور گہوارہ تھا اور اس کا کوئی کوچہ محدث اور داعی الی اللہ سے خالی نہ تھا، اسی بنا پر مدینۃ السلام کے نام سے مشہور ہوا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن عبد الاعلی سے کہا،

تو کبھی بغداد شہر میں داخل ہوا ہے؟ اس نے کہا نہیں

آپ نے منہ پایا تو :

مسار آیت الدنیا تو نے ابھی تک دنیا نہیں دیکھی ۔

(تاریخ بغداد ج اول صفحہ ۴)

وہاں حنفیہ وشافعیہ کے اختلافات اور جا بجا مناظروں نے تمار یوں کے لیے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اس پر آشوب اور کٹھن دور میں اللہ تعالیٰ نے مرد مجاہد تھے صابر امام العلماء استاذ الاساتذہ مجدد القرن شیخ الاسلام مرید الاعلام ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ احمد بن عبد الحکیم بن عبد السلام ابن عبد اللہ الحمرانی المتوفی ۷۲۸ھ کو پیدا کیا، آپ تمام صفات حسنہ سے متصف تھے تھے کہ شیخ تقی الدین سبکی جو ان کے سخت ترین مخالفین میں سے تھے یہ اعتراف کرتے ہیں :

جمع الله له من الورع والزهادة والديانة ونصرة الحق والقيام فيل الغرض سواء وجراء على سنن السلف ولغده من ذلك بالمأخذ الا وفي غربة مثله في هذا الزمان بل من ايمان

اللہ نے ان میں ورع و تقویٰ، زہد، دیانت، نصرت حق اور اس پر قیام پوری طرح جمع کر دیا تھا، اس کے علاوہ ان میں اور کوئی غرض نہ تھی، اللہ نے ان کو طریق سلف پر گام فرمایا اور ان سے بہترین کام لیا، اس زمانے میں ان کو انفرادیت بخشی بلکہ کہنا چاہیے کہ تمام زمانوں میں انہیں منصفہ دیکھا۔

(القول الجلی لعماد الدین الواسطی ص ۲۷)

اسی طرح جمع علوم دینیہ میں امام موصوف اپنی نظیر آپ تھے جس فن میں دیکھیے معلوم ہو گا شاید آپ کو اس کے علاوہ کسی دوسرے فن میں مہارت نہیں ہے حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

الفيقہ من ادراك من العلوم حفظا وكاد ان يستوعب السنن والآثار حفظا ان تكلم في التفسير فهو حاصل رأيتہ او افقتی فی الفقه فهو مدرک غایتہ

ایسے فیقہ جو دیگر علوم سے بھی بہرہ مند تھے اور جنہوں نے سنن و آثار کا احاطہ کر لیا تھا اور یہ سب علوم ان کو حفظ تھے اگر آپ ان سے تفسیر کے موضوع پر بات کریں تو وہ اس کا بھی پرچم اٹھاتے ہوئے دکھائی دیں گے اگر فقہ سے متعلق فتوے دیں گے تو اس کے بارے میں معلومات کی آخری سرحد پر کھڑے نظر آئیں گے، اگر علم

حدیث پر گفتگو ہوگی تو معلوم ہوگا کہ وہ اس پر بھی
 حاوی اور صاحب روایت ہیں۔ عمل دخل کے بارے
 میں بات کی جاتے تو اس سلسلے میں بھی آپ عقل و درایت
 میں کسی کو ان سے بڑھا ہوا اور وسیع المعلومات نہیں پائیں گے
 ہر فن اور ہر علم میں اپنے ابناء جنس سے متاثر ہیں۔ کسی آنکھ
 نے ان کی مانند کسی دوسرے کو نہیں دیکھا اور نہ خود ان
 کی آنکھ نے اپنے جیسا کسی اور کو دیکھا۔ تفسیر میں بات
 کرتے تو ان کی مجلس میں لوگوں کا جم غفیر جمع ہو جاتا اور ان
 کے علم کے شیریں اور خاص دریا سے اپنی پیاس بجھاتے
 اور ان کے بہار آسباب کی شمیم آریوں سے استفادہ کرتے
 تھے۔

اذا كرفي الحديث فهو
 صاحب علمه وذو رواية۔ او
 حاضري الملام والنحل لم تراويع
 من غلته في ذلك ولا ارفع من درايته
 بزني كل فن علي ابناء جنسه ولم
 تر عين من رآه مثله ولا رأيت
 عينه مثل نفسه، كان يتكلم
 في التفسير فيحضر مجلسه الجم
 الغفير ويردون من حجرة العذب
 المير ويرتعون من ربيع فضله
 في روضته غدیر (الی اخر ما قال)

مندرجہ بالا صفات کا حامل انسان ہی مجدد ہو سکتا ہے :

شیخ علامہ زملکانی جو سب سے زیادہ شیخ الاسلام کے ساتھ ضد اور تعصب رکھتے تھے

وہ آپ کی تعریف میں رستم طراز ہیں :

ابن تیمیہ کو اللہ کی طرف سے حسن ترتیب عبارت کی
 عمدگی و ترتیب موضوع کی تقسیم اور اپنے مدعا کی وضاحت
 میں یدِ ملوٹے سے نوازا گیا تھا اللہ نے اسی طرح ان کے لیے
 علوم کو مسخر کر دیا تھا جس طرح کہ حضرت داؤد کے لیے لہو
 نرم کر دیا تھا جب ان سے علم کے کسی گوشے کے متعلق سوال کیا جاتا
 تو دیکھنے اور سننے والا یہی سمجھتا کہ اس فن کے سوا وہ اور
 کسی فن کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے اور یہ فیصلہ
 کرتا کہ ان کی طرح اور کوئی شخص اس فن سے آگاہ ہی
 نہیں رکھتا۔ ہر مکتب فکر کے فقہاء جب ان کے پاس بیٹھے
 تو اپنے مذاہب فقہیہ کے بارے میں ان سے استفادہ کرتے

لقد اعطى ابن تيمية اليد
 الطولى في حسن التصنيف
 وجودة العبارة والترتيب
 والتقسيم والتبيين وقد
 الات الله له العلوم
 كما الان لداؤد الحديد
 وكان اذا سئل عن
 فن من العلم ظن الراى و
 السامع انه لا يعرف غير ذلك الفن و
 حكم ان احد الايعرضه مثله وكان

الفتيا، من سائر الطوائف اذ جلسوا
معہ استفادوا فمذاہبہم
منہ مالہ میكونوا عرفوه قبل
ذلك ولا يعرفونه ناظر احد فانقطع منه
ولا تكلم في علم من العلوم سوا كان
من علوم الشرح وغيره الا فاق فيه اهله
والمسئومين اليه - الخ

اور وہ کچھ حاصل کرتے جن سے وہ اس سے قبل آگاہ نہ تھے
یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے کبھی کسی سے مناظرہ کیا ہوا اور
پھر اس سے شکست کھا گئے ہوں انہوں نے جب بھی کسی
علم کے بارے میں وہ علم شرعی ہو یا غیر شرعی کسی عالم سے
گفتگو کی، اس سے فوقیت لے گئے اور ان علوم کے
ماہرین پر مستح حاصل کی۔

انہوں نے زبانِ قلم اور تلوار سے جہاد فی سبیل اللہ کیا اور کئی جگہ سے شریک تسانات
مثلاً، غیر اللہ کی پرستش کے اڈے گرائے اور توحید و عقائد پر کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ مثلاً

۱- الواسطیہ

۲- التدمیریہ

۳- المحویۃ

۴- الاصفہانیہ

۵- التوسل والوسیلہ

۶- کتاب الایمان

۷- کتاب النبوات

۸- الرد علی الاخوانی والیکبری

۹- اجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح

۱۰- منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقرتۃ،

۱۱- الزیارة الشریعیۃ والبدعیۃ

جن سے اہل اسلام کو قوت ملی، اہل توحید اور سلفی عقائد کے لوگوں کی ہمتیں عود کر آئیں

اہل بدعت کی ہمتیں پست ہوئیں، ان کی بنائی ہوئی عمارتیں بنیادوں سے اکھڑنے لگیں
اور خود اہل توحید حمد اللہ ہی اہل حق کے مرجع بنے۔ کئی مناظرے ہوئے، آپ کو کئی تکلیفیں دی گئیں
اور بار بار جیل اور پابندی کی تکلیف برداشت کرنا پڑی، بالآخر جیل ہی سے آپ کی لاش مبارک

نکالی گئی، آپ ان سب تکلیفوں کو صبر و استقامت اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتے رہے۔ اپنے دینی معمولات اور دعوتِ نکر و عمل میں مندرق نہ آنے دیا۔ آپ کے حلقہ علمی سے کئی ایسی شخصیتیں و جردیں آئیں جن میں سے ہر ایک بذاتِ خود علم کا بحر بے کراں عمل کا کامل مجتہد و جہاد فی سبیل اللہ کا مسلح سپاہی تھا۔ آپ کے خصوصی تلامذہ اور حلقہ نشینوں میں امام ابن قیم شمس الدین ابو عبد اللہ، محمد بن ابی بکر ابن ایوب الزرعی دمشقی المتوفی ۷۱۵ھ میں جن کے قلم سیال نے وقت کے بڑے بڑے اہل قلم کو حیران کر دیا، عقائد میں ان کی کئی کتابیں معروف ہیں مثلاً

۱۔ الکافیۃ الشافیۃ فی انتصار الفرقۃ الناجیۃ جو قصیدہ نونیہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ الصواعق المرسلۃ علی الفرقۃ الجہمیۃ المعطلہ

۳۔ اجتماع الجیوش الاسلامیہ

۴۔ شرح الاسماء الحنی

۵۔ اغاثۃ اللہقان فی مصادد الشیطان

۶۔ ہدایۃ البھارے فی اجوبۃ الیہود والنصارے

علم النقاد امام البحر والتعذیل الذہبی ابو عبد اللہ شمس الدین بن محمد بن احمد بن عثمان الرکمانی دمشقی المتوفی ۷۴۸ھ۔ انہوں نے بھی کئی کتب تحریر فرمائیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب العلو للعلی النفار

۲۔ کتاب العرش

۳۔ احادیث الصفات

۴۔ مسد الغیب

۵۔ رؤیۃ الباری

۶۔ طرہق احادیث النزول وغیرہ

امام مجتہد، رئیس الفقہاء ابن دستیق العید ابراہیم الفتح محمد بن علی بن دہب بن مطیع القشیری

المنفلوطی المتوفی ۷۷۵ھ نے کتاب الاقتراح فی اصول الدین تحریر کی۔

امام فقہیہ اصولی شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی المقدسی المتوفی ۷۵۷ھ

نے کتاب الصارم المنکی فی الرد علی السبکی تصنیف کی۔

امام المنصور بن حافظ عماد الدین ابو الغداء اسماعیل ابن عمر بن کثیر بن ضور القرشی البصری ثم
الدمشقی المتوفی ۴۴۳ھ نے کتاب الفتن والملاحم المعروف بالنهاية تصنیف فرمائی۔ نیز ان کی دوسری
کتاب فضائل القرآن بھی معروف ہے۔

یہ عظیم ہستیاں اسی بحر عظیم کے سرچشمے ہیں ان کے علاوہ اور بھی کئی ایک شیخ الاسلام بن
تیسرے رحمہم اللہ کے ساتھی مصنف گزرے ہیں۔

اسی صدی میں اور بھی بے شمار کتابیں تصنیف ہوئیں۔ جیسے
علامہ ضعی الدین محمد بن عبدالرحیم بن محمد المندی الفقیہ المتوفی ۴۱۵ھ نے کتاب العقائد لکھی
شیخ ابن الحاج محمد بن محمد بن محمد البدری الفارسی المتوفی ۴۳۷ھ نے کتاب المدخل
لکھ کر اہل بدعت کے رسوم کی پوری طرح مذمت کی خاص کر قیام مروج اور میلاد اور صلوة الرقاب
وغیرہ پر بحث کی ہے۔

امام ابو جعفر الاندلسی احمد بن ابراہیم بن الزیر ابن محمد النخوی المتوفی ۴۰۵ھ نے کتاب
ردع الجاہل عن اعتصاف الجاہل لکھی۔

علامہ شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن ابی بکر بن عبدالواحد ابن ابی محمد التلمسانی المتوفی ۴۶۶ھ
نے قصیدہ ابن فارض کے رد میں قصائد نبویہ لکھی۔

علامہ جلال الدین احمد بن یوسف التیزینی المتوفی ۴۹۳ھ کی مسند الامان یزید و خلیفہ
ایک تصنیف معلوم ہوئی ہے۔

شیخ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی المتوفی ۴۲۹ھ نے اہل الحاد کے
رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ ان کے علاوہ اسی صدی میں اور بھی کئی مصنف گزرے ہیں۔

نویں صدی ہجری

حافظ ابن حجر شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی تصانیف اس
صدی کی یادگار ہیں۔ آپ نے ایک کتاب الشمس المینرة لمعرفة الکبیرة لکھی، نیز تیسری العجب فی ماورد
فی فضل الرجب میں امام موصوف نے ماہ رجب کی بدعتوں پر کاری ضرب لگائی ہے۔

شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم البساطی المتوفی ۸۴۲ھ نے کتاب
المقدم فی اصول الدین لکھی۔

شیخ منصور بن الحسین بن علی الکارزونی المتوفی ۹۹۰ھ نے کتاب حجۃ السفر البرہہ علی المبتدئ
الغفرۃ الکفرۃ لکھی۔

شیخ ابن الہائم ابو العباس احمد بن محمد بن عمار بن علی القرائنی المصری ثم الدمشقی المتوفی
۸۱۵ھ نے کتاب العقد النفید فی تحقیق کلمۃ التوحید لکھی۔

امام تقی الدین احمد بن علی المقریزی المتوفی ۸۵۲ھ نے کتاب تحرید التوحید المفید تصنیف کی،

شیخ سید ابن الوزیر محمد بن ابراہیم بن علی المرتضیٰ ایمانی المتوفی ۸۴۰ھ نے

۱- اثار الحق علی الحسنی

۲- ترصیح اسالیب القرآن علی اسالیب لیونان، اور

۳- البرہان القاطع فی معرفۃ الصانع

وغیرہ کتابیں لکھیں۔

شیخ سید الہادی بن ابراہیم بن علی الوزیر المتوفی ۸۲۲ھ نے کفایۃ القانع فی معرفۃ الصانع اور

السیروف المرہفات علی من الحد فی الصفات وغیرہ تصنیف کیں۔

دسویں صدی ہجری

حافظ تھمس لدین السخاوی ابو الخیر محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر القاہری المتوفی ۹۰۲ھ نے

المقاصد المبارک فی ایضاح الفرق الہالکۃ یادگار چھوڑی ہے۔

حافظ جلال السیوطی ابو الفضل عبدالرحمان ابن ابی بکر بن محمد بن سلیمان المصری المتوفی

۹۱۱ھ نے

۱- تنزیہ الاعتقاد عن الحکول والاتحاد

۲- تنزیہ الانبیاء عن تصنیف الاغلیا۔

۳- شرح الکوکب الوفا۔ فی الاعتقاد

وغیرہ رسائل لکھی،

شیخ جمال الدین عمر بن محمد بن المبارک بن عبداللہ الحیمری الحنفی المتوفی ۹۳۰ھ نے کتاب

عقد الدر فی الایمان بالقضار والقدر لکھی۔

شیخ زین الدین ابو حفص عمر بن احمد بن علی ابن محمود الشماخ الحلبي المتوفى ۹۳۶ھ نے مؤثر النہج
فی شعب الایمان اور تنبیہ الوستمان الی شعب الایمان لکھیں۔

شیخ شمس الدین محمد الشامی المتوفى ۹۴۲ھ نے کتاب عظم المنة فيما يغفر الله به الذنوب
و یوجب بالجنة تحسیر کی۔

شیخ عبدالعزیز بن عبدالواحد بن محمد موسیٰ المغربي الکناسی المتوفى ۹۶۴ھ نے کتاب
منہج الوصول و منہج السالك للاصول لکھی۔

شیخ ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن علی بن سعود بن رضوان المقدسی القاہری المتوفى ۹۲۳ھ
نے عقائد ابن دسیتیق العید پر شرح لکھی۔

شیخ بدر الدین محمد بن محمد بن عبداللہ بدر الغزالی المتوفى ۹۸۴ھ نے تفسیر آیۃ الکرسی
لکھی۔ شیخ محمد بن ابی الوفاء ابن المرتق کمال الدین المتوفى ۹۴۳ھ نے کتاب التلویح بمعانی اسماء اللہ
الکھنے الواردة فی الجامع الصبح لکھی۔

گیارہویں صدی ہجری

ایشیخ الحدیث احمد بن عبدالرحمن بن محمد الوارثی المغربي المتوفى ۱۰۴۵ھ نے نظم میں عقائد
کو بیان کیا۔

شیخ ابوالعباس المقرئ احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن عبدالرحمن بن ابی العیث التلمسانی
القاہری المتوفى ۱۰۴۱ھ نے کتاب اضارۃ الدرجۃ فی عقائد اہل السنۃ لکھی۔

علامہ ابوالوجاہہ عبدالرحمن بن یحییٰ بن مرشد العمری المرشدی المتوفى ۱۰۳۴ھ نے رسالہ
الجواب المکیں عن مسأله کان یعذب المشرکین لکھا۔ یہ رسالہ فتاویٰ قاضی خاں کے ایک مسئلہ کی تردید
میں ہے۔ وہ یہ کہ :

لو قال ان کان الله یعذب اگر وہ کہے کہ اللہ نے مشرکوں کو عذاب میں ڈالا تو میری بیوی کو
للمشرکین فامرتنی طالق قالوا طلاق، اس لفظ سے اسے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسہا لا تطلق

لائق مصنف نے اس کی پُر زور تردید فرمائی اور ثابت کیا ہے کہ ایسی حالت میں طلاق واقع

ہو جائے گی کیونکہ شرک پر مرنے والے کے لئے عذابِ حتمی اور یقینی ہے یہ رسالہ اہل شرک کے لئے
قاصدۃ النظر کی حیثیت رکھتا ہے۔

شیخ ابن عبد البہادی عبد القادر بن بہاد الدین بن بہانی العمری دمشقی المتوفی ۷۱۰ھ نے
شرح اضافۃ الدجۃ فی عقائد اہل السنۃ لکھی۔

شیخ ابوالحسن علی بن عبد الواحد بن محمد بن عبد اللہ الانصاری السجلمانی الجزاری المتوفی ۷۱۰ھ
نے جامعۃ الاسرار فی قواعد الاسلام الخمس اور ابواب ایت الیمینۃ فی العقائد وغیرہ کتب لکھیں

شیخ مرعی بن یوسف بن ابی بکر بن احمد المقدسی المتوفی ۱۰۳۳ھ نے چند رسائل تحریر فرمائے

جیسے :

- ۱۔ ارشاد من کان قصده لایلہ الا اللہ وحدہ ،
- ۲۔ اقاویل الثقات فی تأویل الاسماء والصفات والآیات المحکمات ،
- ۳۔ تبیین الماہر علی غیر الماہر ،
- ۴۔ ماہو المتبادر من الاحادیث الواردة فی الصفات
- ۵۔ توضیح البرہان فی الفرق بین الاسلام والایمان
- ۶۔ شفا الصدور فی زیارة الشاہد والعبور ،

بارہویں صدی ہجری

شیخ ابوالوقت برہان الدین اسماعیل بن حسن الگورانی الشہر زوری المتوفی ۷۱۰ھ نے

۱۔ قصد البیسل الی توحید الحق الوکیل

۲۔ العقیدۃ الصحیحہ

۳۔ بلنتہ المسیر الی توحید علی البکیر

۴۔ مسلک السداد الی مسند خلق افعال العباد

۵۔ اتحاف الخلف بتحقیق مذہب السلف

تحریر فرمائے

علامہ سید زید بن محمد بن الحسن شیخ مشائخ صغار ایمین المتوفی ۱۲۳۳ھ نے رسالہ تبیین الفرقۃ

الناجیۃ لکھا جس میں اسی فرقہ کو ناجیہ بتلایا ہے جو صحابہ کے طریقہ پر ہے۔

شیخ حسن بن عبداللہ انشسی المتوفی ۱۱۹۹ھ نے تحریر المقال فی تعلق الافعال اور تفتح الابواب فی حل عقود الآداب وغیرہ لکھیں۔

شیخ غلیل ابوالفتوح ایفوی المتوفی ۱۱۶۶ھ نے فرقہ ضالہ اسماعیلیہ کے رد میں کتاب السطوة المدلیہ بالفرة الاسماعیلیہ لکھی۔

شیخ امام محدث محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی الصنعانی المتوفی ۱۱۸۲ھ نے تطہیر الاعتقادات عن ادیان الامم لکھی۔

امام الہند شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ نے البلاغ البین لکھی، آپ کی دوسری کتاب تحفۃ المومنین مشہور ہے۔

شیخ قاسم بن صلاح الدین انخانی اچلی المتوفی ۱۱۹۹ھ نے کتاب الجزایری فی التوحید کی شرح لکھی علامہ شیخ ابوالعون شمس الدین محمد بن احمد بن سالم اسفارینی النابلسی المتوفی ۱۱۸۵ھ نے توحید کے موضوع پر کئی رسائل تحریر فرمائے، مثلاً

۱۔ نتائج الافکار فی شرح حدیث سید الاستغفار!

۲۔ الدرۃ المفیضة فی عقائد الفرة المرشیة

یہ رسالہ نظم میں ہے پھر اس منظوم رسالہ کی شرح لکھی جس کا نام

۳۔ سواطع الآثار الاثریة بشرح منظومنا المسماة بالدر المفیضة رکھا۔

یہ علامہ موصوف نے تہتر فرقوں کے بیان میں ایک مفصل رسالہ بھی تصنیف فرمایا تھا۔

امام محدث شیخ محمد حیات السنذی المتوفی ۱۱۶۳ھ نے المقدمة فی العقائد لکھی۔

علامہ شیخ حسین بن ہمدی الیمی المتوفی ۱۱۷۷ھ نے معارج الابواب فی منارج الحق والصواب لکھی

تیرھویں صدی ہجری

قاضی احمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حسین الجاہد الصنعانی المتوفی ۱۲۸۱ھ نے کتاب

اصول الدین اور نیل المنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ لکھیں۔

علامہ الشریف حسن بن خالد بن عز الدین الحجازی التہامی المتوفی ۱۲۲۲ھ نے قرة العقبین بنبغۃ

توحید علام الغیوب کبھی جس میں توحید کے دلائل بیان کیے اور مشرکین کی رسومات کا خوب ذکر فرمایا۔

مجتہد الوقت الامام المفسر المحدث الفقیہ الاصولی محمد بن علی بن محمد الشوکانی الخولانی

الصنعانی المتوفی ۱۲۵۰ھ نے کسی کتاب میں توحید و عقائد پر تصنیف فرمائیں مثلاً

۱- الدر النضید فی اخصاص کلۃ التوحید

۲- التحف بمذاهب السلف

۳- شرح الصدور بتحریم رفع العتبر

۴- البینۃ فی سنیۃ الرؤیۃ

ان کے رسائل اہل توحید کے ایسے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا سرد رہیں۔ آپ نے ایسے

برایین قاطع سے شریک و بدعیہ امور کا رد فرمایا جنہوں نے اہل بدعت کے اندر زبردست زلزلہ پیدا کیا

نواب والا جاہ بھوپالی کے والد بزرگوار سید شریف ابوالحسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی

المتوفی ۱۲۵۲ھ نے کسی رسائل توحید کے اثبات و اہل شرک و اہل بدعت کی تردید میں تصنیف فرمائے

جو اکثر اردو زبان میں ہیں بعض فارسی اور بعض عربی زبان میں بھی ہیں۔

شاہ والا جاہ محدث ہند امام ابن الامام سید عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ نے

۱- شرح میزان العقائد

۲- ہدایۃ المؤمنین

تصنیف فرمائیں

امام الحق، فرید العصر، حید الدہر، المجاہد لاعلا رکبہ اللہ، والشہید فی سبیل اللہ السید اسماعیل

بن عبدالغنی بن ولی اللہ العمری الدہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ کی کتاب تقویۃ الایمان، خواص دعوام کے

ہاں معروف ہے جس کے عربی، سندھی اور دیگر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ آپ نے

۱- ایضاح الحق الصریح فی احکام المیتۃ والضریح

۲- رد الاشراک والبدع

تصنیف فرمائیں، اور بقول صاحب نزہۃ الخواطر تقویۃ الایمان آخر الذکر کتاب کے باب

اول کا ترجمہ ہے۔

قاضی بشیر الدین القنوجی الشہابی المتوفی ۱۲۹۶ھ نے چند رسائل تصنیف فرمائے مثلاً :

۱- غایۃ الکلام فی البطلان عمل المولد والقیام ،

۲- احسن المقال فی شرح حدیث لانشہ الرجال ،

۳- بصارة العینین فی منہ تعقیب الابهائین ،

مولانا غفر علی الملواری المتوفی ۱۲۱۰ھ نے توحید و سنت کی نصرت میں رسالہ نصیحتہ المسلمین لکھا

مولانا شیخ عبداللہ الصدیقی احمدمی الابدی نے رسالہ اعتصام السنۃ وقامع البدعہ لکھا ہے

بناکر دندغوشش رسمی بنجاک دنخون غلیطدن

خدا رحمت کندایں پاسبان پاک ملت را

اسی صدی میں مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام علم الاعلام الداعی الی اللہ والمجاہد فی سبیل اللہ

محدث دوران مجید زمانہ شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی الدرعی پیدا ہوئے، آپ اس وقت آئے۔

جب کہ ہر طرف شرک کا دور دورہ تھا، قبر پرستی، تعزیہ پرستی، درختوں پتوں اور پتھروں کی پوجا، مزاروں

اور درگاہوں پر میلے اور عرس بزرگوں اور ولیوں کو مشکل میں پکارنا، ان کو حاجت روا اور شکل کشا

سمجھنا، وسیلہ اور نجات کا ذریعہ جاننا، ان کے چلنے نکالنا، ان کے نام کے دن منانا، ان کے ہاں

تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر و نیاز دینا، صدقات و خیرات کرنا، گویا کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ناامید نظر

آتے تھے اور توحید سے بالکل ڈور ہو چکے تھے اور اسی وجہ سے عمل میں بہت کوتاہی واقع ہوئی، لوگ

بے عملی اور بڑے کاموں میں گرفتار ہونے لگے، خود نجد کا یہ حال تھا کہ پورا علاقہ عقائد فاسدہ، خرافات و بدعات

اور بے دینی کا مرکز بن چکا تھا، جگہ جگہ مصنوعی قبریں اور درگاہیں تھیں :-

شیخ نے اپنی دعوت کو سمیت، صبر و استقلال سے چلایا اور مخالفین کی طرف سے منافق سے

ہوئے اور طحیح کی اذیتیں دی گئیں، بہتان و الزام تراشی گئے، لیکن شیخ نے ان سب تکلیفوں کو فریاد

دلی سے برداشت کرتے ہوئے اپنی دعوت کو جاری رکھا، حلقہ بڑھتے بڑھتے دعوت کا اثر حجاز تک پہنچا

اور ہر طرف توحید چمکنے لگی اور لوگ پھر سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے اسلام کو سمجھا، حق و باطل میں

تمیز ہوئی۔

امام موصوف نے کسی کتاب میں تصنیف فرمائی جن میں سے اکثر میں توحید کی دعوت اور شرک کی

تردید پر زور دیا ہے جن کا ذکر آپ کے حالات زندگی میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

ان سب میں آپ کی شہرہ آفاق وہ کتاب ہے جو سب سے پہلے آپ نے تصنیف فرمائی

یعنی کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی البعد، مصنف رحمہ اللہ نے اسے ابواب کی ترتیب پر لکھا اور توحید کے ہر مسئلہ کے لئے الگ باب قائم کیا جس میں آیات قرآنیہ، احادیث مرفوعہ اور پھر صحابہ کرام و تابعین کے آثار جمع کئے۔ آخر میں ان دلائل سے جو مسائل مستنبط سمجھے ذکر فرمائے۔ امام الدعوت نے توحید کی تینوں قسمیں بیان فرمائیں :

۱- توحید ربوبیت

اس میں استغاثہ، استعاذہ، دعا، نذر، ذبح وغیرہ کا بیان ہے۔

۲- توحید الوہیت

اس میں توسل، شفاعت غیر شرعیہ کی تردید مندرج ہے۔

۳- توحید صفات

اس میں جمیہ، مشبہہ اور مؤولہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی تردید فرمائی، لیکن مختصر اور قدسے جامع

نیز سحر، جادو، ٹونہ، تمویذ گندہ، بدخالی، حلف بغیر اللہ جیسے امور شرکیہ کا بھی رد فرمایا :

امام موصوف نے شرح عنوان میں حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بطور مقدمہ پیش کیا ہے

جس میں یہ بیان ہے۔

حق اللہ علی العبادان بعبودہ ولا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی بندگی کریں اور اس

کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

یشرکوا بامر شئیاً

و حق العباد علی اللہ ان اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ کسی شئی

لا یعبذ من لای شریک کو شریک نہ ٹھہرائے وہ اس کو (قبر و قیامت میں) عذاباً

بہر شئیاً

میں نہ ڈالے۔

امام موصوف نے اسی حدیث سے کتاب کا نام اخذ کیا، گویا کتاب اسم با مسمیٰ ہے اس

حدیث اور جو آیات اس سے قبل ذکر کی ہیں ان سے چوبیس مسائل اخذ کیے ہیں جن سے مصنف کی

وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے ان میں سے بطور نمونہ کے دو مسئلے یہ ہیں :

۱- ان العبادة ہی التوحید

۲- ان عبادة اللہ لا تحصل الا بالكفر بالطاغوت

مقدمہ کے بعد چھیا سٹھ ابواب قائم کیے ہیں، ہر باب کئی مسائل کا حامل ہے گویا کہ یہ عقائد کی

ایک جامع مگر مختصر اور عام فہم کتاب ہے۔

پہلے چار ابواب میں توحید کی فضیلت و ضرورت بیان کی اور اس کی طرف دعوت کی ترغیب دی اور شرک سے ڈرایا گیا ہے اس کے بعد ایک باب توحید کی وضاحت اور تشریح کے لیے رکھا ہے۔ پھر شرک کے اقسام بیان کرنے کے لیے دس ابواب قائم کیے۔ پھر شفاعت اور اس کے لواحق کے لیے دو باب اور غلو کی مذمت اور اس کے نتائج بد بیان کرنے کے لیے پانچ ابواب کے ہیں۔ اس کے بعد سات ابواب میں کچھ رسوم شرکیہ بیان فرمائی ہیں۔ پھر ان امور کو بیان کیا ہے جن کا تعلق عقیدہ سے ہے مثلاً محبت، خوف، توکل، امید اور صبر، ان کو پانچ ابواب میں بیان فرمایا ہے۔ پھر دو باب اخلاص کی ترغیب اور ریاسے ترمیم کے لیے ذکر کیے، بعداً دو باب تحاکم الی

الطاغوت اور اطاعت غیر اللہ کی تردید میں لائے

پھر سترہ ابواب میں توحید کے صفات کو بیان کیا۔ پھر چار ابواب میں تقدیر کے احکام بیان کیے اور قدریوں کی تردید کی اور آخری سات ابواب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اور اس کے اعلیٰ داروغ ہونے کو بیان فرمایا۔

اس حسن ترتیب نے سلف صالحین کی تصنیف و ترویج کی یاد تازہ کر دی۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا وہ مقولہ جو انہوں نے اپنی کتاب بلوغ المرام کی شان میں فرمایا ہے وہ اس کتاب التوحید پر صرف بحرف صادق آتا ہے کہ
”یستعین بر الطالب المبتدی ولا یستغنی عنہ الراغب المنتہی“

اسی طرح امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الدرر البہیہ کے بارے میں فرمایا :

فنسبة هذا المختصر الى المطولات من الكتب القہیمة نسبة السبکة الذہبیة
الى التربة المعدنیة

یعنی یہ صفت اس کتاب کی بہ نسبت ان مطولات کے نظر آتی ہے جو نویں صدی ہجری سے لے کر آج تک توحید پر لکھی گئی ہیں۔

اس کتاب نے شرک کے مراکز اور اہل بدعت کے کا زماموں پر ایمم کا کام کیا۔ مشرکین رزہ براندام ہوئے، مخالفین نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اہل ہند نے شہیدت اسماعیل رحمہ اللہ کی کتاب تعویذ الایمان کے ساتھ کیا۔ مگر بموجب فرمان الہی :

والبد الطيب يخسج نباته باذن جوزين اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب
رہ۔ (الاعراف - ۵۸) پھل پھول لاتی ہے

جن خوش نصیب افراد کے اندر ایمان کی تمنا موجود تھی ان کو صحیح راستہ معلوم ہوا۔ پھر ارض نجد
توحید سے منور ہوئی جس کے آثار آج تک موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انشاء اللہ جن لوگوں کے
اندر عملی تغیر کافی حد تک آگیا تھا وہ توحید سے سرشار اور پیکر عمل نظر آنے لگے ،
اس کتاب سے عرب و عجم کے کئی ملکوں کے افراد نے استفادہ کیا اور توحید کی راہ معلوم کر کے
شرک و بدعت سے تائب ہوئے۔ خاص کر شیخ کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب المتونی ۱۲۰۵ھ
جو آپ کے سخت مخالف تھے بلکہ جنہوں نے ان کی تردید میں ایک رسالہ بنا کر

الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوہابیتہ

لکھا تھا، مگر چونکہ سلیم القلب تھے محض حد و بغض اور غنا پر ان کی تردید مبنی تھی اس لیے بالآخر حق
کو سمجھا اور اپنے غلط عقائد سے رجوع الی الحق ہوئے اور اپنے بھائی شیخ کے پاس تائب ہو کر آئے
جیسا کہ علامہ حسین بن غنام احسانی المتونی ۱۲۲۵ھ نے اپنی کتاب روضۃ الافکار کے صفحہ ۹۶ جلد اول
جمع اول میں ۱۱۹ھ کے حوادث میں ذکر کیا ہے اور شیخ سلیمان بن سحمان نے اپنی کتاب انصافاً اشارت
کے صفحہ ۶۰ میں ذکر کیا ہے۔

مثل مشہور ہے :

الاقارب کالمقارب - قریبی رشتے دار پچھوؤں کی مانند ہوتے ہیں۔

بھائیوں کی رقابت بڑی خطرناک اور ناقابل اندیش ہوتی ہے۔ مگر یہ امام الدعوةؒ کے حسن
خلق، رواداری اور شیریں بیانی اور صحت استدلال و قوت معارضہ جیسے ہمہ گیر اوصاف سے متصف
ہونے کی بین دلیل ہے کہ ان کے بھائی نے باوجود شدت مخالفت کے آخر حق کی طرف رجوع کیا اور
اپنے بھائی کا ساتھ دیا، ایسی توفیق اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخشے۔ آمین

کتاب التوحید کی اہل علم نے شرحیں بھی لکھیں جیسے علامہ احمد بن حسن نجدی نے الدر المنضید

لکھی جو ۱۳۱۱ھ کو دہلی میں چھپی۔

دوسری شرح شیخ کے پوتے محدث فقہیہ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب

نے لکھی، آپ ۱۳۰۵ھ میں تولد ہوئے اور ۱۳۳۳ھ میں وفات پائی۔

بڑے بڑے اساتذہ کے علاوہ امام محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ آپ نے کتاب التوحید کی شرح بنام تیسیر العزیز الحمید لکھی، لائقِ مصنف مقدمہ میں اس شرح کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

مصنف رحمہ اللہ نے انبیاء و مرسلین کی بیان کردہ توحید کے موضوع سے متعلق اور شرکین میں سے جنہوں نے اس توحید کی مخالفت کی ان کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک تصنیف کتاب التوحید ہے۔ جو اپنے موضوع میں منفرد حیثیت کی حامل ہے نہ اس اسلوب کی کتاب اس سے پہلے لکھی گئی نہ بعد میں، میں انشاء اللہ اسی کتاب کے بارے میں معروضات پیش کروں گا۔ اگرچہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس کے درپے ہوں۔ لیکن جب میں نے کتاب دیکھی اور یہ معلوم ہوا کہ اس پر کسی نے تعرض نہیں کیا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ طلباء اور برادران اہل علم اس کی شرح کے لیے ایک شوق اور تڑپ رکھتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کے خواہاں ہیں کہ یہ کن امور پر مشتمل ہے تو میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی علمی سبیل کے مطابق یہ خدمت سرانجام دوں۔

وَصَفَتْ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى
التَّصَانِيفَ فِي تَوْحِيدِ
الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالرَّدَّ عَلَى
مَنْ خَالَفَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
وَمَنْ جَسَلَتْهَا كِتَابَ التَّوْحِيدِ
وَهُوَ كِتَابٌ فَرْدٌ فِي مَعْنَاهُ
لَعَلَّ يَسْبِقُهُ الْيَوْمَ سَابِقٌ
وَلَا لِحَقِّهِ لَاحِقٌ، وَهُوَ الَّذِي
قَصَدْتُ الْكَلَامَ عَلَيْهِ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى
وَأَنْ كُنْتُ لَسْتُ مِنْ يَتَّصِدِي لَهُذَا
الثَّانِ لَكِنْ لِمَا رَأَيْتُ الْكِتَابَ لَعَلَّ
يَتَعَرَّضُ لِلْكَلاهِ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَتَّصِدِي بِسُورَاتِ
تَشْرِيقِ الطَّلَبَةِ وَالْأَخْوَانِ الَّتِي تَشْرَحُ بِعِنْيِ
بَعْضِ مَا فِيهَا مِنَ الْقَامِدِ أَحْبَبْتُ أَنْ أَسْفِهُ
بِعَرَادِمِ حَبِطَاتِي۔ الخ (تیسیر العزیز الحمید)

یہ شرح نہایت عمدہ اور علمی خزانے کا مجموعہ ہے اس میں خاص خوبی یہ ہے کہ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح متون، احادیث کے ساتھ احادیث پر محدثانہ کلام کیا ہے اور جو روایات اصل کتاب میں بغیر حوالہ منقول ہیں ان کی تخریج کی ہے کئی روایات کو بلا سائید ذکر کیا ہے اور جرح و تعدیل و اختلاف روایات اور زیادات وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے، جن محدثین کی کتابوں سے حدیثیں نقل کی گئی ہیں، ان کے تراجم و حالات مختصر بیان کیے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ کی اصطلاحات کو بھی اچھی طرح واضح کیا ہے مثلاً جہاں صرف اصحیح کا حوالہ ہے، واضح کر دیا ہے اس سے صرف صحیح بخاری مراد ہے یا مسلم یا دونوں

اور السنن و المسند کی بھی تعیین کی ہے کہ اس سے کون سی کتاب مراد ہے، ہمارے خیال میں کتاب التوحید کی احادیث سے استفادہ کرنے والوں کے لیے اس شرح کو سامنے رکھنا ضروری ہے کیونکہ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے صیح و غیر صحیح کی نشاندہی بھی کی ہے اور جہاں متابعت و شواہد مل سکے ہیں ان کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔

الغرض کوئی اہم حدیث اور خالص توحید کی معرفت حاصل کرنے والا اس کتاب سے بننا اور استغنی نہیں ہو سکتا، مگر افسوس کہ شارح رحمۃ اللہ علیہ اس شرح کو پورا نہ کر سکے، باب ماجاء فی منکر اللہ ہمک شرح کی، باقی آخری سات ابواب کی شرح علامہ ابو بکر زہیر شادیش نے فتح الجہید سے مکمل کی، کا ذکر فی مقدمہ و فی حاشیۃ التیسیر ص ۶۹

یہ شرح دوم مرتبہ شائع ہوئی ہے پہلی بار ۱۳۸۲ھ میں دوسری مرتبہ ۱۳۹۰ھ میں شیخ زہیر شادیش کی تحقیق سے شائع ہوئی۔

یہ سب سے پہلی شرح ہے اور باقی تمام شروح کا ماخذ ہے۔

اس کے بعد امام الدعوة شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے پوتے امام المؤمنین علامہ شیخ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الجہید کے نام سے کتاب التوحید کی شرح لکھی، جو دراصل تیسرا عزیز الجہید کا خلاصہ ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن ترتیب اور مناسب تہذیب کے ساتھ پیش کیا ہے چنانچہ مقدمہ میں فرماتے ہیں :

ولما قرأت شرحہ اطنب فی
بعض مواضع و فی بعض تکرر
یتغنی البعض منہ عن
الکمل ولو یکملہ فلخذت
فی تہذیبہ و تقریبہ و تکبیلہ
وربما ادخلت فیہ بعض
النقول المتحسنة تہیما للفائدة

میں نے شرح پر طبعی تو بعض مقامات بہت طوالت لیے ہوئے تھے اور بعض میں تکرار تھا، اگر کم الفاظ میں بھی بات بیان کر دی جاتی تو پوری بحث کو کفایت کر جاتی۔ مگر بایں ہمہ کتاب مکمل نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی تہذیب و تقریب اور تکمیل کا کام شروع کیا اور متعدد مقامات پر بعض ایسی چیزیں نقل کیں جو اس کو مفید بنانے کے لیے بہ طور ضروری تھیں

شارح رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی پورا حق ادا کیا اور لفظی و لغوی تحقیق کے ساتھ احکام و مسائل کو بسط و تفصیل کے ساتھ دلکش عبارت میں بیان کیا۔ اسی وجہ سے یہ کتاب خواص و عوام کا مرجع رہی ہے

ہر عالم کے گھر میں یہ کتاب ضرور ہوگی۔ کئی علمائے اس کو حفظ کر رکھا ہے اور تقریروں اور درسوں میں اس شرح کی پوری عبارتیں زبانی پڑھ کر ساتے ہیں نجد و حجاز اور دوسرے عرب ممالک حتیٰ کہ ممالک عجم میں بھی جو توحید کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اس شرح کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اللہ یہ مقبولیت صرف توحید کی برکت سے ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو اہل گیب

ہر دہائی کے واسطے دار درسن کہاں

اس شرح میں توحید اور شرک کے سب مسائل کو بیان کیا گیا ہے، گویا مسائل توحید کے لیے یہ کتاب دارۃ المعارف یا انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ شرح کسی بارشائع ہوئی ہے اور ہر بار ہاتھوں ہاتھ نکل کر ختم ہوتی رہتی ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کتاب التوحید پر مختصر حاشیہ بھی لکھا ہے جو قرۃ عیون المؤمنین فی توحید الانبیاء والمرسلین کے نام سے اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہے اور دومرتبہ الجامع المفید کے نام سے چھپ چکا ہے۔

ان کے علاوہ اور علمائے بھی شریف لکھیں، جیسے

علامہ شیخ محمد بن علی بن عتیق نے ابطال التندیہ باختصار شرح التوحید لکھی،

علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی نے نقول السدیہ کے نام سے ایک تعلق لکھی، یہ دونوں کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

فتح المجدد اس لائق ہے کہ اس کا تمام مروجہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جائے اس وقت توحید الہی کو اطراف الارض میں پھیلانے کا سب سے بہترین طریقہ یہی ہے اور اس طرح موجودہ اہل حق اپنے اسلاف کے نیک اور اچھے اخلاف بن سکتے ہیں اور اشاعت توحید اور تبلیغ دعوت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اس نعمت حسنہ کا آغاز ہمارے معاصر دوست مولانا عطار اللہ ثاقب رئیس انصار السنۃ الحمدیہ پاکستان نے کیا ہے آپ نے فتح المجدد کا اردو ترجمہ لکھا ہے موصوف نے مکہ المکرمہ حرم شریف میں بیٹھ کر یہ کام کیا اور راقم المحود کو بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھ کر حفاہر فائستے رہے اور جا بجا مشورے بھی لیے، فجزاہ اللہ من الاسلام والمسلمین خیراً۔

یہ واقعہ ۱۹۳۳ء کا ہے۔ مترجم موصوف نے بڑی محنت کی ہے علمائے کرام خصوصاً شیوخ اہل حین
الشریعتین سے مشورے لیے اور تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کیا اور اللہ کریم کی مدد خاص سے اس کام کو پایہ
تکمیل تک پہنچایا۔

ترجمہ نہایت سلیس، عام فہم اور با محاورہ ہے، مضامین میں ربط کا خاص خیال رکھا ہے اور حاشیہ
کی مروریہ اور دو استعمال کر کے ترجمہ کو آسان بنا دیا ہے اور متن و شرح دونوں کے الگ الگ ترجمے جو کرنے سے
حسن ترتیب میں اضافہ ہوا ہے جسے اہل علم و تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ عام اردو دان اس سے پورا
فائدہ حاصل کریں گے، توحید باری تعالیٰ کو سمجھ کر اپنا عقیدہ درست کریں گے اور غلط عقائد (شرک و بت)
سے توبہ کر کے راجع الی الحق ہوں گے۔

لائیق مترجم نے جس بوجھ کو اٹھایا تھا وہ جتنا بھاری تھا بجز اللہ و توفیق اتنا ہی دشوار بھی مگر
بموجب وعدہ الہی

ومن یتق الله يجعل له من امره يسرا (الطلاق - ۴) سہولت پیدا کر دیتا ہے

آپ نے ہمت نہیں ہاری اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کام شروع کیا اور اسی کی توفیق خاص سے
کامیاب ہوئے۔

مترجم موصوف نے یہ حق ادا کر کے دُوسروں کے لیے ایک مثال قائم کی ہے اور اس حدیث
مبارکہ کے مصداق بنے ہیں۔

من سن سنة حسنة جزاها حسنة حسنة تو اس کو اپنا اجر بھی لے گا اور جو لوگ اس کے مطابق عمل
کریں گے ان کا اجر بھی لے گا مگر ان کے اجر میں کوئی کمی واقع
اجورہم شعیر - نہیں ہوگی

(ابن ماجہ)

اس کتاب کا پہلی بار ترجمہ کیا گیا ہے اور ایسے وقت میں کیا گیا ہے جبکہ اس کی شدید ضرورت
محسوس کی جا رہی تھی۔ لائق مترجم نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے اور کم از کم امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ
کا یہ فرمان اُن پر ضرور صادق آتا ہے، نعمت ابدتہ ہذہ

امید ہے دوسری زبانوں والے بھی اس طرح اپنی اپنی زبانوں میں اس شرح کے ترجمہ لکھ کر اپنا حق ادا کریں گے۔ واللہ الموفق

دعا ہے اللہ تعالیٰ مترجم کو اس سُنَّتِ حَسَنَةِ کے بدلے نیک جزا بخشے، توحید پر عمل کرنے والوں کے اجرِ عظیم میں ان کو شریک فرمائے اور اس ترجمے کو بقبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ اِنَّہٗ تَعَالٰی سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔

حیاتِ امام الدعوة

شیخ الاسلام والمسلمین، علم العلام، المجاہدین، امام الدعوة السلفیہ، ناصر السنۃ الشیعہ، قاضی البدۃ الشیعہ، الصابر بنی الختم، الثابر علی العبادۃ، احد مجددی العصر، محدثِ زمان، فقیہِ دورانِ محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن اشد بن برید بن مشرف بن عمر بن معصود بن ریس بن زاخر بن محمد بن علوی بن وہب التیمی ہیں یہ نسبت نجد کبریٰ کے ایک قبیلہ کی طرف ہے۔

ولادت

آپ شہر عینہ میں جو مملکت سعودیہ کے دارالسلطنت ریاض کے شمال کی طرف واقع ہے ۱۱۳۵ھ میں علم و فضل کے گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد شیخ عبد الوہاب بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل ادا نیک خلق جیسی صفات حسنہ سے متصف تھے جو آپ کو آبائی در ثر میں ملی تھیں آپ کے جد ماجد شیخ سلیمان بن علی نجد کے رئیس العلام تھے علوم دینیہ میں علماء وقت کے مرجع تھے تصنیف و تدوین اور افتاء میں ماہر تھے۔ آپ نے مناسک حج پر ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

تعلیم

امام صاحب نے اپنے پیدائشی شہر میں والدِ مکرم سے تربیت حاصل کی اور ان سے تغیر حدیث اور فقہ کی کتب پڑھیں، آپ کو بچپن ہی سے سلف کی کتابوں کے مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ خاص طور پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا بڑے شوق سے خوب مطالعہ کیا۔

رحلات

پھر سفر حج کو نکلے یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں کے شاخ سے تعلیم حاصل کی جن میں خاص اور قابل ذکر ہستیاں یہ ہیں :

۱- شیخ عبداللہ بن یوسف نجدی -

۲- شیخ عبداللہ بن ابراہیم -

۳- شیخ محمد حیات السندی

۴- شیخ آفندی داغستانی

۵- شیخ اسماعیل بعلبونی

۶- شیخ عبداللہ عفا لقی احسانی

۷- شیخ محمد عفا لقی احسانی

بصرہ میں ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا جن میں شیخ محمد الجموعی کا اسم گرامی بھی شامل ہے اور شام میں شیخ عبداللہ بن عبداللطیف اشرفی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد نجد میں آکر مطالعہ میں منہمک ہو گئے

مزاج و اخلاق

دوسری باتوں اور حکایتوں کے بجائے آپ کی تصانیف آپ کے صحت مزاجی اور نیک خلقی کی صحیح ترجمان ہیں۔ کتاب التوحید ہی کو لے کر ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کس طرح سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مسائل بیان کیے ہیں تعصب و عناد کی بوتلم نہیں ملتی۔ حاشا اللہ من ذلک حافظے کا یہ عالم تھا کہ دس سال کی عمر سے پہلے قرآن کریم حفظ کر لیا۔ ان کی ذکاوت و ذہانت سے آپ کے والد اکرم اور دوسرے شیوخ بہت متاثر تھے آپ کے اخلاق حسنہ نے کئی ایک مخالفوں کو آپ کے سامنے پیش ہونے پر مجبور کر دیا۔

دعوت

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل توحید پر اور جو اس وقت شریک و رسوم مروج تھیں ان کے متعلق ملتانے عصر سے مباحثے کیے اور کئی علماء آپ کے ہم خیال ہوئے۔ اسی طرح درس و تدریس اور

خطبات و تقاریر سے عوام کو بائبل الی ایسی کیا۔ تصانیف سے ملائے کرام کو جو اور کاہلی کے اندھیرے سے باہر نکالا، کئی امر اور شیوخ اور بعض اقارب کو خطوط لکھے جن میں دعوت الی اللہ کی وضاحت فرمائی اور شرک و بدعت کی برائیاں بیان کیں۔ محض زبانی گفتگو اور زبرد کلام سے نہیں بلکہ دلائل و براہین سے اور دل نشیں جواہرات اور ایسی عبارات سے جو علم و حکمت سے پُر ہوں اور ادب و محلاوت کا نمونہ ہوں، آپ کی دعوت

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ ۖ
 وَأَنَّ عِظَةَ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُهُمْ
 بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل ۱۲۵) طریقہ پر جو بہترین ہو۔

کی عملی تفسیر تھی، حاسدین اور معاندین کے علاوہ آپ کی دعوت سے کسی کو اختلاف تھا

جہاد

عہد طفولیت سے ہی آپ پر امر بالمعروف و نہی المنکر کا جذبہ غالب تھا۔ اس مرد مجاہد نے زبان و قلم اور پھر تلوار سے بھی جہاد کیا، جلا وطنی اور ہجرت جیسی تکلیفوں سے بھی نہ بچ سکے، شرک و بدعت کے بہت سے مراکز کو ختم کیا اور ان بعض درختوں کا استیصال بھی کیا جن کی پرستش ہوتی تھی!

امام موصوف بہت عزم و ہمت کے مالک تھے چنانچہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دینے پر جب حاکم احسا۔ و قتیف سلیمان بن محمد بن عبدالعزیز الحمید نے شیخ الاسلام کے خاص معاون امیر عبید بن عثمان بن مسمر کو مدھی دی اور وظیفہ وغیرہ اور امداد بند کرنے سے ڈرایا تو شیخ نے انہیں بایں الفاظ تسلی دی،

ان هذا الذي اقمتم به ودعوت اليه
 كلمة لا اله الا الله واسم كان
 الاساه والامر بالمعروف والنهي عن
 المنكر فان انت تمسكت واصررت
 فان الله سبحانه يظهر لك على اعدائك
 تلازم عيك سليمان ولا يفرحك

جس چیز کو تم لے کر اٹھے ہو اور جس کی طرف دعوت دی ہے وہ یقیناً کلمہ لا الہ الا اللہ ارکان اسلام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اگر تم نے اس سے تمک کیا اور اس کی نصرت کا بیڑا اٹھایا تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دشمنوں پر غالب کرے گا اور سلیمان غم و تکلیف میں نہ ڈال سکے گا۔



ظاہر ہے یہ توکل اور نچنگی اسی شخص کے اندر پائی جائے گی، جس کے رگ دریشے میں توحید ساقی ہوئی ہو۔ خوف کے ہر مقام میں صرف تقویٰ نے الہی اس کے دل میں موجزن ہو، اور شرک و بدعت سے اس کا دم، لحم و شحم سب پاک ہو، جس پر اللہ کا خوف غالب ہو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ کسی دوسری شخصیت کی ہیبت اس پر طاری نہیں ہو سکتی خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو، کیونکہ

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ
اللہ نے کسی شخص کے دھڑ میں دو دل نہیں رکھے؛
فِي جَوْفِهِ (احزاب - ۳)

ایسے توکل کی مثال رسول اللہ ﷺ کا سچا مہمب اور صادق پیر و کار رہی پیش کر سکتا ہے، جیسے مؤنوں علیہ السلام اور ان کے حواریوں کا قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب فرعون نے شکر کرنے ان کا تعاقب کیا تو :

قَالَ اصْحَابُ مُوسَىٰ اِنَّ اللّٰهَ دَرَكُوْنَ
قَالَ كَلَّا اِنْ مَعِيَ رَبِّ يَسِيْرٌ
سَيِّدِيْنَ (الشعراء - ۶۲-۶۱)

مقام خور ہے کہ سامنے دریا ہے اور پیچھے دشمن کی مینار، پھر بھی یہ عزیمت رکھنا کہ دشمن ہرگز ہمت تک نہیں پہنچ سکتا۔

عملی توکل کی ایسی ہی مثال امام الدعوة نے پیش کی کہ سے
دیکھ کر تجھ کو پھری آنکھوں میں صورت سلف کی

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے انصار و مددگار بھی پیدا کیے۔ امام شوکانی اپنی کتاب ابدار الطالع جلد اول ص ۲۶۲ میں امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

وكان جده محمّد شيخنا القريّة
التي هوفيهما فوصل اليه الشيخ
العلامه محمد بن عبد الوهاب الداعي
الى التوحيد المنكر على المتقدين
فلا اموات فاجاب بنصره وما زال مجاهد
اس کے دادا محمد کے پاس جو اس نواح کا شیخ تھا۔ شیخ علامہ
محمد بن عبد الوهاب گئے جو داعی توحید اور مردوں کی اعانت کا
مقصد رکھنے والوں کے مخالف تھے۔ اس نے شیخ کی اعانت
و نصرت کا وعدہ کیا اور وہ ہمیشہ ان کے مخالفوں کے خلاف جہاد
کرنا رہا یہ وہ شہر تھے اور یہ وہ علاقہ تھا، جہاں امور جاہلیہ

من يخالفوك انت تلك البلاد قد غلبت غالب آگے تھے اور اسلام اجنبی ہو کر رہ گیا تھا۔

عليها امور الجاهلية وصار الاسلام غريباً۔

امیر موصوت کے پورے خاندان نے شیخ کے ساتھ مل کر جہاد فی سبیل اللہ میں نمایاں حصہ لیا، اہل علم میں احمد بن سولیم اور علی بن قاسم خصوصیت سے مشہور ہیں، اہل اثر و رسوخ میں سے محمد انحرابی، عبداللہ وغیر، سلیمان بن اوشیقیری، احمد بن حسین پیش پیش تھے۔

سیرت و معمولات

امام الدعوة رُسُوت کے حامی یا بدعت کے ماسی، تفسیر و حدیث اور فقہ کے بہت بڑے عالم، علوم اور قواعد میں مہارت تامہ رکھنے والے تھے، اعلیٰ ورجال پر وسیع نظر تھی۔ اصولی و فروعی مسائل کے متعلق معلومات میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی زندگی صلاح، نیک سیرت، اور طہارتِ باطن کی حامل تھی، ذکر و اذکار، عبادتِ الہی میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ متواضع، رحم دل اور مہمان نواز تھے، دن میں کئی بار عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور علوم عربیہ کے درس اور مجالس منعقد ہوتی تھیں، صابر، علیم، غصہ پر قابو پانے والے تھے مگر دین کے بارے میں سخت اور غیر متعند تھے۔

عقیدہ و مذہب

آپ عقیدۃ اور عملاً سلفی تھے۔ خود ان کی تصانیف ان کے مذہب و عقیدہ کا تعارف کراتی ہیں، اسی کتاب التوحید کو دیکھتے وہ عقائد بیان کیے ہیں جن پر سلف صحابین، صحابہ کرام و تابعین گزرے ہیں۔ صحیح بخاری کی کتاب التوحید اور کتاب التوحید لابن غزیمہ اور کتاب الایمان لابن مندہ اور کتاب اعتقاد السلف للبیہقی وغیرہ کے ابواب کا خلاصہ اور امام عثمان واری اور امام عبداللہ بن الامام احمد وغیرہ کی کتابوں کا پچھرا پیش کیا ہے۔ آپ محقق تھے، جامد مقلد نہیں تھے۔ کتاب و سنت کے مقابلے میں کسی کا قول و فعل یا رائے اور قیاس کو حجت نہیں جانتے تھے بلکہ اس کے سخت خلاف تھے، کتاب کا ایک عنوان قائم کرتے ہیں کہ باب من اطاع العلماء والامارن فی تحریم ما حل اللہ الا تحلیل ما حرم اللہ نفعت انخذ ہم اربابا من دون اللہ۔

اس کے بعد متصل دوسرا باب تھا کم الی الطاعت کی مذمت میں ذکر کیا ہے۔ یہی شیخ کا مسلک تھا جسے ورثہ میں اپنی اولاد کے لیے چھوڑا۔ چنانچہ آپ کے خاندان کے ایک فرد شیخ محمد بن عبد اللطیف ابن عبدالرحمن بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنا اور اپنا آبائی مسلک یوں بیان کرتے ہیں :

وإذا بانث لثابتة صحیحتر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم علنا بها ولا نقتدع عليها قول احدك اثنا من كان بل نلتفها بالقبول والتسليم لان سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في صدورنا الجبل واعظم من ان تقدم عليها قول احد فهذا الذي نفتقده وندين الله به (الهدية السنية - ص ۹)

ہمیں جب رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ مل جائے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں، اسی کو مانتے اور اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر کسی کے قول کو مقدم نہیں ٹھہراتے اس لیے کہ ہمارے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی انتہائی اہمیت و عظمت کی حامل ہے اس پر ہم کسی کے قول کو ترجیح نہیں دے سکتے یہی ہمارا عقیدہ اور یہی ہمارا دین ہے۔

مخالفت

ایسے صلح و مجتہد کی مخالفت کوئی نئی چیز نہیں،

یونہی ہوتا رہا ہے ان سے پہلی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون،

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ

(الذاریات - ۵۲)

خود انبیاء کرام علیہم السلام کی بڑی شدت سے مخالفت ہوئی، شیخ الاسلام کے مخالفین نے بہتان تراشی اور اقترا پروازی کو اپنا حربہ بنایا جس کی چند مثالیں پیش ہیں :

کسی نے کم علمی و کم فہمی کا الزام دیا سید انور شاہ کشمیری نے یوں کہا ہے :

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب بلید الدہن کا رجلا بلیدا قلیل العلم فكان يتساع الى الحكم بالكفر۔

امام محمد بن عبدالوہاب النجدی فكانت كان رجلا بلیدا قلیل العلم فكان يتساع الى الحكم بالكفر۔

کم علم شخص تھے اور دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے میں بہت تیز تھے،

(فیض الباری جلد ۱ ص ۱۷۸)

تعصب کا بڑا ہر۔ کیا شاہ صاحب نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا یہی کتاب التوحید جو کسی چھوٹے بڑے عالم سے مخفی نہیں اس کے مولف کو قلتِ علم وغیرہ کی طرف منسوب کرنا سراسر تعصب اور نا انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی نے تکفیر و قتل علماء کا الزام لگایا۔ علماء ابن عابدین شامی لکھتا ہے :

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على العربيين وكانوا يقتلون مذمب اللذابلتر لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا قتل اهل السنة و قتل علماءهم۔

جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین کو دیکھیے کہ وہ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر غالب آگئے۔ وہ خود کو قبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں ان کے خلاف عقیدہ رکھنے والے مشرک ہیں، انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح و مستراریا ہے۔

(المحارحاشیہ الدرالمختار جلد ۲ ص ۱۸۷ طبع ثانیہ)

یہ الزام جتنا جھوٹ اور افتراء ہے اتنا ہی بے معنی، خود ان کی تصنیفات اس کی تکریم کرتی ہیں۔

کتاب التوحید میں ان کاموں کو شرک بتایا ہے جن کا قرآن و حدیث اور آثارِ سلف سے شرک ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ شیخ اور ان کی جماعت کا کوئی نیا عقیدہ تھا جس کی مخالفت کرنے والے کو مشرک سمجھتے تھے چنانچہ ایک باب توحید کی تفسیر میں لا کر مسلم شریفین کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں، کہ :

من قال لا اله الا الله وكفر بيا عبد من دون الله حرم ماله ودمه وحسابه على الله عز وجل

جس نے لا اله الا الله کہا اور جس چیز کی اللہ کے بغیر عبادت کی جاتی ہے اس سے کفر کیا اس کا مال اور خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد،

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :

هذا من اعظم ما يبيته معنى لا اله الا الله فان لم يجعل التللف بها عصما للدم والمال بل ولا معرفة

یہ ایک بہت بڑی چیز ہے جو لا اله الا الله کے معنی و مفہوم کو واضح کرتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط اس لفظ کا زبان سے ادا کر دینا خون اور مال کی حفاظت کا ضامن

منہا مع لفظہا بل ولا الاقرار بذلك۔ بل ولا يكون ولا يدعوا الا الله وحده لا شريك له۔ بل ولا يحرم ماله ودمه حتى يضيء الى ذلك الكفر بما يعبد من دون الله فان شك او توفقت لم يحرم ماله ولا دمه۔

بن جاتا ہے بلکہ اس لفظ کے ساتھ ساتھ اس کے معنی کی معرفت اور اس کا اقرار بھی اس کا ضامن نہیں ہو سکتا، اور زبان سے یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک رکے سوا کسی کو نہیں پکائے گا۔ اس کے دم و مال کو نہیں بچا سکتا۔ اس کو اگر کوئی چیز بچا سکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کو ماننے سے انکار کر دے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اگر وہ اس میں شک یا توقف کرے گا تو پھر بھی اس کا مال اور خون حرام نہیں ہوگا اندازہ کرو کہ یہ کس درجہ عظیم الشان اور جلیل القدر مسئلہ ہے اور اس کی تیسری دو وضاحت مخالف کے لئے کس درجہ اپنے اندر حجت قاطع لئے ہوئے ہے۔

للمناع ع۔ ۱۰

- اس باب سے چند امور واضح ہوتے :-
- جو شخص موحد ہے اس کا خون اور مال دوسروں پر حرام ہے۔
- توحید سے وہی مراد ہے جو قرآن و حدیث نے بیان کیا ہے۔

اور وہ صرف کلمہ پڑھ لینے یا ایک اللہ کو پکارنے پر کافی نہیں بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ہر اس چیز کا انکار کرے کہ ماسوی اللہ جس کی پرستش کی جاتی ہے اس صراحت کے بعد کون عقلمند ہوگا جو اس الزام کو باور کرے گا، جس کا ذکر ابن عابدین نے کیا ہے شیخ رحمہ اللہ نے تو وہی عقیدہ ذکر کیا ہے جو کتاب و سنت میں مذکور ہے اور جو شخص بموجب کتاب و سنت موحد ہے، اس کے خون بہانے یا مال لینے کو حرام بتاتے ہیں شیخ الاسلام نے جو توحید کی تفسیر بیان کی ہے وہی حدیث بالا میں مذکور ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کتاب "کشف الشبهات" میں فرماتے ہیں :

الرجل اذا اظهر الاسلام ووجب انسان جب اپنے اسلام کا اظہار کر دے تو اس سے ہاتھ روک لینا ضروری ہے۔

الكف عشر۔ ۱۰

اسلام وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا، اور جس پر صحابہ عامل تھے، یہی اہل سنت ہیں۔

مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالے میں اسلام کو یوں بیان کیا ہے۔

فأذقیل لك ایش دینك ۛ
فقل دینك الاسلام۔ واصلہ
وقاعدته امرات۔ الاوّل الامر
عبادة الله وحده لا شريك له والتحصين
على ذلك والمولات فيه وتكفير
من تركه والانذار عن الشرك
في عبادة الله والتغليظ
ذلك والمعادة فيه والتكفير من
فعله وهو مبني على خمسة اركان
شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله

جب تم سے پوچھا جائے کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو تم کو میرا
دین اسلام ہے اور اس کی بنیاد اور اساس دو چیزیں
ہیں اول اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دینا
اس کی ترغیب دینا، اس کی بنیاد پر دوستی اور تعلقاً
قائم کرنا جو اس کو چھوڑ دے اس کو کافر قرار دینا، اللہ
کی بندگی میں شرک کے ارتکاب سے ڈرانا، اس میں
سختی سے کام لینا اور دشمنی کا اظہار کرنا، جو شخص پانچ
ارکان اسلام سے انکار کرتا ہے، اس کی تکفیر کی جائے
گی اور وہ ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت

اقامت نماز

واقام الصلوة

ادائیگی زکوٰۃ

وايتاء الزكاة

رمضان کے روزے

وصوم رمضان

اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ

وحج البيت مع الاستطاعة۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کون کون مسلمان ہے اور کون
واجب القتل یا لائق عداوت ہے اس سے مخالفین کے تمام الزامات رفع ہو جاتے ہیں۔
شیخ سلیمان بن سحمان نجدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الہدیۃ السنیۃ والتختۃ الوہابیۃ ان ہی الزامات
کی تردید میں لکھی ہے جس کا مطالعہ کر کے شبہات کو دور کیا جاسکتا ہے۔
اس میں رسالہ سوم شیخ کے فرزند ارجمند علامہ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب کا ہے۔

جس میں وہ ایک جگہ فرماتے ہیں :

ولا تکفرا لمن بلغته دعوتنا الملق
ووضعت له الحججة وقامت عليه الحججة

ہم صرف اسی شخص کی تکفیر کرتے ہیں جس کو ہماری دعوت
حق پہنچ گئی اس کے سامنے دلیل واضح اور حججت

واصر مستكبرا معاندا كغالب من
 نقلهم اليوم بصرون على ذلك الاثر
 ويمتنعون من فعل الواجبات
 ويظاهرون بافعال الكبائر المحرمات
 (الهدية السنية ۳۳ مطبوعه ۱۳۸۵ھ)

قائم ہو گئی ہے۔ لیکن وہ کبیر و عناد کی بنا پر کفر پر منحصر ہے
 جیسا کہ ہم اس دور میں ان امشدر لوگوں سے
 قتال کرتے ہیں جو شرک پر اصرار رکھنا ہیں، واجبات و
 فرائض پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں ہیں اور محرمات کبار
 کا بر ملا اظہار کرتے ہیں۔

اس صفائی کے بعد اب کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ والحمد للہ
 کسی نے یہاں تک کہا :

الظاهر من حال محمد بن عبد الوہاب
 انہ یذعی النبوة الا انما قدر
 علی اظہار التصحیح بذلك۔

محمد بن عبد الوہاب کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ
 نبوت کا دعوے دار تھا مگر وہ بصراحت اس کے اظہار
 پر مت در نہ تھا۔

(رسالہ محمد بن عبد الوہاب مصنفہ علامہ مسعود عالم ندوی بحوالہ مصباح الانام درق ۶۴۵ و کلکتہ
 گزٹ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء ضمیمہ ص ۴۵ ۴۳۷)

لیکن سچ ہے کہ دروغ گوارا حافظ بنا شد، جب شیخ نے ظاہر ہی نہیں کیا تو پھر آپ کو معلوم
 کیسے ہوا؟ ہل شققت عن قلبہ۔ عظیم بذات الصدور تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس میں اس کا کوئی
 شریک نہیں ہو سکتا۔

خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں :

واومن بان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خاتم النبیین والمرسلین

یہیں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں۔

الدرر السنیہ جلد اول ص ۲۹

ایک جگہ فرماتے ہیں :

وحق الانبیاء الایمان بهم و بما
 حیث اصابہ... وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خاتمہم و افضلہم۔

انبیاء علیہم السلام کا ہم پر حق یہ ہے کہ ان پر اور جو کچھ
 وہ لے کر آتے ہیں اس پر ایمان لایا جائے.....
 اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور سب سے
 افضل ہیں۔

(الدرر السنیہ جلد ۲ ص ۷۷)



شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنا اور
لئے اسلاف کا یہی عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

ونؤمن ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین والمرسلین خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں۔

(الہدیۃ السنیہ - ص ۱۰)

ان تصریحات کے بعد اب اس الزام کی حقیقت کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہیگی،
کسی نے انکار حدیث کا الزام دیا جیسے احمد بن عبداللہ باعلوی مصنف الانام
حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سب کتابیں اور رسائل و خطوط احادیث نبویہ سے مشخون ہیں جگہ
جگہ احادیث سے استہلال کیا گیا ہے۔ باعلوی کے رو میں شیخ سلیمان بن سحمان نجدی نے
مبسوط کتاب الاسنۃ احمدانی رد شبہات علوی الحداد لکھ کر اس کے تمام الزامات و افتراءات
کا کافی و شافی جواب دیا ہے۔

ایک اور عراقی شخص جمیل آفندی نے بھی کچھ الزامات اور بہتان جمع کیے اور شیخ سلیمان
نے ان کا بھی مدلل جواب بنام الضیاء الشارق فی رد شبہات الما ذوق الماروق لکھا اور سب
الزامات کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

فجزاء اللہ احسن الجزا۔

تصنیفات

امام الدعوة رحمۃ اللہ علیہ نے کئی رسائل و کتب تصنیف کیے جو سب کے سب دلائل قرآنیہ
و براہین حدیثیہ سے مزین و آراستہ ہیں۔ سب سے پہلے آپ کی یہی کتاب التوحید معرکہ الآراء
۱۔ کتاب التوحید: الذی ہو حق اللہ علی البعید ہے جس کا تعارف ہو چکا ہے۔

۲۔ کشف الشبہات: یہ کتاب التوحید کا تمہ ہے جس میں مخالفین کے شبہات کا مدلل
جواب دیا گیا ہے۔ کئی بار طبع ہو چکی ہے، ان دو کتابوں کے بعد بھی سلسلہ تصنیف و تالیف جاری

۳۔ الاصول الشنیۃ وادلتها

اس رسالے میں تین اہم اصول بیان کیے ہیں۔

معرفة الرب

معرفة الدین

مسنوۃ النبی

یہ سوال وجواب کی نوعیت پر بیان کیے گئے ہیں گویا کہ دعائے مسنون رضیت
باللہ ربا، وبالاسلام دینا، وبمحمد نبیا،
کی تفسیر و توضیح ہے اور قبر میں ہونے والے تین سوال، کہ

من ربك ؟ تیرا رب کون ہے ؟
ومن نبيك ؟ تیرا نبی کون ہے ؟
وما دينك ؟ اور تیرا دین کیا ہے ؟

کے صحیح جواب دینے والوں کا عقیدہ بیان کیا ہے یہ رسالہ بھی کسی بار چھپ چکا ہے۔

تفسیر کلمۃ التوحید

اس رسالہ میں لا الہ الا اللہ کی مختصر مگر جامع اور آسان تشریح کی ہے اور ثابت کیا
ہے کہ یہی کلمہ کفر اور اسلام میں حد فاصل ہے اور کلمۃ التقویٰ، العودۃ الوثقیٰ بھی یہی ہے اور
یہی وہ کلمہ باقیہ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کے لیے چھوڑا ہے۔

اربع قواعد من الدین تیز بین المؤمن والمشرکین؛

اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کلمت ابراہیمیہ حنیفیہ شرک سے بالکل پاک ہے اس کی معرفت
چار قواعد پر مبنی ہے۔

۱۔ اول یہ کہ جن کفار سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خالق
رازق، محی، ممیت، نافع، ضار، اور مدبر الامور مانتے تھے مگر صرف اسی عقیدہ کی بنا پر ان کو مسلمان
نہیں سمجھا گیا۔

۲۔ دوم یہ کہ وہ خود اقرار کرتے تھے کہ ہم نے جن کو اللہ کا شریک بنایا وہ صرف اس لیے
کہ ان کی معرفت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے حق میں شفاعت
کریں گے۔

۳۔ سوم یہ کہ اس وقت مشرکین کسی قسم کی اشیاء کی پرستش کرتے تھے۔ جاندار بے جان
شجر و حجر، شمس و قمر، نبیاء، صلحاء اور ملائکہ وغیرہ کی۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے یکساں قتال کیا اور کوئی مسرتق نہیں کیا۔

۴۔ ہمارے دور کے مشرک ان سے بڑھ کر ہیں وہ تکلیف اور غم میں دوسروں کو بھلا کر صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے اور آرام و خوشی کے وقت دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ اس کے برعکس اب کے لوگ ہر وقت شدت و رخا میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

ان چار قواعد کو سمجھنے کے بغیر اقامتِ ملتِ حنیفہ ممکن نہیں ہے۔

تقین اصول العقیدۃ بلعامة

اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر دلائل ذکر کیے ہیں۔ اور ایمان و اسلام کے اصول اور نبوت پر ایمان اور بعثت بعد الموت پر یقین رکھنا بیان کیا گیا ہے۔

ثلاث مسائل

اس میں تین اہم مسئلے بیان کیے گئے ہیں :

۱۔ ہم بیکار پیدا نہیں ہوتے۔ شریعتِ اسلامیہ پر عمل سے جنت ملے گی اور شریعت کی مخالفت سے جہنم۔

۲۔ شریعتِ اسلامیہ میں سب سے بڑا اور اہم باتھان کام توحید ہے۔

۳۔ موجد انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے منکرین اور مخالفین کے ساتھ دوستی نہ رکھے۔

معنی الطاغوت و رؤوس انواعہ

اس میں طاغوت کی یہ تعریف کرتے ہیں :

الطاغوت عام لكل ما عبد	طاغوت عام ہے اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا
من دون الله ورضى بالعبادة	ہے جس کی اللہ کے سوا بندگی کی جائے اور کسی معبود
من مبدود ومتبوع او مطاع	کی عبادت پر رضامندی کا اظہار کیا جائے یا اللہ اور
في غير صاعتر الله ورسوله فهو	اُس کے رسول کے علاوہ کسی متبوع یا مطاع کی عبادت
الطاغوت والطواغيت	کی جائے یہ سب طاغوت میں شامل ہے، اور طواغیت
كثيرة۔	بہت سے ہیں۔

اس کے بعد بڑے بڑے طواغیت کو شمار کیا ہے؛ جیسے شیطان، ظالم حاکم، شریعت کے خلاف فیصلہ کرنے والے، علم غیب کے مدعی، اپنی پرستش پر راضی رہنے والے افراد۔

الاصل الجامع لعبادة الله وحده

اس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب ایسا جامع اصول ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہو سکتی ہے۔

ستۃ مواضع من السیرۃ

اس میں سیرت و تاریخ کے وہ چھ احوال ذکر کیے ہیں جن میں ایک داعی الی اللہ کے لیے رہنمائی ہے۔

انذار، دین اہل شرک کی تردید، غیر اللہ کو وسیلہ بنانے کی مذمت، قریب ترین اور عزیز چچا ابوطالب کے حق میں استغفار سے روکنا، واقعہ ردہ جس میں سب لوگ آپ کے منکر نہ تھے، تاہم سب کے ساتھ اہل اسلام نے جنگ کی۔

مسائل الجاہلیۃ

اس میں اہل ان ۱۱۹ امور کا ذکر کیا گیا ہے جو قبل از اسلام دور جاہلیت میں مروج تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت اور تردید کی جس سے اہل حق اور باطل میں تمیز ہوئی۔

نواقض الاسلام

اس میں وہ بارہ امور ذکر کیے ہیں جو اسلام کے منافی ہیں یہ رسائل ایک مجموعہ کی صورت میں طبع ہو چکے ہیں جس کا نام 'الجامع الفریقیہ' ہے۔

فصل الاسلام

اس میں اسلام کے شرائط اور بدعت و شرک کی برائیوں کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب الکبائر

اس میں کبیرہ گناہوں کو ابواب کی صورت میں بیان کیا ہے۔

نصیحتہ المسلمین

اس میں اسلامی شبہوں کو ابواب کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

اصول الایمان

اس میں مختلف ابواب احادیثِ ایمان کی تشریح کی ہے

مذکورہ چار رسائل مجموعہ الحدیث النجدیہ میں درج ہیں، یہ مجموعہ متعدد بار طبع ہوا ہے۔ آخری

طبع ۱۳۸۹ھ میں ہوئی۔

تفسیر بعض سور القرآن

سورۃ فاتحہ کی عالمانہ لیکن مختصر تفسیر ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ نجات 'خوف' امید اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ نیز اس میں باطل فرقوں کا رد بھی ہے، توحید ربوبیت توحید الوہیت اور توحید صفات کا مختصر خاکہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

احکام الصلوٰۃ

اس میں نماز کے شرط، ارکان، واجبات، مبطلات، وضو کے فرائض، شروط اور

نواقض بیان کیے ہیں۔

مختصر سیرۃ الرسول ﷺ

یہ کتاب ۱۲۸۷ھ میں طبع ہوئی۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا نسب، آخری زندگی، مکہ کے واقعات، غزوات، اور سیرت کو بیان کیا ہے اور حسن و جلال کے حکم و حالات باختصار ذکر کیے ہیں۔

المسوی النبوی

علامہ حافظ ابن تیمیہ کی مایہ ناز کتاب زاد المعاد کا اختصار ہے۔ یہ کتاب بھی چھپ

چکی ہے۔

ان کے علاوہ شیخ رحمہ اللہ کے کئی خطوط اور متفرق مضامین ہیں جو الدرر السنیہ میں نروج ہیں۔ سب میں توحید و سنت کی طرف دعوت ہے۔ ان میں آیات و احادیث مذکور ہیں۔ گویا علمی دریا بہ رہا ہے یہی آثار شیخ رحمہ اللہ کی یادگار ہیں۔ علماء اور عوام سب نے استفادہ کیا اور اپنے سینوں کو ہدایت سے منور کیا۔

فائدہ

شیخ موصوف رحمہ اللہ راقم الحروف کے تین واسطوں سے استاذ ہیں۔ علامہ شیخ محدث ابو محمد عبدالحق بہاول پوری مہاجر کی مدرس الحرم الشریف المتوفی ۱۳۹۲ھ نے جو اجازت روایت عطا فرمائی تھی، اس میں صحیح بخاری کی ایک سند یوں ذکر کرتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن عبد اللہ بن سالم البغدادی عن عبد الرحمن بن

حسن بن محمد بن عبد الوہاب عن جدہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب
النجدی الدرعی - ۱۰ھ

وفات

آپ آخر وقت تک تبلیغ، درس، دعوت و ارشاد میں مہمک رہے اور ماہ ذیقعدہ ۱۲۰۶ھ
میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر عالم بقا کو روانہ ہو گئے۔

رحمہ اللہ رحمة واسعة واسكنہ جنت الفردوس ورفعه درجاتہ ورزقہ
لذۃ النظر والجمہ الکبیر

اولاد

وفات کے وقت شیخ رحمہ اللہ نے اپنے چھ پاریٹے چھوڑے

۱- حسین : المتوفی ۱۲۲۴ھ یہ سب سے بڑے اور والد کے جانشین سمجھے جاتے تھے، درعیہ
کے قاضی اور جامع مسجد کے پیش امام تھے، ان کے بیٹے علی، احمد، حسن، عبدالرحمن، عبدالملک
سب عالم باعمل تھے۔

۲- عبد اللہ المتوفی ۱۲۳۳ھ : یہ صاحب علم اور لائق مصنف تھے۔ حسین کے بعد آپ
ہی ان کے جانشین ہوئے۔ بڑے مجاہد تھے۔ ۱۲۳۳ھ کے اواخر میں حیل میں شہادت پائی۔

آپ نے کتاب التوحید کی ایک شرح بھی لکھی تھی مگر نامکمل رہی۔ ان کی دوسری
تصنیف کتاب التوضیح عن توحید الخلف ہے جو ۳۱۹ھ میں طبع ہو چکی ہے، ان کے دو بیٹے
سیمان اور علی سقوط درعیہ کے وقت شہید ہوئے۔

۳- علی

یہ بھی علم، زہد اور تقویٰ میں ممتاز تھے، علوم دینیہ پر کافی دسترس تھی، آپ کے لیے عمدہ
قضا پیش کیا گیا مگر تقویٰ نے اجازت نہ دی اور انکار فرمایا، کم سنی میں فوت ہوئے آپ کے
بیٹے محمد بن علی علم میں مشہور و معروف تھے۔ لوگوں کی مٹی پیاس بجھایا کرتے تھے۔

۴- ابراہیم المتوفی ۱۲۲۴ھ

یہ بھی صاحب علم تھے۔ کتاب التوحید درنا پڑھاتے تھے۔ عمدہ قضا سے الگ رہے۔



۱۲۲۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ کا ایک اور بیٹا حسن بھی تھا جو آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔
ان کے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ مصنف "فتح المجید" تھے، ان کا سوانحی

خاکہ ملاحظہ فرمائیے :

امام الموحّدین العلامۃ ایشیخ عبدالرحمان بن حسن رحمہ اللہ

العالم الفاضل الورع الکامل المحدث الفقیہ العلامۃ ایشیخ عبدالرحمن بن حسن بن ایشیخ محمد بن

عبدالوہاب النجدی الدرعی۔

ولادت و نشأت

۱۹۳۳ھ میں اپنے آبائی شہر درعیہ میں پیدا ہوئے۔ اسی خاندانی گھر میں آپ کی پرورش
اور تربیت ہوئی، اپنے دادا امام الدرعیہ سے کتاب التوجید ابواب السحر تک پڑھی، کتاب آداب المشی
الی الصلوٰۃ کا کچھ حصہ بھی پڑھا۔ آپ کی مجالس علیہ میں بیٹھ کر استفادہ کیا۔ جن میں صحیح بخاری و
دیگر کتب حدیث اور فقہ کے درس ہوتے تھے۔

شیوخ

آپ کے کئی اساتذہ ہیں، جن سے علم حاصل کیا جن میں سے چند قابل ذکر ہیں، اپنے
چچا محمد کے علاوہ اپنے اعمام عبداللہ، علی اور حسن سے حدیث و فقہ کے دروس حاصل کیے، نجد
کے دوسرے علماء سے بھی کسب علم کیا، مثلاً

ایشیخ احمد بن ناصر سے مختصر الشرح اور مقنع پڑھی۔

ایشیخ عبداللہ بن فاضل سے السیرۃ النبویہ پڑھی۔

ایشیخ عبدالرحمن بن خمیس سے شرح السنن الثوری فی الفرائض کی تعلیم حاصل کی۔

ایشیخ احمد بن حسن بن رشید سے شرح الجزیرہ پڑھی۔

ایشیخ ابوبکر حسین بن غنام سے شرح الفاکہی الیمیہ فی النحو پڑھی، آپ نے نجد کے علاوہ دوسرے

علماء سے بھی تعلیم حاصل کی۔

شیخ احسن القویٹی المصری سے شرح جمع الجوامع فی الاصول للمحلی اور مختصر السعدی فی المعانی البیان پڑھی، اور انہوں نے آپ کو اپنی جمع مرویات کی اجازت دی اور شیخ عبداللہ بن سالم البصری کا ثبت اوائل الکتب عطا کیا۔

شیخ عبدالرحمان الجبوتی سے مسلسل بالاولیہ مع جمع مرویات کی اجازت حاصل کی۔
 شیخ عبداللہ بن سودان جو کہ مصر میں آپ کے سب سے بڑے استاد ہیں ان سے بھی تمام مرویات اور شیخ عبداللہ بن سالم کے ثبت کی اجازت حاصل کی۔
 مفتی ابجاز محمد بن محمود ابجزازی الاثری، جو ماہر علوم اور نچتہ عقیدہ کے مالک تھے سے صحیحین کا کچھ حصہ من طریق ابن سعاد اور الاحکام الکبریٰ للامام عبدالحق الاشیشیل کا پڑھا اور ان سے بھی حدیث مسلسل باولیہ اور جمع مرویات کی اجازت حاصل کی۔
 شیخ القراء مبصر ابراہیم البعیدی جن کے پاس قراہت تک متسل سند تھی ان سے

اول القرآن الکریم پڑھا۔
 شیخ احمد بن سلون حسن النکحی، ماہر علم القراءۃ کے پاس بھی قراہت تک اسناد متصل تھیں، شارح موصوف ان کے خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، ان سے قرآن کریم اور اشاطیہ شرح ابجزازی پڑھی۔

شیخ یوسف الصادی سے شرح الخلاصہ لابن عقیل کا اکثر حصہ پڑھا۔
 شیخ ابراہیم الیبجوری سے شرح الخلاصہ للاشمونی باب الاضافہ تک پڑھا۔
 شیخ محمد الدنہوری سے جامعہ ازہر میں الاستعارات الکافی فی علمی العروض والقوافی پڑھیں، رحمہم اللہ تعالیٰ،

یہ یعنی جس میں ہر راوی اپنے شیخ کے متعلق کہتا ہے کہ وہ اوّل حدیث سمعہ منہ، اور یہ حدیث معروف ہے جس کا متن یہ ہے:

”الراحمون یرحمہم الرحمن تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین فی الامراض یرحمکم من فی السماء“

اکثر علماء نے اس کو اپنے اثبات میں ذکر کیا ہے مثلاً عبداللہ بن سالم البصری، محمد باہر السندی الشوکانی الغضلی و ابن بصلی وغیرہم۔

تلامذہ

آپ کے جد امجد کی طرح آپ سے بھی کئی لوگوں نے علم حاصل کیا، آپ کے فرزند شیخ عبداللطیف کے علاوہ آپ کے خاندان کے کئی افراد آپ کے تلامذہ ہیں۔ تین چچا زاد بھائی۔

شیخ حسن بن حسین بن محمد بن عبدالوہاب

شیخ عبدالملک بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب

شیخ عبدالرحمن بن ایشخ محمد بن عبدالوہاب

چچا زاد بھائیوں کے لڑکے

شیخ حسن بن محمد بن حسین بن محمد بن عبدالوہاب

شیخ عبدالعزیز بن محمد بن علی بن محمد بن عبدالوہاب

شیخ عبداللہ بن حسن بن حسین بن محمد بن عبدالوہاب

کے اساتذہ گرامی قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح

شیخ عبدالعزیز بن عثمان بن عبدالجبار بن شبانہ

شیخ عبدالرحمن بن احمد النعمری

شیخ عبداللہ بن جبر

شیخ محمد بن عتیق

شیخ محمد بن سلطان

شیخ عبدالعزیز بن حسن بن یحییٰ

شیخ محمد بن ابراہیم بن مجلان

شیخ محمد بن عبدالعزیز

شیخ عبدالرحمن بن عدوان

شیخ محمد بن ابراہیم بن سعید

شیخ عبداللہ بن علی بن مرخان

شیخ علی بن عبداللہ بن حسینی

شیخ عبد الرحمن بن محمد بن مانع

شیخ احمد بن ابراہیم بن علی

شیخ محمد بن عبد اللہ بن سلیم

شیخ محمد بن محمد بن سلیم

آپ کے تلامذہ کا شمار مشکل ہے کیونکہ آپ تا وفات درس و تدریس اور تعلیم میں مصروف رہے۔ تَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ جَبْرًا حَسَنًا ،

عادات اطوار

آپ علم پڑھنے اور پڑھانے کی رغبت کے ساتھ ساتھ دائم العمل، کثرت عبادت، خوش خلقی احسان، نیکی، نرمی، رحم دل، سخاوت، کم گوئی، وقار اور سنجیدگی جیسی صفات حسنہ کی منہ پوری تصویر تھے، آپ کا تعلیمی طریقہ اتنا سہل اور نثر ہوتا تھا کہ طلبہ تھوڑے ہی عرصہ میں اچھے علمی مقام فائز ہو جاتے تھے۔ علامہ ابن بشر مصنف عنوان المجد نے حادثہ ۱۲۴۱ھ میں آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے

الشیخ العالم، البحر الاخر، الغزیر، مفید الطالبین، المحفوظ بنیائے رب العالمین، جامع انواع العلوم الشرعیہ، و محقق العلوم الدینیہ والا حدیث النبویہ، والاشارات السلیفہ، وارث العلم کابرا عن کابر بالذی صارت الاصابہ نافذہ شیوخنا، کابر تافضی قضاء الاسلام والمسلمین، مفتی فرقة الانام الموحدین، ناصر سنۃ سید المرسلین، الموفق للصواب فی الجواب۔ آہ

علامہ ابراہیم بن صالح نجدی مؤلف عقد الدرر یوں ذکر کرتے ہیں :

الشیخ الامام العالم الفاضل القدوة، رئیس الموحدین، جامع المحدثین کان اماما بارعا، محدثا فقیہا درعنا نقیاً تقیاً صاحباً لاید الطوائف فی جمیع العلوم الدینیہ۔ آہ

آپ کا ذکر خیر۔ ایضاً المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، لاسماعیل باشا البغدادی جلد ۲ ص ۱۶۲ اور الاعلام للزرکلی جلد ۴ ص ۵۱، ۵۲، معجم المؤلفین لعمر رضا کحکما جلد ۵ ص ۱۳۵ اور فہرست المؤلفین بالظاہرہ وغیرہ کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

تصنیفات

سب سے زیادہ مشہور و معروف اور آپ کے علمی تجربہ کی خبر دینے والی کتاب فتح المعید شرح کتاب التوحید جس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے اور جس کا ترجمہ ناظرین کرام کے ہاتھ میں ہے۔ نیز کتاب التوحید پر آپ کے حاشیہ قرۃ میون الموحدین کا بھی ذکر ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ کتابیں لکھیں۔

۳۔ کتاب الرد علی داؤد بن سلیمان بن جریس

۴۔ کتاب الایمان

۵۔ کتاب الرد علی اہل البدع

۶۔ کتاب الرد علی عثمان بن منصور

۷۔ مجموعہ رسائل

۸۔ فتاویٰ

فائدہ

آپ راقم المحرود کے دو واسطوں سے استاذ ہیں، جیسا کہ امام الدعوة رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں گزر چکا ہے فالحمد للہ تعالیٰ

وفات

آپ دینِ مبین کی خدمت کرتے ہوئے مورخہ الرذی القعدہ ۱۲۸۵ھ ہفتہ کی شام کو الوداع کر کے دارالبتقا کو روانہ ہوئے۔
تسنیہ اللہ تعالیٰ برحمۃ الواسعہ

چودھویں صدی ہجری

خدا جانے یہ دنیا جسوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے مجلس کی

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مناسب سمجھا کہ قرن حاضر کو بھی نہ بھولنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں بھی کئی ایسی شخصیتیں گزری ہیں جنہوں نے توحید کی قلمی خدمت کی ہے جس سے اہل حق کی راہ ہموار ہوتی رہی ہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ صدی رواں بالکل خالی گئی ہے۔

نار اگر کرے تو سمجھ بوجھ کر کرے!

بیل سے کوئی کندے کہ ہم بھی جن میں ہیں

رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس صدی میں بھی علمائے دین اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں جس میں بعض سے ملاقاتیں بھی ہوئیں اور بعض سے علمی استفادہ بھی کیا۔

صورتیں آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ نقشے یاد ہیں

کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں

شیخ اکل، امام المتین، سید المحدثین، تاج الفقہاء، علم العلماء، جامع العلوم النقیہ، والعقبہ ناصر السنۃ النبویہ، عمدۃ العالمین زبدۃ الکاملین، تاجر اللہ علی الخلق، مجدد القرن، الامام المحدث الفقیہ الاصولی، شیخنا السید نذیر حسین بن جواد بن علی بن نعمۃ اللہ اکیسنی الدہلوی الملقب بہ میاں صاحب المتون، ۳۱۶ھ، نصف صدی سے اوپر خدمت کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت سب اہل توحید کا سلسلہ تلمذ آپ سے جاملتا ہے، کتاب

۱۔ ثبوت الحق الحقیق

۲۔ فلاح الولی با اتباع النبوی

۳۔ رسالہ فی ابطال عمل المولود

مندرجہ بالا تصانیف آپ نے یادگار چھوڑیں

ہمارے پردادا جناب ادامی الی اللہ، المجاہد فی سبیل اللہ حامی السنۃ ماہی البدتہ، جامع العلوم صاحب فیوض و کمالات مجتہد سنت، پیکر اخلاق، السید رشید الدین شاہ بن السید محمد یاسین شاہ بن السید محمد راشد شاہ الراشدی اکیسنی المتون، ۳۱۶ھ نے اپنی پوری عمر دین کی خدمت اور دعوت الی الحق میں صرف کر دی۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جماعت تیار کی اور ان سے بیعت لی، آپ نے سندھی زبان میں رسالہ نام توحید نامہ لکھا جس میں آیات و احادیث کا دریا بہا دیا ہے جس سے منہ کے گوشے گوشے میں توحید بھیلنے لگی، کئی پوجاریوں اور بدعتیوں نے توبہ کی اور آپ کے حلقہ اہل توحید

میں داخل ہوئے نیز آپ نے اسماء اللہ الحسنى کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا۔

علامہ شیخ فتح محمد نظامانی نے تغیر مفتاح رشد اللہ کے مقدمہ میں آپ کو مجدد القرن الرابع عشر

شمار کیا ہے۔

مجاہد عالم ربانی، محدثِ حقانی، حامی الشریعہ، قاصح البدعہ، مزج العلماء، زین العلماء، سید ابوتراب رشد اللہ شاہ، ارشدی المتوفی ۱۳۳۳ھ، آپ کو علامہ مخدوم محمد عثمان نورنگ زادہ نے مقدمہ تغیر تنزیل الایمان میں ان القاب سے ذکر کیا ہے۔

فاضلِ اہل بے عدیل، ہفتہ آیات قرآنی، محدثِ لاثانی فیقہ ربانی، مجتہدات علوم فقہیہ، منبعِ نہومِ عقیدہ، وارثِ علومِ رسول اللہ آیتہ من آیات اللہ، داعی الخلق الی اللہ

آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ توحید باری تعالیٰ میں آپ کی مندرجہ ذیل کتب قابل

ذکر ہیں :

۱۔ الاقنار بمسئلة الاستواء

اس میں ثابت کیا ہے کہ سلف کا مسلک اسلم و اعلم اور احکم ہے اور ابن حجر مہتمی نے جو کچھ یونین کی تائید میں لکھا ہے اس کی تردید کی ہے۔

۲۔ کشف الريب عن مستہ علم الغیب ،

اس میں کتاب و سنت اور اقوال فقہان سے ثابت کیا ہے کہ علم غیب صرف اللہ ہی کی صفت ہے جس میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

۳۔ المعونة الصمدية فی ردّ ادہام الہدیۃ الاسدیۃ

سید اسد اللہ شاہ مکھڑائی نے ایک رسالہ انبیا۔ اور اولیا۔ کو غیب دان ثابت کرنے کے لیے لکھا تھا۔ یہ کتاب اس کی تردید میں لکھی ہے۔

۴۔ الفارقة بین اہل اللہ والمارقہ

اس کتاب میں مصنوعی پیروں کی تردید ہے۔ آپ کا چچا زاد بھائی سید نصر اللہ شاہ بن ہریت اللہ شاہ بن سید محمد لیس شاہ بن سید محمد راشد شاہ ال راشدہ وجودی اور ہمدستی مسلک رکھتا تھا۔ جبرائیل کا اس کے ساتھ چند سالوں تک تحریری مناظرہ ہوتا رہا اور سننے میں آیا ہے کہ سید موصوف بالآخر اس غلط عقیدہ سے توبہ کر کے صحیح عقیدہ سلفیہ کی طرف رجوع ہوئے۔ جبرائیل نے اس کے رد میں جو

رسائل کھئے، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ردود عقب الوجود

ستید موصوف کے رسائل مجمل معلوم کے جواب میں ہے۔

۲۔ المجاہدۃ فی رد المجاہدۃ

۳۔ فیض الوجود اتم من فیض الوجود،

یہ دونوں رسالے مشاہدۃ الوجود اور فیض الوجود سید نصر اللہ شاہ نے لکھے تھے، آپ نے ان کا

رد لکھا تھا۔

ہمارے والد ماجد الداعی الی السنۃ، الناہی عن البدعہ المحدثہ النقاد، العارف بالعلل و

الرجال، العابد الزاہد المتقی ابو محجب اللہ احسان اللہ شاہ الراشدی المتوفی ۱۳۵۷ھ آپ کو شیخنا ابو عبد

عبدالحق الباشمی البہاد لغوری المکی رحمہ اللہ فرین اسرار الرجال میں امام الوقت مانتے تھے۔ آپ نے اپنی آبائی

روایت کو زندہ رکھتے ہوئے توحید و سنت کو سندھ کے چپہ چپہ میں پھیلا دیا اور کئی بار مناظرے ہوئے کسی

طنین و تشنیع کی پرواہ نہیں کی، ہر طمع و لالچ کو لات ماری اور باوجود حریفان وقت کی طرف سے طرح طرح کی شکست

کے پھر بھی اشاعت سنت کی طرف قدم بڑھا ہی رہا۔

مہر و دنا میں یار نے جب امتحان لیا!

سب عاشقوں میں نمبر اول ہمیں ہے

سرزمین نجد و حجاز میں جب قبے اور غیر شرعی اونچے مزارات گرائے گئے تو اس وقت توحید

کے مخالفین کا پیش میں آنا ناگزیر تھا۔ کاش جو حالت اس وقت سندھ کی تھی وہ قارئین کرام دیکھتے۔

اور تو اور فرضی نمازوں کے بعد ذکر و وظائف کے بجائے مبتدعین معاندین کا مشغلہ تھا کہ امیر المؤمنین

امام المسلمین ملک المملکۃ العربیۃ السعودیۃ عبدالعزیز بن عبدالرحمن و دیگر علماء و حکام نجد کو گالیاں دیتے

اور لعنت بھیجتے تھے ان کو ذرا الہی بھولا ہوا تھا۔ یہی ان کا درد و وظیفہ تھا اور اس آیت کریمہ کا مصداق تھا

إِنَّ كَانَ قَرِينٌ مِّنْ عِبَادِي

يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا فِتْنَا غَرَبْنَا وَإِنَّمَا

وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ

سَعِيرًا يَّاحْتَقِبِ

أَنْفُسَ كُذِّبِي



وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ
تَضْحَكُونَ
نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے۔

(المؤمنون - ۱۱۰، ۱۱۹)

ایسے وقت میں والد ماجد نے سندھی زبان میں ایک مختصر رسالہ لکھا جس میں آیات و احادیث کو جمع کیا اور اقوالِ سلف کو بھی ذکر کیا کہ جو کچھ امامِ مسلمین نے کیا ہے، وہی میں شریعتِ الہی اور عقیدہ سلف صالحین اور اہل حق کے موافق ہے پھر سندھ کے مختلف حصوں میں اپنے نامزدوں کے ہاتھ رسالہ تعین فرمایا اور پڑھ کر لوگوں کو سنایا، اس کے بعد یہ آگ ٹھنڈی ہوئی اور کافی لوگوں کے دل سے جو انگریزوں نے وہابیت سے نفرت ڈالی تھی وہ کم ہوئی اور پھر سے وہ معدود چند علماء جو توحید کے حامی تھے ان کے لیے توحید و سنت پر دغظ و ارشاد کرنے کا موقع فراہم ہوا۔

رئیس المفتیین شیخ الحدیثین، امام المناظرین ابن تیمیہ زماں شوکانی دوران، سردار اہل حدیث فی الہند شیخنا شیخ الامام تہقی نقی العالم العادل اورع الکامل حبیب استتہ، محمود اہل البدعہ، تالیف السلف عمدۃ الخلف مجد القرن، ابوالوفار ثناء اللہ بن محمد نصر الکشمیری الاصل ثم الام تہسری المتوفی ۱۳۶۷ھ کی دینی خدمات کو اگر کھنا شروع کر دوں تو خود مجھے معلوم نہیں کہ قلم کہاں جا کر رکے گا۔

ع : اولئک الباطل فحشتم بئسما لہم

آپ کی توحید پر بے شمار تصانیف ہیں جن میں سے

۱- شیع توحید

۲- کلر حیتبہ

۳- مسک اہل الحدیث

معدود ہیں، عبد باطل فرقوں آری میسائی، قادیانی اور پیکر الوہی وغیرہ سے صرف مناظرے ہی نہیں کیے بلکہ ان کی تردید میں کئی کتابیں لکھیں۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے تک بلا ناغہ ہفتہ وار اخبار بنام الحمدیث نکالتے رہے جس میں توحید و سنت کی طرف دعوت اور شرک و بدعت کی مذمت کے ساتھ ساتھ فرقہ بندی و باطل کی پر زور تردید ہوتی رہی۔

نواب معلی القاب مرہج العلماء و عمدۃ الکلماء و منبع الفروض الرحمانیہ، ناشر السنۃ النبویۃ المحمّدیۃ الفقیہ العلامة السید صدیق حسن بن علی الحدیثی البخاری العنوزی ابو خالی المتوفی ۱۳۰۷ھ کی مشہر آفاق

ہستی نے ہر فن میں کتابیں لکھیں، عقائد اور توحید میں آپ کی کسی کتاب میں معروف ہیں مثلاً عربی زبان میں
الدین الخالص جو پچھلے پہل ہند میں پھر عرب میں پھیلی ہے اور اکثر کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

۲۔ الانتقاد الرجیع فی شرح الاعتقاد الصبح

۳۔ مقطف فی بیان عقیدۃ اہل الاثر

۴۔ قصد اسبیل الی ذم الکلام والتادیل

۵۔ مسلک السعاده فی امراد اللہ بالعبادۃ

۶۔ اللوار المعقود لتوحید الرب المعبود

۷۔ المعتقد والمنقذ

۸۔ الجوائز والصلوات فی جمیع الاسامی والصفات

فارسی زبان میں

۱۔ المقارنۃ الفصیحۃ فی الوصیۃ والمفیضۃ

۲۔ ترجمہ شرفہ الاسلام

اردو زبان میں

۱۔ الاحتمار علی مسئۃ الاستوار

۲۔ انصح السدید لوجوب التوحید

۳۔ مراد المرید لاخلاص التوحید

۴۔ منہاج العبد الی معراج التوحید

۵۔ الانفکاک عن مراسم الاشرک

آپ کی تصانیف اہل علم کے ہاں بڑی قیمت رکھتی ہیں۔

شیخنا العلما، بیہقی اوقت شیخ الحدیث الفیقہ البیہ الاذیب الاریب الشیخ ابوسعید شرف الدین بن

امام الدین الدہلوی المتوفی ۱۳۸۱ھ نے شریکہ دم جھاڑ کی تردید میں کتاب الاکراۃ لکھی۔

نواب عالی جناب عالم باہل، فقیہ دقت، محب السنۃ وحید الزماں بن مسیح الزماں الدکنی المتوفی

۱۳۳۵ھ نے الانتہا فی مسئۃ الاستوار لکھی۔

علامہ دقت شیخ مولانا بخش گزدر بن یاسین جوہر دی المتوفی ۱۳۲۵ھ نے رسالہ التوحید لکھا۔



آپ کے فرزند علامہ ابو سعید عبدالغنی المتوفی ۱۳۴۱ھ نے بھی بدعت کے رد میں ایک کتاب لکھی۔

شیخنا العلامة المحقق تاج العلماء فضل الفضلاء الصبار الصائم، الشیخ حافظ عبدالقادر بن روشن زین الدربری

الامر تسری الاہوری المتوفی ۱۳۸۴ھ نے توحید پر کافی کتابیں لکھیں جن میں :

۱- توحید الرحمن بجواب استمداد از عباد الرحمن

۲- زیارت متبرنی

۳- بکرا دیوی

۴- امامت مشرک

۵- کلمہ توحید

۶- وسیلہ بزرگان

۷- شریکہ دم جھاڑ میں فیصلہ کن بحث

۸- سماع موتی

۹- ٹیچر اسلام

مشہور ہیں۔ نیز آپ کا ہفتہ وار جریدہ تنظیم اہل حدیث سالہا سال سے توحید و سنت کی خدمت

کر رہا ہے اس وقت آپ کے پیچھے علامہ محترم حافظ عبدالقادر روپڑی اے چلار ہے ہیں اللہ تعالیٰ دیر

تک اس پرچہ کو آباد و شاد رکھے۔ آمین

علامہ حافظ عبدالجبار بن بدر الدین عمر پوری المتوفی ۱۳۳۴ھ نے مصممام التوحید فی رد التقلید

لکھی۔

سیف اللہ الباہر و اسد اللہ القاہر، خطیب اہل الحدیث معین الحق، مدحی باطل، زین اہل القلم

الشیخ العلامة محمد بن ابراہیم بن محمد جو ناگرھی المتوفی ۱۳۱۶ھ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی

تصانیف پورے پاک و ہند میں زبانِ زد خاص و عام ہیں مسند توحید پر آپ کی درج ذیل کتب قابل

ذکر ہیں :

۱- توحید محمدی

۲- عقائد محمدی

۳- عقیدہ محمدی

۴۔ میلادِ محمدی

۵۔ متبروں پر پھول

۶۔ کتاب الاکراہ

آپ کا اخبار محمدی ایک طویل عرصہ تک توحید و سنت کی اشاعت کرتا رہا جس سے اہل شرک و بدعت کے کرد و عمل کے گریبان چاک ہوتے رہے مجھے یاد ہے کہ بچپن کا زمانہ تھا کہ والد بزرگوار کی طرف یہ اخبار میرے ہی نام پر آتا تھا۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھ میں آنسو بھر آئے

میٹھے میٹھے ہمیں کیا جانئے کیسے یاد آیا!

شیخ المشائخ، وحید الدہر، محدث العصر، مجتہد تقویٰ، العالم الفاضل، عامل کامل، شیخ العلام محمد بشیر

بن برالدین السہسانی المتوفی ۱۳۱۲ھ نے کتاب :

صیانتہ الانسان عن وساوس الشیخ و دہان

لکھی جس نے اہل بدعت کے سلفوں میں تہلکہ بچا دیا، نیز حدیث شدائد الرجال کے بارے میں آپ کے تین سائل مشہور ہیں :

۱۔ القول المحکم

۲۔ القول المنصور

۳۔ السعی المشکور

علامہ شیخ حمید اللہ بن محمد خلیل سرہر والی المتوفی ۱۳۳۱ھ نے کتاب خطبات توحید تحریر فرمائی۔

علامہ سید امیر احمد بن سید امیر حسن محدث فاضل المتوفی ۱۳۱۶ھ نے تقویۃ الایمان کی حمایت

میں کتاب نقض الایمان فی الذب عن شیخ اسماعیل لکھی

علامہ الزمان محدث الادان، بطل الابطال، عدیم النظیر و المثال، شیخ ابوالقاسم سیف البناسی

المتوفی ۱۳۶۹ھ نے

۱۔ رمی الحجر بن علی شاک کلمۃ الشہادتین،

۲۔ لواء الاسلام

لکھیں۔

علامہ محمد شکر اللہ میرٹھی الواعظی المتوفی ۱۳۱۵ھ نے تقویۃ الایمان کی تائید میں العبادت فی ازاتہ الازالتہ

کھی۔

فخر المحدثین، حافظ الوقت، عالم بے بدل، عامل بے مثل، الشیخ البکیر ابو العلی عبدالرحمان بن الحافظ عبدالرحیم المبارکھنوری المتوفی ۱۳۵۲ھ نے خیر الماعون فی منع الفراعین الطاعون تصنیف فرمائی۔

علامہ ابوالکارم محمد علی بن میاں حسام الدین المتوفی ۱۳۵۳ھ نے مولود و قیام کی تردید میں کتاب فراسۃ المؤمنین لکھی۔

شیخ محمد سعید بن صبغۃ اللہ المدرسی المتوفی ۱۳۰۴ھ نے عقائد میں کتاب التنبیہ علی التزیہ لکھی۔

شیخ محمد الکی الہندی المتوفی ۱۳۳۳ھ نے کتاب فی معنی لا الہ الا اللہ لکھی۔

مشاہیر لاجواب، مقرر باصواب، علامۃ الوقت، محدث الائمۃ المتقی الزاہد الشیخ عبدالعزیز بن احمد الرحیم آبادی المتوفی ۱۳۳۳ھ نے صیانتہ المؤمنین عن شر المبتدعین تصنیف فرمائی آپ کی علمی قدر و منزلت کو اہل علم ہی جانتے ہیں۔

علامہ سید عبدالباری بن سراج الدین السہسوانی المتوفی ۱۳۰۴ھ نے اعلام الاخبار والاعلام ان الدین عند اللہ الاسلام اور ہدایۃ المبتدعین ترجمہ القائد الی القائد لکھیں نیز نصاریٰ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی۔

مبلغ توحید و سنت، قائم بالامر بالمعروف و النہی عن المنکر، الملازم للعبادۃ الشیخ العلامۃ عبدالرحیم چکھی المتوفی ۱۳۴۸ھ نے بھی توحید پر ایک کتاب لکھی۔

علامہ شیخ اہل اللہ، نامہ سنت رسول اللہ الحافظ المحدث سراج الدین بن عظیم المادھو پوری مہاجر کراچی المتوفی ۱۳۸۰ھ نے کتاب درس توحید لکھی نیز آپ کی دوسری کتاب عقیدہ اہل حدیث ہے۔
استاذ العلماء معتمد الفقہاء علامہ شیخ عبدالجبار کھنڈیلوی ثم اڈاکا ڈوی المتوفی ۱۳۸۲ھ نے التیسان فی زیادۃ الایمان و النقصان تالیف فرمائی۔

علامہ شیخ، ادیب، سندھ صاحب قلم سیال محدث وقت شیخ دین محمد فانی المتوفی ۱۳۶۹ھ نے تقویۃ الایمان کا سندھی میں ترجمہ لکھا۔ نیز کئی سال تک ماہنامہ رسالہ التوحید نکالتے رہے جس میں توحید و سنت کے موضوع پر آپ کے اور دیگر علمائے عصر کے مضامین شائع ہوتے رہے جس سے سندھی عوام کو گھر بیٹھے توحید کا دغظ ہوتا رہتا تھا۔

شاعر سندھ ادیب فاضل، مجاہدِ وقت، سیف اللہ علی اعدائے فاسق لواری، علامہ شیخ احمد الملاح البدینوی المتوفی ۱۳۸۹ھ نے سندھی زبان میں کتاب معرفۃ الالہ لکھی، جس میں اپنے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں توحید کے ثبوت اور شرک کے بطلان میں آیات و روایات اور اقوال سلف کو جمع کیا، آپ سندھ کے بڑے ممتاز شاعر تھے، آپ کے اشعار نے مشرکین کے حلقوں پر تلوار کی دھارس سے زیادہ کام کیا، فقہِ لواری (مصنوعی حج) کو بند کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر تھا، آپ کے اشعار کے چند مجموعے شائع ہو چکے ہیں، جن میں :

۱۔ گلشنِ ہدایت

۲۔ فتوحِ لواری

۳۔ مہیکراتی حق

موعدین کے لیے خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

ایشیخ الامام، علم الامام سلیمان بن سحان النجدی المتوفی ۱۳۴۹ھ نے :

۱۔ الہدیۃ السنیۃ والتحفۃ الربانیۃ النجدیۃ۔

۲۔ تبیینہ ذوی الالباب السیلمۃ عن الوقوع فی الالفاظ المبتدئۃ الوضیۃ۔

۳۔ کتاب السنۃ الحمدانی ردّ مشبہات علوی الحمداد

۴۔ الضیاء الشارق فی ردّ مشبہات الماذق المارق

۵۔ تبرّۃ الشیخین الامامین عن تذویر اہل الکذب والمین ،

تصنیف منہ رائیں۔

ایشیخ العالم الصلب فی السنۃ، ناصر العقیدۃ السلفیۃ علامۃ محمد غلیل براس المتوفی ۱۳۹۳ھ

نے :

۱۔ دعویۃ التوحید

۲۔ شرح القصیدۃ النونیۃ

۳۔ شرح الواسطیۃ

۴۔ ہذہ ہی الصوفیۃ

کتابیں تصنیف منہ رائیں

شیخ النجد العلامہ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ الشرقی المتوفی ۳۲۹ھ نے حافظ ابن قیمؒ کے قصیدہ نوین کی شرح توضیح المقاصد و تصحیح العقائد اور الرد علی شہبات استنبیثین بغير اللہ لکھیں :-

عالم بے بدل، العلامہ الفہامہ محمد یوسف کلکتوی المتوفی ۱۳۵۹ھ نے کتاب دعوت حق لکھی

مفتی الدیار المصریہ الاستاذ محمد عبدہ المتوفی ۱۳۳۳ھ نے رسالہ التوحید لکھا

مادۃ الزمان علامہ ایضاً شیخ حسین البحر ابو الاحوال الطرابلسی المتوفی ۱۳۲۴ھ نے

۱- الرسالۃ المجدیۃ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیۃ

۲- حقیقۃ الشریعۃ المحمدیۃ لکھیں ،

علامہ ایضاً المجاہد ابو محمد بن عارف بن عبد القادر بن محمد بن علی بن خرقیر المکی المتوفی ۱۳۴۹ھ نے

۱- فصل المقال و ارشاد الضال فی توسل الجبال

۲- مالا بدستہ فی امور الدین

۳- حسن الاتصال بفضل المقال فی الرد علی بائعیل و کمال ،

۴- التحقیق فی الطہرین

وغیرہ کتب تحریر فرمائی :-

امام اہل مصر ایضاً شیخ الاستاذ رشید رضا المتوفی ۱۳۵۳ھ نے الايضاح لسنة الميعة لکھا

علامہ الوقت ایضاً عبد الرحمن بن ناصر السعدی المتوفی ۱۳۶۶ھ نے

۱- القول السدید فی مقاصد التوحید

۲- الرياض الناضرة و الحدائق النيرة الزاهرة فی العقائد والفنون المتنوعة الفاخرة

لکھیں :-

العلامہ السلفی الشہیر ایضاً آغا محمد میر الدمشقی القاہری المتوفی ۱۳۶۹ھ نے الحاشیۃ علی الاصول

الثلثة و اولیہا لکھی -

ایضاً علامہ المحقق محمد الطیب بن اسحاق الانصاری المدنی المتوفی ۱۳۶۳ھ نے

۱- تبیین الاصول الثلاثة و اولیہا

۲- عقیدۃ السلف الصالح لکھا -

رئیس المحققین، منظر اسلام العلامہ ایضاً احمد الدین لکھڑوی نے کتاب برہان الحق لکھی -

ایشخ علامۃ المحافظ محمد اکرم الانصاری المالائی السندی المتوفی ۱۳۷۷ھ نے کتاب کشف الغطاء
والحجاب عن منع الصلاة الى القبور والقباب لکھی۔

ایشخ علامۃ الشہید ابو المعالی محمود شکر علی الاوسی المتوفی ۱۳۸۲ھ نے کتاب

۱۔ غایۃ الامانی فی الرد علی البہانی

۲۔ فصل الخطاب فی شرح مسائل الجاہلیۃ لایشخ محمد بن عبدالوہاب لکھی۔

علامۃ الوقت ایشخ ابو محمد عبدالستار بن ایشخ عبدالوہاب لدہلوی المتوفی ۱۳۸۶ھ نے

۱۔ حقیقۃ التوسل والوسیۃ

۲۔ حکم رب الانام فی ابطال عمل المولود والقیام ،

۳۔ حکم النسبی بکفر من لا یصلی

تصنیف فرماتیں۔

ایشخ الیضان الآوسی المفسر علامۃ الواعظ الباحث الفقیہ نعمان خیر الدین بن محمود شہاب الدین المتوفی

۱۳۱۷ھ نے

۱۔ جلاء العینین فی المحاکمۃ بین الاحمدین

۲۔ الجواب الفصیح لما لقیہ عبدالمسیح

تحریر فرماتیں۔

ان کے علاوہ ادر بھی توحید پر لکھنے والے کئی علماء گزرے ہیں ، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

تیری رحمت سے الہی پائیں زنگ قبول

پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے ان کیئے

موجودین اخوان معاصرین میں بھی کئی علماء و فضلاء ہیں جو توحید و عقائد حقہ کو واضح اور عام کرنے کے لئے

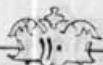
کوشاں رہتے ہیں اور اس پر کئی کتابیں تصنیف کر چکے ہیں اور کئی لکھ رہے ہیں۔ حجاز، نجد، مصر، شام اور عراق

کے علاوہ دیگر عرب ریاستوں میں پاک و ہند اور دیگر ممالک میں کئی ایسے حامیان توحید ہیں جو سلف کی

دعوت کو تازہ کر رہے ہیں۔

ساری دنیا ہے تری سارا زمانہ تیرا،

جس کو سنتا ہوں وہ کتا ہے فسانہ تیرا



آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس سلسلہ کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس بانگ کو
سرسبز و بارونق اور شادان رکھے اور موقعدین کے دل کو شاد و آباد رکھے اور تا ابد آباد توجیہ کی طرف دعوت کا
چرچہ باقی رہے۔

دل شاد با مراد رہیں مہسربان میرے

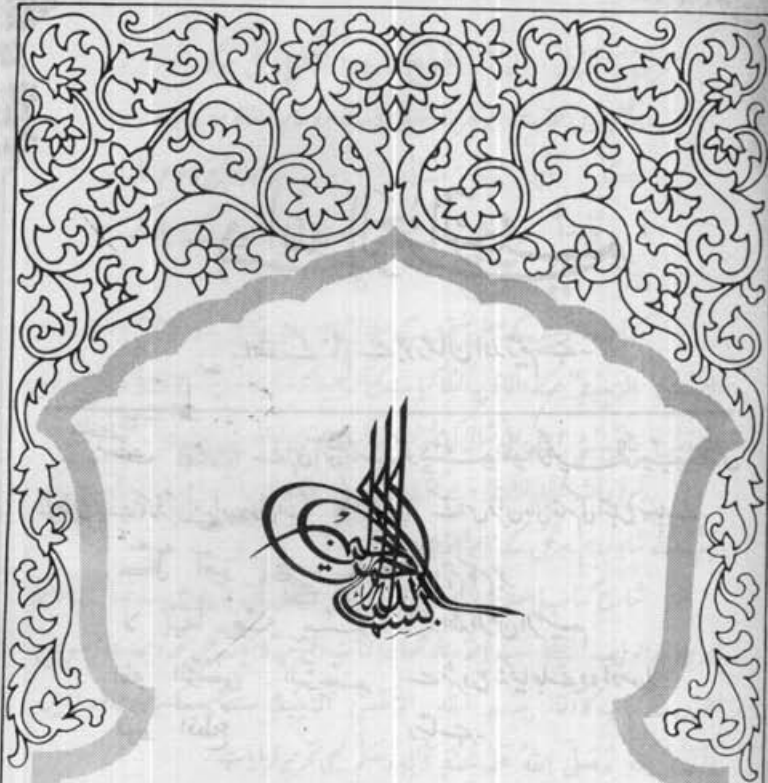
آباد حشر تک رہیں سب قدر دان میرے

البر محمد بدیع الکریم

المرشد السدوسی







هدية الـ
ستيفيد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے اس لیے شروع کیا ہے تاکہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فزانِ عالی مقام کی اتباع ہو جائے۔

ہر اہم کام جو	كُلُّ اَمْرٍ ذِي بَالٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	لَا يَبْدَأُ فِيْهِ بِسْمِ
سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا	اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رہتا ہے۔	فَهُوَ اَقْطَعُ

ابن حبان نے اس حدیث کو دو طریق سے بیان کیا ہے۔

ابن الصلاح نے اس کو حسن کہا ہے۔

البوداؤد اور ابن ماجہ نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے۔

ہر اہم کام جو	كُلُّ اَمْرٍ ذِي بَالٍ
الحمد لله يا احمد سے	لَا يَبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدِ
شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے	بِاللّٰهِ اَوْ بِالْحَمْدِ فَهُوَ اَقْطَعُ
	مسند امام احمد میں یہ الفاظ ہیں:

ہر وہ اہم اور بڑا کام جس کا آغاز	كُلُّ اَمْرٍ ذِي بَالٍ
اللہ کے ذکر کے ساتھ نہ کیا جائے	لَا يَفْتَتِحُ بِذِكْرِ اللّٰهِ

لہ راوی کو شک ہے کہ حدیث میں الحمد لله کے لفظ ہیں یا صرف الحمد۔ (مترجم)

فَهُوَ أَبَدٌ أَوْ لَهُ أَقْطَعٌ وہ ابستریا قطع ہوگا۔

دارقطنی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ مروی ہیں۔

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ ہر وہ اہم اور وقیع کام جو اللہ

لَا يَبْدَأُ فِيهِ بِذِكْرِ کے ذکر سے شروع نہ کیا جائے

اللَّهُ فَهُوَ أَقْطَعٌ وہ مقطوع ہوگا۔

کتاب التوحید کے بعض نسخوں کے مطابق مصنف رضی اللہ عنہ نے صرف ”بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے الفاظ پر اکتفا کیا ہے کیونکہ جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے ”بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا اور ذکر بہت ہی زیادہ پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکتوبات میں ان ہی الفاظ پر اکتفا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ

آپ نے شاہ روم۔ ہرقل کے نام بھرتب میں لکھا تھا یہ

شارح کتاب العلامۃ اشع عبدالرحمن بن حسن رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ میں نے خود شیخ الاسلام

محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا کتاب التوحید کا ایک قلمی نسخہ دیکھا ہے جس میں

انہوں نے کتاب کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا ہے، علاوہ ازیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بھی تحریر فرمایا ہے۔

اس بنا پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے آغاز کرنا صحیح ہے اور احمد رضی اللہ عنہ

سے سبھی اضافی ہے یعنی اس نسبت سے جو احمد کے بعد ہوتی ہے، جس سے کہ کتاب کا آغاز کیا گیا ہے۔

بسم اللہ کی تبت متعلق ہے فعل مخدوف کے، اکثر متاخرین کے نزدیک اس کے

فعل خاص کا متاخر ہونا پسندیدہ ہے۔

در اصل افعال ہی عمل کرتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے دراصل افعال کا کام ہے اور فعل خاص اس

لیے کہ ہر مرتبہ ہی بسم اللہ پڑھتے وقت جس کام کی بہت را کرنا چاہتا ہے، اس کی نیت کر لیتا

ہے، اس فعل مخدوف کو متاخر اس لیے سمجھا جاتا ہے کہ خصوصاً پر دلالت کرے اور

لے اس میں راوی کرشک ہے کہ حدیث میں لفظ أَبَدٌ ہے یا أَقْطَعٌ۔ مضموم دونوں کا ایک ہی

لمعہ اس کے لیے غلط ہے، صحیح بخاری کتاب بدر الوہی۔ از روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما، طویل حدیث

جس میں ہرقل اور ابرسینان کے درمیان طویل مکالمہ بیان ہوا ہے۔

خدا کی زیادہ تعظیم ہو سکے اور وجود پیدا ہونے کی زیادہ توفیق ملے اور اس لیے بھی کہ اہم چیز جس کا تذکرہ ہوتا ہے، وہ ذکر الہی ہے۔
علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”بسم اللہ کی ابتدا میں عامل کے حذف سے کئی فوائد مرتب ہوتے ہیں۔

- ایک یہ کہ ابتدا ایسا مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی چیز کو مقدم نہیں ہونا چاہیے۔
- دوسرے یہ کہ جب فعل محذوف ہو تو ہر عمل، ہر قول اور ہر حرکت کی ابتدا بسم اللہ ہی کے الفاظ سے کرنا صحیح ہے۔ پس یہاں حذف عام ہوگا۔ “ بسم اللہ کی ”ب“ کی حیثیت یہاں کیا ہے؟
- بعض کے نزدیک مصاحبت کے لیے ہے۔
- بعض کا خیال ہے کہ استعانت

کے لیے ہے۔ استعانت کی صورت میں کلام یوں مقدر ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَوْ لَقَدْ حَالَ
كُوْنِيْ مُسْتَعِيْنًا يَدِيْكَ
مَتَّبِعْكَ يَا رَبِّ

اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِقْرَأْ يَا سُو دَرَبِكَ اور بِسْمِ اللّٰهِ تَجْرِبَهَا

میں فعل کا ظور کیوں ہوا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اظہارِ فعل ہی کا تقاضا کرتا ہے، جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔
لفظ ”اِسُو“، ”سَمُو“ سے مشتق ہے، جس کے معنی علو اور بلندی کے ہیں۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِسُو، دَسُو سے مشتق ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں۔
اس لیے کہ ہر وہ شے جو موسوم ہوگی وہ اپنے نام اور علامت سے پہچانی جائے گی۔

قوله : اللّٰه :

لفظ ”اللّٰه“ کے بائے میں کسائی اور فرار کا کہنا ہے کہ اس کا اصل اللّٰه تھا۔ ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور لام کو لام میں مدغم کر دیا گیا چنانچہ دونوں لام ایک مُشْتَدِدٌ وُخْفَمٌ لام کی صورت میں پڑھے جانے لگے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”صحیح بات یہ ہے کہ یہ مشتق ہے اور اس کا اصل ”اللّٰه“ ہے جیسا کہ سبوتہ

اور اس کے جمہور اصحاب کا کہنا ہے۔ صرف چند آدمی اس سے اختلاف کرتے ہیں۔
لفظ "اللہ" تمام اگلے سنی کے معانی اور صفاتِ علیا کو جامع ہے۔

جو لوگ اس کے ہشتاق کے قابل ہیں انکا نقطہ نظر یہ ہے کہ لفظ اللہ اس کی ایک صفت پر
ذلات کرتا ہے جس کو الالہیہ یا الوہیت کہتے ہیں، جیسا کہ باقی ماندہ اسماء الہی سے بھی (وہ
صفت ہی معلوم ہوتی ہے) جس سے مشتق ہوتا ہے، کیونکہ یہ تمام اسماء ہائے اپنے
مصادر سے مشتق ہیں (اور تمہیں اور ہشتاق سے ہماری مراد یہ ہے کہ) لفظاً و

www.KitaboSunnat.com

معنی اپنے مصادر سے الکا احاق ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ اسم اپنے مصادر سے متولد ہیں جس طرح
فرع اپنے اصل سے متولد ہوتی ہے اور اہل نحو جو ان کو مصدر اور مشتق جتنے سے
تعبیر کرتے ہیں تو یہ اہل اور فرع کے اعتبار سے ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں
کہ ان میں سے ایک دوسرے سے متولد ہے، یہ تو صرف اس اعتبار
سے ہے کہ ان میں کا ایک دوسرے کو متضمن (بھی) ہے (اور کچھ زیادہ بھی)
ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں

لفظ اللہ کا اہل الالہ تھا۔ وہ ہمزہ جو اسم (کے فارک) کی طرف واقع ہے
گرا دیا گیا، پھر وہ لام جو عین اسم ہے اور وہ زائد لام جو ساکن ہے جمع
ہو گئے تو پہلے لام کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا۔ اس طرح یہ دونوں لام
ایک مشد دلام ہی پڑھے جانے لگے۔

ربا لفظ اللہ کا مطلب تو یہ ان معنوں میں مستعمل ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي يَا لَهِمَّةُ كُلُّ
شَيْءٍ وَيَعْبُدُهُ كُلُّ خَلْقٍ
الامانتی ہے اور جس کی تمام مخلوق عبادت

کرتی ہے۔

خدا کا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا

اللَّهُ ذُو الْأُلُوْهِیَّةِ وَ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر الوہیت

الْعَبُودِيَّةَ عَلَى خَلْقِهِمْ أَجْمَعِينَ اور عبودیت کا مالک ہے۔

سوال — اگر کوئی ہم کو یہ کہے کہ اس پر کیا شے دلالت کرتی ہے کہ درحقیقت الوہیت ہی عبادت ہے۔ اور اللہ کا اطلاق معبود ہی پر ہوتا ہے اور یہ کہ یہ درحقیقت فعلِ نفی کے وزن پر ہے اور رُوْبِ بْنِ عِجَاجِ كَايَهِ شَعْرٍ پڑے۔

للهِ دَرُّ الْغَانِيَاتِ الْمُدَّةِ سَبْتَعْنَ وَاسْتَوْجَعْنَ مِنْ تَالِهِي

جواب : بلاشبہ تالہ تافل کے وزن پر ہے اور یہ اَلَّهَ يَالُوهُ سے ہے جب لفظ "الہ" بولا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں عَبْدُ اللہ یعنی اُس نے اللہ کی عبادت کی۔ اس کا مصدر بھی آتا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل عرب اس کو صرف فعلِ نفی سمجھتے ہیں اس سے زیادہ نہیں اس کی دلیل وہ ہے جو حضرت سفیان بن وکیع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے بیان کی ہے۔ انہوں نے اس کو اس طرح پڑھا۔ "وَيَدْرُكُ وَالْاهْتِكَ" وَقَالَ عِبَادَتُكَ وَيَقُولُ إِنَّهُ كَانَ يُعْبَدُ وَلَا يُعْبَدُ

ترجمہ : تاکہ یہ (موسیٰ) تم (فرعون) کو اور تمہارے اللہ کو چھوڑے۔ بات یہ ہے کہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی، وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا۔

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے :-

وَيَدْرُكُ وَالْاهْتِكَ قَالَ إِنَّهُ اُسُ (موسیٰ) نے تم کو اور تمہارے اللہ کو چھوڑ
كَانَ فِرْعَوْنُ يُعْبَدُ وَلَا جَاتِي تَقِي، دہ کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا

مجاہد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

پھر سفیان بن وکیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت یہ ہے کہ اَلَّهَ کے معنی "عَبَدَ" ہیں اور "اَلَّهَ" اس کا مصدر ہے۔ انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت بیان کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

لَهُ يَوْمَ اَعْرَافِ كِي آيَتِ نَبِي ۱۲۷۰ هـ۔ اِسُ كِي الْفَاظِيَهِي وَنَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اَنْدَرُ مَوْسَى وَقَوْمَهُ لِيْفَسِدُوا فِي الْاَدْرِي وَيَدْرُكُ وَالْاهْتِكَ - ترجمہ :- فرعون سے اس کی قوم کے سرداروں
نے کہا۔ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زہری چھوڑ دیکر کہ ملک میں فساد پھیلایں اور وہ تیری اور میرے عبودوں کی بندگی چھوڑ دیتے؟



إِنَّ عَيْنِي أَسَلَمَتْهُ أَقْبَهُ إِلَى الْكِتَابِ
 لِيَعْلَمَهُ فَقَالَ لَهُ الْمَعْلُومُ أَكْتُبْ بِسْمِ
 اللَّهِ فَقَالَ عَيْنِي أَتَدْرِي مَا اللَّهُ؟
 اللَّهُ إِلَهُ الْأَلْهَةِ
 تمام معبودوں کا معبود ہے

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسم الجلالۃ کے دس لفظی خصائص ذکر کرنے کے بعد اس کے معنوی خصائص کے بارے میں لکھتے ہیں کہ معلم کائنات ﷺ نے فرمایا۔

لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ
 كَمَا أَمْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ
 لے اللہ! میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں
 کر سکتا۔ تو اسی طرح ہے جس طرح
 تو نے خود اپنی ثناء بیان کی۔

ہم اس ام کے خصائص کا کس طرح احاطہ کر سکتے ہیں جس کے مستی کے لیے تمام تر کمال ہی کمال ہے۔ اور ہر صوح، ہر حمد، ہر ثناء، ہر حمد، ہر جلال، ہر کمال، ہر عزت، ہر جمال، ہر خیر، ہر احسان، ہر جود، ہر فضل اور ہر نیکی اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

- اللہ کے نام کا ذکر اگر تھوڑی چیز پر کیا جائے تو اس کو زیادہ کر دیتا ہے۔
- اگر یہ اسم خوف کے وقت پڑھا جائے تو اس کو دُور کر دیتا ہے۔
- اگر تکلیف کے وقت پڑھا جائے تو اس کو رفع کر دیتا ہے۔
- اگر تنگی کے وقت پڑھا جائے تو تنگی سے نجات دلا کر وسعت پیدا کر دیتا ہے۔

- اگر غم کے وقت پڑھا جائے تو آسانی پیدا کر دیتا ہے۔
- اگر کوئی انسان اس کے ساتھ متعلق رہ جائے تو اسے قوت بخشنا ہے
- اگر رسوائی کے عالم میں پڑھا جائے تو معزز بنا دیتا ہے۔
- اگر فقیر اور مسکین شخص اس کو پڑھے تو مال دار ہو جاتا ہے۔
- اگر گھبراہٹ ہو انسان پڑھے تو اس کی گھبراہٹ ختم ہو جاتی ہے۔
- اگر مغلوب اور شکست خوردہ پڑھے تو اسے غلبہ اور فتح نصیب ہو جاتی ہے۔

- اگر مجبور و مضطر پڑے تو اُس سے اضطرابِ مجبوری رفع ہو جاتی ہے۔
- اگر بھاگا ہو انسان اس کا ورد کرے تو اُسے پناہ مل جائے گی۔
- یہ وہ اسم ہے کہ جس کی وجہ سے مصائبِ آرزو بخش و دور ہو جاتی ہیں اور جس سے نازلِ برکات کی تمنا کی جاتی ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بڑائیاں رفع کر دی جاتی ہیں اور نیکیاں محاسل ہوتی ہیں۔
- یہی وہ اسم مبارک ہے جس کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔
- اسی سے کتبِ سماوی نازل کی گئیں۔
- اسی کی وجہ سے انبیاء و رُسل مبعوث فرمائے گئے۔
- اسی کی بنا پر شرائع اور احکام قائم کیے گئے اور حدود و کاہت تر عمل میں لایا گیا۔
- اسی کی خاطر سلسلہٴ جہاد فرض کیا گیا ہے۔
- اسی اسمِ عظیم کی وجہ سے مخلوقات کی دو قسمیں ہوئیں ایک نیک و مہرستی
- اسی کی وجہ سے حق ثابت ہوا۔
- اسی کی بدولت قیامت قائم ہوگی (اور واقع ہونے والی واقع ہوگی) اور انصاف کا ترازو رکھا جائے گا اور اسی کے نام سے پلِ صراط سے گزرا جائیگا۔
- اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی جنت اور دوزخ کا بازار لگے گا۔
- اسی نام کی برکت سے رَبِّ العالمین کی عبادت کی گئی اور اس کی حمد و ثنا کے سلسلے کا آغاز ہوا۔
- اسی کے حق کو محفوظ کرنے کے لیے نبیؐ یا کرام کی بعثت ہوئی اور اسی کی نسبت قبرِ اودمیدانِ محشر میں سوال ہوگا اور جب کہ اعمال نامہ کھولا جائے گا۔
- اسی کی مدد سے جھگڑا جاتا ہے۔
- اسی کے سامنے فیصلے ہوں گے۔
- اسی کے نام پر دوستی اور دشمنی کی حدیں مقرر کی جاتی ہیں۔
- اسی کی وجہ سے وہ شخص سعادت مند ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت

جمل کر لی اور اس کا صحیح ٹیڑا کیا۔

○ اسی کی وجہ سے وہ شخص شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوا، جس نے اس کو مجتلا دیا اور اس کے احکام کی بجائے آدری میں کوتاہی کی۔

○ یہی خلق و امر کارا رہے۔

○ اسی کے نام سے خلق و امرت نرم اور ثابت ہیں اور اسی کی طرف انکا مرجع ہے

○ خلق اسی کی مدد سے ہے، اسی کی طرف سے ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔

○ جو خلق، جو فیصلے، جو ثواب اور جو عتاب موجود ہے، اس کا آغاز اسی

کی طرف سے ہوا ہے، اس کی انتہائی وہی ہے اور یہ ہے اسکا موجب اور مقتضا ہے کہ

دَبَّتَا مَا خَلَقْتَ هَذَا لے پروردگار! یہ سب کچھ تو نے

بِاطِلًا سُبْحَانَكَ قَدِينَا فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو

عَذَابِ النَّارِ ○ پاک ہے اس سے کہ عیب کا کرے،

پس لے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب۔ (آل عمران - ۱۹۱)

سے بچالے۔

قَوْلُهُ : الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ :

ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سری بن یحییٰ نے بیان کیا، اُن سے عثمان بن زفر نے بیان کیا کہ انھوں نے عورمی سے سنا کہ (اللہ تعالیٰ کی صفت) "الرحمن" کا تعلق تمام مخلوق خدا سے ہے (وہ جن ہو یا انسان یا کافر۔ کوئی بھی ہو، ہر قسم کی مخلوق پر اس کی صفت رحمانیت کا وسیع شامیانہ ہر آن سے فیکنگ ہے) یہی اس کی صفت "الرحیم" تو یہ مومنوں کے لیے خاص ہے۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مندرجہ ذیل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا:-

إِنَّ عَيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ حضرت عیسیٰ ابن مریم کہتے ہیں رحمان

قَالَ الرَّحْمَنُ رَحْمَنٌ ہے جو دنیا اور آخرت میں انتہائی رحم

الْأَخْرَجَ وَالذُّنْيَا وَالرَّزِيمَ كَرْنَةَ وَاللَّهُ وَرَحِيمٌ وَهُوَ جَوَّازٌ
رَحِيمٌ الْأَخْرَجَ
میں مہربان ہوگا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مدارج السالکین" (جلد ۱ صفحہ ۱۸) میں قوطرازی ہیں۔

"رب کریم کا نام "اللہ" اس کے معبود اور لائق پرستش ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تمام مخلوق محبت و تعظیم اور حضور کے جذبے سے اس کی عبادت کرتی ہے اور اپنی حوائج و ضروریات کے لیے اسی سے التجا کرتا ہے۔ یہ چیز اُس کے کمال ربوبیت اور اس کی رحمت کو مستلزم ہے جو کہ اسکے کمال ملک اور کمال حمد کو متضمن ہے اور اس کی الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، ملک اور اُس کے تمام صفات کمال کو مستلزم ہے جبکہ اس کا ثبوت اُس شخص کیلئے ناممکن اور محال ہے جو نہ تو حی ہے، نہ سمیع ہے، نہ بصیر ہے، نہ قادر ہے، نہ متکلم ہے، نہ نَعَالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے اور نہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔

پس جلال و جمال کی صفات "اللہ" کے نام کے ساتھ (زیادہ) خاص ہیں اور صفات فعل و قدرت اور نفع و نقصان، عطاء و منع، نفوذ مشیت و کمال قوت اور مخلوق کے تدبیر امور میں تفرّد کا تعلق خاص طور پر اسم "رب" سے ہے اور وہ اکیلا ان سب امور پر اختیار رکھتا ہے۔

صفات احسان، جود، نیکی، سخاوت، منت، رأفت اور لطف و کرم و صفات اس کے اسم "رحمن" کے ساتھ مخصوص ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ

"الرحمن" اللہ کی اس صفت پر دال ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور "الرحیم" اس کے مرحوم (جس پر رحم کیا جائے) کے تعلق پر دلالت کرتی ہے، اگر تم اس کو مزید سمجھنا چاہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرو
وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ○ (الاحزاب - ۴۳) ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ -

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود و سلام رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی آل پر۔

إِنَّمَا يَهْدِي رُؤُوفٌ
رَّحِيمَةٌ (التوبة - ۱۱۷)
بیشک اُس کا معاملہ ان لوگوں کے
ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے۔
یاد رہے ایسے مواقع پر جہنِ رحمن یعنی ان کے ساتھ رحمن ہے کا لفظ نہیں آئیگا۔
علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے نام، اسماء بھی ہیں اور نعمت بھی۔ یہ سب کے سب اللہ
تعالیٰ کی صفاتِ کمال پر دلالت کرتے ہیں، ان میں علیت اور وصفت میں
کوئی منافات اور تناقض نہیں ہے۔ رحمن ہی کو لہجے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام
بھی ہے اور اس کا وصف بھی ہے، پس صفت کی حیثیت سے تو (قرآن مجید میں) اللہ کے
اسم کے تابع ہوگا اور اسم کی حیثیت سے تابع نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (طہ)
وہ رحمن عرش پر جلوہ فرما ہے
اس مقام پر باعتبار علم اور اسم کے قرآن میں وارد ہے۔
قوله : الْحَمْدُ لِلَّهِ :

اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اختیار خوبی کی بنا پر دل اور زبان
سے اس کی ثناء اور تعریف کرنا

شکر کا اظہار زبان، جوارح اور ارکان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ باعتبار تعلق کے حمد
سے عام اور باعتبار سبب کے اس سے خاص ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا اطلاق نعمت کے
مقابلے میں ہوتا ہے۔

رہی حمد، تو وہ عام ہوتی ہے سب کے لحاظ سے اور خاص ہوتی ہے تعلق کے لحاظ سے اس لیے کہ وہ نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے اور دیگر امور کے مقابلے میں بھی۔ پس ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک مادہ میں مجتمع بھی ہیں اور ایک میں ایک دوسرے سے منفرد بھی۔

قوله : صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ :

صَلَاةُ اللَّهِ عَلَى عَبْدِهِ كَيْسَ بَارِعَةٍ فِي صِحِّهِ نَقْطَةُ نَظَرٍ وَهُوَ هُوَ حَضْرَتِ إِمَامِ بَخْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْإِبْرَةِ الْعَالِيَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهُ سَعْدٌ ذَكَرَ كَيْسَ هُوَ - وَهَذَا كَيْسَ هُوَ :

صَلَاةُ اللَّهِ عَلَى عَبْدِهِ شَأْوُهُ اللَّهُ تَعَالَى كَالْبَنِي بِنِيهِ
عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ يَجِبُ كَالْمَطْلَبِ هُوَ كَمَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ أُنْكَرٌ تَعْرِيفِ كَرَامَةٍ

علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی نقطہ نظر کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ اپنی تصنیفات جلال الافہام اور بدائع الفوائد میں اسی کی تائید کرتے ہیں۔

(شرح کتاب التوحید) العلامة الشيخ عبد الرحمن بن حسن رحمته الله عليه فرماتے ہیں :-

صَلَاةُ كَمَا مَطْلَبُ كَسْبِي وَعَابِي هُوَ مَا هُوَ : كَيْسَ كَمَا سَمِعْتُ إِمَامَ أَحْمَدَ فِي حَضْرَتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهُ سَعْدٌ ذَكَرَ كَيْسَ هُوَ كَمَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ أُنْكَرٌ تَعْرِيفِ كَرَامَةٍ

آلَمَلَائِكَةُ تَصَلُّوا
عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ
فِي مَصَلَاةِ اللَّهِ
اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ
قوله : وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ :

اس سے دین اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین مراد ہیں۔ اس موقع پر امام احمد بن

لہ تفصیل کے لیے علامہ ابن قیمؒ رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف جلال الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام ملاحظہ فرمائیے، انہوں نے اس کتاب میں اس موضوع سے متعلق تمام مذاہب کے افکار و خیالات کی وضاحت کی ہے، اور حق بات بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ آل سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اتباع مراد ہیں جو آپؐ پر ایمان لائے۔

- اس کے افعال اور اس کے اسماء کا اثبات
- اپنی کتب کے ذریعہ اس کا تکلم۔
- اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے اس سے (کلام کرنا)
- اس کی قضا و قدر اور حکمت کا اثبات عمومی۔
- قرآن کریم نے توحید کی اس نوع کو نہایت ہی وضاحت سے بیان فرمایا ہے، مثلاً دیکھیے :-
- سورۃ المدینہ کے آغاز میں۔
- سورۃ طہ میں۔
- سورۃ المشرکے آخر میں۔
- سورۃ تنزیل السجدہ کے شروع میں۔
- سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات میں۔
- اور پوری سورۃ اخلاص میں۔
- اور اس کے علاوہ دیگر مقامات میں۔

توحید کی دوسری قسم یعنی توحید الوہیت و توحید عبادت کا حکم قرآن مجید سورۃ الکافرون میں مذکور ہے :

نیز دیکھیے :-

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ !
تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ إِلَّا
تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَ لَا
نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ لَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

کو" لے اہل کتاب! آؤ ایک
ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے
درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا
کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ
کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔"

اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ
مٹریں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران- ۱۴) تو مسلم ہیں۔

○ سورہ زمر کی ابتدائی اور آخری آیات۔

○ سورہ المؤمن کی ابتدائی، آخری اور درمیانی آیات۔

○ سورہ اعراف کا شروع اور آخری حصہ۔

○ سورہ انعم پوری۔

○ قرآن کریم کی اکثر سورتیں بلکہ قرآن کریم کی ہر سورت توحید کی دونوں قسموں

کو متضمن ہے اور ان کی شاہد اور ان کی داعی ہے۔

قرآن کریم یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

○ واقعات و اخبار۔

○ اس کی صفات۔

○ اس کے افعال و اقوال پر مشتمل ہے

تو اس کو توحیدِ علمی خبری کہتے ہیں۔

یا قرآن کریم اس دعوت پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ اپنی عبادت

کی طرف دیتا ہے اور اللہ کی عبادت کے سوا دوسروں کی عبادت سے روکتا

ہے تو یہ توحیدِ ارادی ظہری ہے۔

یا اس کے مضامین امر و نہی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے امر و نہی

کے لزوم پر مشتمل ہیں تو یہ حقوق توحید اور اس کے مکملات ہیں۔

یا اس کے مضامین اہل توحید کی عزت و تکریم کے واقعات اور دنیا میں ان کا

جس قسم کا اعزاز اور آخرت میں جو ان کی عزت ہوگی اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں

تو یہ ان کے عمل علی التوحید کی جزا ہے۔

یا اس میں مشرکین کے واقعات اور دنیا میں ان کو جس قسم کے عذاب سزا

سے دوچار کیا گیا اس کی تفصیل و کیفیت اور آخرت میں ان کے ساتھ جو کچھ پیشیتے

گی اس کے بارے میں معلومات ہیں۔ یہ اس گروہ یا اس شخص کا بدلہ ہے جو دائرہ

توحید سے باہر نکلا۔

بہر حال قرآن مجید میں تمام تر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

○ توحید، احکام توحید، اس کے حقوق اور اس کی جزا۔

○ کیفیتِ شرک، اہل شرک اور ان کا بدلہ۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

”وہ توحید جو انبیائے کرام علیہم السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے، وہ اللہ تعالیٰ کے اثبات الوہیت کو متضمن ہے اور وہ ہے لا الہ الا اللہ کی

شہادت دینا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

صرف اُسی کی عبادت کی جائے۔

اُسی پر توکل کیا جائے۔

اُسی کی رضا کے لیے دوستی کی جائے۔

اُسی کے لیے دشمنی کے پیمانے مقرر کیے جائیں۔

اُسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

صرف اُسی کی وجہ سے عمل کی دیواریں استوار کی جائیں۔

یہ سب صرف اس لیے ہے کہ اُسی سے ان اسماء و صفات کا اثبات

ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَاللَّهُ كُفُوًا لَّأَنَّهُ وَاحِدٌ ۚ لَّا يَلِيهِ شَيْءٌ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
إِلَهًا إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

○ (البقرہ - ۱۶۳) نہیں ہے۔

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور

معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے

پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب

اس کے رب کے پاس ہے ایسے کافر

کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔

○ (المؤمنون - ۱۷۴)

وَسَلُّ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَسْلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ○ (الزخرف - ۲۵)

تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے ان سب کے پوچھ دیکھو کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ ان کی بندگی کی جائے؟

اللہ نے انبیاء میں سے ہر پیغمبر کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے لوگوں کو اللہ وحدہ لا شریک کے لیے عبادت کی طرف دعوت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي أَبِيهِمْ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لَقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَهُ (متحد - ۲)

تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا ”ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور تمہارے اور تمہارا درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور اور پیر پڑ گیا جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔“

مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ○ وَيَقُولُونَ آمِنًا لَتَارْكَوَا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ ○

یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں“ تو یہ گھمنڈ میں آجاتے اور کہتے تھے۔

”کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟“

(القصص - ۲۵ - ۲۶)

توحید سے، مجرد توحید ربوبیت مراد نہیں ہے (جس سے مراد نیا) اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے سوا کسی اور کی ہے، جیسا کہ اہل کلام اور اہل تصوف کا نظریہ ہے اور

خیال کرتے ہیں کہ جب (وہ یہ چیز اولہ سے ثابت کر دیں گے، یعنی جب وہ توحید کی انتہا ثابت کر دیں گے، اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور اس میں فنا ہو جائیں گے، تو اسے غایت توحید میں فنا ہو جائینگے کیونکہ جب انسان ان صفات کا اقرار کر لیتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے اور اس کی تسمیہ یہ ثابت کرتا ہے اور اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے کہ وہی اکیلا ہر شے کا خالق ہے تو اس سے وہ موحد نہیں ہو جاتا جب تک کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ لے اور ساتھ ہی اس بات کا اقرار نہ کرے کہ وہی الہ ہے جو عبادت کا مستحق ہے اور یہ کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کی وحدانیت اور عدم شراکت غیر کا التزام نہ کرے۔

اللہ وہ معبود و مالوہ ہے جو مستحق عبادت ہے۔ اللہ کا مطلب محض یہ نہیں ہے کہ وہ اختراع و تخلیق پر قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ جب مفسر "اللہ" کی یہ تفسیر بیان کرے کہ وہ قادر علی الاختراع ہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ یہی وہ معنی ہے جو کہ الہ کا وصف انہیں ہے اور اسی کا ثبوت غایت توحید قرار دے، جیسا کہ صفات الہیہ میں تاویلات کرنے والے کیا کرتے ہیں اور یہی بات ابو الحسن اشعریؒ اور اسکے اتباع سے نقل کرتے ہیں یاد رکھیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس حقیقی توحید کو نہیں پہچانا جس کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ یہ تو مشرکین عرب بھی کہتے تھے اور اس بات کے مقرر تھے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے، جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے :-

وَمَا يُؤْمِرُ بِكَ اللَّهُ إِلَّا لَهُمُ الشُّرَكَاءُ إِنَّ فِي شَرِكِ اللَّهِ كُفْرًا عَظِيمًا
يَا اللَّهُ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ
(یوسف - ۱۰۶) شریک ٹھہراتے ہیں۔

سلف امت کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ

تَسْأَلُهُمْ : اَلَا تَسْأَلُونَ اللّٰهَ
مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ .
اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ صرف اللہ تعالیٰ نے۔

وہم مع هذا یجدون
غیرہ لہ
اور اس اقرار کے باوجود غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں اللہ کا فرمان ہے :-

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
سَيَقُولُونَ لِلَّهِ
قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

ان سے کہو بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ یہ زمین اور اسکی ساری آبادی کس کی ہے؟
یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کی۔ کو پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

ان سے پوچھو
ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ
قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ

یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔
کو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟

قُلْ مَنْ مَلِكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُحْيِي وَوَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ

ان سے کہو بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کیلئے ہے۔ کو پھر کہاں سے تم کو دھوکا لگتا

(الذون- ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹) ہے؟

تو یہ ضروری نہیں کہ شخص یہ اقرار کر لے کہ

○ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور پروردگار ہے

○ وہ اس بات سے غیر کی عبادت چھوڑ کر خدا کی عبادت کرنے والا بن جاتا ہو۔

لے علامہ ابن کثیر رعاہ نے اس اثر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، شعبی، قتادہ، حناک اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہم مشرف سے روایت کیا ہے۔

- غیروں کو چھوڑ کر صرف اسی سے دُعا مانگنے والا ہو۔
 - خدا کے ماسوا کسی دوسرے سے امیدوار اور نعمت زدہ نہ ہو۔
 - اسی کے لیے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔
 - اُس کے پیغمبروں کی اتباع کرتا ہو۔
 - جس چیز کا اللہ حکم دے اس کی تبلیغ کرتا ہو۔
 - اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے روکا، اس سے روکنے والا بن جاتا ہو۔
- کیونکہ اکثر مشرکین کو یہ اقرار تھا کہ میں تو اللہ تعالیٰ ہی پرستے گا خالی ہے مگر وہ اپنے شرکا کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی مانتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور بَدّ قرار دیتے تھے ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۗ
 قُلْ أَوْلُوا كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ○
 کیا اُس خدا کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟
 ان سے کوئی وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے خستیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں۔

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا
 لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (الزمر- ۲۳، ۲۴)
 کہو شفاعت ساری کی ساری اللہ کے ہاں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے پھر اسی کی طرف تم پٹائے جانے والے ہو۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ
 یہ لوگ اللہ کے سوا اُن کی پرستش کر رہے ہیں جو اُن کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ بِمَا
 لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۗ مُبْتَلَيْنَا
 اے محمد! ان سے کہو "کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں پاک

وَتَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○
 ہے وہ اور بالا و تر ہے اُس شرک سے
 جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (یونس - ۱۸)

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَوَادَىٰ كَمَا
 اور اللہ فرمائے گا) لو اب تم ویسے
 ہی تین تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے
 جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ ایسا پیدا کیا
 تھا۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا
 تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب تم

سُفَعَاءَ كُفْرًا الَّذِينَ زَعَمُوا
 تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشوں کو بھی
 نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ
 تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ
 ہے۔ تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ
 گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے
 جن کا تم زعم رکھتے تھے۔ (الانعام - ۹۲)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ
 کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو
 مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا
 اس کا ہمسر اور قدر متقابل بناتے ہیں اور
 يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ
 ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ
 (البقرہ - ۱۶۵) گرویدگی ہوتی چاہیے۔

منذرجہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مشرکین میں سے ایسے افراد
 بھی تھے جو سورج، چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے ان کو مصائب و
 مشکلات کے وقت پکارتے تھے، ان کے نام کے روزے رکھتے تھے اور انکے
 نام سے جانور ذبح کر کے تقرب حاصل کرتے تھے۔

ان مشرکانہ اعمال کے باوجود وہ کہتے تھے کہ یہ شرک نہیں ہے، شرک تو یہ ہے کہ
 جب میں یہ خیال کروں کہ میری تدبیر کرنے والے وہ ہیں، لیکن اگر ہم انکو صرف ذریعہ
 اور وسیلہ سمجھیں گے تو میں شرک نہیں ٹھہروں گا، اور یہ چیز دین میں بہی طور پر معلوم ہے
 کہ یہ شرک ہے (انتہی کلام)

وَعَلَّمَ اللَّهُ لَهَا وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا

لِيَعْبُدُونِ ○ (الذُّرِّيَّةُ : ٥٦)

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

قَوْلُهُ : وَقَوْلُهُ اللهُ تَعَالَى :

لفظ ”قَوْلُهُ“ کو مجبور بھی پڑھ سکتے ہیں اور مرفوع بھی۔ جر کی صورت میں لفظ توحید پر عطف ہوگا اور رفع کی صورت میں مبتدا سمجھا جائے گا۔

قَوْلُهُ : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو جو حکم دیا ہے اس کے مطابق اللہ کی اطاعت کرنے کو عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی وضاحت کے سلسلے میں یہ بھی کہتے ہیں۔

الْعِبَادَةُ إِسْمٌ جَامِعٌ لِكُلِّ عِبَادَةٍ أَيْكَالِ عِبَادَةِ اللَّهِ وَتَعْبَادَةِ النَّبِيِّينَ وَتَعْبَادَةِ الْوَالِدَيْنِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ

وَمَا يُحِبُّهُ اللهُ وَيَرْضَاهُ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ

مِنَ الْأَقْوَالِ وَالْأَعْمَالِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ

الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ وَتَعْبَادَةِ الْمَوْلَى وَالْمَوْلَاتِ

عَلَامَةُ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”عبادت کا دار و مدار پندرہ قاعدوں پر ہے۔ جس نے ان کو بیکھل کر لیا

اُس نے مراتب عبودیت کی تکمیل کر لی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبادت قلب،

زبان اور جوارح پر منقسم ہے اور احکام عبودیت پانچ ہیں۔ (۱) واجب ،

(۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ اور (۵) مباح۔ ان میں سے ہر ایک

کا تعلق قلب، زبان اور جوارح سے ہے۔“

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ عبادت کے بارے میں لکھتے ہیں :-

”أَصْلُ الْعِبَادَةِ التَّذَلُّلُ أصل عبادت، اللہ کے حضور اپنے آپ کو عاجز و درماندہ کر لینا ہے۔

انسان کو جن امور کے بجالانے کا حکمت ٹھہرایا گیا ہے ان کو عبادات سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ انسان ان کی ادائیگی میں انتہائی خشوع و خضوع اور حد درجہ عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے اور انہیں پورے اہتمام سے سرانجام دیتا ہے۔ اس طرح ذیل آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کی پیدائش میں ہی حکمت ہے۔ شارح کتاب اشع عبدالرحمن بن حنبلہ فرماتے ہیں کہ یہی حکمت شرعیہ دینیہ ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”جن امور کے انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہونا اور جن سے روکا گیا ہے ان کو ترک کر دینے کا نام عبادت ہے۔ یہی دین اسلام کا جوہر ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کے سامنے تسلیم خم کر دیا جائے جن کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ انسان انتہائی درجے کا تابع فرمان، عاجز اور مطیع ہے۔“

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا ہی اس لیے کیا کہ وہ صرف اسی ایک خدا کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ جو اس کی عطا کردے گا اللہ تعالیٰ اسے پورا پورا بدلہ اور اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو اسکی نافرمانی کرے گا اس کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے گا۔“

اللہ تعالیٰ لوگوں کو مطلع کرتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری مخلوق اپنے تمام معاملات میں اس کی ہی محتاج ہے۔ وہی ان سب کا خالق اور رازق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کا مطلب بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:-

إِلَّا لِمَرْهُمُ آبَاءٌ
يَعْبُدُونَنِي وَأَدْعُوهُمْ
(میں نے لوگوں کو صرف ایسے پیدا کیا ہے کہ ان کو حکم دوں کہ وہ میری ہی عبادت

إِلَى عِبَادَتِي
 کریں اور میں ان کو اپنی ہی عبادت کی طرف
 بلاتا ہوں۔

مجاہد رضی اللہ عنہ اس آیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ

إِلَّا لِأَمْرِهِمْ وَ
 أَنَّهُمْ
 (میں نے ان لوگوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے
 کہ ان کو کچھ چیزوں کا حکم دوں اور کچھ اعمال سے روکوں)

الزیلع اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی مفہوم کو پسند فرمایا ہے۔
 نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی مفہوم کو درج ذیل آیت میں
 بیان کیا گیا ہے :-

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ
 يُتْرَكَ سُدًى ○
 کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُسے
 شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے گا۔

(القیمة - ۳۶)

امام شافعی رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

لَا يُؤْمَرُ وَلَا يُنْهَى
 الْإِنْسَانُ كُنْزِي بَأْسِ كَالْحِمِّ دِيَابِئِي، كُنْزِي سِي دُكَايَا
 اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ پس نہ فرمایا:

اعْبُدُوا رَبَّكُمْ
 اپنے رب کی بندگی کرو۔

إِتَّقُوا رَبَّكُمْ
 اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کی طرف رہنمائی کی ہے جس عظیم مقصد کیلئے
 جنات اور بنی نوع انسان کی تخلیق ہوئی ہے اور جس کی تکمیل کے لیے انبیائے کرام
 کی بعثت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اسی مقصد عظیم کی طرف اللہ تعالیٰ نے زیر بحث
 آیت میں انسانیت کی رہنمائی فرمائی ہے اور اسی معنی کو جبور مسلمانوں نے سمجھا ہے
 اور اسی آیت سے وہ دلیل اُخذ کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت شریفہ آیہ نبیہم کی تائید کرتی ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا
 رِجَالًا بِأَذْنِ اللَّهِ (النساء - ۶۴) اذنِ خلدوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے
 اس کے باوجود رسول کی اطاعت بھی ہوتی ہے اور نافرمانی بھی اسی طرح، اللہ تعالیٰ نے



تو انسان کو اپنی عبادت کے لیے پید کیا ہے، لیکن باس ہمد اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور عبادت ترک بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ اس نے پہلا کام یعنی خلقت اور پیدا کرنے کا کام اس لیے کیا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے دوسرا کام کرائیگا کہ وہ سب کے سب انکی عبادت کرنے لگیں گے، بلکہ یہ فرمایا کہ اس نے پہلا کام اس لیے کیا ہے کہ لوگ خود ہی دوسرا کام کریں یعنی اس کی عبادت کریں۔ اگر عبادت کریں گے، تو سعادت مند محض ہیں گے اور بارگاہِ خداوندی میں انعام و کرام سے نوازے جائیں گے۔
اس مطلب کی بہت سی احادیث کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى
لَا هُوْنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا
كَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا
وَمَا فِيهَا وَ مِثْلَهَا مَعَهَا
اَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا؛
فَيَقُولُ نَعَمْ
فَيَقُولُ قَدْ اَرَدْتُ مِنْكَ
اَهْوَنَ مِنْ هَذَا وَ اَنْتَ
فِي صُلْبِ اَدَمَ : اَنْ لَا
تُشْرِكَ اَحْسِبُ قَالَ : وَلَا
اُدْخِلَكَ النَّارَ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ
قِيَامَتِ كُنِ اللهُ تَعَالَى سَبُّ لَوْكُنْ مِنْ
بَلَكِ عَذَابِ مِمْبَلَا شَخْصِ سَعِ كَا كَا اَكْر
تِي سَعِ قَبْضِ مِمْبَلَا اَوْ اَسِ كَا كَا مِمْبَلَا
مَالِ دَوْلَتِ مِمْبَلَا تُو كِيَا تُو اَجِ دُو سَبُّ كِچھ اَسِ
عَذَابِ كِچھ كَارَا پَانِ كِي لِي سَعِ مِمْبَلَا
دِيَا؟ وَ كَا كَا "ہاں۔"

اللہ فرمائے گا (تو مجھ سے ہے) میں نے تو تجھے
آسان تر چیز مانگی تھی جب کہ
تو ابھی پشتِ آدم میں تھا وہ یہ کہ میرے
ساتھ شریک نہ کرنا ورنہ تمہیں جہنم میں داخل
کروں گا مگر تو نے مانا اور شریک ہی کیا۔
پس ان مشرکین نے، جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، اُس کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا
کہ یہ توحید کی پابندی کریں اور شرک کے مرتکب نہ ہوں لیکن یہ لوگ بالالتزام اللہ کے احکام کی مخالفت
کرتے اور شرک میں مبتلا ہے۔ (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

لے منہ احمد - صحیح بخاری -

قَوْلًا مَعَالِيًا
 وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ
 رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ اجْتَنِبُوا
 الطَّاغُوتَ (التحل: ۳۶)

ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیج دیا اور اُس کے ذریعہ سے سب کو
 خبردار کر دیا کہ ”اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔“

یہاں ارادہ خداوندی سے مراد ارادہ شرعیہ نہیں ہے، بلکہ ارادہ تکوینیہ، ارادہ شرعیہ دنیویہ اور ارادہ
 کونیہ قدریہ میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ مخلص مطیع کے حق میں یہ مجتمع ہو جاتا ہے اور عاصی و گنہگار
 کے حق میں ارادہ کونیہ قدریہ منفرد ہو جاتا ہے۔

یہاں متکلمین اور ان کے ہم نواؤں کے نتائجِ جہالت کو سمجھ لینا چاہیے۔
 قَوْلُهُ : الطَّاغُوتُ

طُغْيَان سے مشتق ہے۔ اس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

الطَّاغُوتُ الشَّيْطَانُ لَهُ طَاغُوتُ كَالاطلاقِ شَيْطَانٍ پَر ہوتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

لہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ، مسان بن قادم جیسے عن غیر نقل کرتے ہیں کہ:

”جہت سے جاؤ اور طاغوت سے شیطان مراد ہے۔“

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”طاغوت کے معنی شیطان زیادہ صحیح ہے کیونکہ دور جاہلیت میں بتناجی شرفنا

تھامس کا آل مرکز مور شیطاں ہی تو تھے کیونکہ

○ لوگ شیطاں سے مدد طلب کرتے تھے،

○ انہی کے ہاں سے فیصلہ کر دیتے، اور

○ شیطاں ہی بتوں کی پوجا کا سبب بنے۔“

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

أَلَطَّوْا غَيْتُ كُفَّانٍ كَانَتْ طَاغُوتُ كَاهِنُونَ كَوْنَتُمْ هِيَ إِيَّانَ كَيْسٍ
 تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيَاطِينُ شَيَاطِينُ مَخْلَقَتِ نَجْرِي لَاتَتْ تَحْتَهُ
 یہ دونوں اقوال ابن ابی حاتم نے روایت کیے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 الطَّاعُوتُ كُلُّ مَا طَاغُوتُ هِرَّاسُ شَيْءٍ كَانَتْ هِيَ جِسْمُ كَيْ
 عِبَادَةٍ مِنَ دُونِ اللَّهِ اللَّهُ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے طاعوت کی ایک ایسی تعریف کی ہے جو بڑی جامع و مانع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:-

”الطَّاعُوتُ كُلُّ مَا طَاغُوتُ هِرَّاسُ شَيْءٍ كَانَتْ هِيَ جِسْمُ كَيْ
 تَجَاوَزَ بِهِ الْعَبْدُ حُدُودَ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 مِنْ مَعْبُودٍ غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 أَوْ مَطَاعٍ غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 أَوْ مُطَاعٍ غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ

فَطَاغُوتُ كُلِّ قَوْمٍ مَنْ تَجَاوَزَ بِهِ الْعَبْدُ حُدُودَ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهِ غَيْرَ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 وَرَسُولِهِ كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 أَوْ يَعْبُدُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 أَوْ يَتَّبِعُونَهُ عَلَى غَيْرِ بَصِيرَةٍ كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ

أَوْ يُطِيعُونَهُ فِيمَا لَا يَلِيقُ بِهِ كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ
 يَعْلَمُونَ أَنَّهُ طَاعَةٌ لِلَّهِ تَعَالَى كَيْ سَوَاعِدَاتِ كَيْ جَاتِي هِيَ

” تو یہ ہیں دنیا بھر کے طاعوت، جب آپ ان میں عزم کریں اور سب سے بہتر لوگوں کے حالات
 کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اکثریت..... خدا کی عبادت چھوڑ کر عبادت طاعوت میں مبتلا
 ہے اور رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑ کر طاعوت کی اطاعت اور اس
 کی تابعداری شروع کر رکھی ہے۔“

البیتہ آیت کریمہ تو اس کا معنی یہ ہے :-

اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلے اور ہر گروہ کے پاس اپنے رسولؐ یہ دعوت دیکھ بھیجی :-

ارشاد خداوندی ہے :-

إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا كُفْرًا وَمَا يُشْرِكْ بِاللَّهِ كُفْرًا كَثِيرًا
الطَّاعُونَ ۚ (النحل - ۳۶) طاعت کی بندگی سے بچو۔

کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اس کے سوا ہر قسم کے معبود کی عبادت ترک کریں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ :-

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ
وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ
لَهَا ۗ (البقرة - ۲۵۶)

حقیقت میں کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مطلب یہی ہے۔ کیونکہ عسرة العروة الثقی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

إِلَّا اللَّهُ ہی ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں :-

”تمام انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور

اس کے سوا تمام عبادتوں سے روکتے رہے۔

جب سے آدم علیہ السلام کی اولاد قوم نوح علیہ السلام کے وقت سے جبکی

طرف وہ مبعوث تھے، بشرک میں مبتلا ہوئی، اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے رسولوں

کی بعثت کا سلسلہ شروع کر دیا، چنانچہ اہل زمین پر یہی سب سے پہلے رسول

مبعوث کیے، حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا، جن کی دعوت

اور پیغام ہر شرق و مغرب کے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے عمومی حیثیت رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ تم انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں فرماتا ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْ

ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول

بھیجا اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا

إِلَيْهِ آتَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا كَوْنِي خَدَانِيْسِ هِيْ پَسِ تَمِ لُوْگِ مِيْرِيْ هِيْ
 أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ (الانبیاء - ۲۵) بندگی کرو۔
 اور زیر بحث آیت میں فرمایا :-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ
 أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا
 اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ
 (النحل - ۳۶) طاغوت کی بندگی سے بچو۔

إن واضح اور بین دلائل کے ہوتے ہوئے مشرکین یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہو سکتے
 لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا
 مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ عبادت نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت شرعیہ ان سے الگ ہو گئی ہے کیونکہ اللہ نے اپنے انبیائے کرام
 عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی زبان سے ان کو شرک سے باز رہنے کی نجات قائم کر دی۔ البتہ
 مشیت کوئیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔

مشیت کوئیہ کہ خدائے ذوالجلال نے انھیں تہذیب کے مطابق شرک کا موقع دیا،
 وہ انکے لیے جو جواز نہیں بن سکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ اور دوزخ والوں کو پیدا کیا
 جو کہ کفار اور شیاطین سے ہیں اور وہ اپنے بندوں کے لیے شرک اور کفر کو پسند نہیں کرتا۔
 اس میں اللہ تعالیٰ کی حجت بالعدا و حکمت قاطعہ پوشیدہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
 کہ انہیں کیا کرام کی بعثت کے علاوہ و نیادی عتوبت کے کبھی تو خدائے ذوالجلال انکے کفر کو
 ناپسند ٹھہرا چکا ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ
 وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ
 الضَّلَالَةُ ۗ (القدر - ۳۶) مسلط ہو گئی (منقول)

شارح کتاب علامہ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ
 تفسیر ہے پہلی آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا كِی۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ

تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔

زیر بحث آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل اور بُرہان ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع کرنے میں حکمتِ الہی یہ پنہاں تھی کہ وہ مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دعوت دیں اور اس کے سوا تمام عبادتوں سے لوگوں کو روک دیں۔ یہی وہ مقصدِ عظیم تھا جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے باوجود اختلافِ شرائع کے پورا کیا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شَرِيعَةً وَ مِنْهَا جَاءَ شَرِيعَةً وَ مِنْهَا جَاءَ شَرِيعَةً وَ مِنْهَا جَاءَ شَرِيعَةً
ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔
(الانبیاء - ۲۳)

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دل سے یقین اور اعضا سے عمل کرنا ایمان کے اجزاء میں سے ہے۔

قوله : وَقَضَىٰ رَبُّكَ :

مجاہد رضی اللہ عنہ نے قضا کی معنی وحی کیے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی تشریح ہے۔
الباقی علامہ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قضا کی معنی امرِ نقل کیے ہیں، یعنی وہ حکم دیتا ہے۔

قوله : أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ :

یعنی تم صرف اُسی خدا کے واحد کی عبادت کرو۔ ماسوا کی عبادت چھوڑ دو۔
یہی معنی لآلہ الا اللہ کے ہیں۔
علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا
يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ
كِلَهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ
وَلَا تَنْهَرَهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں آف تک نہ کہو نہ انہیں چھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔

” محض نفی یا اثبات بلا نفی توحید نہیں ہے، بلکہ حقیقی توحید یہ ہے کہ وہ نفی اور اثبات دونوں کو متضمن ہو۔“

قولہ : **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** : مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بلا شکرکت غیرے تنہا اپنی عبادت کا فیصلہ کیا ہے، اسی طرح یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ احسان کیا کرو، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:
إِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ہم نے اس کو نصیحت کی ہے) کہ میرا شکر الٰہی الْمَصِيدُ (لقمان - ۱۲) کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

قولہ : **فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ** : یعنی اپنے ماں باپ سے کسی قسم کی ناشائستہ بات نہ کرو، یہاں تک کہ ان کو آف بھی نہ کہو، جو باعتبار ناراضی کے سب سے نرم لفظ ہے۔

(لفظ آف کا مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی ماں باپ کی طرف سے کوئی ایسا عمل ظہور پذیر ہو جائے جو اولاد کو ناپسند ہو تو اولاد میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ ”اپ کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔“)

وَ اخْفِضْ لَهَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل، ۲۳-۲۴)

اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے ٹھک کر رہو اور دُعا کیا کرو کہ
”پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح اُنھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ
مجھے بچپن میں پالا تھا۔“

قوله : وَ لَا تَسْتَهْرَمَا :

یعنی بہاری طرف سے انکے بارے میں کوئی فعل قبیح سرزد نہیں ہونا چاہیے۔

قوله : وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا :

جب والدین کے ساتھ بُرے سلوک اور ناروا گفتگو سے روک دیا گیا تو فرمایا کہ ان کے ساتھ
حسن سلوک سے پیش آؤ اور انسانیت کے دائرہ میں رہ کر بات کیا کرو۔ ان کے ساتھ ادب تو قریب کا
معاقلہ کرو اور نہایت نرمی اور شائستگی سے ان سے بات کیا کرو۔

ماں باپ کی تواضع کرو اور وہ کبیر سنی کو پہنچ جائیں جب بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی تم
ان کے حق میں ہمیشہ یہ دعا کرتے رہو۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا
ماں باپ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کی بہت تلقین اور تاکید کا حکم بہت سی احادیث نبوی

میں موجود ہے جن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ و غیر سے کئی سندوں سے احادیث مروی ہیں
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار خطبہ کے لیے منبر پر

تشریح لائے اور تین بار کہا آمین آمین آمین۔

صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ

نے کس بات پر آمین کہی؟

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَىٰ مَا آمَنْتَ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میرے

قَالَ: أَنَا نِي جَدِيدٍ. فَقَالَ:

يَا مُحَمَّدُ ﷺ رَغِعَ أَنْفُ
 امْرِئٍ دُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ
 يُصَلِّ عَلَيْكَ .
 قُلْ آمِينَ .
 قُلْتُ : آمِينَ

پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں

نے کہا کہ اے محمد ﷺ اس شخص

کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس آپ کا

ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود پڑھے

آپ آمین کہیے۔ میں نے کہا آمین (یعنی

آپ آمین کہیے، میں نے کہا آمین (اے

اللہ! میری اس دعا کو شرف قبولیت بخش

پھر کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو

جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے

ایک کو زندہ پایا لیکن پھر بھی (ان کی

خدمت کر کے) جنت میں نہیں جاسکا۔

آپ کہیے آمین۔ پس میں نے کہا آمین

اللہ! میری اس دعا کو شرف قبولیت بخش

پھر کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو

جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے

ایک کو زندہ پایا لیکن پھر بھی (ان کی

خدمت کر کے) جنت میں نہیں جاسکا۔

آپ کہیے آمین۔ پس میں نے کہا آمین

اللہ! میری اس دعا کو شرف قبولیت بخش

پھر کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو

جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے

ایک کو زندہ پایا لیکن پھر بھی (ان کی

خدمت کر کے) جنت میں نہیں جاسکا۔

آپ کہیے آمین۔ پس میں نے کہا آمین

اللہ! میری اس دعا کو شرف قبولیت بخش

پھر کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو

ثُمَّ قَالَ : رَغِعَ أَنْفُ

امْرِئٍ دَخَلَ عَلَيْهِ شَهْرُ

رَمَضَانَ ثُمَّ حَوَّجَ وَ لَوْ

يُغْفَرُ لَهُ . قُلْ : آمِينَ . قُلْتُ :

آمِينَ .

ثُمَّ قَالَ : رَغِعَ أَنْفُ

امْرِئٍ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ

أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ

قُلْ : آمِينَ . قُلْتُ : آمِينَ .

ثُمَّ قَالَ : رَغِعَ أَنْفُ

امْرِئٍ دَخَلَ عَلَيْهِ شَهْرُ

رَمَضَانَ ثُمَّ حَوَّجَ وَ لَوْ

يُغْفَرُ لَهُ . قُلْ : آمِينَ . قُلْتُ :

آمِينَ .

ثُمَّ قَالَ : رَغِعَ أَنْفُ

امْرِئٍ دَخَلَ عَلَيْهِ شَهْرُ

رَمَضَانَ ثُمَّ حَوَّجَ وَ لَوْ

يُغْفَرُ لَهُ . قُلْ : آمِينَ . قُلْتُ :

آمِينَ .

ثُمَّ قَالَ : رَغِعَ أَنْفُ

امْرِئٍ دَخَلَ عَلَيْهِ شَهْرُ

رَمَضَانَ ثُمَّ حَوَّجَ وَ لَوْ

يُغْفَرُ لَهُ . قُلْ : آمِينَ . قُلْتُ :

آمِينَ .

مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا کہ:

رَغِعَ أَنْفُ ثَمَّ رَغِعَ أَنْفُ ثَمَّ

رَغِعَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ أَحَدَ

أَبَوَيْهِ أَوْ كِلَيْهِمَا عِنْدَ الْكِبَرِ

وَ لَوْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

میں نہ داخل ہوا۔ (مسند امام احمد)

لے یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ، مسند الزبیر، طبرستان، کبیر، بخاری، ترمذی، شعب الایمان،

داؤدی، ترمذی، نسائی، صحیح ابن خزمہ، صحیح ابن حبان، الخازن اور مسند امام احمد میں منقول ہے۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى﴾ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا

بِهِ شَيْئًا (النساء : ۳۶)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

- ۲- وَالْإِسْتِغْفَارَ لَهُمَا اُن کیلئے مغفرت کی التجا کرنا اور
 - ۳- وَإِنْفَادَ عَهْدِهِمَا اُن کے وعدوں کو اُن کی وفات کے
 - مِنْ بَعْدِهِمَا بعد پورا کرنا۔
 - ۴- وَصِلَةَ الرَّجْوِ الَّتِي محض اُنکے تعلقات کی بنا پر صلہ جی کرنا
 - لَا تُوَصَّلُ إِلَّا بِهِمَا لا تو وصل الا یہما
 - ۵- وَإِكْرَامَ صِدْقَيْهِمَا اور اُن کے دوتوں کی عزت و تکریم کرنا
- (ابو داؤد - ابن ماجہ)

عہ یہ آیت کو یہ اس عبادت کو بھی واضح کرتی ہے جس کے لیے انسان کی تخلیق ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے حکم کو نبی من الشرح کے ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عبادت خواہ کسی بھی قسم کی ہو اس کی قبولیت کا دار و مدار ترک شرک پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام - ۱۰۰)

لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔

یہ بھی ارشاد فرمایا :

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَا يَجْبُطَنَّ عَنْكَ مَلِكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أُولِي الْأُجْنُفِ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ہذا (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں اللہ کی بندگی کرو اور شرک گزار بندوں میں سے

(ذمیر - ۹۵-۱۰۰)

قرآن کے الفاظ ”بِئِنَّ اللَّهَ فَاعْتَدُوا“ میں یہ بات یاد رکھیے کہ متمول کو مقدم لانا، حصر فائدہ

والدین کے باسے میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کثرت سے کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں ان کی عزت و توقیر اور فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

قَوْلُهُ : وَاعْبُدُوا اللَّهَ :

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

يَا مُرَّ اللَّهُ تَعَالَى عِبَادَةُ عِبَادَتِهِ وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَإِنَّهُ الْخَالِقُ الرَّازِقُ الْمُنْعِمُ الْمَفْضِلُ عَلَى تَخْلُقِهِ فِي جَمِيعِ الْحَالَاتِ وَهُوَ الْمُسْتَحَقُّ مِنْهُمْ أَنْ يُوجَدُوا وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا مِنْ تَخْلُوقَاتِهِ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ صرف اللہ کی خاص عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہی پیدا کرنے، رزق دینے، اپنی مخلوق پر ہر حال میں انعام اور بھلائیاں کرنے والا ہے اور وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے بننے اس کی عبادت کریں اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

یہی وہ آیت ہے، جس کو آیت حقوق عشر یعنی دس حقوق کی آیت کا نام دیا جاتا ہے۔

اس کتاب کے بعض معتمد اور صحیح نسخوں میں ایک نسخہ یہ بھی ہے جس میں اس آیت کو

دیتا ہے یعنی **يَلِيَّ اللَّهُ فَاعْبُدُوهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ**۔ مطلب یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ دوسرے کو شریک نہ بناؤ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں **"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"** ہے۔ اس کی تائید قرآن کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے: **"قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ"** (ذکرہ ۱۱) (کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں خدا کی عبادت کروں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے) "الدین" اس عبادت سے تعبیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے اور اس کے دکنے سے رک جائے، جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصل و اساس توحید و عبادت ہے، اس سے تغافل نہ کرو۔

والامرو النہی الذی لہودینہ وجزاؤہ یوم المعاد الشافی

یعنی امر اور نہی ہی اللہ کا دین ہے اور اس کا بدلہ قیامت کے روز لے گا۔

اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس کی اصل اسس توحید و عبادت ہے، اس نسبت سے پہلے گزر چکا کہ غضف نہرتو۔ (قرۃ عمون الوحیدین)

لے ماں باپ کی قدر و منزلت کی پوری تفصیل اور وضاحت کے لیے مترجم کی کتاب **علمتہ الدین**

کا مطالعہ فرمائیے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اے محمد! ان سے کہو کہ آدیں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

سورۃ انعام کی آیت سے پہلے تحریر کیا گیا ہے۔ ہم نے بھی اس نسخہ کو صحیح سمجھ کر اس کو پہلے درج کر دیا ہے تاکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے جو آگے آ رہا ہے، اس کی مناسبت پیدا ہو جائے۔

قَوْلُهُ : قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ :

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

” قُلْ : یعنی ان مشرکین کو جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی اشیاء کو حرام قرار دیتے ہیں، کہہ دو کہ

تَعَالَوْا : میرے پاس آکر میری بات کو بڑے غور سے سُنو تاکہ

أَتْلُ : میں اُن چیزوں کو وضاحت سے بیان کروں۔

مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ جن کو اللہ تعالیٰ نے واقعی حرام قرار

دے دیے، میں کسی ظن اور اہل بچوسے حرام نہیں قرار دے رہا، بلکہ یہ اللہ کی وحی کے

مطابق ہے اور میں تم کو اللہ تعالیٰ ہی کا حکم سناتا ہوں“

قَوْلُهُ : إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشت سے قبل دُور جاہلیت کے لوگ جس شرکِ اکبر میں گرفتار تھے اسی شرک میں آج اُمت کی اکثریت گرفتار ہے۔ انہوں نے لات، عزی، منات اور صنم وغیرہ اصنام کی پرستش کی تو اس اُمت نے قبور و شاہد، شجر و حجر، طواغیت اور چنات کو اپنا شکل کشا اور عبادت روا سمجھا اور اہل شرک کو دین سمجھ بیٹھے۔ اُن کو جب توحید کی دعوت دی جاتی تھی تو نفرت و حقارت سے سُننے کے روادار نہ سمجھتے بلکہ اُن اپنے معبودانِ باطل کی محبت میں آکر ان کا ردیہ اور سخت جو جانا تھا۔ ان کی اسی حالت کا شرکِ اکبر میں اس طرح نقشہ کھینچنا ہے کہ :

یہاں لفظ وصاکہ مقدر مائیں گے تو معنی صحیح ہوگا۔ اس صورت میں عبارت یوں ہوگی وَصَاكُوْهُ اَلَا تَشْرِكُوْا بِهٖ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تم کو یہ وصیت کی ہے شَيْخًا کہ تم اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو

شاح کتاب فرماتے ہیں: اسی جیسے آفریت میں ہے ذلکھ وصاکھ بہ، اسی کی تم کو وصیت کی۔ تو معنی یہ بنا کہ جو علیکھ ماوصاکھ بتکہ من الاشرک۔ بہ کہ تم پر حرام کر دیا ہے جس کے ترک کی تمہیں وصیت کی کہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہرا جائے۔

معنی ابن ہشام میں اس آیت کے سلسلے میں اتوال بیج ہیں ان میں سے سب سے بہتر یہی ایک قول ہے جس کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے درج کیا ہے دوسرے نمبر پر ہے بین لکھ ذلک لئلا تشرکوا کہ اس نے تمہارے لیے واضح کر دیا ہے تاکہ تم شریک میں نہ پڑ جاؤ، تو پہلے قول کے مطابق جملہ وصاکھ مقدر مانا جاتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق بین لکھ ذلک لئلا کے لام صرف جراد اس سے پہلے کی عبارت مقدر مائی جاتی۔

اسی جیسے مشرکین تک سے جب پوچھا جاتا کہ یہ رسول تم کو کیا باتیں بتاتا ہے (جو تم اس کی اتنی زبردست مخالفت کر رہے ہو) تو وہ یہ جواب دیتے کہ ہم کو کہتا ہے اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُوْا اَبَاؤُكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا شُرَكَاءَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ يُعْبَدُوْنَ بِالْحَمٰىمِ اِذَا سَأَلْتُمُوهُمَ لِمَ تَعْبُدُوْنَ هٰۤؤُلَاءِ قَالُوْا مَا تَدْرُوْنَ اَبَاؤُنَا سَبَّحُوْا لِلّٰهِ حَمْدًا مِّمَّا يَدْعُوْنَ بِهَا وَاِنْ سَأَلْتُمُوهُمَ لِمَ سَبَّحُوْا لِلّٰهِ لَقَالُوْا لَمَّا نَسُوا اللّٰهَ فَاثْبَرُوْا وَاِنْ سَأَلْتُمُوهُمَ لِمَ اَثْبَرُوْا لَقَالُوْا لَمَّا نَسُوا اللّٰهَ فَاثْبَرُوْا وَاِنْ سَأَلْتُمُوهُمَ لِمَ اَثْبَرُوْا لَقَالُوْا لَمَّا نَسُوا اللّٰهَ فَاثْبَرُوْا وَاِنْ سَأَلْتُمُوهُمَ لِمَ اَثْبَرُوْا لَقَالُوْا لَمَّا نَسُوا اللّٰهَ فَاثْبَرُوْا

یہ وہی بات ہے جو ابوسفیان نے ہرقل کے دربار میں اُس کے ایک سوال کے جواب میں کہی تھی اور ابوسفیان اور ان کے ہمہواؤں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ فَحَدِّثْهُ
أَشَارَتْ قُلُوْبُ الَّذِينَ لَا
يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا
ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِمْ إِذَا
هُمْ: يَسْتَبْشِرُونَ ۝
وَإِذَا ذُكِرَتْ رَبِّكَ فِي
الْقُبَانِ وَحَدِّثْهُ وَلَوْ أَعْلَى
أَدْبَارِهِمْ نَفُوًّا ۝

جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آفریت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل گڑھنے لگتے ہیں اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر جوتا ہے تو ایک ایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں اور جب آپ قرآن میں اپنے ایک ہی رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

”قُولُوا لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا“ سے یہی سمجھا تھا کہ (جب تک ہم اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کو نہیں چھوڑیں گے اُس وقت تک لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار فائدہ مند ثابت نہ ہوگا)

قَوْلُهُ : وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

لفظ ”إِحْسَانًا“ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور اس کو منصوب کرنے والا فعل اسی لفظ احسان سے ہے۔ عبارت یوں ہوگی ”وَ أَحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا“

یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا،	إِنَّهُمْ كَانُوا إِفْرَاقِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَهَ
”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے“	إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ○ وَ
تو یہ گھمنڈ میں آجاتے تھے اور کہتے تھے	يَقُولُونَ آمَنَّا لَنَارِكُونَ إِلَهَكُمْ
”کیا ہم ایک شاہرہ معجزوں کی خاطر اپنے	بِشَاهِدٍ مَّمْنُونٍ ○
معبودوں کو چھوڑ دیں؟“	(النسفت - ۳۵-۳۶)

دور جاہلیت کے مشرک یہ بات اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے کہ جس شرک میں ہم مبتلا ہیں، کلہ لآلہ اللہ اس کی نفی کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے توحید کا انکار کیا۔ دور جاہلیت کے مشرکین اس امت کے بعض اہل علم سے لآلہ لآلہ اللہ کے مفہوم اور اس کے متعقبات کو زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ آج کا اہل علم توجہ کر بعض منہ پر کلمہ لکھتے ہیں اور کلمہ کلام سے بھی ڈاسٹر رہتا ہے یہ طبقہ توحید عبادت سے بے خبر اور شرک میں گرفتار ہے، وہ شرک میں گرفتار ہی نہیں بلکہ اسے خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے توحید سلما و صفات سے بھی نااہل بلکہ منکر ہے، جس سے وہ اسماء و صفات کی نفی میں بھی مبتلا ہو گئے، انہوں نے اس بارے میں کئی ایک کتب بھی لکھیں اور اسے حق سمجھتے رہے حالانکہ وہ باطل ہے، اسلام کی سپر سی کا اندازہ لگائیں کہ آج کل معروف کونسا اور منکر کو معروف سمجھ لیا گیا ہے اور اس میں پرکچھن سے جوانی جوانی سے بڑھاپا، یعنی پوری زندگی گھوم رہی ہے۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔

اسلام اپنے ابتدائی دور میں اجنبی کی

حیثیت میں تھا اور اس پر وہی ”اجنبیت“

کا ڈور پھرتا آئے گا۔

بَدَأَ الْإِسْلَامَ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ

غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا مطلب ان الفاظ

میں بیان کرتے ہیں۔

- بِرَّهِمَا
○ وَحَفِظِيهِمَا
○ وَصِيَاتِهِمَا
- اُن کے ساتھ حُسن سلوک کرنا۔
اُن کی ہر طرح کی حفاظت اور خدمت کرنا
اُن کو ہر تکلیف سے بچانے کی کوشش کرنا۔

ایک موقع پر ارشادِ نبوی ہے:

اِفْتَقَمَتِ الْيَهُودُ عَلٰى
اِحْدٰى قَدَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً
وَافْتَقَمَتِ النَّصَارٰى عَلٰى
اِسْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ
فِرْقَةً

یہودی ۷۱ فرقوں میں
بٹ گئے۔
اور نصاریٰ ۷۲ فرقوں میں
بٹ گئے۔

وَسَفَقَتِ قَوْمُ الْاُمَّةِ عَلٰى
ثَلَاثِ قَدَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً
كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا
وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ مَنْ كَانَ عَلٰى مِثْلِ
مَا اَنَا عَلَيْكَ وَاَصْحَابِي

اور یہ اُمت ۷۳ فرقوں میں
بٹ جائے گی۔
سوائے ایک گروہ کے سب جہنم کا ایندھن بن گئے
صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!
وہ ایک گروہ کون سا ہے (جو جنتی ہے)؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو میرے
اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلے گا۔"

یہ حدیث کئی دہظوں سے صحیح ثابت ہو چکی ہے جیسے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور ان کے علاوہ کئی اور حفاظ نے اس حدیث کے کئی طرق ذکر کئے ہیں اور سنن فیض میں بھی مروی ہے۔

مزید برآں محمد بن نصر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تصنیف "کتاب الاعتصام" میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔
قرونِ ثلاثہ کے بعد یہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حروفِ جبروتِ دستِ ثابت ہو رہا ہے۔

دینِ اسلام کا اصل ہی سہہ توحید تھا اور اسی کے بلے میں جہالت کا دور دورہ ہے، اہلِ مسئلہ یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، عبادتِ شرعیہ کے علاوہ کسی اور طریق سے عبادت نہ کی جائے، لیکن اس وقت اکثر اُمت کی عبادت میں شرک اور بدعات گھڑ بڑھ چکی ہیں، الحمد للہ اللہ کی زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں جو اس کی توحید کا ادراک کے ساتھ پہرہ دے رہے ہیں اور علی وجہ البصیر اس کی دعوت لے رہے ہیں۔

فلا الحمد والثناء علی ذلک۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔

○ وَامْتَسِلِ أَمْرَهُمَا اُن کی بات پر عمل پیرا ہونا۔

○ وَارْأَوْا الَّتِي عَنْهُمَا اُن سے غلامی دُور کرنا۔

○ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ اُن پر رعب نہ ڈالنا۔

قوله : وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ

املاق کے معنی ہیں فقر و فاقہ۔ آیت کا مطلب ہے کہ تنگی رزق سے گھبرا کر اپنی بچیوں کو زندہ دگرور نہ کرو کیونکہ ان کو اور تم سب کو رزق میں عطا کرتا ہوں۔

اُن میں سے کچھ لوگ فقر سے ڈرتے تھے لہذا ان کو بھی زندہ دگرور کرتے تھے۔ اسے علامہ قرطبی نے حرام اللہ نے ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

آن حضرت ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدَاءً تو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنائے گا کہ
وَهُوَ خَلْقَكَ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : میں نے عرض کی کہ اس کے بعد کونسا ہے؟
أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ نَحْسِيَةً آپ نے فرمایا تو اپنے بچے کو اس
أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ ڈر سے قتل کر دے کہ بتارے تو اسے شریک ہے۔

قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : میں نے عرض کی اس کے بعد کونسا ہے؟ آپ

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ

اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

اَنْ تَزْنٰى بِحِلْيَةِ جَارِكَ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی نہ کرے۔
اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ
اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا
يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِي
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ
وَلَا يَزْنُوْنَ ۗ وَمَنْ يَفْعَلْ
ذٰلِكَ يَلْقَ اِثْمًا ۗ

جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پوجتے
اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق
ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مترکب
ہوتے ہیں یہ کام جو کوئی کرے گا وہ اپنے
گناہ کا بدلہ پائے گا۔

يُضَعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُذْنٰهُمْ مَّهَانًا
اِلَّا مَنْ تَابَ وَامَنَ وَعَمِلَ
عَمَلًا صٰلِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَبَدِّلُ
اللّٰهُ مَسِيْرَتَهُمْ حَسَنٰتٍ ۗ
كَانَ اللّٰهُ عَفُوْرًا رَّحِيْمًا

قیامت کے روز اس کو دو گنا عذاب دیا
جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے
ساتھ پڑا رہے گا، الا یہ کہ کوئی دامن
گناہوں کے بعد توبہ کر چکا ہو اور ایمان
لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں
کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دیگا
وہ بڑا عفور و رحیم ہے۔

قَوْلُهُ : وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ؟

علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

” اس آیت میں فواحش و معاصی کی تمام اقسام سے روکا گیا ہے اور ان
سب چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے جن کو ہم گناہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ وہ گناہ
ظاہر ہوں یا باطن۔ ”ظاہر“ اور ”باطن“ کے دو الفاظ میں ہر قسم کی معصیت شامل
ہے۔ اس کا ارتکاب ظاہری طریق سے کیا جائے یا بطریق باطن۔“

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
أَشُدَّهُ ۗ

اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو
یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔

ہیں، غور کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ تفسیر طبری حنفی میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے پہلے تَعْلَمُونَ فرمایا، اس کے بعد تَذَكَّرُونَ کہا اور آخر میں تَتَّقُونَ
فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے سوچتا ہے، سوچنے کے بعد نصیحت
چل کر رہتا ہے اور جب نصیحت چل کر لیتا ہے تو تقویٰ اور حروف کی منزل میں کام لے کر
ہوتا ہے۔“

قَوْلُهُ : وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
علامہ ابن عطیہ رَافِعٌ فرماتے ہیں کہ

” اس آیت میں یتیم بچے کے مال میں ہر قسم کے تصرف کی نہی کی گئی ہے۔
اور تمام ذرائع تصرف کو بھی محدود کر دیا گیا ہے تاکہ یتیم کا مال بالکل محفوظ رہے، اس کے
بعد اگر صرف اللہ سے استثناء بھی کی تو اس کام کی وجہ کہ بہتر تھا اور وہ یہ کہ اس کی افزائش
میں کوشش کرے۔“

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ سے مراد اس میں تجارت کرنا ہے، یعنی اس کے مال کو
تجارت میں لگا دے۔

قَوْلُهُ : حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ کے بارے میں امام مالکؒ اور دوسرے ائمہ کا خیال ہے کہ اشُدہ
سے مراد عالم بلوغیت اور بے عقلی کے دور سے نکل کر حد بلوغت و رشد کو پہنچ جانا ہے، ایسی ہی بات زید بن سلم
شعبیؒ اور بیہرہؒ سے بھی مزی ہے ہنصہ شیخ کہ وہ اپنے معاملات اور کاروبار پر نگرانی اور اسکی حفاظت کا اہل ہو جاتے۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ
بِالْقِسْطِ لَّا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا
وُسْعَهَا

اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر فہماری کا اتنا ہی
بار رکھتے ہیں جتنا اُس کے امکان میں ہو۔

قرآءة : وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ
علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے لین دین کے
موقع پر عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا ہے۔“

قرآءة : لَّا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا :
علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت ”لَّا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ کا مطلب
یہ بیان کرتے ہیں کہ

”جو شخص لیتے اور دیتے وقت پوری ایمانداری اور محنت کو شش سے کام لیتا ہے لیکن
پھر بھی بتقاضا شہرت اس سے کوئی کمی بیشی ہوتی ہے تو وہ عین اللہ مانو نہ مانو گا۔“

لہ قرآن کریم کی آیات کہ:

وَيَلِّمُ الْمُطْغَفِينَ ۗ الَّذِينَ إِذَا كُنَالُوا
عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا
كَانُوا لَهُمْ أَوْ ذُوهُمْ يُجْسِدُونَ ۝
(المطففين - ۲۰-۲۱)

تساہی ہے دہڑی مارنے والوں کے لیے ،
جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو
پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر
دیتے ہیں تو انہیں گھٹا دیتے ہیں۔

اُن لوگوں کے بارے میں ہیں جو جان بوجھ کر ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں اسی سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کانڈاروں
اور تاجروں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

إِنَّكُمْ وَوَلِيَّتُهُ أَمْرًا هَالِكًا
فِيهِ الْأَمْعَةُ السَّالِفَةُ قَبْلَكُمْ
تم ایسی حرکت نہ کر بیٹنا جس سے بعد میں کہہ افسوس ملتا پڑے۔
(مترجم)

وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كَانَ
ذَا قُرْبَىٰ وَ بَعَثَ اللّٰهُ اَوْفُوا ط

اور جب بات کو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتے دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

قوله : وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ

مندرجہ بالا آیت میں ان تمام معاملات میں، اُن کا تعلق قول سے ہو یا فعل و عمل سے عدل اور انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ یہ معاملہ کسی قریبی رشتہ دار سے متعلق ہو یا کسی غنمی سے۔ الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دوست اور دشمن کے متعلق بات حق و انصاف کی کہنی چاہیے، خوشی اور ناراضی میں بھی عدل کا ترازو ہاتھ میں رہنا چاہیے اگرچہ اس سے قریبی رشتہ دار کی بھی مخالفت کیوں نہ ہوتی ہو۔ ناجائز امور میں دوست اور رشتے دار کی طرف ڈاری کرنا معصیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ لَا يَجِدُ مَنَّكَ سَنَانُ
قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا
إِعْدِلُوا تَقْدِرُوا لِقَوْمٍ
کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کرے کہ انصاف سے بھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسب رکھتا ہے۔ (المائدہ - ۸)

قوله : وَ بَعَثَ اللّٰهُ اَوْفُوا ط

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

”اللہ تعالیٰ نے جو تم کو وصیت کی ہے اُسے پورا کرو اور اُسے پورا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اُس پر عمل کرو اور جس بات سے تم کو روکا جاتا

لہ الحنفی: ان کا نام اور مختصر سلسلہ نسبت ہے۔ سران بن عتبہ بن مطلق بن علی الحنفی۔

یہ قبیلہ بنی حنیفہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کا قیام ”یامہ“ میں تھا۔ سیکلہ کذاب کے قتل ہونے کے بعد یہ

قبیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا۔

سران نامی ہیں، ان سے بعض احادیث مروی ہیں۔

(مترجم)

”الانساب للسمانی، ج ۴ ص ۲۸۸ رقم ۱۲۴۲“

ذٰلِكُمْ وَصَّكُم بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ۗ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِ
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۗ

ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔
نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا تم اسی پر چلو

ہے، اُس سے رُک جاؤ۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اتباع
میں زندگی بسر کرو۔ بس یہی ہے اللہ کے عہد کو پورا کرنے کا مطلب۔
قوله : ذٰلِكُمْ وَصَّكُم بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ کا مطلب ہے کہ
تاکہ تم کو نصیحت حاصل ہو اور جن بُرے کاموں میں تم اُلجھے ہوئے ہو اُن سے باز آجاؤ،
اور صراطِ مستقیم کو اپنی منزلِ مقصود قرار دے لو۔

قوله : وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِ مُسْتَقِيْمًا :
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ
یہ آیت نہایت عظیم ہے اس آیت کا عطف کلام بن پر ہے ان احکامات میں سے
بعض کے نہ کرنے کا حکم ہے اور بعض پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے۔ ساتھ ہی اللہ
کے راستے کو چھوڑنے کی وعید بھی سنائی ہے۔ جس راستے کی راہنمائی کیلئے بہت
سی احادیث صحیحہ اور اقوالِ سلف صالحین موجود ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ایک نحوی بحث کرتے ہیں کہ حرف اَنْ نصب کے مقام پر سمجھا جائے
تو معنی یہ ہوں گے کہ اَسْأَلُوْا اَنْ هٰذَا صِرَاطِی، فزاد اُدکسانی کے حوالے سے اور اگر حرف
اَنْ خفض کے مقام پر سمجھا جائے تو معنی یہ ہوں گے، وَصَّكُم بِهٖ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
صراط سے سیدھا راستہ مقصود ہے جو کہ دینِ اسلام ہے، مُسْتَقِيْمًا بوجہ حال منصوب۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ ذَٰلِكُمْ
وَصَّوَّكُمْ
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(الانعام - ۱۱۱-۱۵۳)

اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پرالگ کر دیں گے، یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو۔

ہے، یعنی دین اسلام ایک ایسا سیدھا راستہ ہے جس میں کسی قسم کی گجی نہیں اللہ تعالیٰ نے اسی سیدھے راستے کو سخت یا کرنے کا حکم دیا ہے، جس کی حدود اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت متعین کر دی ہیں اور جس کو جاری و ساری فرما دیا ہے اور جس کی آخری منزل جنت ہے۔ اس راہِ مستقیم سے کسی راستے نہ نکلے ہیں جو شخص جاوہ مستقیم کو اختیار کرے گا وہ جنت میں جائے گا، جو ان غلط راستوں پر گامزن ہوگا، اسے دوزخ میں لے جایا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ:-

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ
صراطِ مستقیم کو چھوڑنے کی کوشش کی تو دوسرے راستے تمہیں یقیناً سیدھے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈال دیں گے۔

امام احمد، امام نسائی، دارمی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے مندرجہ ذیل حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
خَطًّا بَيِّنًا
هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ مُسْتَقِيمًا
رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے
ایک خط کھینچا اور پھر فرمایا کہ یہ اللہ کی
سیدھی راہ ہے۔

ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِ ذَلِكَ الْخَطِّ وَ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ وَ هَذِهِ السُّبُلُ لَيْسَ مِنْهَا سَبِيلٌ إِلَّا وَ عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ

پھر اس کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے
یہ بھی راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک
پر شیطان کھڑا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَ أَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”میری یہ سیدھی
راہ ہے، اسی پر چلو، دوسرے راستوں
کے تابع نہ بنو۔“

مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ سے بدعت اور شہوات
انسانی مراد ہیں کہ انسان نیک اعمال و انعام کو چھوڑ کر بدعت پر عمل کرنا شروع
کرے اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں زندگی برباد کر ڈالے۔

علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ہم صراطِ مستقیم کے بارے میں ایک مختصر بات کہتے ہیں کیونکہ اس کی تشریح میں بیجا وضاحت
اور تعلقات علمائے کرام کی عبارات میں کافی تنوع موجود ہے اور حقیقت میں
سب کا وہ ایک ہی ہے۔“ اس کے بعد

علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

وَ هُوَ طَرِيقُ اللَّهِ الَّذِي تَصَبَّهَ لِعِبَادِهِ مُوَصِّلًا لَهُمْ إِلَيْهِ وَ لَا طَرِيقَ إِلَيْهِ سِوَاهُ بَلِ الطَّرِيقُ كُلُّهَا مَسْدُودَةٌ عَلَى الْخَلْقِ إِلَّا طَرِيقَهُ الَّذِي

صراطِ مستقیم وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ
نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمایا
ہے جو اللہ تک پہنچاتا ہے، اس کے
علاوہ کوئی دوسرا راستہ اللہ تعالیٰ تک
نہیں پہنچاتا۔ اور وہ وہی راستہ ہے جسکی
انبیائے کرام عليهم السلام نے وسالحت

نَصَبَهُ عَلَى الْاَنْسِ
رُسُلِهِ وَ جَعَلَهُ مُوَصِّلًا
لِعِبَادِهِ اِلَيْهِ
فرمائی، یہی راستہ انسان کو اللہ تعالیٰ
تک پہنچاتا ہے اور باقی سب راستے
بند ہیں۔

وَ هُوَ اِفْرَادُهُ بِالْعِبَادَةِ وَ
اِفْرَادُ رُسُلِهِ بِالطَّاعَةِ فَلَا
يُشْرِكُ بِهِ اَحَدًا فِي
عِبَادَتِهِ وَ لَا يُشْرِكُ بِرَسُولِهِ
اللَّهُ تَعَالَى اَحَدًا فِي طَاعَتِهِ
فَيَجِدُ التَّوْحِيدَ وَ يُجِدُ
مَتَابَعَةَ الرَّسُولِ ﷺ وَ
هَذَا كُلُّهُ مَضْمُونُ شَهَادَةِ
اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ فَاتَى
شَيْءٌ فُتِرَ بِهِ الصِّرَاطُ
الْمُسْتَقِيمُ فَهُوَ دَاخِلٌ فِي
هُدْيِ الْاَصْلِيْنَ

اللہ کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام
عبادات میں واحد اور کیٹا سمجھا جائے،
اس کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام
کو اطاعت میں کیٹا رکھا جائے۔ اللہ
کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے
اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت
میں کسی دوسری مخلوق کو شریک نہ کیا جائے
اللہ کی توحید اور تابع رسول اللہ ﷺ
میں کسی دوسرے کو نہ ملایا جائے۔

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ
پس صراطِ مستقیم کی جو بھی تفسیر اور توضیح
بیان کی جائے، اس میں یہ دونوں
پہلو نمایاں ہیں۔

وَ نَكَتُهُ ذَلِكَ اَنْ تُجِبَّه
بِقَلْبِكَ وَ تُرَضِّيَهُ بِجَهْدِكَ
كُلِّهِ فَلَا يَكُوْنُ فِي
قَلْبِكَ مَوْضِعٌ اِلَّا مَعْمُوْرًا
يُحِبُّهُ وَ لَا يَكُوْنُ لَكَ
اِرَادَةٌ اِلَّا مُتَعَلِّقَةً بِمَرْضَايَاهُ
فَاَلَا وَلَّ : يَحْصُلُ بِتَحْقِيْقِ
شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا
صراطِ مستقیم کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ سے دلی محبت کی جائے اور اپنی
تمام کوششوں میں اس کی رضا کو ملحوظ رکھا جائے
اس سے تیرے دل میں کوئی جگہ بھی ایسی
نہ ہے جو کہ اس کی محبت میں بھری ہو اور تیرا
کوئی ایسا ارادہ باقی نہ ہے جو کہ اس کی رضا
متعلق ہو پہلی چیز یعنی انسان کے دل میں محبت
تو تب حاصل ہوگی جب کہ شہادت لا اِلَهَ اِلَّا اللهُ
کو حقیقی طور پر اپنے دل و دماغ سے قبول کر لے

اللَّهُ، وَالثَّانِي، يَحْصُلُ
بِتَحْقِيقِ شَهَادَةِ أَنْ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ وَهَذَا هُوَ
الْهُدَى وَذِينَ الْحَقِّ وَ
هُوَ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ
بِهِ وَهُوَ مَعْرِفَةُ مَا بَعَثَ
اللَّهُ بِهِ رَسُولَهُ وَالْيَقِيَامَ
بِهِ

اور دوسری چیز یعنی اپنے تمام ارادوں میں اس
کی رضا اور چاہت کا جذبہ موجزن ہو
یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت
کی گواہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہر آیت
اور ابن جن اسی کو کہتے ہیں ہر آیت کے دوسرے
لفظوں میں یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ
جن کی معرفت اور اس کے مطابق زندگی
بسر کی جائے جن کی معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول ﷺ کو جو ہدایت دیکر

وَقُلْ مَا سِئْتِ مِنَ
الْعِبَادَاتِ النَّبِيِّ هَذَا
أَخْتَبْتُهَا وَقُطِبَ رَحَاهَا
جو میں نے پیش کی ہے، ان سب تعریفیات کا محور اور ان کا مرکزی نقطہ یہی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سہل بن عبداللہ نے مندرجہ بالا آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْأَثَرِ وَالسُّنَّةِ
فَالْيُ أَخَانُ أَنَّهُ سَيَأْتِي
عَنْ قَلِيلٍ زَمَانٍ إِذَا
ذَكَرَ إِنْسَانُ النَّبِيَّ
ﷺ وَالْإِقْتِدَاءَ بِهِ
فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ
دَمُوهُ
وَنَفْسُوهُ
وَتَبَرَأُوهُ
وَأَذَلُّوهُ
وَأَهَانُوهُ

سُنَّتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اور
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کو مضبوطی
سے تمام لو، مجھے خطرہ ہے کہ کچھ عرصہ
بعد ایسا دور آنے والا ہے کہ جو شخص یہ
کہے گا کہ اپنے تمام معاملات میں رسول اللہ
ﷺ کو اپنا امتداد اور پیشوا سمجھو
تو لوگ اُس کی مذمت کریں گے اور اُس
سے لوگوں کو نفرت دلائیں گے، اُس
سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور اُسے
ذلیل و رسوا کریں گے۔

قال ابن مسعود رضي الله عنه مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ
إِلَى وَصِيَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم الَّتِي
عَلَيْهَا خَاتَمُهُ فَلْيَقْرَأْ قَوْلَهُ تَعَالَى

حضرت ابن مسعود رضي الله عنه کہتے ہیں کہ جو شخص اُس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے جس پر آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے اپنی مہر لگائی تھی تو اُس شخص کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لینا چاہیے کہ

قَوْلُهُ : قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه

ان کا پورا نام اور مختصر سلسلہ نسب یہ ہے: عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الغدلی۔ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے جلیل القدر سابقین اولین اور کبار علمائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضي الله عنه نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضي الله عنه نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور بیعت الرضوان میں سعادتِ شرکت حاصل کی۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

مذکورہ الصدہ اشراہم ترمذی رضي الله عنه نے روایت کی کہ اسے حسن کہا ہے۔ ابن المنذر، ابن ابی تمیم

اور طبرانی رحمہم اللہ نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے

بعض علمائے کجماہر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب ہے کہ جس وصیت کو آنحضرت نے تحریر کروا کر اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی اور پھر اس وصیت میں اپنی وفات تک تبدیل نہ فرمائی۔ جو شخص اس کو پچھتم خود دیکھنا چاہے اُس کو یہ آیت قُلْ نَعَالُوا كُؤَأَفْرَبِكُمْ پڑھ لینا چاہیے۔ آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے تو صرف کتاب اللہ کے بارے میں وصیت فرمائی، آپ نے اسے ایک ایسی تحریر کے مشابہ قرار دیا ہے، جس کو لکھ کر مہر لگا دی گئی ہو کہ کسی بیٹی نہیں ہو سکتی۔

وَإِنِّي تَارِكًا لَكُمْ مَا إِنْ
تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ
تَضَلُّوا كِتَابَ اللَّهِ
میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں، جسے تم نے
اگر مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ
ہو گے، وہ کتاب اللہ ہے۔

حضرت عبادة بن الصامت رضي الله عنه کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ
رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ
شَيْئًا الْقَوْلُ وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي
مُسْتَقِيمًا

وَقُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا

www.KitaboSunnat.com

سند مایا کہ:

اَيْكُمْ يَبَايِعُنِي عَلَى هَذِهِ
الْآيَاتِ الثَّلَاثِ؛ ثُمَّ تَلَا
قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ
رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ حَتَّى فَرَغَ
مِنَ الثَّلَاثِ الْآيَاتِ ثُمَّ
قَالَ:

وَمَنْ وَفَى بِيَهِنَّ فَاجِدْهُ
عَلَى اللَّهِ وَ مِنْ أَنْتَقَصَ
مِنْهُنَّ شَيْئًا فَاذْرِكْهُ
اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا
كَانَتْ عُقُوبَتُهُ وَ مَنْ

أَخَذَهُ إِلَى الْآخِرَةِ
كَانَ أَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ
إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَ إِنْ
شَاءَ عَفَا عَنْهُ

اور جس شخص کو آخرت تک مہلت بل گئی
اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔
چاہے تو معاف کرے اور چاہے تو
سزا دے۔

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ
السَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى حِمَارٍ

حضرت معاذ بن جبل رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں
آنحضرت رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پیچھے آپ کے گدھے پر سوار تھا

اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے، حاکم نے بھی روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے
اور محمد بن نصر نے الاعتصام میں روایت کیا ہے۔
شارح رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ:

رحمت عالم رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اپنی امت کو وہی صیت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور
اپنی نازل کردہ اس کتاب میں حکم دیتے ہیں جس کے متعلق اس کی گواہی ہے، کہ وہ ہر چیز کو کھول کھول کر بنان کر نیولی اور
ہدایت و رحمت اور مسلمانوں کے لیے بشارت ہے، یہ آیات اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول کی وصیت ہیں)
قَوْلُهُ: عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْحَدِيثُ (صحیحین)
مندرجہ بالا حدیث کئی طرق سے صحیحین میں مروی ہے جن میں سے ایک سند میں وہ الفاظ ہیں، جو کہ
مصنف رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے نقل کیے ہیں۔

معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ممتاز اور مشہور صحابہ میں سے
تھے۔ علم، احکام اور قرآن کے بہت بڑے فاضل تھے۔ صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مشکل مسائل میں ان کی
طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی علمی قابلیت کو دیکھ کر آنحضرت رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا۔

مُعَاذٌ يُّحَسِّرُ يَوْمًا
الْقَيْمَةَ اِمَامًا الْعُلَمَاءِ
مُرْتَوًى

حضرت معاذ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بدری صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ بدر کے بعد تھنی لڑائیاں لڑی

گئیں، معاذ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ان سب میں شریک تھے۔

فتح مکہ المکرمہ کے بعد آنحضرت رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کو اہل مکہ کی
علمی تربیت کے لیے مامور فرمایا تھا۔ اس جلیل القدر صحابی نے مکہ شام میں ۱۸ھ کو طاعون
عمواس سے وفات پائی۔

فَقَالَ لِي، يَا مَعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟

آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟

قوله: كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ
ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ انسان کسی سواری پر سوار ہو تو اپنے پیچھے دوسرے شخص کو بٹھا سکتا ہے اور اس واقعہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

قوله: عَلَى حِمَارٍ
ایک روایت میں اس گدھے کا نام عُفْرُ ہے، شاح کے مطابق یہ وہ ہے، جو مقوقش شاہ مصر نے آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

اس سے رحمتِ دو عالم ﷺ کی انکساری اور عاجزی کی وہ تصویر سامنے آتی ہے (جن کے سامنے بڑے بڑے فلاسفہ و ملوک کی گردنیں ٹھجک جاتی ہیں کہ چوڑی انسانیت کا رہبر اُدِمْعَم ایک معمولی گدھے پر سوار ہے اور ایک ساتھی کو بھی اپنے ساتھ سوار کیے ہوئے ہے) آپ کا یہ کام اہل کبر و نخوت کے برعکس ہے۔

قوله: أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ
آنحضرت ﷺ نے تمہارا میرے جبر کے ساتھ یہ سوال اٹھایا ہے، کیونکہ جب کسی انسان سے ایسا سوال کیا جائے جس کا اسے پہلے سے علم نہ ہو اور سوال کے بعد اس کا جواب دیا جائے تو ایسا جواب تشریح پیدا کرتے ہوئے طالب علم کے ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے، جسے وہ آسانی سے نہیں بھول سکتا۔

قوله: حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ
یعنی وہ افعال اور اعمال جن کے کرنے کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے۔

قوله: حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لازماً اپنے وعدے پورے کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن بندوں سے جو اس کی توحید پر قائم رہیں گے پکا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو احسن جزا دی جائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ لَآ يَخْلِفُ اللَّهُ | یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے۔ اللہ کبھی
وَعَدَهُ (الزُّم - ۶) | اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

ایک مطیع اور فرمانبردار کا سچی اُجر جیسا کہ اصل سے اپنے انعام و اکرام کی بدولت مستحق ٹھہرانا ہے، یہاں معاوضے کا استحقاق نہیں ہے، جیسا کہ ایک مخلوق دوسری پر استحقاق رکھتی ہے، بعض علما کا یہ بھی کہنا ہے کہ استحقاق کا کوئی مطلب ہی نہیں ہاں اس کی یہاں خبر دی گئی ہے اور اس کا وعدہ تو سچا ہی ہے، لیکن اکثر لوگ اس کے معنی میں مزید استحقاق کے بھی قائل ہیں جیسا کہ کتاب و سنت سے ظاہر ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ (رُوم - ۴۷) اور ہم پر یہ سچی تھا کہ ہم مؤمنوں کی مدد کریں۔

لیکن اہل سنت کہتے ہیں:

هُوَ الَّذِي كَتَبَ عَلَيٰ نَفْسِهِ | وہ ایسی ذات مقدس ہے، جس نے
الرَّحْمَةَ وَأَوْجِبَ عَلَيٰ نَفْسِهِ | رحمت کرنا اپنے ذمے لکھ رکھا ہے
الْحَقَّ وَلَعَلَّ يُؤْجِبَهُ عَلَيْهِ | اور کسی بھی حق کو اپنے اوپر واجب کر
مَخْلُوقٍ | رکھا ہے کسی مخلوق نے اس پر واجب نہیں کیا۔

معززلہ اس مسئلے میں اہل سنت سے اختلاف کرتے ہیں، انکا عقیدہ یہ ہے کہ مخلوق کی مانند خدا پر بھی نیکی کی جزا دینا واجب ہے۔ اُن کے مطابق بندوں نے خود ہی اطاعت شاری کی ہے، خدا نے نہیں ایسا نہیں کیا کہ وہ اطاعت کریں، اسی طرح وہ معاوضہ کے حق دار ہیں، یہ معاوضہ دینا خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے واجب نہیں

کیا، بلکہ یہ اس پر پہلے ہی واجب تھا۔ (والعیاذ باللہ)

معززلہ کا یہ مسلک غلط ہے، اس میں جبر نے غلطی کھائی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کا کوئی اختیار

قُلْتُ، اللَّهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ - قَالَ
حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَ
لَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ بہتر جانتے
ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ
صرف اُسی کی عبادت کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

نہیں ہے، ہر کام خود خدا ہی کرتا ہے، گویا جزا و سزا صرف علامت ہیں۔) اور قدر یہ جہم کے شیع ہیں اور
تقدیر کے منکر ہیں (کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ انسان ہی کے اختیار میں ہے، خدا کا جزا و سزا کے بارے
میں کچھ خیانت یا نہیں) (اور اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ان دونوں عقیدوں کے مابین ہے، وہ اعمال کی توفیق
کے بھی قائل ہیں اور اس میں اسباب کی حد تک بندے کا عمل دخل بھی مانتے ہیں)۔

قُلْتُ، اللَّهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ - اس جملے میں طائب کی شائستگی، حُسنِ اَدَب (تسامت اور سخیگی) کا
سبق ملتا ہے، جو شخص کسی چیز سے ناواقف ہو (اس سے اسکے بارے میں سوال ہو) تو اسے یہ کہنا چاہیے (اللَّهُ
وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ) لیکن جو لوگ اس کے برعکس وظیفہ نہت یا کر کرتے ہیں وہ پر تکلف ہوتے ہیں۔

قُلْتُ، أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يَتَوَكَّلُوا بِهِ شَيْئًا - مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت میں یکتا اور واحد سمجھا جائے۔
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کی ایک جامع اور مانع اور بہت ہی احسن تعریف کی ہے فرماتے ہیں کہ:
عبادة الرحمن غاية حبه مع ذل عباده هما قطبان
رحمن کی عبادت، اُس کی غایت محبت کا نام ہے مگر اس طرف کہ عابد اُس کے سامنے
انظار متذلل بھی کرے۔ یہ دونوں، یعنی محبت اور تذلل، دو قطب ہیں۔
وعليهما فلك العبادة دائر مدار، حتى قامت القطبان
انہی دونوں پر فلکِ عبادت کا دائر مدار ہے اور یہ قائم رہے گا جب تک کہ دونوں قطب قائم رہیں گے
و مداره بالامر امر دسولہ - لا بالهوى والنفس والشيطان

لہ "قرۃ عیون المؤمنین میں امام ابن قیم رحمہ اللہ کے یہ اشعار درج ہیں:-

حق الاله عبادة بالامر لا بهوى النفس فذاك للشيطان

اسکا مدار اس امر پر ہے اور امر سے مراد، امرئوں ہے، خواہش نفس اور شیطان مرو نہیں ہے

قوله : وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

تمام عبادات میں اللہ کی توحید کا اقرار ضروری ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے لیکن شرک سے کنارہ کش نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اُس نے صرف ایک ہی اللہ کی عبادت نہیں کی بلکہ اُس نے دوسروں کو شریک بنا کر شرک کا ارتکاب کیا ہے لہذا ایسا انسان مُشرک ہی ٹھہرے گا۔

اہم الدعوة محمد بن عبد الوہاب کے کلام کا یہی معنی ہے۔ عبادت کے معنی ہی توحید ہیں، مُشرکین سے اسی مسئلہ میں اختلاف تھا (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے لیکن توحید کے قائل تھے)

جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنِّي وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ فِي نَبَاءِ عَظِيمٍ

میں ہیں، پیدائش کرتا ہوں لیکن عبادت

أَخْلَقُ وَيُعْبَدُ عَابِدِي

کبھی دوسرے کی ہو رہی ہے۔ رزق میں

وَأَرْزُقُ وَيَشْكُرُ سَوَائِي

دیتا ہوں لیکن انہارِ شکر دوسروں کا ہوتا ہے

خَيْرِي إِلَى الْعِبَادِ نَازِلٌ

میں اپنے بندوں پر حسان ہی کرتا ہوں لیکن انکی

وَسَرَّهُمْ إِلَى صَاعِدٍ

طرف سے بناوٹ نازل فرماتی ہے سوا کچھ نہیں ہوتا

أَتَحَبَّبُ إِلَيْهِمُ بِالْتَعْوَى وَ

میں اپنے بندوں پر احسان کر کے محبت کا اظہار

يَتَّبِعُصَوْنَ إِلَى الْعَمَاصِي

کرتا ہوں لیکن وہ میری نافرمانی کر کے مجھے

غصہ دلاتے ہیں۔

من غير اشراك به شيئاً هما سبب النجاة فحبذا السببان

لم ينج من غضب الاله وساره الا الذي قامت به الاصلان

والناس بعد : فمشرك باله او ذوابتداع ، اوله الوصفان

ترجمہ یہ ہے : اللہ کا حق، اس کی عبادت ہے، اخلاص کے ساتھ، نہ کہ ہولے نفس کے ساتھ

یہ تو شیطان کے لیے ہے۔

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرانے بغیر عبادت کی جائے۔ یہی باعثِ نجات ہے اور یہ دونوں

(اخلاص اور عبادت) کتنے اچھے سبب ہیں۔

اللہ کے غضب اور آگ سے وہی شخص نجات پائے گا جس میں یہ دو سبب موجود ہیں۔

اگر یہ نہیں ہے تو پھر لوگ یا تو شرک ہیں یا بدعتی ہیں یا دونوں اوصاف کے حامل ہیں، شرک کے بھی

اور بدعت کے بھی۔

وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا.

بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر وہ مُشرک نہ ہوں تو انکو عذابِ جہنم سے بچالے یہ

قوله : وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شرک کی نفی پر اکتفا فرمایا، کیوں کہ عدمِ شرک توحید کو مستلزم ہے اور رسالت کے اثبات پر دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی وہ گویا کہ اللہ کی تکذیب کا مُرکب ہوا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی وہ مُشرک ٹھہرا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ

جس نے وضو کیا اس کی نماز صحیح ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تم شرک کا لحاظ رکھتے ہوئے نہ

لے اللہ تعالیٰ پر کسی بھی قسم کا کوئی حق واجب نہیں بلکہ ربِّ کریم نے اپنے خاص فضل و احسان سے مخلص موحدین سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو توحید کی برکت سے عذابِ جہنم میں مبتلا نہیں کرے گا کیونکہ یہ لوگ اپنے ارادوں اپنی مشکلات، اپنی امیدوں، اپنی الجہالوں اور خوف کے وقت اللہ کریم کی بارگاہِ قدس کے علاوہ کہیں نہیں جھکتے اور اپنے قول و عمل سے اُسی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے مطلب یہ ہوا کہ جس کا وضو درست اُس کی نماز درست، جس کا وضو غلط اُس کی نماز باطل۔ اسی طرح بوجہ شرک سے بچا اُس کی عبادت درست اور صحیح اور جس نے شرک کیا اگر وہ ساری عمر بھی عبادت کرتا رہے تو اس کی عبادت مردود اور نامقبول۔

(مترجم)

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَفَلَا أُبَشِّرُ
النَّاسَ ؟ قَالَ : لَا تُبَشِّرُهُمْ فَيَتَكَلَّمُوا -
أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ -

حضرت معاذ رضي الله عنه نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں لوگوں کو
اس کی خوشخبری سنادوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔
کیونکہ پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

قَوْلُهُ : أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ ؟

جب کسی مسلمان کو ایسی بات کا علم ہو جس سے دوسرے کو خوشی اور مسرت حاصل ہو تو ایسی بات
بنا سبب ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضي الله عنهم کا یہی دستور عمل تھا۔

قَوْلُهُ : لَا تُبَشِّرُهُمْ فَيَتَكَلَّمُوا

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بات عام ہو گئی تو پھر مسلمان اعمالِ صالحہ کے بحالانے میں سستی کریں گے
اور اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت معاذ رضي الله عنه نے اپنی ذات

کے موقع پر اس حدیث کو بیان کر دیا تھا

مبادا کہ تم ان ہی کے گناہ میں مبتلا ہو جائیں

فَأَخْبَرَهَا مُعَاذٌ

عِنْدَ مَوْتِهِ

تَأْتِيًا

الوزیر المظفر کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضي الله عنه تو یہ چیز صرف اُس جاہل کو نہ بتاتے جو اپنی کم علمی

کی وجہ سے سوتے آدب کا ارتکاب کرتے ہوئے نیک اعمال نہ چھوڑ بیٹھے، لیکن وہ سمجھا راؤ ذمہ لوگ جن کو

ایسی بات کا اگر علم ہو جاتا تو وہ اطاعتِ شکاری اور فریاداری میں اور زیادہ نمایاں کردار ادا کرتے، جو یہ بھی

جانتے کہ انعام و اکرام کی کثرت اطاعت گزار میں بھی زیادتی کو مستلزم ہے تو ایسے لوگوں سے چھپانے

کی کوئی وجہ نہیں۔ اس باب میں چند فرامد ایسے ہیں جن کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا جیسے :

○ اِنَّهُ تَعَالَى كِي عِبَادَتِ مِيں اَخْلَاصِ كِي تَرْغِيْبِ

○ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عبادت الہی بشرک کے ہوتے سود مند نہیں بلکہ اسے عبادت نہیں کہا جائے گا۔

○ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں والدین کے حقوق کی عظمت اور ان کی نافرمانی پر صرف تنبیہ ہی نہیں کی گئی بلکہ اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

○ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ سورۃ الانعام کی حکم آیات کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔

○ پانچواں فائدہ یہ کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر کوئی مسئلہ نہ بتایا جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

قولہ : اَخْرَجَاهُ

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام اور مختصر سلسلہ نسب ہے۔

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بَرْدُزْبَہ رحمۃ اللہ علیہ

(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام کو وہ عظمت اور بزرگی عطا فرمائی کہ دنیا کا ہر معقول شخص اس کا معترف ہے) جب کوئی شخص امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ زبان سے نکالتا ہے تو ذہن فرما صاحب صحیح، صاحب تاریخ اکبیر، صاحب الادب المفرد کی طرف منتطع ہو جاتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت و جلال کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حمیدی، ابن المدینی اور ان کے ہم عصر ائمہ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور فربری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

جلیل القدر ائمہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

یہ عظیم محدث رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے۔

مسلم : امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا نام یہ ہے : ابی الحسین سلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری۔

صحیح مسلم، لعل، الوعدان، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصانیف ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابی خلیفہ، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصر لائق

تذکرہ ہیں۔ ان کے شاگردوں میں امام ترمذی، ابی ابراہیم بن محمد بن سفیان جو کہ صحیح مسلم کے راوی ہیں، وغیرہ حضرات

نمایاں ہیں۔ یہ جلیل القدر محدث رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے اور انھوں نے ۲۶۱ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: الْحِكْمَةُ فِي حَلْوِ الْجَنِّ
وَ الْإِنْسِ -

① جن و انس کی پیدائش میں حکمت الہی کا بیان۔

الثانیۃ: أَنَّ الْعِبَادَةَ هِيَ التَّوْحِيدُ
لِأَنَّ الْخُصُومَةَ فِيهِ -

② عبادت - دراصل توحید ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ اور مشرکین

میں ماہہ النزاع مسئلہ یہی تھا۔

الثالثۃ: أَنَّ مَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِ

لَمْ يَعْبُدِ اللَّهَ - فِيهِ مَعْنَى

قَوْلُهُ (وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ

مَا عَبَدُوا)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان اختلاف صرف کلمہ لا الہ الا اللہ میں تھا۔
اس کلمہ میں دو ہی جملے ہیں۔ پہلے میں نفی اور دوسرے میں اثبات ہے۔

۱- لا الہ : تمام قسم کے معبودوں کی جنہیں لوگوں نے بزعم خود اپنے معبود بنا رکھا تھا، نفی کرتا

ہے۔ اور

۲- الا اللہ : اللہ تعالیٰ کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے۔

پس انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام قسم کے معبودوں سے انکار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ

کی خالص عبادت ہو۔

۳) جو شخص توحید کا اقرار نہیں کرتا گویا اس نے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی۔ آیت وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا عَبَدُكُمْ كَمَا مَطْلَبُ هِيَ هِيَ

الرَّاجِعَةُ فِي إِسْرَارِ الرَّسُولِ

۴) انبیائے کرام ﷺ کی بعثت میں جو حکمتیں پنہاں ہیں ان کا ذکر۔

الخامسة أَنَّ الرِّسَالَةَ عَمَّتْ كُلَّ أُمَّةٍ

۵) آنحضرت ﷺ کی رسالت تمام امتوں کے لیے عام ہے۔

السادسة أَنَّ دِينَ الْأَنْبِيَاءِ وَاحِدٌ

۶) تمام انبیائے کرام ﷺ کا دین ایک ہی تھا۔

السابعة الْمَسْئَلَةُ الْكَبِيرَةُ أَنَّ عِبَادَةَ

اللَّهِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِالْكَفْرِ

بِالطَّاعُوتِ - ففیه معنی ﴿قَالَ تَعَالَى﴾

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاعُوتِ وَ

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾

۷) سب سے بڑا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ جب تک طاغوت کا انکار نہ

کیا جائے تب تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا تصور ممکن نہیں۔ آیت کا

مفہوم بھی یہی ہے کہ ”جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کو مانا

اُس نے عروۃ الوثقیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔“

الثامنة: أَتِ الطَّاعُوتَ عَامٌ فِي
كُلِّ مَا عُبِدَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

⑧ طاعوت ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔

التاسعة: عِظْمُ شَأْنٍ ثَلَاثِ الْآيَاتِ
الْمُحْكَمَاتِ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ
عِنْدَ السَّلَفِ وَ فِيهَا عَشْرُ
مَسَائِلَ - أَوْلَاهَا النَّهْيُ
عَنِ الشِّرْكِ -

⑨ سلف صالحین کے نزدیک سورہ الانعام کی مذکورہ تین آیات بڑی محکم اور پر عظمت ہیں۔ ان میں دس مسائل کا تذکرہ ہے۔ ان دس مسائل میں پہلا مسئلہ نہی عن الشِّرک ہے۔

العاشر: الْآيَاتُ الْمُحْكَمَاتُ فِي
سُورَةِ الْأَسْرَاءِ وَ فِيهَا
ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مَسْأَلَةً
بَدَأَهَا اللَّهُ بِقَوْلِهِ "لَا تَجْعَلْ
مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ
مَذْمُومًا مَّخْذُومًا"
وَ خَتَمَهَا بِقَوْلِهِ: "وَلَا تَجْعَلْ

مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَلْقُوا
 فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا
 مَدْحُورًا ۝ وَنَبَهْنَا اللَّهُ
 سُبْحَانَهُ عَلَىٰ عِظْمِ شَأْنِ
 هَذِهِ الْمَسَائِلِ بِقَوْلِهِ: "ذَلِكَ
 مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ
 الْحِكْمَةِ"

⑩ سُوْرَةُ الْاَسْرَاءِ كِي حُكْمِ آيَاتِ مِيں اٹھارہ مَسْأَلِ بِيَانِ كِيے گئے ہيں ،

جِن ميں سب سے پہلا مسئلہ يہ بِيَانِ ہوا کہ

"تُو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دُوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور

بے يار و مددگار بيٹھا رہ جائے گا۔"

اور سب سے آخري مسئلہ يہ ہے کہ:

"دیکھ اللہ کے ساتھ کوئی دُوسرا معبود نہ بنا بيٹھ ورنہ تو جہنم ميں ڈال ديا

جائے گا ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔"

حقيقت ميں يہي مَسْأَلِ سب سے اہم ہيں جِن كِي خُصُوصِي طُورِ پَر اللہ تعالیٰ نے

رُسُولِ اللہ ﷺ کو وصيت فرمائي۔

"ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ"

(يہ وہ چيز ہيں کہ آپ کے رب نے آپ کو حکمت سے وحی کر کے بھیجی ہيں)

للأخيرة عشرة] آيَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ الَّتِي

تَسْمَىٰ آيَةَ الْحُقُوقِ الْعَشْرَةِ
بَدَأَهَا اللَّهُ تَعَالَىٰ بِقَوْلِهِ:
وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا -

① سورة نِسَار کی وہ آیت جس کا نام ہی آیۃ الحقوق العشرہ رکھا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہی مسئلہ بیان فرمایا کہ: دیکھو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

الثاني عشر ﴿التَّائِبِيهِ عَلَىٰ وَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ -

② آنحضرت ﷺ نے وفات کے وقت جو وصیت فرمائی تھی، اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

الثالث عشر ﴿مَعْرِفَةُ حَقِّ اللَّهِ عَلَيْنَا -

③ حقوق اللہ کو پہچاننا اور ان پر کاربند ہونا۔

الرابع عشر ﴿مَعْرِفَةُ حَقِّ الْعِبَادِ عَلَيْهِ إِذَا
أَدُّوا حَقَّهُ -

④ ہم بندوں پر اللہ کے حقوق کی آگاہی

الخامس عشر ﴿أَنَّ هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ لَا يَعْرِفُهَا

أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ

⑮ مذکورۃ الصدقہ مسئلہ کا اکثر صحابہ کو علم نہ تھا لہ

السلامۃ عشرۃ جَوَازُ كِتْمَانِ الْعِلْمِ لِلْمَصْلِحَةِ

⑰ کسی خاص مصلحت کی بنا پر اگر کوئی مسئلہ کسی وقت نہ بتایا جائے، تو یہ جائز ہے۔

لہ اس کی سبب بڑی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ وہ اس مسئلے کو عام نہ کریں، اس لیے کہ مبارک اولاد اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے اعمال صالحہ کو چھوڑ بیٹھیں، چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر زندگی بھر کسی کو نہ بتایا۔ البتہ موت کے وقت کتمانِ علم کے ڈر سے لوگوں کو بتادیا۔ (مترجم) لہ یہاں کتمانِ علم سے وہ علم مراد ہے جو اقامتِ دین کی ضرورت سے زائد ہو، کیونکہ کتمانِ علم پر اللہ تعالیٰ نے سخت وعید فرمائی ہے۔ جیسے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا
مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ
بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي
الْكِتَابِ ۗ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ
اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ النَّعُونَ ۗ

جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، وہ اس حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ یقیناً جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَحُوا
وَيَتَنَّبَهُ (بقدرہ - ۱۵۹، ۱۶۰)

البتہ جو کس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں۔

یہ بھی مندرمایا ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ
وَلَا يَكْتُمُونَهُ (آل عمران - ۱۰۴)

ان اہل کتاب کو وہ عہد میمی یاد دلاؤ کہ انہوں نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلا نا ہوگا، انہیں پوشیدہ نہیں رکھنا ہوگا۔

اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

مَنْ وَجَّهَ غَيْرَ عَاصِمٍ كِتْمَانَ مَسْأَلٍ بِمَنْعَادِهِ

الاجتنبية **إِسْتِحْبَابُ بَشَارَةِ الْمُسْلِمِ
بِمَا يَسُرُّهُ -**

۱۷) اگر کسی مسلمان کو دوسرے بھائیوں کے لیے کوئی اچھی اور خوش کن خبر بٹے تو اس کا انھیں بتانا مستحب ہے۔

الثامنة عشر **أَلْخَوْفُ مِنَ الْإِتِكَالِ عَلَى سَعَةِ
رَحْمَةِ اللَّهِ -**

۱۸) بلا عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرنے سے انسان کو ڈرنا اور بچنا چاہیے۔

التاسعة عشر **قَوْلُ الْمَسْئُولِ عَمَّا لَا يَعْلَمُ
”اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ“**

۱۹) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق ”اللہ ورسولہ اعلم“ کہنا

العشرون **جَوَازُ تَخْصِيصِ بَعْضِ النَّاسِ
بِالْعِلْمِ دُونَ بَعْضِ**

۲۰) بعض لوگوں کو علم سکھا دینا اور بعض کو نہ سکھانا جائز ہے۔

الحادية والعشرون **تَوَاضَعُهُ لِرَسُولِهِ ﷺ لِرَكُوبِ الْحِمَارِ
مَعَ الْإِرْدَافِ عَلَيْهِ -**

۲۱) اس بات سے آنحضرت ﷺ کی تواضع کا پتہ چلتا ہے کہ آپ

گھوڑے پر سوار ہیں اور دوسرے شخص کو بھی پیچھے بیٹھائے ہوئے ہیں۔

جَوَازُ الْإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ - الثانية والعشرون

٢٢) سواری پر دوسرے شخص کو پیچھے بٹھانے کا جواز۔

فَضِيلَةُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ الثالثة والعشرون

٢٣) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شرف و فضیلت کی دو سعتیں۔

عِظَمُ شَأْنِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ - الرابعة والعشرون

٢٤) مسئلہ توحید کی عظمتِ شان۔





باب

فضل النويدي وهايكفر من الذنوب



اس باب میں توحید کی فضیلت بیان کی
گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ توحید تمام
گناہوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى : وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا
إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ
وَهُمْ مُهْتَدُونَ ○ (الانعام : ۸۴)

حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہِ راست پر دُوبی ہیں جو ایمان
لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

قوله : وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
ابن جریر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھے متنی نے ربیع بن انس رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا
کہ وہ ایمان کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ
”ہر کام کو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر انجام دینے کو ایمان
کہتے ہیں۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ زیر نظر آیت کریمہ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ
”جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو اس کا
شریک نہیں ٹھہرائیں گے، یہی وہ لوگ ہیں جو میدانِ محشر کی ہولناکی سے محفوظ
رہیں گے اور دنیا و آخرت میں ہدایت ان کے لیے مقدر ہے۔“
زید بن اسلم اور ابن اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ
”یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان
فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

فَايْتَانَا لَمْ يَلْبِسُوا نَفْسَهُ
ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جس نے
اپنے اور ظلم نہ کیا جو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بات یہ نہیں ہے، پھر فرمایا کہ

أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى قَوْلِ
لَقُمْنَ

کیا تم کو حضرت لقمان علیہ السلام کی
نصیحت کا علم نہیں کہ

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ
”یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث
نقل کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم سب نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

إِنَّا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ ؟

ہم میں سے کون شخص ایسا ہے جس نے
کبھی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ نے فرمایا کہ

قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُولُونَ

اس کا مطلب جو تم نے سمجھا ہے
وہ صحیح نہیں۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔

لَعَلَّ يَلْمِسُوا إِيْمَانَهُمْ

بِظُلْمِ شِرْكِهِ

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے
کو جو وصیت کی اس پر ذرا غور کرو۔

أَوَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى قَوْلِ

لَقُمْنَ لِإِبْنِهِم

يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ

وہ فرماتے ہیں کہ ”اے بیٹا! شرک نہ کرنا
کیونکہ یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے، اگرچہ لفظوں میں کچھ تنوع ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کہ قرآن

الصدر آیت کریمہ نازل ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت گھبراتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کرنے لگے کہ،

يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم!

کون شخص ایسا ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو؟

آپ نے فرمایا ظلم کا مطلب جو تم نے

سمجھا ہے وہ صحیح نہیں۔

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے بندہ صالح

(لقمان) کا قول نہیں سنا کہ

يَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم!

فَايُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ

قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِي

تَعْنُونَ

أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ الْعَبْدُ

الصَّالِحِ

يَا مُبْتَعِي لَا تُشْرِكْ بِاَللّٰهِ
 اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝
 شرک بہ نہ کرنا۔ شرک بہت بڑا ظلم ہے
 یعنی یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظلم کا مفہوم الذنب بیان کیا ہے مصلحت ہے کہ
 الْاَمْنُ مِنْ كُلِّ عَذَابٍ گناہ سے بچنے والے قہر کے عذاب سے محفوظ رہیں
 حضرت حسن بصری اور ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مندرجہ ذیل مفہوم بیان کیا ہے:

اَوَّلِيْكَ لَهْمُ الْاَمْنِ فِي
 الْاٰخِرَةِ وَ هُوَ مَهْتَدُوْنَ
 جو لوگ ظلم سے کنارہ کشی اختیار کریں گے
 وہ میدانِ محشر کی تختیوں سے امنِ حفاظت
 میں ہیں گے اور دنیا میں ایسے بہرہ مند ہونگے
 فِي الدُّنْيَا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ
 ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے چینی کا سبب یہ تھا کہ اس آیت میں جہاں بننے
 کے ظلم سے اجتناب کا ذکر ہے، وہاں اس کا اپنی ذات پر ظلم مراد ہے، گویا کہ امن
 ہدایت صرف اس آدمی کے لیے ہے، جو اپنی ذات پر بھی ظلم نہ کرے۔“

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نے صحابہ کی اس بے چینی اور غلطی کو دور فرماتے
 ہوئے کہا کہ

”ظلم سے محفوظ رہنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان شرک سے اپنے آپ کو بچائے
 قرآن کریم کی اصطلاح میں شرک کو ظلم کہا گیا ہے۔“

یہی وہ ظلم ہے کہ جو انسان کو امن و اہتداری کی راہوں سے دُور لے جائے گا
 لیکن جس نے اپنے آپ کو اس ظلم سے محفوظ رکھا وہ یقیناً ان لوگوں میں ہوگا جنہوں
 نے امن و اہتداری کی راہ کو پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے بارے
 میں فرماتا ہے۔

ثُمَّ اَوَدَّ شَا اَلْكِتٰبِ الَّذِيْنَ
 اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ
 پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث
 ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ

طَالِعَ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ
وَمِنْهُمْ
کیا تو ان میں کچھ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُأْتِي اللَّهَ
ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ○
اور کچھ میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جاتے ہیں اور یہی بڑا فضل ہے۔ (فاطر - ۲۲)

(اس آیت کریمہ میں ظلم سے مراد چھوٹے موٹے گناہ مقصود ہیں) یہ آیت گناہوں پر مؤاخذہ کی نفی نہیں کرتی کیونکہ جب تک انسان توبہ نہیں کرے گا اس کو اس کے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
جس نے ذرہ بھرنیکی کی ہوگی وہ اس کو

لِهُ سُوْرَةُ فَاطِرٍ كِى اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے تین گروہ بیان کیے گئے ہیں :-

۱۔ ظالم لنفسہ — یہ وہ گروہ ہے جنہوں نے اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ چند اعمالِ سئیہ کا بھی ارتکاب کیا۔ یہ گروہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو بالکل معاف فرمائے اور اگر چاہے تو گناہ کی مناسبت سے ان کو سزائے کربت میں داخل کرے۔

۲۔ مقصد — یہ وہ گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے جن اعمال کا حکم ہوا تھا، ان کو بجا لائے اور جن بڑے اور حرام کاموں سے روکا گیا تھا ان سے دامن کشاں ہے۔ یہ ابرار اور صالحین کی پاکیزہ جماعت تھی۔

۳۔ سابق بالخیرات — یہ وہ گروہ ہے جن کو ایمان کامل نصیب ہوا چنانچہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزار دی۔ پس ہی وہ سید گروہ ہے جن کو دنیا اور آخرت میں امن تام اور ہدایت کامل نصیب ہوگی، کیونکہ ایمان کامل کا یہ خاصہ ہے کہ جس خوش نصیب کو یہ دولت مل گئی، وہ امن و ہدایت کیلئے ہر وقت ہر گناہ اور جسے جزوی طور پر اپنے ایمان اور اپنے اعمال کو درست کیا اسے امن و ہدایت بھی جزوی طور پر ہی میسر ہوگی، کیونکہ ایمان معافی سے بھی منقطع کرنا ہے اور توبہ و عترت اور سزاؤں سے بھی بچ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ لَأَنْ
شَكَرْتُمْ وَالْمُتَّقِينَ ○ (النساء - ۱۱۴)
تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خود بخود سزا دے اور تم شکر گزار بنے ہو اور ایمان کی روش چلو

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اسی مفہوم کو واضح کیا ہے اور کتاب سنت سے بھی اسی کی وضاحت ہوتی ہے اور اہل سنت کا مسلک بھی یہی ہے۔ (ماخوذ از قرۃ العیون)

خَيْرًا يَوْمَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝
دیکھے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر بُرائی
کی ہوگی وہ اسے بھی دیکھے گا۔

(النزل - ۱۸-۱۷)

اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں کون ایسا شخص ہے جس نے کبھی کوئی بُرا کام
نہ کیا ہو؟

آپ نے فرمایا کہ

يَا أَبَا جَحْجَحٍ! أَلَمْتَ تَنْصَبْ
نہیں ہوا؟ کیا تم کبھی غم سے دوچار نہیں ہوئے؟

يُصِيبُكَ اللَّوْءَاءُ فَذَلِكَ
مَا تُجَدِّدُونَ بِهِ
اور کیا کبھی مصیبت نے تمہیں
نہیں گھیرا؟ یہ ان چھوٹے موٹے گناہوں
کی سزا ہی تو ہے جو دی جا رہی ہے۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمادی کہ مومن مرنے کے بعد جنت میں ضرور داخل
ہوگا، اس کے گناہوں کا کفارہ دُنیا ہی میں اُس کو مختلف مضائب و آلام میں مبتلا کر کے دے دیا جاتا ہے
البتہ جس شخص نے اپنے آپ کو تینوں قسم کے ظلم سے محفوظ رکھا، یعنی شرک سے، مخلوق خدا پر ظلم سے اور شرک
کے علاوہ اپنے آپ پر ظلم کرنے سے محفوظ رہا اس کو امن و امان حاصل ہوگا اور جو شخص اپنے آپ پر ظلم کرنے سے محفوظ
نہ رہا اس کو مطلق امن و ہدایت ملے گی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جنت میں تو ضرور داخل ہو جائے گا
جس طرح کہ دوسری آیت میں وعدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مظلوم مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے، جس کا انجام
جنت ہے، لیکن ظلم نفس کی وجہ سے جو نقص واقع ہو چکا ہے اسی قدر امن اور ہدایت میں بھی نقص واقع ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ کہ اس سے مراد شرک ہے۔

مطلب یہ نہیں ہے کہ جو شرک اکبر سے بچا رہے گا کہ اسے امن تام اور

اہتمام حاصل ہوگی، کیونکہ آیات قرآنی اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی وضاحت
کرتی ہیں کہ اہل کبار کو خوف سے واسطہ پڑے گا، انہیں امن تام میسر نہیں ہوگا اور اسی طرح ایسی ہدایت

کابل جس کی بسن پر وہ شرطِ ستیم پر کا مزن ہونگے، یعنی اُن لوگوں کے رستے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور جن پر کوئی عذاب نہ ہو (مراد یہ کہ انہیں ایسی ہدایت کابل نصیب نہ ہوگی) بلکہ صرف اُسے کی بسن یاد اور (دہر قسم) نعمتِ الہی کا اہل انہیں میتر ہے جس کی بنا پر جنت میں ضرور داخل ہونگے۔
 انما هو الشراک سے مراد اگر شرک اکبر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص شرک اکبر کا مرتکب نہیں ہوا وہ لازماً اس عذاب سے محفوظ رہے گا، جس سے مشرکین کو دُنیا اور آخرت میں ڈرایا گیا ہے۔
 اگر جس شرک مراد ہے تو اسے بندے کا اپنے نفس پر ظلم کرنے سے تعبیر کیا جائیگا۔

جیسے مال کی محبت میں بعض واجبات کا ادا نہ کرنا یا اللہ تعالیٰ کی ناپسند چیز سے محبت کر لینا یا اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر ترجیح دینا وغیرہ۔ یہ سب امور شرکِ اصغر میں شمار ہوتے ہیں تو اس صورت میں اسی نقص کے کاغذ سے اُن و ہدایت میں بھی کمی آجائے گی اسی وجہ سے سلف نے گناہوں کو شرکِ اصغر سے تعبیر کیا ہے۔ لہ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
 نزولِ آیت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

وَاَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَعَمْرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَعَمْرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَعَمْرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!
 کون ہے جس کے ایمان میں شک کی
 آئینش نہ ہوئی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے اللہ
 کے بندہ صالح (نعمان) کا قول نہیں سنا کہ
 الصالح
 إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ
 ”یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظلم کے معنی سمجھنے میں دشواری پیش آئی اور انہوں نے
 گناہوں کو بھی ظلم سمجھا اور خیال کرنے لگے کہ شاید معمولی گناہ کا مرتکب بھی اُن اور
 ابتدائے محروم رہے گا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

لہ یہ منہم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ جرائد کی کتاب الایمان سے نقل کیا گیا ہے۔

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت عباده بن صامت رضي الله عنه سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کی تسکین کی خاطر فرمایا کہ امن اور ہدایت کے ٹکڑے منافی وہ ظلم ہے جس کو قرآن کریم نے شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

وَهَذَا وَ اللَّهِ هُوَ الْجَوَابُ بِخَدَا؛ یہی وہ جواب ہے جس سے کہ
الَّذِي يَشْفِي الْعَيْلَ وَيُدْوِي مريض کو شفا حاصل ہوتی ہے اور جو شرک
الْعَيْلِ کی تشنگی کو دور کرتا ہے۔

مطلق اور مکمل ظلم سے مراد شرک ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حق عبادت کو اہلی مقام سے
پھیر دیا جائے اور امن اور ہدایت مطلق سے مراد دنیا اور آخرت میں امن حاصل
ہونا ہے اور صراطِ مستقیم پر گام فرسا ہونا یعنی مطلق اور مکمل ظلم امن اور ہدایت مطلق کو
ختم کر دینے والا ہے، لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ ظلم مطلق، امن و ہدایت مطلق
کو مانع ہو تو غور کرو، جہاں ظلم کا اطلاق مطلق ہوگا، وہاں امن و ہدایت کی رکاوٹ بھی
مطلق ہوگی اور جہاں ظلم کا اطلاق جزوی ہوگا، وہاں امن و ہدایت کی صورت بھی جزوی
ہوگی۔ **قولہ** : عن عبادة ابن الصامت رضی اللہ عنہ

حضرت عباده بن صامت بن تیس الانصاری الخزرجی رضي الله عنه مشہور بدری صحابی ہیں ان کی
کنیت ابو الولید ہے، بیت العقبہ میں شریک بنو زلہ و فہد میں انکی حیثیت ایک نقیب کی تھی (یعنی اسلامی
تبلغ کی ذمہ داری کے لیے جو بارہ نقیب آپ ﷺ نے چنے ان میں یہ بھی تھے۔ ۲، سال کی عمر پر ۳۴
میں رطب کے مقام پر فوت ہوئے، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عباده بن صامت رضي الله عنه حضرت
معاویہ رضي الله عنه کی خلافت تک زندہ رہے۔

مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

جو شخص شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تشریح

قَوْلُهُ : مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یعنی جو شخص اس کلمہ کے معنی کو سمجھتے ہوئے اور جانتے ہوئے زبان سے اقرار کرے اور اس کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو عملی جامہ پہنائے۔

یاد رہے دونوں شہادتوں میں علم، بعیتین اور عمل کا ان کے مدلول کے ساتھ پایا جانا ضروری ہے اور ان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاعَلَمَ أَنَّهُ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

جان رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (عمد - ۱۹)

پھر مذہب یا کہ

إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ

وَهُوَ يَعْلَمُونَ (نصف - ۸۶) حق کی گواہی دیں۔

لیکن کلمہ طیبہ کا ایسا اقرار کر جس سے نہ تو اس کے مفہوم و معانی کا علم ہو نہ بعیتین ہو، نہ اس کے تقاضوں کے مطابق عمل ہو نہ شرک سے بیزاری ہو، نہ قول و عمل میں اخلاص ہو، نہ دل اور زبان میں ہم آہنگی ہو اور نہ دل اور اعضا کے کردار میں یکاگت ہو تو ایسی شہادت بالاجماع غیر نافع اور غیر مفید ہے۔

لہٰذا کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی اور اثبات دونوں کو متضمن ہے۔ جملہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے سوا ہر چیز سے اہمیت کی نفی کرتا ہے اور إِلَّا اللَّهُ، اللہ تعالیٰ کے لیے اہمیت کو ثابت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں رب ذوالجلال فرماتا ہے :

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

وَأَنَّ اللَّهَ كَرَّمَ وَوَلَّوْا الْعِلْمَ

فَرَسْتُمْ وَأَنْ سَبَّحْتُمْ بِحَمْدِ اللَّهِ الْوَالِدِ

علامہ قرطبی صحیح مسلم کے حاشیہ المفہوم میں باب ۱۸ دیتے ہیں کہ لا یخفی عجبہ التلطف بالشہادۃ تین۔ بل لا بد من استیقان القلب۔ یعنی صرف دونوں شہادتوں کو زبان سے ادا کرنا کافی نہیں بلکہ دل سے یقین کرنا ضروری ہے

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
 کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اُس زبردست حکیم کے سوائے الواقع کوئی خدا نہیں ہے

(ال عمران ۱۸)

علامہ محمد حامد اہنقی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں۔

گناہ بڑھ چو کہ قرآن کریم کی فصیح لغت کو سمجھتے تھے، اس لیے قرآن کریم نے جس توحید کو پیش کیا اس سے وہ مجاہد آگاہ تھے لیکن آج وہ لوگ جن میں شرک فی العبادت پھیل چکا ہے یہ لوگ اس لغت کے ماہر نہیں، انھوں نے اللہ جل جلالہ کو جو بابِ اول سے پہلے آج ہی دینِ سجدہ لیا ہے، خواہ وہ مطلق حکیم کی بھی یا عوام کی عام پڑھے لکھے لوگوں کو تو سمجھ بیٹھے، ہم رازنی جیسے شخص جو کہ ان کے عقیم علم اور ان کے اصولوں کے ہر تھے نے بھی قرآن کریم کی آیت قالوا یا موسیٰ اجعل لنا الہما کما الہما لہم العہدۃ کی تفسیر میں الا لا کا معنی سمجھنے میں غلطی کھائی ہے، تو بتائیں دوسرے ٹکائی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

کلمہ طیبہ کی حقیقت سے بے خبری اور جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ گمراہ ہوئے کیونکہ انہوں نے صفت الوہیت کو ان افراد میں ثابت کرنے کی کوشش کی جن سے اس صفت الوہیت کی نفی کی گئی ہے، جیسے اصحاب القبر، طاغوت، شجر و حجر اور جنات وغیرہ اور اس شرک کو دین اور توحید کو بدعت سمجھ لیا نتیجتاً اور مع ناسازی میں بڑگئے جو شخص توحید کو یفہم و یفہم، اس کی مخالفت کی، انہوں نے ان لوگوں نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے معنی کو اتنا بھی نہ سمجھا، جتنا کفار نے سمجھا تھا۔

کیونکہ کفار کو اس کلمہ شہادت کی حقیقت کو سمجھتے تھے لیکن اُس اخلاص سے انکار کرتے تھے جس پر کلمہ طیبہ دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بائے میں فرماتا ہے کہ:

اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
 وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّا نَتَارِكُوا الْاِلٰهَئِنَّا
 رَبَّاعِيًّا مَّجْنُوْنًا (الصفت- ۳۵-۳۶)

ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

مشرکین مکہ اور آج کے مشرک میں یہ صفت مشترک ہے کہ توحید کی دعوت دینے والوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ جن جن فوت شدہ صحار اور اہل قبور اور طاغوت وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں، اس سے جب انہیں روکا جاتا ہے تو دعوت الی التوحید دینے والوں کی سخت مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے کلمہ طیبہ کے معنی کو سمجھا اور پھر انکار کیا لیکن آج کا مشرک کلمہ طیبہ کے مفہوم کو بھی نہ سمجھا اور انکار بھی کیا، اسی لیے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کا وظیفہ بھی کسے ہیں اور غیر اللہ کو بھی پکار رہے ہیں۔

(ماخوذ از قرۃ العیون)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ باب غلو پسند فرقہ مرجمہ کے عقائد کی تردید کے لیے کافی ہے۔ کیوں کہ غلو پسند مرجمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے تو شہادتین کا اقرار کر لینا ایمان کیلئے کافی ہے۔ علامہ موصوف نے اس باب میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ اس عقیدہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جن اہل علم کو اس فرقہ کے عقائد کا علم ہے، ان کو یقین ہے کہ ان کا عقیدہ از روئے شریعت مطلقاً فاسد اور باطل ہے، نیز اس لیے کہ اس سے نفاق کی راہ ہمارا ہوتی ہے اور اس سے یہ فیصلہ دینا پڑے گا کہ اس کا ایمان صحیح ہے، حالانکہ یہ قطعی باطل ہے۔

زیر بحث حدیث میں ”مَنْ شَهِدَ“ کے جملہ سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ علم، یقین، اخلاص اور صدق کے بغیر کلمہ شہادت کا کوئی مطلب نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي يَهْدِي نَهْجَ نَهَائِي عَظِيمًا وَرِشَادًا وَرُقْعَةً كِي حَابِلٌ يَهْبُ
 اَوْرِ عَقَائِدَ كِي سَلْسَلَةٍ فِي يَهْدِي نَهْجِ سَبَبِ جَانِعٍ يَهْبُ يَا اِنْ اِحَادِيثٍ سِي يَهْبُ جَوَ كِي نَهَائِي
 جَانِعٍ فِي، رَسُوْلِ اَكْرَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِي اِسْمِي اِخْتِصَارَ كِي سَا تَوَدُّهُ تَمَامٍ يَهْبُ
 بَيَانِ فَرَا يَهْبُ فِي، جَنِّ سِي اِيْكَ اِنْسَانِ كُفْرَ كِي ذَاهِبِ كِي كَثْرَتِ كِي سَلَامِ كِي حَصَارِي فِي اَجَابِ
 لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ كَا مَطْلَبِ يَهْبُ كِي اِنَّهُ تَعَالَى كِي سَوَا كُوْنِي يَهْبُ جَوْدِ نِي فِي، مَقْرَانَ كَرِيْمِ
 نِي بَهْتِ سِي مَقَامَاتِ پَرِ اِسْمِ مَعْنُوْمِ كُو ذِوَ صَاحْتِ سِي بَيَانِ كِي يَهْبُ۔

وَاحِدَهُ : بَقَاعِي كِي قَوْلِ كِي مَطَابِقِي تَا كِي اِشْبَاتِ كِي مَتْرَادِفِي يَهْبُ۔ اَوْ
 لَا شَرِيكَ لَهُ : مَنْفِي پَهْلُو كِي تَوْضِيْحِ كِي لِيْهِ اِسْتِمَالِ يَهْبُ۔

اِسْمِ مَعْنُوْمِ كُو قُرْآنِ كَرِيْمِ فِي مَخْتَلَفِ اِسَالِيْبِ فِي بَيَانِ كِي كِي يَهْبُ :

۱. وَاللَّهُ وَاحِدٌ لَا
 لوگو! تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔

اَللّٰهُ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ
 اس بڑے مہربان اور رحم کرنے والے
 الرَّحِيْمُو (البقرہ - ۱۶۳) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۲. وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ
 جتنے بھی پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے

قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
 بھیجے ان کی طرف یہی وہی بھیجی کہ میرے
 نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلَهَ
 سوا کوئی معبود نہیں پس میسر ہی

إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ عبادت کرو۔

(الانبیاء - ۲۵)

۳. وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يُقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۚ هِيَ كِي عِبَادَتِ كَرُو۔ اُسكے سوا تمھارا كوئی آفَلَا تَتَّقُونَ ۝ (الاعراف - ۶۵) معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں؟

اُن کی قوم نے اُسٹا جواب دیتے ہوئے کہا

أَحْسَبْنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۚ (الاعراف - ۱۰۰) پوچھتے چلے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن بات کی اور فرمایا۔

ذٰلِكَ يٰۤاَنَّا اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ حَسْبُهَا هِيَ بَرِحِي تَبِّ اور جن کو یہ خدا وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ ۚ وَ اَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ ۚ اس لیے کہ حَسْبُ رَفِيعُ الشَّانِ

الْمَكْبُوتِ ۝ (الجم - ۶۲) اور بڑا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ کی ذات کے سوا سب سے معبودیت کی نفی کر دی گئی ہے۔ یہی

عبادت ہے اور یہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے ثابت ہے۔

قرآن کریم ابتدائے انتہا تک اسی مطلب کو بار بار اور مختلف انداز میں بیان کرتا اور اُس کی طرف مخلوق خدا کی رہنمائی کرتا ہے۔

ہر قسم کی عبادت دل کی محبت بھری عبادت سے واقع ہوتی ہے، جس میں مشورع و مشورع، اللہ تعالیٰ کے حضور عز و انخساری اور ترفیب و تربیب کے جذبات بھی ہوں۔ اور ان سب چیزوں کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں ہے، جیسا کہ اس باب اور اس سے پہلے باب کے دلائل میں گزر چکا ہے پس جس شخص نے ان امور میں سے کسی امر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرے کے لیے بھجا تو گویا اُس نے اللہ تعالیٰ

کے ساتھ اس کو شریک بنیہ نظیر لیا، یہ ایسا فعل ہے جس کے ہوتے بچنے نہ کوئی قول فائدہ مند ہوگا نہ کوئی عمل۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی پر علمائے سلف کے اقوال

الوزیر ابو یوسف اپنی کتاب "الانصاح" میں لکھتے ہیں کہ
 "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرنے والے کو لازم ہے کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مطلب
 کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ
 اللَّهُ (محمد - ۲۰) کے سوا کوئی معبود حق نہیں ہے

لفظ اللہ کا اِلَّا کے بعد بحالت رفع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ معبودیت میں اللہ تعالیٰ
 کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ کریم کے سوا کوئی بھی اس کا اہل نہیں۔

کلمہ طیبہ کے جملہ فوائد کی روح یہ ہے کہ یہ طاعت سے انکار اور ایمان باللہ پر مشتمل
 ہے، کیونکہ جب تم نے الوہیت (غیر اللہ) کا انکار کر کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معبودیت
 کے وجوب کو تسلیم کر لیا تو تم نے اپنے آپ کو ان لوگوں میں شامل کر لیا، جنہوں نے
 طاعت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ کے ساتھ ایمان لائے۔

علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب بدائع العقائد میں کلمہ لا الہ الا اللہ کے سلسلے میں ان لوگوں کی
 تردید کرتے ہوئے جو یہ کہتے ہیں کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ سے خارج ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

مستثنیٰ نہ صرف مستثنیٰ منہ سے خارج ہوتا ہے، بلکہ مستثنیٰ منہ کے حکم سے بھی خارج
 ہوتا ہے، اس کا طے وہ دہرے سے، مستثنیٰ میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لیے
 اس سے مراد مستثنیٰ منہ کے تمام لوازم کا استثناء ہے جس کا مطلب ہے کہ صرف
 معبودیت اپنے تمام لوازم کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

کہ اگر یوں ہو یعنی مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ سے خارج ہو تو کوئی آدمی بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے
 سے مسلمان نہیں ہوگا۔ کیونکہ اُس نے وصفت الوہیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت
 نہیں کیا اور کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غیر اللہ سے نفی الوہیت کے لیے اور بالخصوص وصفت

الوہیت کو اللہ کے لیے ثابت کرنے کے لیے موضوع خاص ہے، چنانچہ یہ کہنا کہ اللہ اسکا اللہ ہے اس سے اثبات الوہیت جو ہے وہ شئی زائد ہے اور اس میں کسی طرح کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔“

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ
 ” لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

علامہ الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ” اللّٰهُ اُن اسماء میں سے ایک ہے جن کو اسم جنس کہا جاتا ہے، جیسے رجل، فرس۔ اللہ ہر معبود پر بولا جاتا ہے خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ پھر اس کا اطلاق صرف معبود حق پر ہونے لگا۔“
 اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

” اللہ “ معبود اور مطاع کو کہتے ہیں۔ سو ” اللہ “ کا معنی معبود ہے اور معبود وہ ہے جو عبادت کا استحقاق رکھتا ہو اور اس کے مستحق عبادت بچنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اوصاف سے متصف ہے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آخری درجہ کی محبت کا اظہار وہی محبوب ہو۔ انتہائی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار اسی کے لیے ہو۔“

اور مندرمایا :

” پس اللہ ہی وہ محبوب اور معبود ہے، دل محبت سے جس کی عبادت کریں اس کی اطاعت بجالائیں، اس کے لیے ذلت کا اظہار کریں، اس سے خوفزدہ ہوں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، دشواریوں میں اسکی طرف رجوع کریں مشکلات میں اسی کو پکاریں، اپنے مفادات میں اسی پر بھروسہ کریں، اسی کے پاس جلنے پناہ تلاش کریں اور اسی کی محبت میں سکون پائیں۔ ان تمام اوصاف کا حامل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں۔ اسی لیے کلمہ طیبہ ” لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ “ سب سے بڑھ کر سچا کلام ہے اور صدق دل سے اسے پڑھنے والے لوگ اللہ والے اور اس کی جماعت ہیں، اس کے منکرین اللہ کے دشمن اور اس کے غضب انتقام کے سزاوار ہیں۔ جب یہ کلمہ درست ہو جائے تو اس کے سچ ہی ہر سئلہ، ہر حال اور ہر ذوق درست ہو جاتا ہے اور جب بندہ اپنا کلمہ ہی درست

نکرے تو اس کے معلوم اور اعمال لازماً فاسد ہوں گے۔“

اور امام ابن القیثم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

” اللہ وہ ذات ہے جس کی محبت، جلال، اس کی طرف انابت، اس کے احترام، اس کی تعظیم، اس کے لیے ذلت، اطاعت، خوف، امید اور اسے بھروسے کی بنا پر اس کی عبادت کا جذبہ موجزن ہو۔“

اور حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

” اللہ وہ ذات ہے جس کی محبت، جلال، محبت، خوف، اس سے امید، اس پر بھروسے اور اس سے سوال و دعا کے پیش نظر اسکی اطاعت کی جانے اور نافرمانی نہ کی جائے اور یہ سب کچھ اللہ عزوجل کے علاوہ اور کسی کے بھی شایان شان نہیں۔“

پس جس شخص نے مخلوق میں سے کسی کو ان امور میں شریک ٹھہرایا جو خصائص الوہیت میں سے ہیں، اس نے کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھنے میں اپنے اخلاص کو ناقص اور عیب دار کر لیا۔ اور جس نے اس نے خصائص الوہیت کو مخلوق میں تسلیم کیا، اسی نسبت سے اس میں مخلوق کی بندگی ہوگی۔

بقاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

” لا الہ الا اللہ اس بات کی بہت بڑی نفی ہے کہ خدائے عظیم کے سوا کوئی اور معبود ہو۔ لا الہ الا اللہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کو ٹھیک ٹھیک جان لینے سے قیامت کی سختیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اس کلمہ کی معرفت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اس سے فائدہ پہنچے اور فائدہ اُس وقت پہنچے گا جب کہ انسان اذعان و عمل سے اس کے تقاضوں کو پورا کرے ورنہ جہالت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔“

اطیبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ

”اللہ فعال کے وزن پر اور مفعول کے معنوں میں ہے، جیسے کتاب، مکتوب کے معنوں میں ہے۔ اس کا ماضی کا صیغہ آلہ اور مصدر الہتہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ

اُس نے عبادت کی۔

عَبَدَ عِبَادَةً

فعال بمعنی مفعول اہل علم میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ پس کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللہ کریم کے سوا کوئی بھی ہو، سب کی معبودیت کی نفی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے الہیت کا

اثبات کرتا ہے

یہ وہی توحید ہے جس کے سمجھانے کے لیے اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور قرآن کریم ازل تا آخر اسی کی تشریح و توضیح کرتا ہے جساکہ اللہ تعالیٰ جنات کی بات نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ

قُلْ أُوْحِيَ اِلَيْ اَنَّهُ اسْتَمَعَ
نَفْسًا مِّنَ الْجِنَّةِ فَعَالُوا
ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے
کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر
(جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو) کہا۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝
يَهْدِيْ اِلَى الْوَسْطِ فَاٰمَنَّا
ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے،
جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اس لیے ہم اُس پر ایمان لائے ہیں اور
ہم اب ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں
آحَدًا ۝
(الجن - ۲۱) کریں گے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ جب تک لا الہ الا اللہ کے مدلول اور تقاضوں کو خواہ وہ نفی پر دال ہوں یا اثبات پر، نہ سمجھا جائے اور اس پر عقائد نہ رکھا جائے اور ان کو قبول کر کے عملی جامہ نہ پہنایا جائے اُس وقت تک اس کلمہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا۔
جو شخص بغیر جانے اس پر عقیدہ رکھے اور عمل کیے بغیر اس کا زبانی وظیفہ کرتا ہے تو جیسا کہ علماء کے اقوال گزر چکے ہیں، یہ اس کے خلاف بطور حجت پیش ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:
" اللہ اُس معبود کو کہتے ہیں جس کی عبادت و اطاعت کی جائے کیونکہ اللہ وہ ہے جس کی عبادت کی طرف دل از خود مائل ہو جائے۔ حقیقت میں یہی ذات عبادت کے قابل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی صفات کا مل موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ محبوب مخلوق ہو جاتا ہے اور مخصوص ذہ ہے جس کے سامنے انتہائی خضوع کے ساتھ سجدہ کا جائے۔"

○ وہ ایسا محبوب اور معبود الہ ہے جس کی طرف قلوب پوری محبت سے کھینچ جاتے ہیں۔

وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ -

وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔

- اسی کے سامنے دل بھکتے ہیں۔
- اسی کے سامنے عجز و انحراسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
- اسی سے ڈرتے ہیں اور اسی سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں۔
- مصائب و آلام اور مشکلات کے وقت اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔
- مشکل اوقات میں اسی سے فریاد کرتے ہیں۔
- اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے اسی سے فریاد کرتے ہیں۔
- اسی کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔
- اسی کی محبت میں سکون پاتے ہیں

ان تمام صفات کی مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کلاموں میں سچا کلام لا الہ الا اللہ ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے حزب اللہ ہیں۔ اس کے منکر اور اس سے سرکشی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اُس کے غضب و قہر کا شکار ہیں۔ جب یہ کلمہ صحیح ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی تمام مسائل از خود حل ہو جائیں گے اور جس شخص کا یہ کلمہ ہی صحیح نہ ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے علم اور عمل میں فسادِ عظیم پیدا ہو جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آلَا لَهُ هُوَ الَّذِي تَأَلَّفَهُ
الْقُلُوبُ مَحَبَّةً وَاجْتِلَالًا
وَإِنَابَةً وَاسْتِغَاثَةً
تَعْظِيمًا وَذُلًّا وَخُضُوعًا
وَخَوْفًا وَرَجَاءً وَتَوَكُّلاً
اور اسی سے اُمید اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں
قَوْلُهُ: وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

یہ الفاظ و حقیقت لا الہ الا اللہ کی تاکید اور اس کے معنی مضمون کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے قرآن کریم میں جہاں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ذکر فرمایا وہاں کلمہ توحید کی بھی وضاحت کی ہے۔

وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ -

اور شہادت دے کہ حضرت محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

عباد القبور کی جمالت کس درجہ بڑھ گئی ہے اور وہ کس قدر شرکِ عظیم میں مبتلا ہیں کہ جو کلمہ لا الہ الا اللہ کے بالکل منافی ہے۔ مشرکین عرب اور ان کی طرح کے دوسرے مشرک بھی لا الہ الا اللہ کا لفظاً و معنیٰ انکار کرتے تھے لیکن موجودہ مشرک لفظاً تو اس کا اقرار کرتے ہیں مگر معنیٰ اس کے منکر ہیں اگر تم ان کی حالت پر غور کرو گے تو دیکھو گے کہ وہ غیر اللہ کی مختلف قسم کی عبادتیں کر رہے ہیں۔ مثلاً محبت، تعظیم، خوف، امید، توکل اور دعائیں وغیرہ عبادات میں وہ غیر اللہ کی طرف مائل ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا شرک کئی اعتبار سے مشرکین عرب کے شرک سے کئی گنا زیادہ ہے۔

کیونکہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو نہایت اخلاص سے غیر اللہ سے دعا مانگتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس طرح خدا سے مانگنے کی نسبت انہی دعا جلد قبول ہو جائے گی لیکن پہلے مشرکین کی حالت اس سے برعکس تھی کہ جب آسانی کا وقت ہوتا تو وہ غیر اللہ سے مانگتے البتہ شامہ میں صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کو پکارتے تھے، جیسے قرآن کریم میں انہی حالت بیان کی گئی ہے

فَاِذَا سَأَلَكَ بِرَبِّكَ فِي الْمَلِكِ
 دَعَا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ
 فَلَمَّا نَجَّاهُمْ مِنَ الْاَلْبَرِ
 اِذَا هُمْ بِشِرْكُوْنَ ۝
 جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے
 دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس سے
 دعا مانگتے ہیں۔ پھر جب وہ انہیں بچا کر
 خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرک کرنے
 لگتے ہیں۔ (النجم - ۶۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے مشرک اللہ تعالیٰ اور اُس کی توحید کو سمجھنے میں مشرکین عرب اور اُن سے قبل کے لوگوں سے بھی زیادہ ناواقف اور جاہل ہیں۔

لہذا یہ مشرکین ہی الا لہ کے معنی سے ناواقف ہیں وہ الا لہ کے معنی سمجھنے کو جو توحیدِ لویہیت پر دلالت ہے بل کہ صرف توحیدِ ربوبیت کی طرف لے گئے ہیں جس سے مراد ہی چیز پیدا کرنے پر قدرت ہے، پس جس شرک کو لا الہ الا اللہ اللہ عزوجل کہتا ہے، انہوں نے اسی کو ثابت کر دکھا ہے اور اگر توحید نے جس عرصے عبادت اللہ کو ثابت کر دیا تھا، ان لوگوں نے اپنی جمالت کی وجہ سے اس کی نفی کر دی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، فاعبد اللہ مخلصاً لہ الذمیر، تو اللہ کے لیے ہی (اپنے) دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کر۔

ام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عظیم ترین وظیفہ عرصہ دراز سے منسوخ ہو چکا ہے، اور اس دور میں نہایت



”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کی وضاحت

قَوْلُهُ : وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

(وہ حرفِ عاطفہ ہے جس کا عطف لفظ شہدہ پر ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں ہوگی) (وَشَهِدَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) یہ اپنے ماقبل پر مکرراً عامل کی وجہ سے معطوف ہے جو محذوف معنوی ہے۔ معنی یہ ہے گواہی کی کہ (مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) الْعَبْدُ کے معنی ہیں ایسا عاقل جو عابد ہو۔ معنی یہ ہو گئے کہ حضرت مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جن کا خاصہ اور وصف عبودیت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ (انسور)

بارگاہِ الہی میں ایک انسان کا سب سے بلند مقام اور مرتبہ یہ ہے کہ وہ رسالت اور عبودیتِ خاصہ سے متصف ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں صفتوں میں تمام مخلوقات میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں

معزلی رہیں رگہ گی ہیں، یہ وہ مشن ہے جس کی بدولت تو میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی اور ترقی کرتی ہیں
اُد جب گناہ اور بے جہو گی ان عام ہوجاتی ہیں تو پھر نیک اور بد سب کے سب اللہ کی گرفت
میں آجاتے ہیں“

ام نوری ترجمہ اُترنے سے اس دور سے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی طرف اشارہ کیا ہے، اگر اس وقت
یہ حالت تھی تو تم ہی بہت ڈر کہ دوسری ہجری اور اس کے بعد آنے والے ادوار کے متعلق کیا کیفیت ہوگی
اس وقت احکام اسلام پورے طور پر غربت کا شکار ہیں۔

مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی سیر حاصل تشریح کی ہے
ایسی تشریح کوئی بھی اہل قلم نہیں کر سکا۔ اس کا مطالعہ قارئین کرام کے لیے فوائدِ کثیرہ کا باعث ہوگا۔
(انشاء اللہ)

لے کسی کی بات سے حدیث کا مقابلہ کیا جائے کہ یہ کون سی تو غلطی کھا سکتا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ غلطی سے محض وہیں
اللہ تعالیٰ نے نہیں آپ کی اتباع اور پیروی کا حکم فرمایا ہے اور وہیں آپ کی اطاعت چھوڑنے پر وعید سنائی گئی چنانچہ قرآن الہی ہے
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لَأَيِّكُمْ أَنْ يَسْتَأْذِنَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَنْ يَخْرُجُوا فِي الْحَرَامِ بِغَيْرِ طَلَبٍ
مُؤْمِنَةٌ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
مِمَّا آمَنُوا بِهِمْ (الاحزاب - ۲۶)
معاشرے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے
سورہ نور میں ارشاد فرمایا :
فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ رَأْيِ رَسُولِ اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ خِيَرَةٌ مِمَّا نَهَى اللَّهُ عَنِ أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِمَّا آمَنُوا بِهِمْ (الاحزاب - ۳۶)

رہی ربوبیت اور الوہیت تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ ہیں اور یہ اسی کا حق ہے۔
جس میں کسی بھی صورت میں کوئی نبی و رسول شریک ہے اور نہ کوئی مُقرب فرشتہ۔

قَوْلُهُ : عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

رسولِ کریم ﷺ کی یہ دو صفیں ایک ہی جگہ بیان کی گئی ہیں جو افراط و تفریط کو مستم

کرتی ہیں۔

الشرک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اُمّتِ محمدیہ میں داخل ہیں لیکن وہ جذبہٴ محبت میں حدودِ شرعیہ کو تجاوز کر جاتے ہیں اس طرح وہ اپنے قول و عمل میں افراط کا شکار ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ کی پیروی کو ترک کر کے تفریط سے کام لیتے ہیں اور ان آرا پر اعمادِ کربٹھے ہیں جو کہ آپ کے لاتے ہوئے احکام سے متصادم ہوتی ہیں اور آپ ﷺ کے احکام کی ایسی ایسی غلط تاویلیں کرتے ہیں جن کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جس سے ان احکام کی پیروی کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے۔

ان محمدًا رسولُ اللہ ﷺ کی شہادت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ○ جو آپ بتائیں اُس کی تصدیق کی جائے۔

○ جس کام کا آپ حکم دیں اُس کی تعمیل کی جائے۔

○ جس کام سے روک دیں اور چھڑک دیں اسے چھوڑ دیا جائے۔

○ اور آپ ﷺ کے امر و نہی کو ایسی اہمیت دی جائے کہ اس کے مقابلے میں کسی کے قول کو ترجیح نہ دی جائے خواہ کوئی بھی ہو، افسوس کہ آج وہ لوگ جو علم سے منسوب ہیں اور ان میں قاضی بھی ہیں اور مفتی بھی، اُنکا حقیقی عمل اس کے خلاف ہے۔ (واللہ اعلم)

دارِ اُحی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن سلام سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ

أَمْرٌ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ

يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور- ۹۳) یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

امام احمد بن حنبل جرمائش نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ فتنہ سے مراد شرک ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو رد کرے تو شاید اس کے دل میں کوئی غلط بات جم جائے جو اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے، افسوس کہ اتباع اور ترکِ اتباع میں بھی لوگ افراط و تفریط میں گرفتار ہیں وہ ایسے لوگوں کے کلام جو خطا کرتے ہیں گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ترجیح دیتے ہیں، جو کہ غلطی سے متبرّا اور مصوم ہیں، عوام تو سب ایک طرف، بعض علماء بھی اس مصیبت کا شکار ہیں۔



وَ اَنَّ عَيْسَى عَبْدُ اللَّهِ وَ رَسُولُهُ -

اور شہادت لے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

إِنَّا لَنَجِدُ صَفَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّا أَدْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا وَ حِرْزًا لِلْآمِنِينَ أَنْتَ عَبْدِي وَ رَسُولِي سَمِيئُهُ الْمُتَوَكَّلُ لَيْسَ يَغْطِي وَ لَا يَغْلِيظُ وَ لَا صَخَابٌ بِالْأَسْوَابِ وَ لَا يَجْنِي بِالسَّيْئَةِ مِثْلَهَا وَ لَكِنْ يَعْمُو وَ يَتَجَاوَزُ وَ لَنْ أَمِينَهُ حَتَّى يُقِينَهُ أَلِمَّةَ الْمُتَعَوِّجَةِ بِأَنْ يُشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْتَحُ بِهِ آعِينَا عَمِيًّا وَ آذَانًا صَمًّا وَ قُلُوبًا غُلْفًا ○

ہم یہودی کتب میں رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل صفات دیکھا اور پڑھا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور ان پڑھ لوگوں کے لیے پناہ دہندہ بنا کر بھیجا۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے اُس کا نام متوکل رکھا جو نہ طبیعت کا سخت ہے اور نہ درشت مزاج ہے۔ نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہے۔ وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتا بلکہ مُعات کرتا ہے اور درگزر کرتا ہے میں اسے موت نہ دوں گا جب تک کہ کبھی کی ہوئی طلت کو سیدھا نہ کرے۔ اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ ان سے کلمہ توحید کی شہادت کھوائے گا جس سے نہ دیکھنے والی آنکھیں سبنا کر دے گی اور نہ سننے والے کان سننے لگیں گے، اور موقبل دلوں کے دریچے کھلے لگیں گے۔ (داری)

عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو اقدیس نے بتایا کہ انھوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کے اوصاف سنے تھے جیسے عبداللہ بن سلام نے بیان کیے ہیں۔

”ان عیسیٰ عبد اللہ رسولہ“ کا مفہوم

قرآئہ: وَ اَنَّ عَيْسَى عَبْدُ اللَّهِ وَ رَسُولُهُ



یہاں نصاریٰ کے عقیدہ کے خلاف اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ عیسیٰ نہ تو خدا، نہ خدا کے

کے بیٹے ہیں اور نہ تیسرے اقوام۔ خداوند تعالیٰ ان کی ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں بہت بلند ہے جیسا کہ خود قرآن مجید

شہادت دیتا ہے۔ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اور کوئی دوسرا خدا اُس کے ساتھ نہیں

إِلٰهِ۔ (المؤمنون: ۹) ہے۔

اب ہر شخص کو اس بات کی تصدیق کرنی چاہیے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے

بندے اور رسول تھے، اس چیز کا علم اور یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملک اور غلام ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے

انکو باپ کی منت پذیر کی بغیر ایک عورت کے بلطن سے پیدا فرمایا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف

اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

زیرِ تصریح میں آیاتِ محکمات کی طرح جن میں کفار و نصاریٰ پر رد ہے، ایسا حقیقت پر مبنی بیان ہے، جس پر اعتقاد رکھنا ہر شخص پر فرض ہے۔ ان احادیث میں کفار و نصاریٰ کی تردید بھی موجود ہے۔ اس سلسلے میں نصاریٰ کے تین گروہ ہیں:

۱۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی اللہ ہیں۔

۲۔ دوسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔

۳۔ تیسرے گروہ کا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تین میں سے تیسرے ہیں۔ یعنی اللہ، عیسیٰ

اور ام عیسیٰ۔

رب ذوالجلال نے ان تینوں عقیدوں کی تردید فرمائی۔ حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیا۔

ارشاد فرمایا:

لے اہل کتاب! اپنے دین میں

غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا

کوئی بات منسوب نہ کرو۔

مریح عیسیٰ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ

اللہ کا ایک رسول تھا۔ اور ایک فرغان تھا

جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک کلمہ

تھی اللہ کی طرف سے۔ پس تم اللہ اور

اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ

”تین“ ہیں۔ باز آجاؤ۔ یہ تمہارے ہی

لیے بہتر ہے۔

يٰۤاٰمِلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ

دِيْنِكُمْ وَلَا تَقْوَلُوْا عُلْفَ

اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اِنَّمَا السَّيْحُ عِيْسٰى ابْنُ

مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

وَكَيْسَتُهُ مِنَ الْقَهْمِ اِلٰى مَرْيَمَ

وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

وَلَا تَقْوَلُوْا ثَلٰثَةً اِنْ شَاءُوْا

خَيْرًا اِنَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ
كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ
تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ
فَيَكُونُ

(الاعلان - ۵۹)

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا تھے اور نہ اللہ تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سبحانہ و تعالیٰ مشرکین کے شرک سے پاک اور منزہ ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ:

اللَّهُ وَاحِدٌ سُبْحَانَ أَنْتَ
تَكُونُ لَهُ وَلَهُ
لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا
لَنْ يَتَّخِذَ الْمَسِيحُ أَنْتَ
تَكُونُ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا

اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے، وہ بالاتر ہے اس سے کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو۔ زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اُس کی ملک ہیں اور ان کی کفالت و خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔

مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر

کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گلجہ اللہ گھیر کر سب کو اپنے سامنے حاضر کریگا۔

الْمَلَائِكَةُ الْمُتَرَبِّعُونَ وَمَنْ يَتَّخِذْ
عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْمِلْ
يَوْمَئِذٍ حِمْلًا
(النساء - ۱۴۲)

سورہ مائدہ میں متعدد جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن کو واضح فرمایا گیا، جیسے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ
مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ
ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا، مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔

اے محمد! ان سے کہو کہ اگر خدا مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اُس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے؟ اللہ تو زمین آسمان کا اور ان سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں، جو کچھ چاہتا ہے

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْأَمْعِدِ صَبِيًّا ۖ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ تَلَّمْتُ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا آيِنَ مَا كُنْتُ وَمَا أَوْصِيَنِ بِالْحَسَنَةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۖ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۖ

میری نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہا لوگوں نے ”ہم اس سے کیا بات کریں جو گھواڑے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے؟“ بچہ بول اٹھا ”میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا، اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب کہ میں پیدا ہوا اور جب کہ میں مرؤں اور جب کہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔“

یہ ہے عیسیٰ ابن مریم ۷

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَلْقِي قَدِيرٌ ۝ (المائدہ ۱۷)

پیدا کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بات بھی نقل کی ہے جو انہوں نے اپنے بچپن میں گواہی میں کی تھی:

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ تَلَّمْتُ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا آيِنَ مَا كُنْتُ وَمَا أَوْصِيَنِ بِالْحَسَنَةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۖ

میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں۔ اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔



قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ
يَسْتَدُونَ ○
مَا كَانَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ
مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا
قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ
لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ○
وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ○ (مریم - ۳۴ تا ۳۹)

اور یہ ہے اس کے بائے میں وہ بچی
بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔
اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی کو بنایا
بنائے وہ پاک ذات ہے۔
وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو
کرتا ہے کہ ہو جا، اور بس وہ ہوتی ہے
(اور عیسیٰ نے کہا تھا کہ) اللہ میرا رب بھی
ہے اور تمہارا رب بھی۔ پس تم اسی کی
بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

لَنْ يَسْتَنْبِكَ الْمَسِيحُ أَنْ
يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا
الْمَلَائِكَةُ الْمُقَدَّبُونَ
وَمَنْ يَسْتَنْبِكَ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَيَسْحَرُهُمُ
إِلَهُ جَمِيعًا ○ (النساء - ۱۷۲)

مسیح نے کسی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ
وہ اللہ کا ایک بندہ ہو اور نہ مقرب ترین
فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔
اور اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار
سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت ایسا
آئے گا جب اللہ سب کے گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن بعض یہودیوں کا (اللہ ان پر لعنت کرے) ان پر یہ بھی ایک

بتان تھا کہ وہ مسیح النصب نہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

ایک بندہ مومن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ یہودیوں کے اس بہتان کی تردید کرے، ان پر ایمان
لائے اور (یہودیوں کے ان تمام لغو اور باطل عقائد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بری الذمہ قرار دے)
لہذا کسی کا اسلام درست نہ ہو گا جس نے دونوں فرقوں (یہود و نصاریٰ) کی بات سن کر دونوں سے
اظہار برأت کر لیا، نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ایمان اور یقین رکھے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ
وَيَوْمَ أُمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ
حَيًّا ○ (مریم - ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷)

سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جبکہ
میں مرے اور جبکہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا
مختر از قرون الرضیین

وَ كَلِمَتُهُ الْقَامَا إِلَى مَرْيَمَ

اور یہی شہادت دے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں۔
جو کہ بیجا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم عَلَیْہَا السَّلَام کی طرف

”کلمتہ“ پر مفصل نوٹ

قولہ: وَ كَلِمَتُهُ

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا نام کلمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ ان کو اللہ نے لفظ کُن کہہ کر پیدا فرمایا جیسا کہ سلف مفسرین کرام کا بیان ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ کی تردید میں فرماتے ہیں:

أَلْكَلِمَةُ الَّتِي أَلْقَاهَا
إِلَى مَرْيَمَ حِينَ قَالَ لَهُ
”كُنْ“ فَكَانَ عَيْسَى يَكُنْ وَ
لَيْسَ عَيْسَى هُوَ كُنْ“ وَ لَكِنْ
يَكُنْ كَانَ. فَكُنْ مِنْ
اللَّهِ تَعَالَى قَوْلٌ وَ لَيْسَ
كُنْ مَخْلُوقًا، وَ كَذَبَ
التَّصَارُي وَ الْجَهْمِيَّةُ عَلَى
اللَّهِ فِي أَمْرِ عَيْسَى

لہذا لفظ کُن اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔
اور اللہ کا کلمہ مخلوق نہیں ہو سکتا۔
حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے باکے
میں نصاریٰ اور فرقہ جہمیہ، دونوں نے
اللہ پر جھوٹ اور افتراء باندھا۔

قولہ الْقَامَا إِلَى مَرْيَمَ

علامہ ابن کثیر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حدیث کے اس جملہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ

خَلَقَهُ بِالْكَلِمَةِ الَّتِي
أَرْسَلَ بِهَا جِبْرِيْلَ إِلَى
اللہ نے عیسیٰ کو اس کلمہ سے پیدا
کیا جسے جبریل کو دے کر مریم کی طرف

و رُوحٌ مِّنْهُ

اور وہ (عیسیٰ) اسی کی طرف سے رُوح ہے۔

مَرْيَمَ مَتَّعَ فِيهَا مِنْ رُوحِ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ
فَكَانَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ نَشِيطًا
عَزَّوَجَلَّ قَالَتْ أَتَى الْمَلَأَةَ الَّتِي
كُنَّ رُوحٌ مِّنْهُ عَزَّوَجَلَّ
بِهَيْبَتِهِ لِيُتَلَكَّمَنَّ فِيهَا
مِنْ تَحْتِهَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوح کے بارے میں صحیح موقف

قولہ: وَرُوحٌ مِّنْهُ لے
حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ رُوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

لے حدیث میں (وَرُوحٌ مِّنْهُ) کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جیسے اولادِ آدم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اسی طرح عیسیٰ بھی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاذْذُقْنَاهُ وَأَلْبَسْنَاهُ مِن بَدَنِ امْرَأَةٍ وَنَجَّحْنَاهُ فِي مِحْنَةٍ وَسُلَّخْنَاهُ يُرْسًا مِّن دَاخِلِ الْجَانِ وَالَّذِي يُرْسًا مِّن دَاخِلٍ أَهْوَىٰ مِّنَ الْهَارِ أَكْبَرُ لَا تُرَىٰ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرِ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سجدة: ۱۷) اور اس میں اپنی رُوح پھونکوں اور جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو دوسری آیت میں آدم سے مماثل قرار دیا ہے۔ امام الموصیٰ بن احمد نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ الشیخ عبدالرحمن بن حسن قرطبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن کثیر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن کثیر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

واذا اخذ ربك من بني ادم من اولئذ حتى اكلوا من ثمره وادوا ذنوبهم فنفخ فيهم الروح فاما ادم فنفخ فيه من ربه واما عيسى فنفخ فيه من ربه واما روحه فنفخ فيه من ربه واما روحه فنفخ فيه من ربه



” حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام بھی اُن ارواح میں سے ایک ہیں جن کو اللہ کریم نے پیدا فرمایا اور جن سے آسَتْ بِسَوْفَ كُنْهُ کہہ کر اپنی ربوبیت کا اِستدار کروایا تھا۔ اسی روح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف بھیجا جو کہ حضرت مریمؑ میں داخل ہو گیا۔“

ظہور ہم ذریتہم و اشہد ہم
علیٰ انفسہم الست بریکہ قالوا
بلی شہدنا۔
حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی روح بھی ان ارواح میں سے ایک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

علامہ ابن جریر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وہب بن منبہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ
” جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں چھو لگا تو یہ نغز رحم مریمؑ میں جا کر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا ذریعہ بنا۔“
علامہ السنذی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرماتے ہیں

” حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ نغز حضرت مریمؑ کے سینے میں داخل ہوا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔“ ابن جریر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کہتے ہیں کہ ان کی قیص کے گریبان اور آستین میں چھو لگا ماری بس جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے چھو لگا ماری۔ اور اللہ تعالیٰ نے لفظ ”کن“ سے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذا سویتہ و نفخت فیہ
من روحی۔
روح چھو لگا دوں۔

فسجان من لا یخلق غیرہ ؛ ولا یعبد سواہ۔
زیر نظر حدیث میں اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کے دشمن یہودیوں کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زانیہ کے بیٹے تھے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہودیوں کو کاذب اور اُن کی اس بات کو باطل قرار دیا ہے۔

نصارائی نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے بارے میں غلو اور کفریہ کلمات کہے۔ اور اسی طرح یہودیوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں انتہائی ظالمانہ انداز اختیار کیا۔ نتیجہً دونوں گروہ سیدھے راستہ سے بہت دور نکل گئے۔

اس اشرف کو عبد بن حمید اور عبداللہ بن احمد نے ”زوائد المسند“ میں نقل کیا ہے اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس اشرف کو نقل کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

” اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح کو اپنی طرف منسوب کرنے

کے معنی یہ ہیں کہ وہ رُوح اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اور اُسی کی پیدا کردہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي
التَّمْوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا قَبْلَهُ ط (الباقیہ- ۱۳)

سب کچھ اپنے پاس سے۔“

آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تسخیر اللہ تعالیٰ کے حکم اور قدرت کا نتیجہ ہے۔
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

” جب کسی معنی کی اضافت اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور وہ چیز خود قائم بالذات نہ ہو سکے اور نہ کسی مخلوق کے ساتھ وابستہ ہو سکے تو وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی صفت قرار پائے گا۔ جو صرف اسی کے ساتھ متعلق ہوگی اور یہ منسوخ ہوگا کہ اس صفت کی اضافت ایسی ہو جیسے کہ کسی مخلوق اور محتاج ربوہیت کی طرف یہ صفت مضاف ہو (جیسا کہ علم و قدرت اور کلمہ وغیرہ)

دو فوں گروہوں کے باطل ہونے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جا بجا ذکر فرمایا ہے۔ حق اور سچائی کو واضح کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو اجاگر کیا اور ان کو ان پانچ اولوا العزم رسولوں میں شمار کیا جن کا تذکرہ سورہ احزاب اور سورہ الشوریٰ میں کیا گیا ہے۔
مزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بھی ان اولوا العزم رسولوں کی طرح صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں۔

بلاشبہ یہ پانچوں رسول افضل الرسل ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں اور انبیاء سے افضل و اعلیٰ اور اشرف ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین
ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین۔



وَالْجَنَّةُ حَيْثُ وَ النَّارُ حَيْثُ

اور اس کی بھی شہادت دے کہ جنت اور دوزخ حق ہیں۔

اگر کسی ایسی چیز کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جو بذاتِ خود قائم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہ ہوگی کیونکہ جو چیز بذاتِ خود قائم ہو وہ دوسرے کی صفت نہیں بن سکتی۔ جیسے عیسیٰ، جبریل اور تمام ارواح بنی آدم وغیرہ۔

وہ اشیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہیں، دو قسم پر ہیں:

۱۔ پہلی قسم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں اور ان کو اس نے بغیر کسی مثال سابق کے بنایا ہے۔ تو یہ قسم تمام مخلوقات کو شامل ہے جیسے عرب کہتے ہیں سَمَاءُ اللّٰهِ (اللہ کا آسمان) اَرْضُ اللّٰهِ (اللہ کی زمین) عَلٰی الْقِيَاسِ اس طرح تو تمام مخلوقات اللہ کریم کی مخلوق ہیں اور تمام مال اللہ تعالیٰ کا مال کلائے گا۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اشیا اس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت عطا کی ہے، جسکی بنیاد پر ان سے پیار و محبت کرتا ہے، ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے اور ان سے غمخ ہے جیسے بیت اللہ کہ یہ

مقام اللہ کی اس عبادت کے لئے خاص ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ہوگی۔ بیت اللہ اللہ کا گھر میں یہ اضافت اسی خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ یا مالِ حَسٍّ اور مالِ فَحٍّ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے تو اسی طرح عباد اللہ میں اضافت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں گویا یہ اضافت تو اللہ کی اُلُوہیت پر دال ہے۔

اور اس کے دین اور شریعت کی اطاعت کو متضمن ہے

لیکن وہ اضافت اس میں ربوبیت اور خلقت کا ذکر تھا۔ (یہ کلام خلاصہ کے طور پر ذکر کیا ہے)

قَوْلُهُ: وَالْجَنَّةُ حَيْثُ وَالنَّارُ حَيْثُ

یعنی اس بات کی گواہی دے اور اقرار کرے کہ جس جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے

کلام پاک میں خبر دی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نشتی بندوں کے لیے بنایا ہے وہ برحق اور موجود ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس بات کا بھی اقرار کرے کہ وہ دوزخ جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کیا ہے اور جس کی خبر قرآن کریم میں دی گئی ہے وہ بھی برحق اور موجود ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَابِقُونَ إِلَىٰ مَعْقِلَةٍ مِّنْ دُونَ دَرَجَاتٍ مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ
 ذَرِيْعَتُهُمْ مِّنْ دُونِهَا
 كَعَرْضِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ
 أَعْدَتُ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ
 وَأَن لَّوْكَوْلُ الْيَوْمِ
 ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
 مَن يَشَاءُ
 وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
 (الحديد - ۲۱)

دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے
 بڑھنے کی کوشش کرو۔ اپنے رب کی معفت
 اور اس جنت کی طرف، جس کی وسعت
 آسمان و زمین جیسی ہے جو تیار کی گئی ہے
 اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور اُس کے رسولوں
 پر ایمان لاتے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے
 جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔
 اور اللہ کریم بڑے فضل والا ہے۔

اور دوزخ کے بارے میں فرمایا:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا
 النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
 أَعْدَتُ الْكَافِرِينَ
 (البقرہ - ۲۴)

ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن نہیں
 گے انسان اور پتھر، جو تیار کی گئی ہے
 منکرینِ حق کے لیے۔

ان دونوں آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت مخلوق
 ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں اور ان آیات سے یہ بھی پتا چلا کہ قیامت پر ایمان لانا از حد ضروری
 اور لاہڑی امر ہے۔ لیکن اہل بدعت اس بات کے قائل نہیں، (ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس وقت جنت
 اور دوزخ کا کوئی وجود نہیں ہے۔)

لہٰذا جس شخص کا جنت اور دوزخ پر ایمان نہیں ہے، گویا اس نے قرآن کی اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام
 کی تعلیم کی نفی اور تردید کر کے گفر کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور اُس میں انعام و اکرام کا بیان فرمایا
 ہے جو متیقن کے لیے اس نے تیار کر رکھے ہیں اور فرمایا کہ جنت متیقن کا گھر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوزخ
 اور اس میں جو عذاب ہے اس کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ یہ ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو کافر اور مشرک ہیں۔

أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ
مِنَ الْعَمَلِ - (اخرجاه)

ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بہر حال جنت میں داخل کرے گا اگرچہ اس کے اعمال
کیسے ہی ہوں۔

قوله : أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ

یہ جملہ جواب شرط ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں :

أَدْخَلَهُ اللَّهُ مِنْ آيَةٍ
أَبْوَابِ الْجَنَّةِ السَّمَاوِيَّةِ
مِنْ سَمَاءٍ
میں سے جس دروازے سے چلے گا
داخل کریگا۔

قوله : عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ کی وضاحت میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

”خواہ اچھے کام کرے یا برے، اصلاح کی باتیں کرے یا فساد کی، مگر چونکہ
وہ اہل توحید میں سے ہے لہذا اہل توحید کا جنت میں داخل ہونا سمی اور ضروری ہے،
دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل توحید اپنے اپنے اعمال کی مناسبت سے جنت
کے درجات حاصل کریں گے۔“

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں :

”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث ان لوگوں کے لیے
مخصوص ہے جو ایمان اور توحید کی بیک وقت شہادت دیتے ہیں۔ یہ شہادت
ان کے اعمال سنیہ کو مغلوب کرنے کی جس کی بنا پر وہ مغفرت، رحمت اور اولین
دنوں جنت کے حقدار ہو جائیں گے۔“

لے یہ معنی زیادہ انسب اور اقرب الی الغنم ہیں۔

ولہا فی حدیث عتبان : فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى
النَّارِ مَنْ قَالَ : " لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ " .
يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ .

بخاری و مسلم میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار
کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے عذاب کو حرام کر دیتا ہے۔

حضرت عتبان بن مالک سے مروی حدیث کی تشریح۔

قوله : وَ لَهَا
اس سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم مراد ہیں یہ ایک طویل حدیث کا حصہ مصنف نے نقل کیا ہے

لہ محمد والدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے حدیث کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے
جس کا باب سے خاص تعلق تھا یعنی :

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي
بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ
جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرے اور اس کا مقصد
اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔
حقیقت یہ ہے کہ کل طریقہ دو ہی چیزوں پر دلالت کرتا ہے :
ایک اخلاص دوسرے شریک کی نفی

صدق اور اخلاص، یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ جو شخص مخلص نہیں وہ مشرک ہے اور جو سچا
نہیں وہ منافق ہے۔

یہی توحید اسلام کی اساس اور بنیاد ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہی چیز مانگی تھی :
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ
اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا۔
ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو
مطیع فرمان ہو۔
(البقرہ - ۱۲۸)

ایک موقع پر یوں دعا گو ہوئے کہ :

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي
قَطَرَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضُ
میں نے تویک سُوہر کر اپنا رخ اُس سمت کی
طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان کو پسیدا

عُثْبَانَ : ایک حلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے
قبیلہ بنی سالم بن عوف سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسبت ہے :
عُثْبَانَ رضی اللہ عنہ بن مالک بن عمرو بن عجلان الانصاری۔

حَدِيثًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
الأنعام : ۷۹

کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں
سے نہیں ہوں۔

حکد سالتیس نے کہا تھا کہ

اے میرے رب! (آج تک) میں اپنے
نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی ہوں اور اب میں
نے سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالین
کی اطاعت قبول کر لی۔

رَبِّ اِقْبِ ظَلَمْتُ فَقِيمٌ
وَاسْتَمْتُ مَعَ سَلِيمٍ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ (النمل - ۲۴)

صیغے سے کہا جاتا ہے جو شرک کو بالکل ترک کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کر کے اور مشرکین سے
انگ ہو کر ان سے دشمنی رکھے اور اپنے ظاہری و باطنی تمام اعمال کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دے، جیسے
اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے :

وَمَنْ يُشْرِكْ وَجْهَهُ لِآلِ اللَّهِ
وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنے
اور عمل صالح ہو، اُس نے فی الواقع ایک
بھروسے کے قابل سہارا تمام لیا

(لقلمن ۲۲)

إِنَّمَا هُوَ الْعُجْبَةُ یعنی چہرے کا اسلام یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کرے
جو شرک اور نفاق کے منافی ہے۔ انسان کے لیے یہی فائدہ مند ہے اور آیت کریمہ کا بھی یہی معنی ہے اور اس
مضموم پر اجماع امت ہے اور ایسے ہی شخص کے بارے میں فرمایا گیا۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُورَةِ
الْوُثْقَىٰ

اُس نے فی الواقع ایک بھروسے کے
قابل سہارا تمام لیا۔

رہ وہ شخص جو کلمہ طیبہ بھی پڑھتا ہے اور غیر اللہ کو بھی پکارتا ہے، فوت شدہ اور غائب افراد سے
استغاثہ بھی کرتا ہے جو اسے نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، جیسا کہ لوگوں کی اکثریت آپ کو نظر
آئے گی۔ اگرچہ یہ لوگ کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہیں لیکن انہوں نے کلمہ طیبہ اور شریکہ اعمال کو آپس میں ملا دیا۔

کلمہ طیبہ اُس وقت تک سود مند ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے مدلول کا نفیاً اور اثباتاً
علم نہ ہو اور اُس پر عمل نہ کیا جائے۔)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رہا وہ شخص جو کلمہ طیبہ کے معنی اور مفہوم سے بے خبر اور جاہل ہے اگر وہ کہہ بھی دے گا تو اسے فائدہ نہ ہوگا کیونکہ عربی زبان کی اس عبارت جس کا مقصد نفی شرک ہے اس سے بے خبر ہے
 اسی طرح اُس شخص کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا جسے کلمہ طیبہ کے معنی و مفہوم کا تو علم ہے لیکن یقین کی دولت سے بے بہرہ ہے کیونکہ یقین نہ ہونے سے قلب پر شرک و شبہات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جاتے ہیں۔
 ایک حدیث میں کلمہ طیبہ کے اقرار کو غَيْرِ شَاكٍ سے متعین کر دیا گیا ہے جس سے واضح ہوا کہ جب تک علم اور یقین سے اقرار نہ کیا جائے، اس وقت تک اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار کو
 ۰ صِدْقًا مِّن قَلْبِهِ (صدق دل) اور ۰ خَالِصًا مِّن قَلْبِهِ (اخلاص قلب) سے متعین فرمایا ہے:

اسی طرح جو شخص صدق دل سے اقرار نہیں کرتا اُسے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اُس کا زبانی اقرار دل کے مخالف ہے، جیسے منافقین کہ وہ زبان سے تو کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں مانتے۔
 مشرکین کا بھی یہی حال ہے کہ ان کا شرک کرنا اخلاص کے منافی ہے، اس لیے کہ شرک کی موجودگی میں اخلاص کے ثمرات کا مرتب ہونا ناممکن ہے لہذا شرک کا اقرار کرنا بھی اُسے کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی اسکے اقرار کو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

کلمہ طیبہ صدق دل، اخلاص قلب کے مطابق ہے۔ اسی طرح نفی شرک، شرک سے بیزاری اور اللہ کے لیے اخلاص کے بھی مطابق ہے۔ لہذا جو شخص ان اوصاف سے خالی ہوگا اُسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا، جیسے غیر اللہ کے پجاری کہ وہ کلمہ طیبہ کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس کے مدلول اور مقصود یعنی اخلاص کے منکر بھی ہیں، انکار پر پس نہیں بلکہ غلطیوں کی جماعت سے دشمنی رکھتے ہیں اور شرک اور مشرکین کی حمایت میں اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے ایک موقع پر خوب فرمایا تھا:
 اِسْتَعِيْبِرْ اَسْرَاءَ يَتِيمًا تَعْبُدُوْنَ ۝
 اِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَاسْتَغْنِ ۝
 سَيَهْدِيْكُمْ ۝ وَجَعَلَهَا
 اور ابراہیم علیہ السلام یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں

يَا مُعَاذُ! قَالَ لَبَّيْكَ يَا
 رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) وَ
 سَعْدِيكَ قَالَ يَا مُعَاذُ!
 قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
 (ﷺ) وَ سَعْدِيكَ قَالَ:
 يَا مُعَاذُ! قَالَ لَبَّيْكَ يَا
 رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) وَ
 سَعْدِيكَ ثَلَاثًا قَالَ:
 مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا
 رَسُوْلُ اللهِ (ﷺ) كَأَقْرَارِ
 كَرْمَلِي، أَسْ بِرِ اللهِ تَعَالَى دَرَنْجِ كِي
 صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَى النَّارِ

يَرْجِعُونَ (الزحرف-۲۱، ۲۲) چھوڑ گئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں
 اس آیت میں کلمہ باقیہ سے لا الہ الا اللہ مراد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا مفہوم ادا فرمایا ہے جس پر کلمہ طیبہ صاف اور واضح دلالت کرتا ہے،
 اور وہ یہ ہے کہ شرک سے برات کا انکار کیا جائے اور تمام قسم کی عبادت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دی جائیں
 جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اسی طرح جو شخص کلمہ طیبہ کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کے حقیقی مدلول یعنی اخلاص کو اپنے
 دل میں جگہ نہیں دیتا، حقیقت میں وہ کلمہ طیبہ کی نگذیب ہی نہیں بلکہ اس کے مدخل کے برعکس رستہ اختیار کرتا ہے کیونکہ
 کلمہ طیبہ جس شرک کی نفی کرتا ہے۔ اس نے اس کو ثابت کیا اور کلمہ جس اخلاص کو ثابت کرتا ہے اس نے اسکی نفی کر دی۔
 جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے قرونِ ثلاثہ کے بعد سے اب تک لوگوں کی اکثریت کا حال یہی ہے۔

اس کے دو اسباب ہیں:

- ۱ — کلمہ طیبہ کے معنی و مفہوم سے عدم ذہنیت اور
- ۲ — اپنی خواہشات کی پیروی۔

یہ دو اسباب ایسے ہیں جو سخت بات کتابِ سنت اور توحید کو ملنے سے روکتے اور آڑے آتے ہیں۔
 (ماخوذ از قرۃ عیون الموحدین)

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟
 قَالَ: إِذَا يَتَكَلَّمُوا
 فَأَخْبِرْهَا مُعَاذَ اللَّهِ (ﷺ) عِنْدَ
 مَوْتِهِ تَأْتِمًا

معاذ رضی اللہ عنہ بولے، یا رسول اللہ
 اللہ! کیا میں یہ خوشخبری لوگوں
 کو سنانہ دوں؟ آنحضرت رضی اللہ عنہما
 نے فرمایا کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے
 حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت
 کے وقت یہ ارشادِ نبویٰ لوگوں کو بتایا
 تاکہ کتمانِ علم کے گناہ کے ترکِ کتبہ جائیں

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ایک دوسری سند سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت رضی اللہ عنہما نے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ
 بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ
 قَالَ: أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟
 قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
 يَتَكَلَّمُوا

جو شخص شرک کیے بغیر اللہ کی بارگاہِ قدس
 میں پیش ہوگا وہ جنت میں ضرور داخل
 ہوگا۔ معاذ رضی اللہ عنہ بولے: یا رسول اللہ
 اللہ! کیا میں یہ خوشخبری لوگوں کو
 سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں مجھے
 خبر ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ
 جائیں گے۔

مذکورہ الصدر روایات سے ثابت ہوا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا صمیم قلب یقین اور پورے
 اخلاص سے اقرار کرے اور شہادت دے اُسے شرک سے دُور رہنا چاہیے کیونکہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مفہوم
 یہی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ، اس قسم کی دوسری روایات و احادیث کے بارے میں
 فرماتے ہیں کہ

”مذکورہ احادیث اس شخص کے بارے میں ہیں جو صمیم قلب، یقین اور بغیر
 کسی شک اور تردد کے کلمہ کا اقرار کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو۔ کیونکہ توحید کی
 حقیقت اور اصل یہ ہے کہ کلمہ کے بعد انسان کی رُوح بتماہ اللہ کریم کی طرف متوجہ
 ہو جائے اور کھینچ جائے۔ پس جس شخص نے صمیم قلب سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شہادت

سے دی وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ اخلاص کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان کا دل رب کریم کی بارگاہ میں بھجک جائے اور تمام گناہوں سے سچی توبہ کر لے جب انسان اس حالت میں فوت ہوگا تو انشاء اللہ یہ رتبہ بلند اس کو ضرور ملے گا۔
اس مضمون کی بہت سی احادیث حدیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُخَوِّجُ مِنَ النَّارِ مَنْ جَوَّضَ كَلْبًا لِإِلَهِ اللَّهِ كَأَقْرَارِ كَرَىٰ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ وَ اس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر یا
كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْ رَأَىٰ كَعِ دَانِ كَعِ بَرَابَرِ
الْحَبِيرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً وَ ذَرَّةَ مِغْرَابٍ هِيَ كَالذَّرَّةِ مِنْ
مَا يَزِنُ خَوْدَلَةَ وَ مَا يَزِنُ ذَرَّةَ

اور اس مضمون کی احادیث بھی حدیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ بہت سے لوگ باوجود لا الہ الا اللہ کی شہادت اور اقرار کے دوزخ میں جا گریں گے اور پھر نزل کے بعد ان کو نکال لیا جائے گا۔

اور اس مضمون کی احادیث بھی حدیث تواتر کو پہنچی گئی ہیں کہ
يَأَنَّ اللَّهَ حَوَّمَ عَلَى النَّارِ اللَّهُ تَعَالَىٰ نَع دَوْرَ كَعِ أَعِ كَعِ أَعِ كَعِ
أَنَّ تَأَكَّلَ أَثَرَ الشُّجُوْدِ نَع دِيَا كَعِ كَعِ وَه ابْنِ أَوْم كَعِ أَعِ كَعِ
مِنْ ابْنِ أَدَمَ - فَهُوَ لَأَه كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ
كَأَنَّمَا يَصَلُّونَ وَيَسْجُدُونَ لِلَّهِ تَعَالَىٰ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ
اس معنی کی احادیث بھی تواتر کے درجہ تک ہیں کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ كَعِ
لیکن یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہیے کہ کلمہ شہادت کا صرف اقرار کافی نہیں ہے
بلکہ اس کلمہ کو انتہائی مشکل اور ثقیل قیود سے متعین کر دیا گیا ہے جن کی پابندی کرنا
اور ان پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

○ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے مفہوم سے بالکل ناابلد ہیں۔
○ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو رسم و رواج کے مطابق یا تقلیداً اور عداۃ کلمہ توحید کا اقرار کر لیتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں توحید کی ٹیڑھی اور بٹاشٹ اٹھانڈاز نہیں ہوتی۔

اسی قسم کے افراد کو موت کے وقت اور قبر میں تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنے پڑے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب قبر میں سوال ہوگا کہ اسلام کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ تو وہ جواب میں کہے گا کہ

سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ مِثْلَ مَا تَسْئَلُونَ سُنَّاتِي اَبَؤُنَّ يَوْمَئِذٍ بِرَحْمَةِ اللَّهِ
شَيْئًا فَعَلْتُهُ

کچھ لوگوں نے کہا میں نے وہی کچھ دہرایا

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال صرف تقلید اور محض اپنے ہم مشرب کی اقتداء کے نتیجے میں ظاہر ہوتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے زیادہ مصداق ہیں۔

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ سَبِيلٍ مَّا كَانَتْ لَنَا بِهَدْيِهِمْ سُبُلٌ لَّا نَحْمِلُهَا وَلَا كَانَتْ لَنَا فِيهَا حِجَابٌ
أُمَّةٌ وَإِنَّا عَلَىٰ شَرِّهَا نَصِيبٌ

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ (النور - ۱۳)

اس تفصیل کے بعد احادیث میں کسی قسم کا تعارض نہیں رہتا بات یہ ہے کہ جب انسان اخلاص قلب اور یقین کامل سے کلمہ توحید کا اقرار کر لے تو وہ گناہوں پر کبھی اصرار نہ کرے گا اور کمال اخلاص اور یقین کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت دوسری تمام اشیاء اور تمام مخلوق سے بڑھ جاتی ہے۔

پس ایسی صورت میں انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کی طرف کوئی توجہ نہ ہوگی اور نہ وہ احکام الہی کی اتباع سے ناپسندی کا اظہار کرے گا تو ایسا شخص ہی دوزخ پر حرام ہوگا۔ اگرچہ اس اقرار سے پہلے وہ گنہگار کیوں نہ ہو کیونکہ

○ ایمان کی یہ کیفیت ،

○ اخلاص کا یہ عالم ،

○ توبہ اور محبت الہی کا یہ حال

○ یقین کی یہ استواری

ایسی چیزیں ہیں جو گناہوں کو اس طرح مٹا کر رکھ دیتی ہیں جس طرح دن، رات کی تاریکی کو۔

ایسا باکمال اقرار جس میں نہ شرک کبیر کی آمیزش ہو نہ شرک اصغر کی ملاوٹ گناہوں پر اصرار باقی نہیں رہنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایسے شخص کی مغفرت کر دی جائے گی اور اس پر دوزخ حرام ٹھہرا دی جائے گی۔ اگر یہ اقرار اور اخلاص صرف شرک اکبر پر ہی موقوف ہو لیکن اقرار کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے جو کلمہ کے تقاضوں سے متناقض ہو۔ یہ ایک ایسی نیکی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی برائی نہیں ٹھہر سکتی اور یہ اعمال صالحہ کے پڑھے کو بھاری کرنے کی تو اس حالت میں (یعنی) دوزخ پر حرام ہو گا لیکن یاد رہے گناہوں کی وجہ سے جنت میں انسان

کے درجات میں کمی کا واقعہ ہو جانا ایک لازمی امر ہے وہ شخص جس کا اعمال صالحہ کا پورا ہلکا اور اعمالِ سینہ کا بھاری ہو گیا اور وہ گناہوں پر اصرار کی حالت میں مر گیا تو یہ اصرار علی الاثم اسے جہنم میں پھینکوائے گا اگرچہ اس نے اخلاص قلب سے ہی لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہو اور شرک اکبر

سے دور رہا ہو لیکن اس وقت اخلاص پر مرتے دم تک قائم نہ رہا بلکہ اس کلمہ اخلاص کے بعد اس برائی کا مرتکب ہو گیا جو اس کی توحید کی نیکی پر غالب آگئی تو وہ کلمہ توحید کے پکارنے پر غصص تو تھا لیکن وہ ایسے گناہوں کا مرتکب ہو گیا اس نے اس توحید اور اخلاص کو کور کر دیا اور گناہوں کی آگ تیز ہو گئی حتیٰ کہ اس نے اسے جلا دیا بخلاف ایسے شخص متقی کے کہ جن کی حسات جس کی ستیات پر بھاری ہوتی ہیں اور وہ ستیات پر صبر بھی نہیں کرتا۔ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو جنت میں داخل ہو گا، مگر ایسے غلص انسان سے ہمیشہ یہ نظر رہتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی غلطی اور گناہ نہ ہو جائے جو

اس کے ایمان کو کمزور کرنے اور پھر اس کا اخلاص اور یقین گناہوں سے نہ بچا سکے گا اور اس سے شرک اکبر اور شرک اصغر کا ہر وقت دھڑکا لگا رہے گا۔ اگر یہ شخص شرک اکبر سے بھی بچ گیا تو شرک اصغر میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ ایسا بڑا نفل ہے جو گناہوں کو شرک اکبر سے جا ملاتا ہے۔ اس سے سنیتات کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے، پھر سنیتات ایمان اور یقین کو متزلزل اور کمزور کرتے ہیں۔ اگر ایمان اور یقین میں کمزوری واقع ہو گئی تو لا الہ الا اللہ میں اخلاص قلب باقی نہ رہے گا۔ پس اس قسم کا اقرار کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سو رہا ہو یا ایسے قاری کی مانند ہوگی جو قرآن کریم کو سخن قرأت سے ادا کر رہا ہو لیکن دل اس کے ذوق و علاوت سے محروم ہو۔

یہ وہ لوگ ہیں جو صدقِ دل اور یقینِ کامل سے تہی دامن ہیں اور پھر طرہ یہ کہ اس کے بعد ایسے ایسے محرومہ اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اعمالِ صالحہ کی تھوڑی بہت پونجی بھی ختم ہو جاتی ہے، پھر اسی حالت میں ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے اعمالِ ستیہ لبتے زیادہ ہو جاتے ہیں جو ان کی جنت میں داخل ہونے سے روک دیتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ جب انسان کے گناہ زیادہ ہوں گے تو لا الہ الا اللہ کا زبان سے اقرار دشوار ہوگا، دل سخت ہو جائے گا اور عملِ صالحہ سے کراہت پیدا ہو جائے گی، سماعِ قرآن بوجھ معلوم ہوگا۔ ایسا شخص ذکرِ غیر اللہ میں غوش لے گا، باطل اور بُرے کاموں میں مُطہن رہے گا، یہودگی کو پسند کرے گا، اہل غفلت کی مجالس میں میٹھنا شروع کرے گا اور اہل حق کی مجلس سے دور بھاگے گا۔

پس ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو زبان سے ایسی بات کہتا ہے جو دل میں نہیں ہوتی اور زبان سے ایسی بات کی تردید کرتا ہے جس کو اس کا عمل صحیح ثابت کرتا ہے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ:

”ایمان یہ نہیں ہے کہ زبان سے کسی چیز کو حلال قرار دے لے اور چند

اشیا کی متبادل میں لیے پھرے بلکہ ایمان یہ ہے کہ وہ دل میں راسخ ہو جائے اور عملی طور پر اس کی تصدیق کی جائے۔ جو شخص اچھی بات کے گا اور اس کے مطابق اچھے عمل بھی کرے گا اس کے اعمال کو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔ لیکن وہ شخص جو کتنا تو صحیح بات ہے لیکن کردار اور عملی لحاظ سے غلط ہے تو اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔“

بحر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس درجہ بلند مقام اس لیے نہیں ہوا کہ وہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ روزے رکھتے تھے یا دوسروں سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے لیکن ان کی عظمت شان کی وجہ وہ چیز تھی جو ان کے دل میں راسخ ہو چکی تھی اور وہ یہ کہ ان کے قلب میں جو ایمان اور یقین تھا وہ دوسروں میں نہ تھا۔“

پس جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا بلکہ گناہوں پر گناہ کیے چلا جاتا ہے اور وہ لا الہ الا اللہ کے اقرار میں سچا اور یقین رکھتا ہے تاہم اس کے گناہوں نے اس کے صدق و یقین کو کمزور کر دیا ہے علاوہ ازیں عملی شرک اصغر اس کے گناہوں پر مستزاد ہے اور یہ گناہ اس کی اس نیکی پر غالب آگئے ہیں اور گناہوں پر اصرار ہی کی حالت میں فوت ہوا۔ اس کی حالت ایسے شخص کی حالت سے معکوس ہوگی جس نے کلمہ کا اقرار یقین اور صدق دل سے کیا ایسا شخص یا تو کسی گناہ پر اصرار ہی نہیں کریگا اور اس کی یہ توحید اس کے صدق اور یقین کو متضمن ہے اس کی نیکیوں کو بیماری کروچی اور جو لوگ دعوئی توحید کرنے کے باوجود دوزخ میں جائیں گے یا تو انہوں نے (یہ بات) صدق اور یقین تام سے نہیں کی جو کہ گناہوں کے معافی میں یا جو کہ گناہوں پر غالب آجائیں یا وہ لوگ جنہوں نے صدق و یقین سے اقرار کرنے کے بعد ایسی غلطیوں کا ارتکاب کیا جو ان کی نیکیوں پر غالب آگئی اس بنا پر ان سے صدق و یقین میں کمزوری واقع ہوگئی۔ پھر اس کے بعد انہوں نے صدق و یقین تام سے (دوبارہ) نہیں کہا۔ کیونکہ گناہوں نے (سابقہ) صدق و یقین کو ان کے دلوں سے کمزور کر دیا ہے تو ایسے لوگوں کا ایسے کامرکھنا کپکارنا گناہوں کو مٹانے کی طاقت نہیں رکھتا جس سے برائیاں نیکیوں پر غالب آجاتی ہیں)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ !

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ، رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بیان کرتے ہیں
 کہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار !

اسی مفہوم کو اکثر اہل علم، جیسے علامہ ابن قیم اور ابن رجب رحمہم اللہ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے
 شارح کتاب العلامة شیخ عبدالرحمن بن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
رضی اللہ عنہ نے جو مطلب مفہوم بیان فرمایا ہے اس سے تمام احادیث میں تطبیق کی صورت پیدا ہوجاتی ہے
 زیر نظر حدیث اس بات کی شاہد ہے کہ ایمان کیلئے صوت زبان سے شہادت کافی نہیں ہے جب تک کہ اس پر اعتقاد
 نہ ہو اس کا مفہوم مخالفت بھی معتبر ہے (کہ جب اعتقاد ہوگا تو نطق بھی معتبر ہوگا)

دوسری بات یہ واضح ہوتی کہ کامل توحید والے شخص پر جہنم حرام ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوئی
 کہ یہ عمل اسی وقت تک کارآمد ہوگا جب تک کہ وہ خالص لوجہ اللہ اور سنت کے مطابق ادا کیا گیا ہو

علامہ قرطبی رضی اللہ عنہ اپنے تذکرہ میں ایمان کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :

” اعمال ایمان سے وہ اعمال مراد ہیں جن کا تعلق اعضاء و جوارح سے

ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ گویا اعمال صالحہ ایمان کا جزو لاینفک ہیں۔

اس بات کی دلیل کہ ایمان سے وہی معنی مراد ہیں جو کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہ کہ اقرارہ اور اللہ سے مراد صوت

توحید کا اقرار و ترک کی نفی اور دل سے کلمہ شہادت کافی نہیں بلکہ اعمال صالحہ بھی اس کیساتھ شامل ہیں جیسا کہ خود

حدیث میں آپ کا فرمان ہے اخرجوا کہ نکالو۔ اس کے بعد حدیث کے الفاظ یہ ہیں

ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ يَقْبِضُ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھرے گا

سُبْحَانَهُ قَبْضَةً فَيُخْرِجُ اور دوزخ سے ایسے افراد کو باہر نکالے

قَوْمًا لَمْ يَمَعْمَلُوا خَيْرًا گانجھوں نے کبھی کوئی بھلائی کا کام نہیں

فَعَطَّ کیا ہوگا۔

یہ وہ افراد ہوں گے جو صرف توحید کے قائل تھے اور اعمال صالحہ انجام نہ دے سکے

قوله : عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رضی اللہ عنہ اِنْ كَانَ اَمْرًا مَخْتَمًا نَسَبَ يَرْتَبَهُ

عَلِمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ وَ أَدْعُوكَ
بِهِ قَالَ قُلْ يَا مُوسَىٰ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مجھے ایسی چیز بتا جس سے تیری یاد کروں اور تجھ سے دُعا کیا کروں۔ فرمایا
اے موسیٰ! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کر۔

سعد بن مالک بن سنان بن عبید الانصاری الخزرجی

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور اُن کے والد ماجد جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ جنگِ اُحد کے
موقع پر اُن کی عمر کی کمی کے باعث ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہ مل سکی۔ البتہ جنگِ اُحد کے
بعد تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ یہ جلیل القدر صحابی مدینہ طیبہ میں ۶۳ھ یا ۶۴ھ
یا ۶۵ھ میں فوت ہوئے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ انھوں نے ۶۴ھ میں وفات پائی۔

قوله: أَذْكُرُكَ :- اس کلمہ سے میں تیری ثنا کہا کروں

قوله: أَدْعُوكَ :- میں تجھ سے مانگا کروں

قوله: قُلْ يَا مُوسَىٰ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ :- اس جملے سے واضح ہوا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا

معنی "لا الہ الا اللہ" میں "لا" نفی جنس کا ہے۔ لا الہ کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے،

لَا إِلَهَ سِوَى اللَّهِ تَعَالَىٰ كَمَا ارشاد ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنْ مَا

يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ○

اللہ تعالیٰ کی الوہیت حق اور صحیح ہے اس کے علاوہ تمام قسم کے الہوں کی الوہیت باطل ہے۔

یہی کلمہ عروۃ الوثقی، کلمۃ التقویٰ اور کلمہ الاخلاص کہلاتا ہے۔

اسی کلمہ کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

اسی کلمہ کی تمجیل کے لیے سنن و فرائض کو مشروع کیا گیا۔

اسی کلمہ کو بلند و بالا رکھنے کے لیے جہاد فرض ہوا

اسی کلمہ سے فرمانبردار اور نافرمان میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔

قَالَ يَا رَبِّ ! كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ
هَذَا قَال يَا مُوسَى ! لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ
السَّبْعَ وَ عَامِرَهُنَّ غَيْرِي
وَ الْأَرْضِينَ السَّبْعَ -

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! بس تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کے باشندے اور ساتوں زمینیں، بجز میرے

پورا درود کرنا چاہیے۔ صرف لفظ "اللہ" یا صرف لفظ "ہو" پر اکتفا کرنا غلط ہے، جیسا غلات ۴ جہاں صوفیاء کہتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بدعت اور گمراہی پر مبنی ہے۔

قولہ : كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هَذَا اصل میں بقولوں کی جگہ بقول ہے لیکن مسند احمد کی روایت میں بھی بقولوں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور صنف کے نقلی نسخہ میں بھی یہی ہے۔ ان الفاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ مجھے خصوصی طور پر ایسا وظیفہ بتایا جائے جس کا عام لوگوں کو علم نہ ہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ ہذا کے بعد منقول ہے: مسند امام احمد کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صراحت کے ساتھ منقول ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے موسیٰ!

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا کر۔ حضرت موسیٰ نے
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا
رَبِّ إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا
الاسے ہی نہیں، لیکن میرا مقصد تو یہ تھا

پس جو شخص صدق دل، اخلاص نیت، اس سے محبت کرتے ہوئے اور اس کے تقاضوں کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالتے ہوئے اس کا اقرار کر لے اسے ربِّ کریم جنت میں ضرور داخل کرے گا۔ خواہ اس کے اعمال نامے میں چھوٹے چھوٹے گنہگار کیوں نہ ہوں۔
(ماخوذ از قرۃ عیون المؤمنین)



کہ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جو صرف
میرے ہی لیے خاص ہو۔

تَخَصُّصِي بِهِ

لے

چونکہ سب کو بلکہ پورے عالم کو کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی لائٹنامی ضرورت ہے اس لیے اس کا وظیفہ
بھی سب سے زیادہ اور اس کا عمل بھی سب سے آسان بنا دیا گیا۔ اور اس کا معنی بھی سب سے جامع ہے لیکن
افسوس کہ عوام اور جہلانے اس عظیم اور بابرکت ذکر کو چھوڑ کر ایسے نئے نئے وظیفے اور روایا ایجاد کر لیے ہیں جن کا
ذکر کتاب اللہ میں ہے اور نہ ہی سنتِ مصطفیٰ میں۔

قَوْلُهُ: عَامِرَهُنَّ لے

أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ بِرِعْطَفِ كِي وَجَرِّ مَنصُوبٍ هُوَ۔

لے یہ الفاظ سنن نسائی اور حاکم اور شرح السنہ میں منقول ہیں۔ (مترجم)

لے امام الموصیٰن العلامة الشیخ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عَامِرَهُنَّ، زمین و آسمان میں جنہی بھی
خلق ہے سب کی سب اور غیری، فرما کر جو آسمان میں ہے اس سے اپنی ذات کو مستثنیٰ کر لیا۔ کیوں کہ وہ
العلیٰ الاعلیٰ کی صفت سے متصف ہے اسی کی ذات مقدس ہے۔ جیسے وہ فرماتا ہے
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات
(البقرۃ - ۲۵۵) ہے۔

علو قدرت - علو قہر - علو ذات

یہ تینوں صفیں اللہ تعالیٰ کے کمال پر دلالت کناں ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○ رحمن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔

(طہ : ۵)

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ ع ۚ پھر اُس نے عرش پر قرار پکڑا۔

اِنَّ رَبَّكُمْ اللهُ الَّذِیْ خَلَقَ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی خدا

ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ۔

(یونس : ۳)

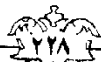
اللَّهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔ پھر وہ اپنے عرش پر جلوہ فرما

عَلَى الْعَرْشِ۔

ہوا۔

(الرعد : ۲)



فِي كَفَّةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كَفَّةٍ مَالَتْ بِهِتَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

ترازو کے ایک پڑے میں رکھ دیے جائیں اور دوسرے پڑے میں صرف
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رکھ کر وزن کیا جائے تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پڑا بھاری ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ
اور ساتوں زمینیں اور ان میں جو کچھ موجود ہے سب کے سب ترازو کے ایک پڑے میں رکھ دیے جائیں
اور صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ترازو کے دوسرے پڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پڑا
www.KitaboSunnat.com
بھاری ہوگا۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
(السجدة: ۴۱)

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
وَالصَّالِحُ يَرْفَعُهُ
(فاطر: ۱۰)

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ
(النحل: ۵۰)

تَخْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي
يَوْمٍ كَانَ مَقْدَرُهُ عَشْرِينَ آلف
سِتْوِ ○ (المعارج: ۳۰)

إِنِّي مُتَوَقِّئُكَ وَرَأَيْتُكَ إِلَىٰ
(آل عمران: ۵۵)

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفتِ علو کی نفی کرتا ہے وہ کتاب و سنت کی صریح مخالفت
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد کا مرتکب ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اس حضرت نے فرمایا کہ

حضرت نوح علیہ السلام نے بوقت وفات اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میں تجھے لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی پابندی کا حکم دیتا ہوں آپسے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پڑے میں اور دوسرے پڑے میں صرف لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رکھ کر وزن کیا جائے تو لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ والا پڑا بھاری رہے گا۔ نیز اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک گول مہم یعنی غیر واضح حلقہ کی مانند ہوں تو لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ انکو توڑ کر الگ الگ کر دے۔

إِنَّ نُوْحًا قَالَ لِإِبْنِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ أَمْرًا بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ تَوُ وُضِعَتْ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ رَجَعَتْ بِهِنَّ لِآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ تَوُ آتِ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً لَعَصَمْتَهُنَّ لِآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے اوجہیت کی نفی کر دی جائے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے فیوض و برکات انسان کو اسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ اس کے تقاضوں اور جن قیود سے اس کو مقید کر دیا گیا ہے ان کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ بعض افراد نے اس کا اقرار تو کیا لیکن اس کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھا جس کے نتیجے میں ان لوگوں کو اس کلمہ توحید کے اقرار کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ سورۃ براءۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ مثلاً اہل کتاب اور منافقین جو تعداد میں کثیر اور مختلف نوعیت کے نفاق میں گرفتار تھے ان لوگوں نے کلمہ کے تقاضوں کی پرواہ نہ کی اور اپنے نفاق پر مضمحل رہے نتیجہ بلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہ لکھا۔

چنانچہ بعض لوگ کلمہ توحید کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اس کے مہلول اور قیود سے ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں جیسے۔

- شرک کی نفی۔
- مشرک سے براءت کا اظہار۔
- صدق و سچائی کا اپنانا۔
- اخلاص نیت۔

قولہ: فی کفۃ

ترازو کے ایک پلڑے کو کہتے ہیں۔

قولہ: مَا لَتْ رَبِّهِنَّ :- ان کو بھجوانے۔

کلمہ شہادت میں چونکہ

○ شریک کی نفی کی گئی ہے

○ اور توحید کا اثبات کیا گیا ہے جو تمام اعمال سے افضل ہے۔

○ جو دین اور طہارت کی اساس اور بنیاد ہے۔

پس جو شخص اخلاص نیت اور یقین کامل سے اس کی شہادت دے گا۔ اس کے حقوق، لوازم اور اس کے تعاضفوں کے مطابق عمل کرے گا اور پھر اس پر قائم رہے گا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایسا عمل صالح ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسرا عمل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسرا عمل اس کا ہم وزن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ شُهُ
هِيَ سَبَّحُوهُ اسَّ بِرَقَامُ لَبَّهٖ تَوَانُ كُو
ذَلَا هُمُ يَسْتَعِزُّونَ ۝ (الاحقاف: ۱۰)

○ جو شریک و بدعت کی طرف دعوت دے اُسے قبول نہ کرنا بلکہ اس کا مقابلہ کرنا۔

○ کلمہ توحید کی تہود کی پرواہ نہ کرنے والے شخص کی اطاعت نہ کرنا۔

بعض لوگ کلمہ توحید کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن حکمرانہ ذہنیت یا خواہشات نفس کی وجہ سے اس کے

تقاضوں پر عمل نہیں کرتے۔ ایسے افراد کثرت سے ملیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَإِخْوَانُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اِفْتَرَفْتُمُونَهَا وَتِجَارَةٌ تَحْتَوُونَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا
أَصَابَ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ
وَدَسُّوْهُ وَجِهَادٍ فِي

اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمہارے
باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے
بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے
عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو
تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار
جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے
اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم



زیر بحث حدیث اس بات پر دال ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ افضل الذکر ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ
عَوْفَةَ وَخَيْرُ مَا قُلْتُ
أَنَا وَالتَّيْبُونَ مِنْ قَبْلِي
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
تَمَّ دَعَاؤُنَّ سِوَاكَ مِنْ فَضْلِ تَرِيحِ عَرْفَةِ كِي دُعَاءِ
ہے اور تمام ادعیا سے بہتر وہ دُعَاء ہے جو
میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیائے کرام
علیہم السلام نے کی کہ اللہ کے سوا کوئی

سَبِيلُهُ فَتَرَبَّصُوا
حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ○
کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی
راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار
کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے
سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاتح لوگوں
کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔
(التوبہ : ۳۳)

البتہ اہل ایمان جن کے دلوں میں خلوص کی دولت موجود ہے وہ اس کلمہ کی تمام قیود اور اس کے تمام تعاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

- علم و یقین کی دولت سے وہ مالا مال ہوتے ہیں۔
- صدق و اخلاص کا جوہر ان کے سینوں میں موجزن ہوتا ہے۔
- اطاعت و فرمانبرداری اور کلمہ توحید سے محبت ان کے رگ و ریشے میں سرایت کیے بھرنے ہوتی ہے۔

○ ان کی محبت و عداوت کا معیار۔ یہی کلمہ توحید قرار پاتا ہے۔

ایسے افراد کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم سورہ براءۃ وغیرہ میں کیا ہے۔ ان کی تعریف فرمائی ہے۔ ان کی معافی کا اعلان فرمایا۔ جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا اور جہنم سے آزادی کا پروانہ بھی عطا فرمایا۔ ارشاد الہی ہے۔

وَالشَّاهِدُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے
پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں مبتلا
کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ
ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی
ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔



سَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمَلِكُ وَلَهُ
مَعْبُودٌ نَحْنُ - وَهُوَ الْإِلَهِاءُ السَّكَّانُ شَرِيكَ
الْعَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (مسند امام احمد ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک اور مرفوع روایت منقول ہے کہ آل حضرت رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یُصَاحُّ بِمَجْبَلٍ مِنْ أُمَّتِي قِيَامَتِ كَے دِنِ نُورِي كَانَاتِ كَے سَنَهِ عَلَى دُؤْمِنِ الْخَلَائِقِ يَوْعَرُ أَلْقِيَمَةَ فَيُخْشِرُهُ تَعَةً وَ تَسْعُونَ سِجْلًا كُلُّ رَجُلٍ مِنْهَا مَدَّ الْبَصِيرِ ثُمَّ يُقَالُ: أَتَكْفُرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟

ایک شخص کو بلا یا جانے گا اور اُس کے سامنے اُس کے ۹۹ دفتر برائوں کے رکھ دیے جائیں گے ہر دفتر اتنا لمبا پڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر کا م کرتی ہے وہ پھیلا ہوا دکھائی دے گا اس شخص سے سوال ہوگا کہ ان برائیوں میں سے کسی ایک کی تردید کر سکتا ہے؟

خَلِيدِينَ فِيهَا أَبْدَاءُ
ذَلِكَ الْفُؤَادِ الْعَظِيمِ ○
(التوبة : ۱۰۰)

اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ بہا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

آیت بالا میں مذکور افراد اور جو ان کے نقش قدم چلے آئے اور چلتے رہیں گے ایسے ہی افراد کو توحید کے صحیح قائم کرنے والے اور موحّد میں جن کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔

اب جو شخص قرآن کریم میں غور و فکر کرے۔

اللہ تعالیٰ توحید اللہ کی اطاعت، ترک گناہ، اللہ کی محبوب اشیاء کو ترجیح دینے، اللہ کے ہاں مکروہ اشیاء کو ترک کرنے میں جو تفاوت اور فرق لوگوں میں پایا جاتا ہے اسے اچھی طرح پہچان لے تو اس کے سامنے ان مغرورین اہل شرک و بدعت کا گمراہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الکیس من دان نفسه وعمل

لما بعد الموت

والعاجز من اتبع نفسه

مواها وتمنى على الله الاماني

وانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب کر لیا اور

موت کے بعد پیش آنے والے حالات کو سمجھنے کی عمل کیا۔

اور عاجز وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہش

کے پیچھے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ سے خواہ مخواہ زوریں کھینچی



اَظْلَمَكَ كَتَبْتِي الْعَافِطُونَ؟
 فَيَقُولُ! لَا يَا رَبِّ فَيُقَالُ!
 أَفَلَاكَ عُدْرٌ أَوْ حَسَنَةٌ؟
 فِيهَا بَرُّ الرَّجُلِ فَيَقُولُ!
 لَا فَيُقَالُ! بَلَى إِنْ لَكَ
 عِنْدَنَا حَسَنَةٌ وَإِنَّهُ لَا
 تَطْلَعُ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَيُحْرَجُ
 لَهُ بِيَطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ

آیا میرے محافظوں نے کوئی ظلم تو نہیں کیا؟
 گناہ گار جواب دے گا مجھے انکار کی کوئی وجہ نظر
 نہیں آتی۔ اس سے پھر سوال ہو گا کوئی عُدْرہ تو
 پیش کرو؟ یا کوئی عمل صالح ہو تو پیش کرو۔
 بندہ ڈرتے ڈرتے جواب دے گا کہ مجھے کوئی عُدْرہ
 نہیں اور نہ میرے پاس کوئی عمل صالح ہے
 چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا
 کہ تمہاری ایک نیکی یہاں ہے پس محفوظ ہے
 تم پر آج ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اس کا ایک کاغذ کا
 پڑزہ نکالا جائیگا جس پر لکھا ہو گا کہ میں گواہی
 دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
 اور محمد ﷺ اس کے پیچھے رسول اور
 اس کے بندے ہیں۔

فَيَقُولُ! يَا رَبِّ مَا هَذِهِ
 الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ؟
 فَيَقُولُ! إِنَّكَ لَا تَطْلَعُ
 مَوْضِعَ السِّجِلَّاتِ فِي
 كِفَّةٍ وَ الْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ
 فَطَاشَتْ السِّجِلَّاتُ وَ
 نَقَلَتِ الْبِطَاقَةُ

بندہ گناہ گار عرض کرے گا کہ یا اللہ! اتنے
 بڑے بڑے دفتروں کے مقابلے میں ایک
 کاغذ کے پڑنے کی کیا حیثیت ہے؟
 جواب ملے گا کہ آج تجھ پر ذرہ بھر ظلم ہو گا
 چنانچہ بڑے بڑے دفتر ترازو کے ایک پٹے
 میں اور کاغذ کا ایک پڑزہ دوسرے پٹے
 میں رکھ کر جینن کیا جائے گا تو لالہ
 اللہ کے کاغذ والا پڑزہ ہماری ہر جا بجا

(رواہ الترمذی وحسنہ، و ابن ماجہ، والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم وقال الذہبی صحیح۔ صحیح۔)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ:

”اعمالِ صالحہ اپنی شکل و صورت اور تعداد کی بنا پر چھوٹے بڑے نہیں ہوتے
 بلکہ ان کا تعلق براہِ راست انسان کے دل سے ہے۔ بعض اوقات دو اشخاص

رواہ ابن حبان و الحاکم

و صححہ۔

و للتمذی و حسنہ۔

اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ایک جیسا عمل کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال کے درمیان درجہ و فضیلت کے اعتبار سے ایسا بعد نظر آتا ہے جیسا کہ زمین آسمان کے درمیان ہے۔“

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ الصدر بلاقہ والی حدیث پر غرور کرنا چاہیے کہ ایک معمولی کاغذ کا پڑھ ترازو کے ایک پڑھے میں ہو اور دوسرے پڑھے میں ننانوے دفتر ہوں اور ہر دفتر حد نظر تک بڑا ہو۔ وزن کرتے وقت یہ تمام بڑے بڑے دفتر یکے ثابت ہونگے اور کاغذ کا معمولی پڑھ جس پر لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ لکھا ہوگا، بھاری ثابت ہوگا اور وہ شخص عذاب سے بچ جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ بلاقہ ہر موجود انسان کے پاس ہے، بائیں ہمہ بہت سے لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

قولہ : رواہ ابن حبان و الحاکم

ابن حبان کا پورا نام مع مختصر سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ۔ ابو حاتم تميمی البستي الحافظ۔

ابن حبان صاحب تصنیفات کثیرہ ہیں جیسے صحیح ابن حبان تاریخ ابن حبان کتاب الثقات کتاب الضعفاء ابن حبان کے بارے میں محمد بن عبد اللہ الحاکم لکھتے ہیں :

”ابن حبان علم فقیہ، علم لغت، علم الحدیث کے سمندر تھے، نہایت مؤثر و عطا کہتے تھے اور اپنے دور کے رئیس العقلاء تھے۔“

یہ اپنے آبائی شہر ربت میں ۳۵۳ھ میں فوت ہوئے۔

الحاکم کا پورا نام یہ ہے :

عن انس رضي الله عنه سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ :

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا بَنَ آدَمَ !
لَوْ أَتَيْتَنِي بِقَرَابِ الْأَرْضِ
خَطَايَا -

حضرت انس رضي الله عنه کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم ! اگر تو میرے پاس گناہوں سے پوری زمین بھر کر لے آئے

محمد بن عبداللہ بن محمد الدینا بوری۔ کنیت ابو عبداللہ تھی۔ ابن الیسع کے نام سے بھی مشہور تھے۔ حافظ الحدیث تھے، "مستدرک الحاکم" اور "تاریخ فیسا پور" ان کی مشہور تالیفات ہیں۔
۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۰ھ میں وفات پائی۔

قوله : و للترمذی : امام ترمذی رضي الله عنه کا پورا نام یہ ہے :
ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوریہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی۔

امام ترمذی رضي الله عنه حافظ الحدیث تھے۔ قدرت نے آنکھوں کی نعمت سے محروم کیا لیکن بایں جہد فریق حدیث میں جامع ترمذی ان کی شہرہ آفاق تصنیف تمام دنیا میں پڑھی جاتی ہے۔
امام ترمذی رضي الله عنه نے قتیبہ، حناد اور امام بخاری رضيهم الله سے روایت کی ہے۔
یہ عظیم محدث ۳۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

قوله : عن انس رضي الله عنه

حضرت انس رضي الله عنه کا پورا نام یہ ہے :



انس بن مالک بن نضر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر دس سال خدمت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصیت سے یہ دُعا فرمائی :

اللَّهُمَّ اكْتُرْ مَا لَهُ وَوَلَدَهُ لِي اِنَّهُ اسْرُءُ الْمَالِ اَوْلَادِيں بِرِكَتِ
وَاَدِجُهُ الْجَنَّةِ عطا فرما اور اِسے جنت میں داخل کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سو سال سے زیادہ عمر پا کر ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔
قوله : يَا بَنَ آدَمَ

مُصَنَّف رضی اللہ عنہ نے حدیث کا صرف آخری جملہ نقل کیا ہے۔ جامع ترمذی میں پوری حدیث دُج ہے جسے ہم قارئین کے استفادہ کے لیے درج کر رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :

قَالَ اللهُ نَبَارَكَ وَتَعَالَى !
يَا بَنَ آدَمَ ! إِنَّكَ مَا
دَعَوْتَنِي وَدَجَوْتَنِي غَفَرْتُ
لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَ
لَا أُبَالِي

اللہ تعالیٰ بندے کو خطاب کرتے ہوئے
کہتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو مجھے
امید رکھ کر مجھے بلانے اور میں تجھے
معاف کر دوں تو مجھے کوئی پروا نہیں
ہوگی۔

يَا بَنَ آدَمَ ! لَوْ بَلَغَتْ دُؤُوبُكَ
عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي
غَفَرْتُ لَكَ
وَلَا أُبَالِي

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے
نخارن تک پہنچ جائیں پھر بھی تو مجھ سے
معافی طلب کرے تو میں تجھے معاف کر دوں گا
اور مجھے کوئی پروا نہ ہوگی۔

يَا بَنَ آدَمَ ! إِنَّكَ لَوْ آتَيْتَنِي
بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ
لَيْتَنِي لَا تَشْرُكَ بِي شَيْئًا
لَا تَيْسُرُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةٌ

اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس اتنے
گناہ لے کر آئے جس سے زمین بھری
ہوتی ہو، بشرطیکہ ان میں شرک نہ ہو تو وہی
قدر مغفرت اور بخشش سے نوازیں گا۔

(ترمذی)

ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا
لَأَيَّتِكَ بِقَدْرِهَا مَغْفِرَةٌ -

لیکن اس میں شرک نہ ہو تو میں اسی مقدار میں بخشش کی بارش کر دوں گا۔

مذکورہ الصدر حدیث کے مفہوم کی ایک حدیث امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :-

وَمَنْ عَمِلَ قُرَابَ الْأَرْضِ
حَسْبُ شَخْصٍ كِاتِنِي بِرَأْيَائِي هُوں کہ ساری
حَظِيئَةً ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا
زَمِين بَهْرِي هُوَ لِي كِنِ اس میں شرک
بُشْرُكُ بِي شَيْئًا جَعَلْتُ لَهَا
نَهْ هُوَ تُوَ اسے قدر بخشش اور مغفرت سے
مِثْلَهَا مَغْفِرَةٌ نواز دوں گا۔

(اس روایت کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

قَوْلُهُ: "لَوْ آتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ": لفظ "قُرَاب" کے قات پر ضمہ اور کسہ دونوں جائز ہیں لیکن زیادہ مشہور ضمہ ہی ہے۔ قُرَاب کے معنی بھرا ہوا یا بھرنے کے قریب۔

قَوْلُهُ: ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا
مغفرت کے لیے بڑی زبردست اور بھاری شرط لگائی گئی ہے کہ شرکِ قلیل ہو یا کثیر، شرکِ کبیر ہو یا اصغر۔ بہر حال شرک سے صحیح سلامت رہنا مغفرت کے لیے شرطِ اول ہے اور اس سے ہی نہان

لے زبردست حدیث میں وہی مفہوم ادا کیا گیا ہے جو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" میں بیان ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ شرکِ خواہ قلیل ہو یا کثیر اُسے چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ کمالِ توحید یہی ہے۔

شرک سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس نے توحید، اور اس کے تقاضوں کو علم و یقین، صدق و اخلاص اور اطاعت کے جذبے سے انتہائی محبت و اُلفت سے اپنے اندر سمویا جو کیونکہ ربّ و الجلال ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ
إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ
سَلِيمٍ ○ جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا۔ نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

(الشعراء: ۸۹)



محفوظ رہ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قلبِ سلیم سے نوازا ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ
 إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء: ۸۰-۸۱)

ہم سے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

زیر بحث حدیث کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جس شخص کے گناہوں کا یہ عالم ہو کہ ان سے زمین کا چتہ چتہ بھرا پڑا ہو، لیکن وہ اپنے نامہ اعمال میں توحید کی دولت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ معاف فرمائے گا۔ اگر انسان توحید میں کامل ہے، اس میں صرف اللہ کی رضا کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور توحید کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ دل، زبان اور جوارح سے اس کے شروط کا پابند ہے یا موت کے وقت صرف دل اور زبان سے اس کو ماننے کا اقرار کرتا ہے تو اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیں گے اور اس کی لازماً مغفرت فرمائے گا، اُس کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ پس جس شخص نے کلمہ توحید کو دل سے تسلیم کر لیا تو اُس کے قلب سے غیر اللہ کی محبت، تعظیم، اس کی بڑائی اور اُس کا ڈر، خوف اور توکل بیکسر نکل جائے گا اور یہ کلمہ اُس کے تمام خطایا و معاصی کو جلا کر رکھ دے گا اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔“



مہمان

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: سَعَةُ فَضْلِ اللَّهِ -

① اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وسعت -

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زیر نظر حدیث کی تشریح کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ: ”جس شخص کے سینے میں توحیدِ خاص ہو اور وہ بندۂ خدا شرک میں ملوث بھی نہ ہو تو اللہ کے ہاں اس کی معافی کا شمار ان لوگوں کی معافی کی طرح نہیں ہوگا۔ جو اخلاصِ توحید سے نا آشنا ہوں جو موجود اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کہ اُس کے گناہوں سے تمام دُنیا اٹی پڑی ہو مگر وہ مرکبِ شرک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اُس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا۔“

جس شخص کی توحیدِ ناقص ہوگی اُس کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ توحیدِ خالص کی موجودگی میں، جس میں شرک کی آمیزش نہ ہو، گناہ کا باقی رہنا ممکن ہی نہیں، اس لیے کہ توحیدِ خالص میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت و جلالت اور اس کا خوف پنہاں ہے جو گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اگرچہ گناہوں کی شدت سے زمین بھری پڑی ہو۔ گناہوں کی نجاست عارضی ہے اور گناہوں کو ختم کرنے والی توحیدِ قوی اور مضبوط تر ہے۔“

زیر بحث حدیث میں توحید کے اجر و ثواب کی کثرت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے جود و سخا کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس میں غوار کی بھی تردید ہوتی ہے، جو مرکبِ عصیتِ سمانی کو کافر قرار دیتے ہیں اور معتزلہ کا بھی رد ہوتا ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب کو دو میں سے ایک درمیانہ مقام دیا جاتا ہے اور وہ حالت فسوق ہے جس کے متعلق معتزلہ کاہ

الثانية: كَثْرَةُ ثَوَابِ التَّوْحِيدِ عِنْدَ اللَّهِ -

② ربِّ کریم کے ہاں توحید کے اجر و ثواب کی کثرت۔

الثالثة: تَكْفِيرُهُ مَعَ ذَلِكَ لِلذُّنُوبِ

③ اجر و ثواب کے علاوہ توحید گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

الرابعة: تَفْسِيرُ الْآيَةِ (٨٢) أَلْتَبِ

فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ -

④ سورة انعام کی (آیت نمبر ۸۲ میں جو عظیم کا لفظ ہے) اُس کی تفسیر۔

کہنا ہے کہ وہ نہ تو مومن ہے نہ کافر ہے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا
اس مسئلے میں صحیح مسک اہل سنت کا ہے وہ یہ کہ گناہ کی وجہ سے ایمان کی نسبت اس سے
مسلوب نہیں ہوگی اور نہ ہی اسے مطلقاً مومن کہا جائے بلکہ ایسے شخص کو مومن عاصی کہا جائے گا
یاد یہ کہا جائے گا کہ ایمان کی وجہ سے تو مومن لیکن کبائر کا مرتکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہے
کتاب و سنت میں بتاتے ہیں اور اجماع سلف امت اسی مسک کی تائید میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

لَمَّا أُسْرِى رَسُولُ اللَّهِ

كُوْبِرَةَ الْبَنِي نَدِيْعٍ

أُتِيَ كُوْبِرَةَ الْبَنِي نَدِيْعٍ

سَلَامًا وَأُعْطِيَ الصَّلَاةَ

الْبَقْرَةَ وَالْحَمْدَ وَالسُّورَةَ

الْبَقْرَةَ وَغَيْرَ ذَلِكَ لَا

يُسْرِكُ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ

شَيْئًا الْمُفْحَمَاتِ (صحیح مسلم) ہو جائے گی۔

لِلخَامِسَةِ تَأْتِلِ الْخَمْسَ اللَّوَاتِي فِي

حَدِيثِ عِبَادَةِ

⑤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو پانچ باتیں ہیں
اُن پر غور کرو۔

السَّادِسَةِ أَنْتَ إِذَا جَمَعْتَ بَيْنَهُ

وَبَيْنَ حَدِيثِ عِثْبَانَ

وَمَا بَعْدَهُ تَبَيَّنَ لَكَ

مَعْنَى قَوْلِ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"

وَتَبَيَّنَ لَكَ خَطَأُ الْمَغْرُورِينَ

⑥ جب تم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت عثبان رضی اللہ عنہ

کی احادیث کو جمع کرو گے تو لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی سمجھ میں آجائیں گے اور

جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ان کی غلطی واضح ہو جائے گی۔

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "من قال لا اله الا الله دخل الجنة" صحیح طور پر
سمجھنے میں اکثر لوگوں نے غلطی کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ صرف کلمہ توحید کے زبانی اقرار سے دوزخ سے
نجات اور جنت میں داخلے کا پروانہ مل جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔
ایسا سمجھنے والا اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے کیونکہ نہ تو اس نے کلمہ توحید کو سمجھا اور نہ ہی
اس پر غور و فکر کیا۔

کیونکہ کلمہ توحید کا حقیقتاً معنی یہ ہے کہ تمام قسم کے مبودوں سے بے زاری کا اظہار کیا جسے اور
ہر قسم کی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق اس پر عمل
کیا جائے۔ اب جو شخص عبادات میں اس کلمہ کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتا، پانچ عبادات کی ادائیگی تو
کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی پرستش بھی کرتا ہے جیسے فوت شدہ اولیاء اللہ کو پکارنا، اُن کے
نام کی نذر ماننا، تو ایسا شخص حقیقتاً کلمہ لا اله الا اللہ کی بنیاد کو گرتا ہے۔ ایسے شخص کا دعویٰ اس کے لیے کوئی فائدہ مند
نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عذاب الہی سے بچا سکے گا۔ اگر صرف زبان کا اقرار کافی ہوتا تو مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
عداوت نہ رکھتے اور نہ ہی ان سے جنگ کی نوبت آتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

السابع: التَّائِبُ لِلشَّرِّ الَّذِي فِي

حَدِيثِ عِثْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

⑤ حضرت عثبان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی حدیث میں جو شرط ہے اس پر خوب غور کرنا چاہیے

التَّائِبُ إِلَى اللَّهِ يَحْتَابُونَ

لِلتَّائِبِ عَلَى فَضْلِ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

⑧ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی فضیلت جاننے کے محتاج تھے۔

حافظ ابن کثیر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت کرتے ہیں کہ:

فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (فقہ - ۱۹) جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
دوسرے مقام پر فرمایا۔

الْأَمِنَ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُوَ يَعْلَمُونَ (الاحزاب - ۸۶) مگر جس نے حق کی شہادت دی اور وہ جانتے تھے۔

بس جو شخص کلمہ توحید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اسے کلمہ توحید کا صرف زبانی اقرار فائدہ دینگا اب جو شخص عبادات میں سے کوئی عبارت غیر اللہ کے لیے ادا کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں

○ یا تو وہ کلمہ توحید کے مفہوم سے جاہل ہے۔

○ یا اپنے دعوائے ایمان میں بھوٹا ہے۔

یہی لوگ دھوکے میں ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

الْمُخْسِرُونَ أَعْمَالًا
الَّذِينَ مَنَلْ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يُخْسِرُونَ أَنفُسَهُمْ
يُخْسِرُونَ مَنَعًا (الکہف - ۱۰۳)
یہی لوگ نتائج کے لحاظ سے اعمال میں نہایت ہی خرابے میں ہونگے
یہ وہ لوگ ہیں جن کی سعی دنیا کی زندگی میں
برباد ہوگئی۔ اور وہ یہ سمجھے ہوتے ہیں
کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

حافظ



التاسعة ﴿التَّانِيَةَ لِرُجْحَانِهَا بِجَسَدِ

الْمَخْلُوقَاتِ مَعَ أَنَّ كَثِيرًا

مَمَّنْ يَقُولُهَا يَخِفُّ مِيزَانُهُ

⑨ اس بات پر بطور خاص غور کرنا ضروری ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تمام چیزوں

سے بھاری ہے مگر بہت سے بد قسمت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والوں کی ترازو ہلکی ہوں گی۔

العاشر ﴿التَّتَمُّ عَلَى أَنَّ الْأَرْضِينَ

سَبَّحْنَ كَمَا التَّمَوَاتِ -

⑩ اس بات کی صاف تصریح موجود ہے کہ آسمانوں کی طرح زمین کے

بھی سات (طبعی) ہیں۔

الحادي عشر ﴿أَنَّ لَهُنَّ عُمَارًا

⑪ زمینوں اور آسمانوں میں آبادیاں ہیں۔

قَوْلًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

هَذِهِ الْآيَةُ "هُوَ أَهْلُ" كَمَا "هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى"

وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ " وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ "

وَقَالَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا

أَهْلٌ أَنْ أَتَى كَمِيں اسکا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے

فَلَا يُجْعَلُ مَعِيَ إِلَهٌ اور میرے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنایا جائے

فَمَنْ اتَّقَى أَنْ يُجْعَلَ مَعِيَ پس جو شخص مجھ سے ڈرا اور اس کے میرے سوا

إِلَهًا كَانَ أَهْلًا أَنْ دوسرا معبود نہیں بنایا وہ اس کا مستحق ہوگا

أَعْفُوَةً كَمِيں نے مجھ سے بخش ووں۔



الثانی عشر **إِبْتَاتُ الصِّفَاتِ حِلَافًا** لِلْأَشْعَرِيَّةِ

۱۲) اللہ کریم کی صفات کا ثبوت، بخلاف اشعریہ کے (وہ بعض صفات الہیہ کا انکار کرتے ہیں)۔

الثالث عشر **أَتَى إِذَا عَرَفْتُ حَدِيثَ اِنْسٍ عَرَفْتُ اِنْ**
قَدَّ فِي حَدِيثِ عِثْبَانَ :
فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ :
أَنَّهُ تَرَكَ الشِّرْكَ لَيْسَ
قَوْلُهَا بِاللِّسَانِ -

۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جب آپ کی سمجھ میں آجائے گی تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عثبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ فرمانا کہ ”فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ“ سے مقصود شرک چھوڑنا ہے نہ یہ کہ بس زبان سے کلمہ کی شہادت۔

مصنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کو ان پانچ اعمال پر غور کرنا چاہیے جن کا ذکر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں کیا گیا ہے کیونکہ جب ان پانچ امور کو حضور عثبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے ملا کر غور کیا جائے گا تو کلمہ شہادت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی پوری طرح وضاحت

الرابعة عشر
تَامَلَ الْجَمْعَ بَيْنَ كَوْنِ
عَيْسَىٰ وَ مُحَمَّدٍ عَبْدِي
اللّٰهُ وَ رَسُوْلِيْهِ -

۱۳) رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو اللہ کا بندہ اور رسول کہنے میں غور و فکر کرو۔

للخامسة عشر
مَعْرِفَةُ اِخْتِصَاصِ عَيْسَى
بِكَوْنِهِ كَلِمَةَ اللّٰهِ -
۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بطور خاص کلمہ اللہ کہنے کی معرفت۔

السادسة عشر
مَعْرِفَةُ كَوْنِهِ رُوْحًا مِنْهُ -
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رُوح اللہ ہونے کی معرفت

السابعة عشر
مَعْرِفَةُ فَضْلِ الْاِيْمَانِ
بِالْجَنَّةِ وَ السَّارِ -
۱۶) جنت اور دوزخ پر ایمان لانے کی فضیلت۔

ہو جائے گی۔ گویا ان دونوں روایات سے کلمہ شہادت ہی کی صراحت مقصود ہے اور ان معنوں اور فریب خوردہ گروہ کی اس غلطی کا بھی پتا چل جائے گا چون کہ عقیدہ یہ ہے کہ دخول جنت کے لیے صرف زبان سے کلمہ شہادت کافی ہے۔

زیر نظر حدیث میں یہ بات بھی موجود ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی اسی طرح لا الہ الا اللہ کی فضیلت معلوم کرنے کے محتاج ہیں اور اس بات پر تہنیت فرمانا کہ تمام مخلوقات پر یہ کلمات بھاری ہیں کیوں کہ بعض لوگوں کی شہادت لا الہ الا اللہ کے باوجود ان کی نیکیوں کا پلہ ہلا ہے گا۔

الثامنة عشر مَعْرِفَةُ قَوْلِهِ: " عَلَى مَا

كَانَ مِنَ الْعَمَلِ "

۱۸) اس بات کی معرفت کہ (صاحبِ توحید کا لازمی جنت میں جانا) اگرچہ وہ کیسے ہی عمل کرتا ہو۔

التاسعة عشر مَعْرِفَةُ أَنَّ الْيَزَانَ

لَهُ كِفَاتَانِ -

۱۹) اس بات کی معرفت کہ ترازو کے دو پلڑے ہیں۔

العشرون مَعْرِفَةُ ذِكْرِ الْوَجْهِ -

۲۰) اللہ کے لیے لفظ "وجه" کا استعمال ہونے کو سمجھنا۔

اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات ہوتا ہے جو فرقہ معطلہ کے عقیدہ کے خلاف ہے؟

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ اگر ہم حضرت انس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی

روایات کو یک جا کر کے غور کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ترکِ شرک کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ فقط زبان سے اقرار اور شہادت کافی ہے۔





بَابُ

مَنْ حَقَّقَ التَّوْحِيدَ

دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ

حِسَابٍ



اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص
توحیدِ خالص پر عمل پشیرا ہوا، وہ بلا حساب
جنت میں داخل ہو گیا۔

باب

مَنْ حَقَّقَ التَّوْحِيدَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

باب مَنْ حَقَّقَ التَّوْحِيدَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ سے مراد یہ ہے کہ عذاب بھی نہ ہوگا تحقیق کے معنی یہ ہیں کہ انسان توحید کو اپنے عمل میں سمولے اور اس کو شرکِ باطلت اور معاصی کے شاہوں سے پاک کرے۔

لہ توحید کو اپنے اعمال و کردار میں سمولنا اُمتِ محمدیہ کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ اُن اہل ایمان کی خاص علامت ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے چُن لیتا ہے جیسے حضرت نُوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ الشُّرُوءَ . یہ اس لیے ہوا کہ ہم اس سے بدی اور بھجائی وَالْفَعْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا كُوذِرْ كَرِيْمٌ . درحقیقت وہ ہمارے چُنے ہوئے الْمُخْلِصِيْنَ ○ (یوسف - ۱۲) بندوں میں سے تھا۔

الْمُخْلِصِيْنَ میں لام کی فتح بھی ہے اور کسرو بھی دونوں قراءتیں وارد ہیں مخلصین کی تعداد ابتداءً اسلام میں بکثرت تھی لیکن آخر میں وہ چیدہ چیدہ رہ جائیں گے اور واقعی تھوڑے ہی رہ گئے ہیں پھر بھی ان کی قدر و منزلت اللہ کریم کے اہل بہت بلند ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلصین کو امتِ اسلام کی بات نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

قَالَ اَلَيْسَ لِي بِمُؤْمِنِيْنَ
مِمَّا تُشْرِكُوْنَ ○
اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلذِّكْرِ
فَطَرَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حٰنِفِيًّا
قَوْمًا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○
(انعام - ۷۸-۷۹) نہیں ہوں۔

یعنی میں نے اپنے دین اور عبادت کو اُس ذاتِ کبریا کے لیے خاص کر لیا ہے جس نے زمین و آسمان کو بے مثل پیدا فرمایا ہے اور میں ضعیف ہوں یعنی شرک کو چھوڑ کر توحید کی طرف مائل ہوں۔ اسی کو تاکیداً فرمایا کہ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ، کہ میں شرکین میں سے نہیں ہوں۔

اس آیت کریمہ کی مزید توضیح کے لیے قرآن کریم میں بیسار آیات رقم ہیں ایک مقام پر ارشاد ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ وِيْنًا يَتَّقِنَ اَسْلَمًا . اس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی ہو سکتا ہے؟ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُخْلِصٌ قَوْمًا يَّجْعَلُ . جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا

﴿مَوْلَانَا﴾ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً
قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں ایک مری اُمت تھے اللہ کے مطیع فرمان
اور یک سُو۔

بِقِيَدِ حِسَابٍ كَمَا مَطْلَبُ يَدِهِ هُوَ كَمَا اسے عذاب نہ ہوگا۔

قَوْلُهُ : اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً

زیر نظر آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ صفات بیان فرمائی
ہیں جو توحید کی سچائی کے لیے انتہائی اعلیٰ مقام رکھتی ہیں

۱۔ پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ كَانَ اُمَّةً : یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ،

وَمَلَّةً اِبْرَاهِيْمَ حَنِيفًا وَاَتَّخَذَ
اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ حَبِيْبًا ﴿۱۲۵﴾
رودتہ یک رکھا اور یک سُو ہو کر ابراہیم کے
طریقے کی پیروی کی، اس ابراہیم کے طریقے کی
جسے اللہ نے اپنا دوست بنایا تھا۔ (النساء - ۱۲۵)

وَمَنْ يُضِلَّهُ وَجْهَ الْمَلِكِ
وَهُوَ مُعْرِضٌ فَقَدْ اَسْتَشْرَكَ
بِالْعَوْدَةِ الْوَالِقِيَّةِ ﴿۱۲۶﴾ (لقمان - ۱۲۶)
جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرے اور
عملاً وہ ایک ہواؤں نے فی الواقع ایک گھٹے
کے قابل سمارا تمام کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”جو شخص نے اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا ہے یعنی اپنے اعمال میں
اخلاص پیدا کر لیا اور اس کے احکام سے سبڑا انحراف نہ کرنے کا عہد کر لیا اور ان کی نازل کردہ
شریعت کی پیروی کے لیے کمر بستہ ہو گیا۔ اسی لیے تو اس کی دوسری صفت یہ بیان کی کہ
”وَهُوَ مُعْرِضٌ“ یعنی اپنے عمل کو کردار اور اس کے احکام کی پیروی اور اس کے منع کردہ
امور سے اجتناب کرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔

پس یہ آیت کریمہ اس بات کی شاہد ہے کہ کمال اخلاص اُس وقت تک ممکن نہیں
جب تک کہ انسان شرک کو بالکل ترک نہ کرے اور شرک اور شرکین سے بیزاری اور قطع تعلق
نہ کرے۔ جیسا کہ اس سے بت۔ بت میں بیان ہو چکا ہے۔

بہترین نمونہ تھے، معلم خیر اور امام تھے۔ اُن کی زندگی مخلوق خدا کے لیے مشعل راہ تھی۔ یہ بلند مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس وقت حاصل ہوا جب اُنھوں نے صبر اور یقینِ کامل کی تمام منزلوں کو طے کر لیا۔ حقیقت میں یہی وہ دو وصف ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان دین میں امامت کے بلند و بالا مقام پر فائز ہو جانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

۲ — قَانِتًا شَيْخَ الْاِسْلَامِ اِمَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی کو اطاعتِ خداوندی میں تسلسلِ دروم کے ساتھ گزار دینے کا نام قنوت ہے۔ اسی طرح نمازی جب طویل رکوع و سجود اور قیام کرے تو قنوت ہمارا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَقْمَنَّ هُوَ قَانِتًا اِنَاءَ اللَّيْلِ
سَاجِدًا وَ قَانِتًا يَحْدُدُ الْاٰخِرَةَ
وَيُجْوِزُ رَحْمَةً رَبِّهِمْ ۝
رہتا اور سجدے کرتا ہے، آخرت سے
ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت امید لگاتا ہے؟
(النور - ۹)

اس آیت میں لفظ قانت اس شخص پر بولا گیا ہے جو آخرت سے ڈرتا ہو اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔

۳ — اِنَّهُ كَانَ حَنِيفًا

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جو شخص اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو اور ماسوی اللہ سے منہ موڑے، اُسے الْحَنِيفُ کہتے ہیں۔

۴ وَ لَعَلَّ يَكُ مِنَ الْمُتَّبِعِينَ : حضرت ابراہیم علیہ السلام اخلاص اور توکل سے

عظیم عمل میں کیا و فرماتے اور سچائی کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ شرک کی آلائشوں سے پاک اور اس کی حدود سے دور تھے۔ مندرجہ ذیل آیات اس آیتِ کریمہ کی مزید وضاحت کرتی ہیں :

لہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "مفتاح دار السعادة" میں فضیلتِ علم کے تحت رقمطراز ہیں :

"رب کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باریں الفاظِ تعبدیت کی کہ
" اِنَّ اٰبْرٰهٖمَ كَانَ اُمَّتًا "۔ اس آیت میں چار قسم کے تعریفی کلمات استعمال ہوئے۔
ابتداءً آپ کو اُمَّتًا کے لفظ سے یاد فرمایا۔ اُمَّتًا اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دوسروں
کے لیے نمونہ ہو اور اس کی پیروی کی جائے۔"

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ فِي آبَائِهِمْ وَالَّذِينَ
ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صحابہ میں
تھامے لیے اسوہ اور اچھا نمونہ
ہے۔

”الْأُمَّةُ : المعلم للخير خيري كالتعليم دینے والا ہے
أُمَّةٌ : إِنْتِقَامٌ مِنْ فُجْرَةٍ كَالْفُجْرَةِ كے ذوق پر ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

○ پہلا یہ کہ امام اُسے کہا جاتا ہے جس کی پیروی کی جائے۔ گواہ اس کے ارادہ اور شعور
کو دخل ہو یا غیر ارادہ اور غیر شعوری طور پر ہونہاں ہرگز نہیں۔ اسی مناسبت سے راستے کو بھی امام سے

تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَأِنْ كَانِ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ
لَطَّالِمِينَ ○ فَاسْتَقْنَا مِنْهُمْ
وَإِنَّمَا لِيَا مِلْمٍ مَبِينٍ ○
اور آئیکہ والے ظالم تھے تو دیکھ لو کہ
ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان دونوں
قوموں کے اُجڑے ہوئے علاقے کھلے رہتے

پر واقع ہیں۔ (الحججہ: ۷۸-۷۹)

یہاں پر امام مبین سے ایسا راستہ مراد ہے جو بالکل واضح ہو اور مسافر کسی الجھانکے
بغیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ راستہ کو اُمَّة سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔
○ دوسرا فرق یہ ہے کہ لفظ اُمَّة میں معنائی کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ لفظ اُمَّة
اُس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں تمام صفات کمال جمع ہو گئی ہوں اور شخصیت
علم و عمل میں منفرد حیثیت کی حامل ہو۔ ایسی شخصیت میں وہ صفات جمع ہوں جو کہ
دوسروں میں بکھری ہوئی ہوں چنانچہ دوسروں سے بائیں سمجھی ممتاز ہو کہ یہ صفات کمال
دوسروں میں یا تو متفرق اور الگ الگ پائی جائیں یا بالکل ہی معدوم اور مفقود ہوں۔
لہذا لفظ اُمَّة سے یہی معنی لگے جائیں گے کیونکہ اس میں بہت اپنے مزاج اور لفظی
کے لحاظ سے ضم یعنی ملانے پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اُمَّة کے پہلے حرف یعنی الف کو ضم کا عربی لایا گیا ہے کیونکہ
ضم وادائی قسم ہے اور اس کا مزاج ہے اس لیے اس پر ضم پڑھا جائے گا۔

آخر میں حرف تہ لایا گیا جس سے واحد کے معنی ظاہر ہوتے ہیں، جیسے عَشْفَةٌ
(ایک کمرہ)، لُقْمَةٌ (ایک لقمہ)۔ اسی مفہوم کو یہ حدیث پاک ظاہر کرتی ہے:
إِنَّ زَيْدَ بْنِ عَمْرٍوَ نَبِيٌّ
حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما کو
نَفِيلٌ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قیامت کے دن ایک اُمَّت کی حیثیت

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ مِنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ آلِهِمُ السَّلَامُ کے دین کے پیرو اور خیر خواہ تھے۔

إِذْ قَالُوا لَقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا يَا اللَّهُ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا تُشْفِقَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

جب انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا۔ ”ہم تم سے اور تمہارے ان بتوں سے جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور تمہارا اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور میرے پر گیا جب کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے شفیق ہے) کہ میں آپ کیلئے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا اور اللہ سے آپ کیلئے کچھ حاصل کر لینا کیسے بس میں نہیں ہوتا (المستعد - ۲)

أُمَّةً وَوَحْدَهُ

پس ثابت ہوا کہ جمع اور جمع کے معنی لفظ اُمَّة کے لیے لازم ہیں۔ اسی وجہ سے امتوں کے باقی ماندہ جمیدہ جمیدہ افراد کو اُمَّة سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ افراد یا تو دین واحد کو ماننے والے ہیں یا ایک ہی دین میں ان کا وجود ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری صفت یہ بیان کی وہ تھا نیش تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مطیع اور فرمانبردار کہ تھا نیش تھے۔ قنوت ان تمام اشیاء کو مشتمل ہے جو دوام اطاعت کو مستلزم ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حنیف تھے۔ حنیف اُسے کہتے ہیں جو ہر تن اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اسی معنی کو تہ نظر رکھیں تو لازم آئے گا کہ حنیف شخص اللہ کے سوا ہر ذات سے اعراض رکھے۔ پس ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے اعراض حنیف کے لازم میں سے ہے۔ یاد رہے کہ کنوی طور پر حنیف اس معنی کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ شاکر تھے۔ شکر العبادات تین ارکان پر مبنی ہے :

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ مشہور قول بھی نقل کیا جو انہوں نے اپنے باپ آذر سے کہا تھا:

وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ وَمَا تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَادْعُوا رَبِّي بِحَسَبِ
عَسَىٰ إِلَٰهَ آكُونَ بِدَعَاؤِ
رَبِّي شَقِيحًا ۝ فَلَمَّا أَعْتَدْنَا لَهُمْ
وَمَا يَجْعُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۝ وَ
كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝

میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور ان
ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ خدا کو
چھوڑ کر پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے رب
ہی کو پکاروں گا۔ اُمید ہے کہ میں اپنے
رب کو پکار کے نافرمان نہ رہوں گا۔ پس
جب وہ ان لوگوں سے اور ان کے
معبودان غیر اللہ سے جدا ہو گیا تو ہم نے ان کو
اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک
کو نبی بنایا۔

(مربعہ - ۲۸، ۲۹)

- ۱۔ نعمت کا ہتھار کرنا اور اس کو منعم کی طرف منسوب کرنا۔
- ۲۔ انعامات کو منعم کی منشا کے مطابق فرج کرنا۔
- ۳۔ خداوند تعالیٰ کی محبت کے مطابق عمل پیرا ہونا۔

ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ رب کریم نے اپنے خلیلؑ کی تعریف میں چار صفتوں کا ذکر فرمایا جو سب کی سب علم، علم کے تقاضوں کے مطابق عمل اور اس کی نشرو اشاعت کی طرف راجح ہیں تو حضرت ابراہیم کے تمام کمالات علم اور اس کے مطابق عمل اور مخلوق خدا کو اس کی طرف دعوت دینے کا تقاضا رکھتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے، اپنے رسول اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یوں تعریف فرمائی کہ وہ امام الخلفائے۔ جہاں انہوں نے مشرکین سے بیزارگی کا اظہار کیا وہاں یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت سے بھی برأت کا اظہار فرمایا۔ اَمَّةَ اَسْ اَلْم
کو کہا جاتا ہے جن کی اقتدار اور پیروی کی جائے۔

قانت، مطیع اور فرمانبردار کو کہا جاتا ہے۔

حنیف، اس شخص کو کہتے ہیں جو قصداً شرک سے کنارہ کش ہو کر توحید کی طرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک اور مشرکین سے بیزاری کا اظہار، اُن سے عداوت اور اُن کے کافرانہ عقائد سے انکار کر کے اور اُن سے دشمنی کر کے تحقیق توحید کی وہ تصویر کھینچی ہے جس کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ زیر بحث آیت إِنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ توحید کا سالک اپنی قلتِ تعداد پر گھبرانہ جائے

مائل ہو۔ اسی بنا پر ان کے بارے میں فرمایا: لَعَلَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ “
عجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں :

”کان ابراہیم امة“ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی مومن تھے، اُس وقت باقی سب لوگ کافر تھے۔“
محقق شبیر علاء محمد حامد الفنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”مذکورہ القدر دونوں قول ٹھیک ہیں کیونکہ حضرت خلیل اللہ میں یہ دونوں صفتیں موجود تھیں۔ البتہ عجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ دعوت الی اللہ کے ابتدائی مراحل میں اکیلے ہی تھے اور اسی دور میں شرک سے برأت پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد اور تعریف فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ اذْ كَفَرْنَا بِكَ الْكِتَابِ
اِبْرَاهِيمَ ؑ اِنَّكَ كَانُ
صِدْقًا نَبِيًّا ۝
اِذْ قَالَ لَا يَبِيْرُ يٰ اَبَتِ اِمَّا
تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَا لَا
يُبْصِرُ وَا لَا يَغْنِيْ عَنْكَ
شَيْئًا ۝ (مريمہ - ۲۱-۲۲)

اور اس کتاب میں ابراہیم کا اقتدار بیان کر کے شک و شبہ است بازالسان اور کبھی نہ تھا (انہیں ذرا اس موقع کی یاد دلاؤ) جب کہ اُس نے اپنے باپ سے کہا کہ ”ابا جان! آپ کیوں اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں؟“

اور نوحؑ ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیمؑ تھا جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر آیا۔
یہ حالات ابتدائے دعوت میں تھے جبکہ ان کے علاوہ خلقِ ارض پر اُن کے علاوہ ایک بھی مسلمان نہ تھا۔“ اور یہ حدیثیں وارد ہے واللہ اعلم

قوله : وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

(التحلل : ۱۲۰)

وہ کبھی مشرک نہ تھے۔

قوله : حَسْبُنَا

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام فریب نوردہ علماء کی طرح ادھر ادھر جھک جانے کے قابل نہ تھے۔

قوله : وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اس وضاحت سے اس شخص کی تردید ہوتی ہے جو کہ ان کے گرد ہوں کی کثرت کا سبب بھی بن جاتا

ہے پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان قرار دیتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا۔ دل، زبان اور اپنے تمام ارکان سے مشرکین کا متعلقہ کیا۔ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت میں غرق تھے ان کو سختی سے روکا اور ان کے بتوں کو توڑنے سے بھی گریز کیا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان پر صبر کیا۔ اسی کردار کو تحقیق توحید اور دین کی اساس کہتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

إِذْ قَالَ لَدَى رَبِّهِ أَتَسْلِفُ
قَالَ أَتَسْلِفُ لِمَنْ
أَتَسْلِفُونَ (بقدرہ - ۱۳۱) 'مُسلِمٌ ہو گیا'

آج کل اکثر ملکہ گو اور لادالہ لاپڑھنے والے، اسلام کا دعویٰ کرنے والے اللہ کی عبادت میں شریک کر رہے ہیں، بایں معنی کہ یہ ایسے افراد کو پکارتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، طرہ یہ ہے کہ وہ بھی مردوں کو یا جہان سے کوسوں دور ہیں یا طاقت اور جنات وغیرہ کو۔ ان سے محبت اور دوستی کی پیٹگیں بڑھاتے ہیں، ان سے خوف کھاتے ہیں، ان سے امیدیں وابستہ کیے جوتے ہیں۔

جو مومن شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت لے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکے اور یہ کہہ کر یہ سراسر ہمت اور گراہی عبادت شخص ایسے شرکیہ کاموں سے نفرت کرے اور ایسے لوگوں سے بھی دشمنی لکھے اس کی مخالفت پر یہ لوگ کمر بستہ ہو جاتے ہیں

بعض مشرک تو توحید کو علم سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے اور اپنی جہالت، عدم محبت کی وجہ سے

حافظ

توحید پر غور و فکر کرنے کے بھی روادار نہیں۔

وقال: وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ
لَا يُشْرِكُونَ (الشمعون: ۵۹)

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔

قوله: إِنَّ رَبَّهُمْ كَانَ أُمَّةً

آیت کے ان الفاظ اِنَّ رَبَّهُمْ كَانَ أُمَّةً کے بارے میں ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اسلام کی ایک امت تھے اور اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا اور کوئی مسلمان نہ تھا علامہ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے سابقہ قول کہ اِنَّهُ كَانَ اِمَامًا يَكْفُرُ بِهِ فِي الْخَيْرِ میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے، کیونکہ اس کا تعلق اس دور سے ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو قبول عام حاصل ہوا۔

قوله: وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ

یہ اُن مومنین کی صفات ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اُن کی وہ خوبی بیان فرمائی ہے جو سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے، یعنی یہ کہ اُن کا دہن شرک سے آلودہ نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کو بسا اوقات ایسے ایسے واقعات اور اعمال سے واسطہ پڑتا ہے جو اسکے اسلام اور ایمان کو دھار کر دیتے ہیں جیسے شرکِ جلی اور شرکِ خفی۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ایک پکے اور سچے مومن کی یہ تعریف بیان کی کہ لَا يُشْرِكُونَ، جس کا مطلب ہے کہ لوگ کسی صورت میں بھی شرک کا ارتکاب نہیں کرتے۔ یہی معنی ہے توحید کو اپنے اعمال میں سمونے کا۔ اس سے اعمال سنورتے اور نفع بخش ثابت ہوتے ہیں شارع کا کہنا ہے کہ اعمال میں یہ جلاس وقت پیدا ہوگا جب انسان شرکِ اصغر سے دامن بچائے رکھے رہا شرکِ اکبر اس وقت ایسی بات نہیں کی جاسکتی کہ اس سے انسان سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا اس بات کو تم خود ہی سوچ لو

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اس کی توحید کا اقرار

کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ

عن حسين بن عبد الرحمن قال : كُنْتُ عِنْدَ
سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ : أَيُّكُمْ رَأَى
الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَ
الْبَارِحَةَ ؛ فَقُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ :
أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلَاةٍ
وَلَكِنِّي لُدِغْتُ - قَالَ فَمَا صَنَعْتَ ؟

حسین بن عبد الرحمن سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ
حضرت سعید بن جبیر کے پاس تھا کہ سعید کہنے لگے ،
آج رات ستارے کو ٹوٹتے ہوئے تم میں سے کس نے دیکھا ہے ؟
حسین نے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں نماز میں مشغول
نہ تھا بلکہ مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا تھا جس کی مجھے سخت تکلیف تھی۔
انہوں نے کہا پھر تم نے کیا کیا ؟

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحَدٌ أُوْسُ كُفْرًا مَعْبُودٌ نَّهَى - وَهُوَ الْكَلْبُ
صَدٌّ وَكَهْ يَتَّخِذُ صَاحِبَةً وَ بَعِي نِيَاظِهِ ، نَهْ أَسْكَى بِيْرِي هِي
لَا وَ لَدَا وَ أَنَّهُ لَا نَظِيرَ لَهُ نَهْ اَوْلَا وَاوْرُنْ اَسْكَى كُوْنِي نَظِيْرُ هِي هِي -

قرآن : عن حسين بن عبد الرحمن
یہ سلی تھے ، ان کی کنیت ابوالہذیل ہے۔ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ثقہ راویوں میں سے تھے۔
تبع تابعی تھے۔ ۹۳ سال کی عمر پا کر ۳۶۷ھ میں فوت ہوئے۔

قرآن : سعید بن جبیر
یہ بہت بڑے امام اور فقیہ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حلیل القدر شاگردوں میں سے

قُلْتُ إِرْتَقَيْتُ : قَالَ فَمَا حَمَلَكَ
عَلَى ذَلِكَ ؟
قُلْتُ : حَدِيثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ -
قَالَ مَا حَدَّثَكُمْ ؟

انہوں نے کہا میں نے جھاڑ چھونکے کام لیا۔ انہوں نے کہا یہ کیوں؟
میں نے کہا شعبی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کی بنا پر۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا
حدیث ہے جو انہوں نے بیان کی؟

تھے۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت نقل کرتے ہیں
کوئی تھے، قبیلہ بنو اسد کے غلام تھے۔ ابھی پچاس سال کی عمر کو بھی نہ پہنچے تھے کہ ۹۵ ع میں حج کے
سامنے شہید کر دیے گئے۔

رَأَيْتُمْ قَدْ مَعْنَى ثَوْتٍ كَرَّ نَا۔

الْبَارِعَةَ : كَزُرِّي هَوْنِي قَرِيبَ تَرَاتٍ كَوَكْتِهِ هِيَ لَيْسِي سَابِقَاتٍ - رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ أَوْر
رَأَيْتُ الْبَارِعَةَ فِي فَرْقِ بَيَانٍ كَرْتِهِ هَوْنِي حَضْرَتِ ابِو الْعَبَّاسِ ثَلَبٍ وَغَيْرِهِ كَا كَمَا هِيَ كَر :

" رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ زَوَالِ شَمْسٍ سَ مِنْ سَبِيلِهِ كَمَا جَاتَا هِيَ ، رَأَيْتُ الْبَارِعَةَ

كَاطْلَاقِ زَوَالِ شَمْسٍ كَعَبْدِهِ هَوْنِي هِيَ -

الْبَارِعَةَ كَالْفَرْجِ بِحَ مِنْ شَمْسٍ هِيَ هِيَ كَعَبْدِهِ هَوْنِي هِيَ -

قَوْلُهُ : أَمَا لَيْتَ لَوْ آكُنِّي فِي صَلْوَةِ

يَهِي قَوْلَ حَضْرَتِ حَمِيْنٍ كَا هِيَ ، حَضْرَتِ حَمِيْنٍ نَ فِي اِسْ بَاتِ كِي تَصْرِيْحِ اِسْ بِنَا بِرَضْوَرِي كَهِي كِي

حاضرین اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ میں نے نماز کی حالت میں یہ نظر دیکھا۔ اس لیے عبادت کے وقیم کو دور کر دیا۔

اسلاف میں کس فہمی اور اخلاص کی یہ اعلیٰ ترین مثال ہے کہ وہ اپنے آپ کو زیادہ اور خود تاشی سے بچائے رکھتے اور ایسی
نیکی جو ان میں نہ ہوتی اس میں تصنع سے دور رہتے۔



قُلْتُ حَدَّثَنَا

عَنْ بَرِيدَةَ ابْنِ الْحَصِيبِ أَنَّهُ قَالَ
لَا رُفْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ
قَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنْ انْتَهَى إِلَى
مَا سَمِعَ.

میں نے کہا کہ شعبی نے ہم سے بریدہ بن الحصیب کی روایت سے حدیث بیان کی کہ نظریہ اور کسی زہریلی چیز کے کاٹ کھانے کے سوا اور ہمیں جھاڑ پھونک یا دم مفید نہیں۔ سعید نے کہا: جس شخص نے جوٹا، اسی پر اکتفا کیا اور اسی پر عمل پیرا رہا، تو اس نے بہت اچھا کیا۔

قَوْلُهُ : وَالْحِكْمَةُ لِدُعْتِ

اہل لغت کا کہنا ہے کہ لِدُعْتِ اُس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کو زہریلی چیز جیسے سناپ یا بچھو وغیرہ کاٹ لے اور زہر جسم میں سرایت کر جائے۔

قَوْلُهُ : إِرْدَقَتِ

یعنی میں نے دم کیا۔

صحیح مسلم میں اِسْتَدَقَيْتُ کا لفظ ہے۔ یعنی میں نے ایک آدمی کو بلایا جو مجھے دم کرے۔

قَوْلُهُ : فَمَا حَمَمَكَ عَلَى ذَلِكَ فَمَنْ نَعَى كَيْفَ كُنْتَ كَمَا كُنْتَ

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کسی سے اس کے مذہب کی صحت پر دلیل مانگ سکتا ہے۔

شعبی کا نام یہ ہے:

عالم بن شراحیل الہمدانی۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی مگر ان سے سماع نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، ابن جریر رضی اللہ عنہم سے سماع نہیں کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے سفیدی میں سیاہی سے نہیں نکالی تھی کہ نہیں نکھاتا بلکہ خدا پر داد و مبارکھا



وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ -

البتہ ہمیں حضرت ابن عباس رضي الله عنه نے آل حضرت رضي الله عنهم
کا ارشاد سنا یا کہ آپ نے فرمایا،

یہ تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ حضرت عمر رضي الله عنه
کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور سلسلہ میں وفات پائی

قوله: عن بريدة رضي الله عنه بضم الباء وفتح الراء برودة كالتسوية
ان کا پورا نام یہ ہے:

بريدة بن الحبيب بن الحارث الأسلمي رضي الله عنه
جلیل القدر اور مشہور صحابی ہیں۔ ابن سور کے قول کے مطابق ۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

قوله: لَا زَيْفَةَ إِلَّا مِنَ ابْنِ أَوْحَمَةَ
امام احمد اور امام ابن ماجہ رضي الله عنهم نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام احمد، ابو داؤد
اور امام ترمذی رضي الله عنهم نے عمران بن حصین سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ ایسی ہی کے بیان کے مطابق روایت
احمد کے رجال ثقہ ہیں۔

الْعَيْنُ: نظر بد کہتے ہیں۔

الْحَمَّةُ: سانپ اور کچھو وغیرہ کے ہر کو کہا جاتا ہے۔

المخاطب رضي الله عنه نے حدیث بالاکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ

لَا رُفِيَةَ أَشْفَى وَأُولَى مِنْ نَفَرٍ دَاوَاهُ هَرَكَةُ كَانْتِجِيهِ جُودِمَ كَمَا
رُفِيَةَ الْعَيْنِ وَالْحَمَّةِ وَقَدْ جَاءَ اس سے زیادہ شفا بخش اور

رَفَى النَّبِيُّ ﷺ وَرَفَى بِهِتْرُومَ اور کوئی نہیں۔

قوله: قَدْ أَحْسَنَ مِنَ أَنْهَى إِلَى مَا سَمِعَ

یعنی علم کی جو چیز ملی اس پر عمل پیرا ہو گیا تو اس نے بہت اچھا کیا، بخلاف اس کے کہ جو بہت

عُرِضَتْ عَلَى الْأُمَّةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَ
مَعَهُ الزَّمَطُ وَ النَّبِيَّ وَ مَعَهُ
الرَّجُلُ وَ الرَّجُلَانِ وَ النَّبِيَّ وَ لَيْسَ
مَعَهُ أَحَدٌ۔

”مجھے بہت سی امتیں دکھائی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی نبی کے ساتھ صرف ایک یا دو ہی آدمی ہیں اور ایسے نبی کو بھی دیکھا جس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔“

کی بنا پر کسی چیز پر عمل کرتا ہے یا جس چیز کو جانتا ہے اس کو بنیاداً عمل قرار نہیں دیتا وہ گناہ گار ہے اور غلط کار آدمی ہے۔ ان الفاظ میں سلف صالحین کے علم کی فضیلت اور ان کے حسن ادب کا پتہ چلتا ہے۔

قوله : حدثنا ابن عباس رضي الله عنهما

یہ ہیں عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضي الله عنهما

حضرت عبداللہ رضي الله عنهما، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ رحمتِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضي الله عنهما کے لیے یہ دعا کی تھی کہ

اللَّهُمَّ نَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَ لِي اللَّهُ! ان کو دین کی سمجھ بوجھ اور تفسیر

عِلْمُهُ التَّأْوِيلَ لَهُ كَالْعِلْمِ عِنَايَتِ فَرَا۔

اس دعا کی برکت سے حضرت عبداللہ رضي الله عنهما فقہت اور تفسیر کے امام و مقتدی بنانے

جاتے تھے۔ انہوں نے ۶۵ھ کو طائف میں وفات پائی۔

قوله : عُرِضَتْ عَلَى الْأُمَّةِ لَهُ

سلسلہ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں متعدد جگہوں پر نقل کی ہے۔

تو یہ واقعہ کب پیش آیا؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

ترمذی اور نسائی میں بروایت عشرین قاسم عن حسین بن عبدالرحمن یہ الفاظ ہیں۔ اِنَّ ذٰلِكَ
كَانَ لَيْسَةَ الْاِسْرَاءِ - حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اسی طرح ثابت و محفوظ ہو تو
اس سے ان لوگوں کے خیال کو قوت حاصل ہوتی ہے جو تعدد اسراء کے قائل ہیں اور یہ کہ واقعہ
اسراء میں بھی پیش آیا۔

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واقعہ اسراء کے مدینہ منورہ میں اعادے کی بات مشتبہ ہے۔

قوله: قَرَأْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ

صحیح مسلم میں الرَّهْطُ کی جگہ لفظ التَّهِيْطُ ہے۔ یہ تصغیر ہے۔ ام نووی رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ دس افراد سے کم جماعت جو تو اسے الرَّهْطُ کہتے ہیں۔

قوله: وَ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَ الرَّجُلَانِ وَ النَّبِيُّ وَ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ

حدیث مبارک کے ان الفاظ سے اُن لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کثرت تعداد کو صحت مذہب
کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

لے بعض ایسے انبیاء بھی مبعوث ہوئے ہیں کی اطاعت ایک شخص نے بھی نہ کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ
شِيْعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَنْهٰهُمْ
مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِئُوْنَ ۝ (الصّٰحٰح - ۱۰ - ۱۱) اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نجات پانے والے افراد کی تعداد قلیل ہی ہوتی ہے اللہ اکثریت نے بشری
تکلیفوں سے مجبور کر دیا ہے اگر ہم اللہ کی مخالفت کی اور اپنے آپ کو جلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ:

وَ اِنْ طَغٰ اَكْثَرُ مَنْ فِي
الْاَرْضِ يَعْضَلُوْكَ عَنْ سَبِيْلِ
الْحَقِّ ۝ (الانعام - ۱۱۶)

اور لے عمدہ؛ اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے
کنے پر چلو جو زمین میں رہتے ہیں تو وہ تمہیں
اللہ کے راستے سے ہٹکا دیں۔
وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِ هٰٓؤُلَاءِ
عَهْدًا وَّ اِنْ وَجَدْنَا اٰكْفَرَهُمْ

لَفٰسِقِيْنَ ۝ (الاعراف - ۱۰۲)
ہم نے ان میں سے اکثر میں کوئی پاس عہد نہ
پایا بلکہ اکثر کو فاسق ہی پایا۔
لے نبی! ان سے کہو کہ زمین میں چل پھر کر
دیکھو۔ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کيس
تَلِّ سَبِيْعًا فِي الْاَرْضِ فَا نْظُرُوْا
تِمَّتْ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

إِذْ رَفَعَ لِي سَوَادَ عَظِيمٍ
فَقَنْنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي
هَذَا مُوسَى وَ قَوْمُهُ۔

اچانک میرے سامنے ایک انبوہ کثیر آیا، میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت
ہوگی لیکن غجڑ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔

قَوْلُهُ : إِذْ رَفَعَ لِي سَوَادَ عَظِيمٍ

اس سے وہ شخص یا گروہ مراد ہے جو بہت دُور سے نظر آ رہا ہو۔

قَوْلُهُ : فَقَنْنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي

یہ شبہ اس لیے پیدا ہوا کہ جو افراد دُور سے دکھائی دیں ان کو پہچاننا دشوار ہوتا ہے۔ دُور سے تو صرف انسانی
صورت ہی نظر آتی ہے۔ صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وَلَكِنْ أَنْظَرُ إِلَى الْأُفُقِ لِيَكُنَ أُمَّتِي كَوَيْلِي۔
مصنف نے ان الفاظ کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس نسخے سے مصنف نے یہ حدیث
نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

قَوْلُهُ : فَقِيلَ لِي هَذَا مُوسَى وَ قَوْمُهُ

اس سے حضرت موسیٰ بن عمران مراد ہیں جن کو کلیم الرحمن بھی کہا گیا ہے اور قوم سے
ان کے متبعین مراد ہیں جنہوں نے قوم بنی اسرائیل سے ان کی اتباع کی تھی۔

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ○ انجام ہو چکا ہے۔

(۱۱۴۴ - ۲۲) ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔

قرآن مجید میں ان قوم کی اللہ ہی آیات ہیں۔ نجات پانے والے اگرچہ نہایت قلیل تعداد میں ہی ہوتے ہیں لیکن جو حققت پر ہی سوادِ اعظم ہیں ان کو کھنڈے
ہوتے ہوئے بھی ان کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے لہذا مسلمانوں کو لوگوں کی کثرت تعداد پر دھوکا نہ کھانا چاہئے کیونکہ بہت
سے لوگ انہی نبی سے دھوکے میں آ گئے تھے کہ ایضاً اہل علم بھی باہر اور گمراہ افراد کے عقائد میں گرفتار ہو گئے اور کتاب و سنت کو
پس پشت ڈال دیا

لہ حدیث کے ان الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی فضیلت کا پتا چلتا ہے جنہوں نے سابق

فَنظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ
لِي هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ
أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ
وَلَا عَذَابٍ -

اسکے بعد میں نے ایک بہت ہی بڑے انبوہ کو دیکھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی
اُمت ہے اور آپ کی اُمت میں ستر ہزار افراد وہ ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب
کے جنت میں داخل ہوں گے۔

قَوْلُهُ : فَنظَرْتُ

اُمتِ محمدیہ کی اس درج عظمت و توقیر اور ستر ہزار افراد کے بلا حساب جنت میں داخل
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے توحید کو فکر و عمل میں سمونے کی کوشش کی۔

ابن فضیل کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ :

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ (اے رسولِ عربی!) آپ کی اس اُمت میں سے
ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے

نبیوں اور منزل من اللہ کتابوں جیسے توراہ، انجیل، زبور اور قرآن کریم کو تسلیم کیا اور ایمان لائے۔

بنی اسرائیل اختلاف سے پہلے کثیر تعداد میں تھے، ان میں اُسبیا علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے۔ البتہ

بعثتِ انبیاء کے بعد مختلف دھڑوں میں بٹ گئے۔

حدیث کے ان الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار بہت زیادہ تھے۔ ان ہی

کے بارے میں اللہ تعالیٰ مسدود فرماتا ہے کہ

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْآخَرِينَ ۝

زیبا بھر کے لوگوں پر انہیں فضیلت

(الحاشیہ - ۱۶) عطا کی۔



ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ
فَخَاضَ النَّاسُ فِي أَوْلِيكَ
فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ
صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَ قَالَ
بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي
الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا
وَ ذَكَرُوا أَشْيَاءَ -

یہ واقعات سنا کر آنحضرت ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ان ستر ہزار افراد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ بعض کا کہنا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا اس کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور تو حیات بھی لیں۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت درج ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ:
أَنَّهُمْ نَبِيٌّ وَ جَوْهَرٌ أَمَانَةٌ
الْقَمَرِ نَيْلَةَ الْبَيْتِ
ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔

یہ فضیلت اس لیے عطا کی گئی کہ ان کے دور میں اور ان سے پہلے اتنی کثرت سے کافر تھے جن کا شمار ممکن نہیں تھا۔ جیسے مالوت اور بنت نضر وغیرہ کا گروہ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وحید کی سمجھ عطا کی اور ایمان کی دولت سے نوازا جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنے دور کے افضل ترین اشخاص تصور ہوتے۔ بعض لوگوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی نافرمانی کی اور دین میں اختلاف پیدا کر دیا جس کی وضاحت سورہ بقرہ میں کی گئی ہے۔ ان ہی لوگوں کو یہودیوں کے خلاف بطور محبت ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔

فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمُ
الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَكْتُمُونَ
وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

آں حضرت ﷺ جب تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی مختلف آراء کا اظہار کیا۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ وہ افراد ہوں گے جو دم نہیں کرواتے اور نہ وہ اپنے جسموں کو (بیماری میں) داغنے کے قائل ہیں اور نہ وہ قال لیتے ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

سند احمد اور بیہقی میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ

فَأَسْتَدَدْتُ رِبِّيَ فَوَادَيْتِي مَعَ
كَيْلِ الْآلِ سَبْعِينَ أَلْفًا لَه
میں نے اپنے رب کے تعداد میں اضافے کی
اتحاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ہزار کے
ساتھ مزید ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔

قولہ: ثم خفض یعنی پھر اٹھ کھوے ہوئے

قولہ: فخاص الناس الخ یعنی لوگ ان کے بد سے میں بھٹ کرنے گئے غارہ وعضا و لینی بدوں نسطوں والے ہیں۔
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نصوص شرعیہ کے بارے میں حصولِ معلومات یا اظہارِ حق کی غرض سے بحث و مناظرہ کرنا جائز ہے۔

لہٰذا اس حدیث میں امت محمدیہ کی دوسری امتوں پر فضیلت واضح ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ امت محمدیہ دوسری تمام امتوں سے زیادہ ہوگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں اور ان کے مشعل بعد یہ تعداد بکثرت تھی۔ شہروں کے شہر اور بستوں کی بستیاں اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئیں۔ علم و عرفان کی بارش ہوتی اور مسلمانوں نے مختلف علوم و فنون میں مہارت تانہ حاصل کی۔ یہ تینوں دور جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون ہونے کی بشارت دی تھی، کتاب و سنت پر عامل ہے، البتہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ عمل بائنتہ کمزور سے کمزور ہوتا چلا گیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ سلف صالحین میں جو دینی امور میں گہرائی پائی جاتی ہے اس کی وجہ ان کا یہ احساس تھا کہ انہوں نے جو ترقی کی ہے وہ عمل کی وجہ سے ہے۔ لہ
مزید برآں اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں نیکی اور خیر کی محبت کس درجہ نمایاں تھی۔

قوله: هُوَ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ

یعین میں لَا يَسْتَرْقُوْنَ ہی ثابت ہے۔ سند احمد میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی طرح ہے، لیکن مسلم شریف کی ایک روایت میں لَا يَرْقُوْنَ کا لفظ ضبط کیا گیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ وہ دم نہیں کرتے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَا يَرْقُوْنَ کا اضافہ راوی کا وہم ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لَا يَرْقُوْنَ کا لفظ ثابت نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رُقِيَةٌ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَوَضَّعَ لِقَدَمِيَّيْهِ فَيَنْفَعَهُ اللَّهُ
بِشَيْءٍ مِنْهُنَّ فَفِيهِ نَفْعٌ لِيَّ

بلکہ ایک روایت میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ

لَا تَبَاسٌ بِالرَّقِيقِ مَا لَعَدُ دَمٌ كَرِهْتُمْ فِيهِ كَوْنِي حَرَجٌ نَحْبُكَ
تَكُنْ شَرِكًا لِي

شیخ الاسلام فرید فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

لے اس واقعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس فضیلت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات پر مذاکرہ اور بحث و تھیس کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس قسم کا مذاکرہ صرف شوق عمل کا نتیجہ ہوا کرتا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی کہ اگر کسی مسئلہ میں شرعی دلیل نہ ہو تو اس میں اجتہاد سے کام لیا جاسکتا ہے کیونکہ زیر بحث واقعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر آپس میں مختلف آراء کی روشنی میں سوچتے رہے اور آپ نے کسی کو بھی بُرا خیال نہیں فرمایا۔ ہاں! یہ بات بطور خاص یاد رکھنے کی ہے کہ مجتہد کو چاہیے کہ وہ اپنی رائے کو بلا دلیل شرعی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی اس کو آخری اور فیصلہ کن قرار دے بلکہ اپنی رائے کو امکانی حد تک صحیح سمجھے اور یہ کہے کہ شاید اس بات میں شرعی حکم یہ ہو جیسے اس حدیث میں مجاہد کا لفظ نے ایسا ہی کیا ہے۔

لے مسلم، ابن ماجہ، سند امام احمد۔ بروایت جابر

لے مسلم، ابوداؤد۔ بروایت عوف بن مالک



دم کیا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا۔ لے

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ راقی اور مُسْتَرْتَقِی میں فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”مُستَرْتَقِی تو وہ سائل ہوتا ہے جو بصدق قلب غیر اللہ کی طرف مائل اور

ملفت ہو بخلاف راقی یا دم کرنے والے کے کہ یہ بصدق قلب احسان کا اظہار

کرتا ہے — پھر فرماتے ہیں کہ ستر ہزار افراد کی یہ صفت تو کل علی اللہ کی وجہ

سے ہے کہ وہ کسی دم کرنے والے کے دم اور داغ لگانے والے کے داغ کی خواہش کا اظہار بھی نہیں کرتے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون کی تائید کی ہے۔

قوله: لَا يَكْتَوُونَ

مطلب یہ ہے کہ شفا یابی کی غرض سے وہ کسی سے اس بات کا مطالبہ بھی نہیں کرتے کہ نہیں

داغا جائے جیسا کہ وہ کسی سے دم کرنے کی خواہش کا اظہار نہیں کرتے، اس لیے کہ ان کو قضائے الہی کے

ساتھ اور مصیبت برداشت کرنے میں (جو لذت ملتی ہے) ایسی لذت شفا یابی کی الی تدبیروں

میں حاصل نہیں ہوتی۔)

امام الموحدین العلامة الشیخ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

لے حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دم کیا تھا جب آپ کو جادو کر دیا

گیا تھا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں مراعت کے ساتھ منقول ہے۔

لے وہ ستر ہزار افراد جو اہل احباب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے ان کی نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ شرک

کی کسی بھی قسم میں مبتلا نہ ہوں گے اور اپنی حقیر سے حقیر ضرورت کو بھی انھوں نے غیر اللہ کے سامنے نہ رکھا، حتیٰ کہ دم

کھانے اور سگی گولانے تک کی پروا نہ کی۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان کا اللہ پر توکل اور بھروسہ تھا۔ اپنی

مشکلات صرف خدا کے سامنے پیش کرتے تھے اور اللہ کی قضاء و قدر کے علاوہ کسی کی طرف بھی ان کی توجہ نہ تھی۔ وہ

صرف اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے، اُس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جو مشکلات پیش

آتی ہیں وہ اللہ کی تقدیر اور اُس کی مرضی کے مطابق آتی ہیں لہذا وہ مصائب و مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی

کو پکارتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا رجوع الی اللہ منقول ہے کہ:

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بِنِعْمِكَ وَحَسْبُنِي

إِلَىٰ أَفْعَالِي (يوسف - ۸۶) عم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔

عادل حق

داغ دینا خواہ خود کرے یا دوسرے سے طلب کرے ، دونوں صورتوں میں اس کا حکم برابر ہے۔“

داغ دینا فی نفسہ جائز اور مباح ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لیے ایک طبیب کو بغرض علاج بھیجا۔

فَقَطَعَ لَهُ عِرْقًا وَكَوَّاهُ تو اُس نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک رگ کاٹ کر اُسے داغ دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرا واقعہ منقول ہے کہ

أَنَّهُ كَوَّى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ذات الجنب کی جگہ سے نمکو داغ دیا

ایک روایت جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَوَّى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کو شوکہ (ای قسم کی پھنسیوں کی بیماری) کی وجہ سے داغ دیا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ

الْبُغَاءُ فِي ثَلَاثٍ : شُرْبُهُ تین چیزوں میں شفا ہے۔ شہد کھانے میں

عَسَلٍ وَشَرْطَةُ مِخْجَمٍ وَ كِتَابَةُ نَارٍ وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي لٰكِن مٰلِكٌ يٰمُؤْمِنِينَ لیکن میں اپنی اُمت کو داغ سے روکتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

عَنْ أَلِيٍّ وَفِي لَفْظٍ وَمَا أَحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ میں داغ دینے کو پسند بھی نہیں کرتا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

” گنتی کی روایات چار قسم کی ہیں :

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کیا۔

○ ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

○ اس کے ترک کرنے والے کی تعریف فرمائی۔

○ اس عمل سے روکا۔

ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ

۱۔ آنحضرت ﷺ کے عمل سے اس کے جواز کا پتا چلتا ہے۔

۲۔ ناپسندیدگی دلیل منع (حُرمت) نہیں۔

۳۔ ترک اس بنا پر افضل ہے کہ اس میں توکل کا پہلو پایا جاتا ہے۔

۴۔ اور اس کے روکنے سے مقصود ہے کہ اسے اپنے اختیار سے نہ کیا جائے اور اسے کوہ بھی سمجھائے

قَوْلُهُ: وَلَا يَتَطَيَّرُونَ

یعنی وہ جو جانور اور پرندوں وغیرہ سے شگون نہیں لیتے۔ اس کی مزید تفصیل اور وضاحت

”بیان الطیّرة“ میں آگے آ رہی ہے۔

قَوْلُهُ: وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

آنحضرت ﷺ نے اس عمل اور جامع بنیاد کی طرف اشارہ کیا ہے جس پر تمام افعال اور

خصائل کی تعمیر ہوتی ہے اور وہ ہے توکل علی اللہ یعنی سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا، اس کی ذات

پر کامل اعتماد و یقین رکھنا۔ توحید کا یہی وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں سے محبت، خوف ورجاء اور اللہ تعالیٰ

کو رب اور الاتسلیم کرنے کے سوتے چھوٹتے ہیں اور جہاں تقضائے الہی کے فیصلوں پر اظہارِ خوشی کا ثمرہ

ملتا ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس حدیث سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ

لوگ بالکل ظاہری اسباب کا سہارا اختیار نہیں کرتے تھے کیونکہ ظاہری اسباب کو استعمال میں لانا تو ایک

فطری اور واجبی امر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ توکل بھی تو ایک بڑے سبب کو اختیار کرنا ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

(الطلاق - ۳) اس کے لیے کافی ہے۔

بلکہ توکل کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کردہ افعال و اعمال کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بھی

ان کو برتنے کا نہیں لاتے اور صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کہ وہ انکو کافی ہے مراد یہ ہے کہ وہ

اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور حاجت کے باوجود کروہ کاموں سے گریز کرتے ہیں جیسے آتوار اور استقار یعنی داغ لگانا اور دم کروانا ان کاموں کو صرف اس بنا پر چھوڑ دیا کہ وہ کروہ میں مالا کر مومن تو ہر اس چیز سے فائدہ اٹھانے کو تیار ہو جاتا ہے جسے وہ اپنی شفا کا سبب سمجھ سکتا ہے خواہ وہ حقیقت میں مگر ہی کے بلانے کے برابر ہو البتہ مرض سے شفا یابی کے لیے ان اسباب و وسائل کو روکنے کا ارادہ نہیں کوئی کہرت نہ ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ عین توکل ہے ایسے اسباب کو چھوڑ دینا کوئی دین کی بات نہیں کیونکہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ دَاءٍ
إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً
عِلْمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهْلَهُ
مَنْ جَهْلَهُ
معلوم ہو سکا۔

مسند احمد میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ چند اعرابی حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ لے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

آنقداوی ؟
قَالَ : نَعَمْ يَا عِبَادَ اللَّهِ !
تَدَاوُوا ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
لَمْ يَصْعَ دَاءٌ إِلَّا وَصَّعَ
لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ
قَالُوا : وَمَا هُوَ ؟
قَالَ : الْهَدْمُ

اس مقام پر علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متدبر بالاعیاض سے اسباب کو بردنے کا ارادہ کرنا اور علاج کے لیے کوشاں ہونا ثابت ہوا اور جو لوگ اسباب کے قائل نہیں ان کی تردید ہوتی ہے یہ سبھی معلوم ہوتا ہے کہ دوانی استعمال کرنے کا حکم ہے اور کہ یہ کوشش توکل کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ جھوک اور پیاس کو ختم کرنے کے لیے کھانا پینا اور گرمی سردی سے بچاؤ کے لیے موسم کے مطابق کپڑے وغیرہ پہننا توکل کے

خلافت نہیں بلکہ توحید ہی مکمل تہ ہوگی جب کہ ان اسباب کو اپنایا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرع اور تقدیر کے مطابق مقرر کر رکھا ہے

جو لوگ اسباب کو ترک کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ لہذا اوقات ان کے توکل میں عمل بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ دوسری طرف امر اور حکمت میں عمل پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں کمزوری کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس کو ترک کر دینا توکل سے زیادہ قریب ہے۔ اور ترک اسباب ایسی عاجزی کا نام ہے جو ایسے توکل کے سراسر منافی ہے جو درحقیقت دل میں اعتماد علی اللہ کا نام ہے جس سے دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے میں انسان کو مدد ملتی ہے اور وہ دین و دنیا میں فساد سے محفوظ رہتا ہے اور اس اعتماد کے لیے اسباب کو بروئے کار لانا انتہائی ضروری ہے، جو شخص اسباب کو چھوڑ جاتا ہے گویا اس نے حکمت و دانائی اور شریعت کو چھوڑ دینے کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اسباب سے عاجزی کو توکل نہ سمجھ بیٹھے اور نہ توکل کو عاجزی سمجھے۔

علاج کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا علاج

۱— مُسباح ہے؟ یا

۲— ترکِ علاجِ فضل ہے؟ یا

۳— یہ سحیح ہے؟ یا

۴— واجب ہے؟

○ امام احمد رضی اللہ عنہ کا مشہور مسک یہ ہے کہ علاج کرنا مسباح ہے، ان کی دلیل مندرجہ بالا احادیث ہیں۔
○ شافعیہ کے نزدیک ترکِ علاجِ فضل ہے۔ اس کی تفصیل امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرحِ مسلم میں لکھی ہے اور کہا ہے کہ مشہور سلف کا مسک یہی ہے اور اسی مسک کو الزیر ابوالنظر رحمۃ اللہ علیہ نے تہتاً فرمایا ہے۔

○ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علاج کی تاکید کرتے ہیں بلکہ وہ وجوبِ علاج کے قائل ہیں۔
○ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علاج کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ ان کا اس بارے میں قول یہ ہے کہ:

لَا بَأْسَ بِاللَّذِ اَوْفٍ وَلَا عِلَاجٍ فِي كُفْرٍ مَضَاقِقَ نِيسٍ اَدْر تَرْكِ

علاج میں کوئی مضائقہ نہیں اور ترکِ علاج میں بھی حرج نہیں۔

پس بے شک شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصِنٍ فَقَالَ
 اُدْعُ اللَّهَ أَنِّي يَجْعَلُنِي مِنْهُمْ
 قَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرَ
 فَقَالَ اُدْعُ اللَّهَ أَنِّي يَجْعَلُنِي
 مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

عکاشہ بن محسن نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ!

میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آں حضرت
 ﷺ نے فرمایا کہ تو ان میں سے ہی ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صحابی
 نے عرض کیا کہ میرے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔
 آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سے عکاشہ بازی لے گیا۔

اس کے ”جنورائے کے نزدیک علاج کرنا واجب نہیں ہے، البتہ چند صحابہ
 اہم شافعی علیہ السلام اور اصحاب امام احمد علیہ السلام نے علاج کو واجب قرار دیا ہے۔“

قوله : فقام عکاشہ بن محسن :

عکاشہ بن محسن بن عثمان الاسدی رضی اللہ عنہ

یہ مشہور صحابی قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا نام سابقین الاولین میں شمار
 ہوتا ہے۔ یہ بہت خوبصورت جوان تھے۔ انھوں نے جنگ بدر میں اپنی بہادری کے جوہر دکھلائے
 تھے اور ان کو ہجرت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

سلسلہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب مرتدین سے جنگ کی تو یہ اس
 جنگ میں طلحہ الاسدی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ طلحہ الاسدی کی خوش قسمتی دیکھیے کہ یہ بھی بعد میں
 مسلمان ہو گئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قادیسیہ کی جو مشہور جنگ لڑی
 گئی اس میں واقعہ جسر کے موقع پر شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم

قوله : اُدْعُ اللَّهَ

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

فَقَالَ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ أَحْسَنَ النَّاسِ لِي فَقَالَ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ أَحْسَنَ النَّاسِ لِي فَقَالَ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ أَحْسَنَ النَّاسِ لِي فَقَالَ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ أَحْسَنَ النَّاسِ لِي

اس روایت میں اپنے سے افضل انسان سے دعا کرنے کی ترغیب ہے۔

قوله : ثُمَّ قَامَ رَجُلًا أَحْو

تین حدیث میں مبہم لفظ استعمال ہوا ہے کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا گیا۔ ہمیں اس شخص کا نام تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

قوله : فَقَالَ : سَبَقَكَ بِهَا عَاشَةُ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دوسرے شخص کے احوال و اعمال حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جیسے نہ تھے، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہیں دیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی درخواست بھی منظور فرمالتے تو حاضرین مجلس میں سے ہر شخص ہی درخواست پیش کرتا اور اس طرح یہ سلسلہ طوالت اختیار کر لیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پر بات ختم کر دی۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسرے شخص کے جواب میں فرمایا :

کلام سے کام لیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم پر دال ہے۔“

لہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دعائیہ کلمات سے ثابت ہوا کہ زندہ شخص کا کسی کی شفاعت کرنا یہ ہے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔ الیہ وفات کے بعد وہ شخص پھر عرض ہو جاتا ہے پس جو شخص کسی فوت شدہ یا غیر حاضر شخص سے سوال کرتا ہے تو اس نے ایسے شخص سے مانگا ہے جس کے دینے کی ایسے قدرت و طاقت نہیں ہے۔ جو شخص کسی ایسے شخص سے مدد طلب کرتا ہے جس کی اُسے طاقت نہیں ہے۔ تو گویا سائل نے اُس کو اللہ کا شریک بنا دیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین عرب کیا کرتے تھے۔ اللہ کریم ان ہی کے بارے میں فرماتا ہے کہ :

فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا قَدْ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ- ۲۲) قرۃ مقابل نہ ٹھہراؤ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق و رازق ہے۔ اسی نے اپنے ظاہری و باطنی انعامات سے تمہیں نوازا ہے لہذا اس کے علاوہ کسی کی طرف مت جھکو اور ہر قسم کی عبارت خواہ قلیل ہو یا کثیر وہ تمہیں اللہ کے لیے ہوتی چاہیے۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ النَّاسِ
فِي التَّوْحِيدِ -

① توحید کے بارے میں لوگوں کے درجات کی معرفت۔

الثانیہ: مَا مَعْنَى تَحْقِيقِهِ -

② توحید کی تحقیق یا اس کو زندگی میں سمونے کے کیا معنی ہیں؟

الثالثہ: ثَنَاءُ سُبْحَانَهُ عَلٰی
اِبْرَاهِيْمَ بِكَوْنِهِ لَمْ يَكُ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ -

③ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات پر تعریف کرنا کہ

اُن کا دہن شرک سے آلودہ نہ تھا۔

الرابعہ: ثَنَاءُ عَلٰی سَادَاتِ الْاَوْلِيَاءِ

بِسَلَامَتِهِمْ مِنَ الشِّرْكِ -

④ اونچے درجے کے اولیائے کرام کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی کہ اُن کا

دہن شرک سے پاک ہے۔

الخامسہ: كَوْنُ تَرْكِ الرُّقِيَةِ وَ

الْكِيِّ مِنْ تَحْقِيقِ التَّوْحِيدِ -

⑤ ذم کرنے اور داغ دلوانے کو چھوڑ دینا، توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے میں شامل ہے۔

السابعة: كَوْنُ الْجَامِعِ لِتِلْكَ الْخِصَالِ هُوَ التَّوَكُّلُ -

④ ان اوصاف کا حامل ہونا ہی توکل ہے۔

السابعة: عُمُقُ عِلْمِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِمَعْرِفَتِهِمْ أَنَّهُمْ لَمْ يَنَالُوا ذَلِكَ إِلَّا بِعَمَلٍ -

④ صحابہ کرام رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ کے علم و معرفت کی گہرائی اس بنا پر تھی کہ وہ اپنے عمل کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

الثامنة: حِرْصُهُمْ عَلَى الْخَيْرِ -

④ اس سے اعمال صالحہ کے لیے ان کی حرص و محبت کا پتا چلتا ہے۔

التاسعة: فَضِيلَةُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالْكَفِيَّةِ وَالْكَفِيَّةِ -

④ اُمتِ محمدیہ کی اس فضیلت کا علم ہوتا ہے کہ وہ رفعتِ درجات اور کثرتِ تعداد کے لحاظ سے تمام اُمتوں سے افضل ہے۔

العاشره: فَضِيلَةُ أَصْحَابِ مُوسَى -

④ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کی اُمت کی فضیلت اور شرف

الحادية عشره: عَرْضُ الْأُمَّةِ عَلَيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ -

④ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے تمام انبیائے کرام کی اُمتوں کا پیش کیا جانا۔

الثانية عشر

أَنَّ كُلَّ أُمَّةٍ تُحْشَرُ
وَحَدَهَا مَعَ نَبِيِّهَا -

⑫ یہ کہ میدانِ حشر میں تمام اُمتیں اپنے اپنے انبیاء کے ساتھ ہوں گی۔

الثالثة عشر

قَلَّةٌ مِنْ اسْتَجَابَ
لِلْأَنْبِيَاءِ -

⑬ انبیاء کی دعوت کو عام طور پر کم ہی لوگوں نے قبول کیا۔

الرابعة عشر

أَنَّ مَنْ لَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ
يَأْتِي وَحَدَهُ -

⑭ جس نبی کو کسی شخص نے بھی تسلیم نہیں کیا وہ اکیلا ہی دربارِ الہی میں پیش ہوگا۔

الخامسة عشر

ثَمَرَةُ هَذَا الْعِلْمِ وَهُوَ
عَدَمُ الْإِغْتِرَارِ بِالْكَثَرَةِ
وَعَدَمُ الزُّهْدِ فِي الْقِلَّةِ -

⑮ علم صحیح کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان کثرتِ تعداد پر غرہ نہ کرے اور قلتِ

تعداد سے پست ہمت نہ ہو۔

السادسة عشر

الرَّخِصَةُ فِي الرُّقِيَةِ مِنْ
الْعَيْنِ وَالْحَمَةِ -

⑯ بچھو اور سانپ وغیرہ موذی چیزوں کے زہر اور نظرِ بد سے دم کرانے

کی رخصت۔

السابعة عشر

عُمُقُ عِلْمِ السَّلَفِ لِقَوْلِهِ

قَدْ أَحْسَنَ مِنْ أَنْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ
كَذَا وَكَذَا) فَعَلِمَ أَنَّ الْحَدِيثَ
الْأَوَّلَ لَا يَخَالِفُ الثَّانِيَّ -

⑭ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ”قَدْ أَحْسَنَ
مِنْ أَنْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ“ سلفِ اُمت کے تحتِ علمی کی
نشان دہی ہوتی ہے کہ یہی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

بَعْدَ السَّلَفِ عَنِ مَدْحِ الْإِنْسَانِ
بِمَا لَيْسَ فِيهِ

الثامنة عشر

⑮ سلف صالحین کا بلا استحقاق کسی کی مدح دستاویز سے دور رہنا۔

قَوْلُهُ : " أَنْتَ مِنْهُمْ " عِلْمٌ
مِّنْ أَعْلَامِ التُّبُوقِ -

التاسعة عشر

⑯ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”أَنْتَ مِنْهُمْ“ آپ کی

علاماتِ نبوت میں سے تھا۔

فَضِيلَةُ عُكَّاشَةٍ -

العشرون

⑳ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا علم۔

إِسْتِعْمَالُ الْعَارِضِ -

الحادية والعشرون

㉑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذومعنی کلام استعمال کرنا

حُسْنُ خُلُقِهِ صلی اللہ علیہ وسلم

الثانية والعشرون

㉒ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ خلق۔

بَابُ
الْخَوْفِ
مِنَ الشَّرْكِ



اِسُّ بَابٌ فِي اِسِّ بَاتِ كِي وَضَاحِثِ
كِي گھنٹی ہے کہ شَرِكُ سے ڈرنا ضروری ہے

قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء: ٤٨)

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔

قوله: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ جو شخص خدا سے بحالت شرک بلا اللہ تعالیٰ اُسکی مغفرت نہیں کریگا۔

قوله: وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
یعنی شرک کے علاوہ اُس نے جن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، اگر اللہ چاہے گا تو انکی مغفرت فرمائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک شرک، اعظم الذنوب ہے۔ کیونکہ اُسکی یہ فرمان ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں توبہ کیے بغیر مر گیا اُس کی مغفرت نہیں ہوگی البتہ شرک کے علاوہ تمام گناہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ اس کے ترک کئے چاہے تو معاف مانے اور اگر چاہے تو اس کی وجہ سے اُسے عذاب ہے زیر نظر آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو شرک سے بہر حال انتہائی طور پر ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک تمام قبیح افعال سے زیادہ قبیح اور تمام ظلموں میں سب سے بڑا ظلم ہے اور یہ ایسا مکروہ عمل ہے جو رب العالمین کی ذات اقدس میں نقص اور عیب نکالتا ہے اور وہ تمام کام جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص تھے شرک کی وجہ سے اُن کی نسبت دوسروں کی طرف ہو گئی اور خداوند تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی دوسرا پیش کرنا پایا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ
يَعْدُونَ ○ (الانعام - ١)

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، دوسروں کو اپنے رب کے ہم پھر دیتے ہیں

اس وجہ سے بھی یہ بدترین فعل ہے کہ یہ خلق و امر کے بنیادی مقاصد کے سراسر منافی ہے اور ہر اعتبار سے خلاف ہے۔ شرک کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض و عناد اور کینہ رکھا جائے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے کبر و بغاوت کا اظہار کیا جائے۔ اُس کے سامنے اپنے آپ کو گرنے اور مطیع ہونے سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، جب کہ اس کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے۔ پوری انسانیت کی بہتری اور بھلائی اس میں ہے کہ اس کے احکام کے سامنے تسلیم خم کر دیں۔ جب زمین اللہ کی اطاعت سے خالی ہو جائے گی تو اس میں فساد برپا ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا قِيَامَتِ اس وقت قائم ہوگی جبکہ زمین
يَقَالَ رِنِي الْأَرْضُ ' اللَّهُ ' مِينُ اللّٰهِ اللّٰهُ كِنَةُ كَالسِّلْسِلَةِ نَمَّ هُو
اللّٰهُ " (صحیح مسلم)۔۔۔ جائے گا۔

شرک اس لیے بھی بدترین فعل ہے کہ اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان تشبیہ پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام خصوصیاتِ الوہیت میں کیاتا ہے۔

کسی سے خوف یا امید ہو تو اللہ،
توکل کرے تو اللہ پر
اور اسی طرح کی ہر قسم
اکیلے خدا کے لیے ہو

یہ سب باتیں اللہ کے اختیار میں ہیں اب اگر کوئی شخص دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، دوسروں سے ڈرتا ہے اور دوسروں پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہ گویا مخلوق کو خالق کے ساتھ ملا دینے کی کوشش کرتا ہے اور تشبیہ کا مرکب ہوتا ہے۔

یعنی ایسے شخص کو خدا قرار دے لیتا ہے جو

- نہ تو اپنی جان کو نفع پہنچا سکتا ہے،
- نہ اپنی جان کو نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے،
- نہ اُسے موت پر اختیار ہے،
- اور نہ زندگی پر دسترس۔

- اور نہ اُسے اس پر قدرت ہے کہ خود بخود مرنے کے بعد جی اُٹھے۔
- ایسی کمزور اور بے بس مخلوق کو اس اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دینا جو
- تمام طرح کی ستائش کا سزا دار ہے۔
- جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔
- جس کی زمین و آسمان میں بادشاہت ہے۔
- اور جس کے ہاں ہر شے کو بالآخر کوٹنا ہے۔
- اُس کے قبضہ و قدرت میں ہر طرح کی بھلائی اور خیر ہے۔
- تمام معاملات پر کنٹرول رکھتا ہے اور ان کا مرجع بھی وہی ہے
- وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔
- وہ جسے دینا چاہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔
- اور جس سے کسی نعمت کو روک لے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔
- جب وہ لوگوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے تو اُسے بند کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

- اور جس کے لیے بند کرنے تو اُس کے لیے کھولنے والا کوئی نہیں۔
- وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔

پس جوئی لقب عاجز، مسکین اور فقیر ہو، اس کو اُس ذات سے تشبیہ دینا جو بذاتِ خود قادر اور غنی ہو، یہ انتہا درجے کی بُری تشبیہ ہے۔

اللہ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام وجوہ سے کامل ترین ذات ہو جس کی طرح کوئی نقص نہ ہو۔ یہی وہ اعلیٰ صفت ہے جس کی بنا پر وہ تمام عبادات کا تہماستی ٹھہرتا ہے۔ تعظیم و توقیر، خشیت و دعاء، رجا و اناج، توکل و توبہ، استغاثت اور انتہائی محبت و شفقت، کمال تضرع و تذلل کے ساتھ، عقل، فطرت اور شرع کا یہ تقاضا ہے کہ یہ تمام چیزیں بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی کو زیب نہیں دیتیں۔

جس کم عقل نے یہ صفات کسی مخلوق میں سمجھیں اُس نے غیر اللہ کو ایسی ذات سے تشبیہ دی جس کے کوئی مشابہ اور ہم پلہ نہیں اور جس کا کوئی شریک ہے نہ نظیر ہے۔

وَقَالَ الْمَلْئِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ تَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ○

(ابراہیم: ۳۵)

اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

ان ہی امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ شرک جیسے بدترین عمل کو ہرگز نہ بخشنے گا۔
 باوجود اس کے کہ وہ اپنے اوپر رحمت کو لازم قرار دے چکا ہے۔
 علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام کا بھی یہی مفہوم ہے۔

زیر بحث آیت کریمہ میں خوارج کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص
 گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ کافر ہے۔ معتزلہ کا بھی رد ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ
 کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں ہے گا۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کو نہ مومن کو نہ کافر۔
 آیت وَيَغْفِرْ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ کو توبہ کرنے والے شخص پر محمول نہیں
 کیا جاسکتا کیونکہ شرک سے توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخشا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
 کا فرمان ہے کہ:

قُلْ يُعَادِي الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا كَفَرُوا ۖ اللَّهُ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا
 أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۗ

جَمِيعًا ط (الزمر- ۵۴) دیتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں عام اور مطلق گناہ مراد ہیں کیونکہ یہاں توبہ کرنے والا شخص مراد ہے۔

اور اوپر والی آیت إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ کو خاص کرنے کے بعد معنی مشروط رکھا۔
 اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے توبہ نہیں کی۔

(یہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت کا خلاصہ ہے)

قوله قَالَ الْمَلْئِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ تَعْبُدَ الْأَصْنَامَ :

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ الہی میں دعاگو ہیں کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی عبادت سے بچائے رکھنا اور ہمیں اصنام کی عبادت سے دور رکھنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی اولاد کو اصنام کی عبادت سے صرف دور ہی نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اصنام کے بارے میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ
 دَبَّ اِنَّهِنَّ اَضَلَّنَ كَثِيْرًا
 مِّنَ النَّاسِ
 ان اصنام نے بہت سی مخلوق کو گمراہی میں مبتلا کر دیا ہے۔

لہذا ان سے ڈرتے رہنا چاہیے مبادا ان کی وجہ سے اس دور میں بھی یہ گمراہی نہ پھیل جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں اصنام ہی کی وجہ سے لوگ راہِ راست سے بھٹکتے رہے۔

جب انسان کو اس صورتِ حال کا یقین ہو جائے کہ اصنام کی وجہ سے ہی لوگ شرکِ اکبر کی بیماری کا شکار ہوتے تھے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس میں گرفتار ہونے سے اپنے آپ کو بچانے رکھے اور ہمیشہ اس گناہ سے ڈرتا رہے جس کو اللہ نے معاف نہ کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ابراہیم الیمیٰ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے بعد کون ہے جو کہ (وَقَرَعَ شُرْكَاءَ كِي) آزمائش سے بے خوف رہ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کی آفت سے وہی شخص بے خوف ہو سکتا ہے جو اس کی سنگینی سے بے خبر ہو اور وہی شخص شرک اور اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جس کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کا علم ہو اور توحید کے اسرار و رموز اس کے سامنے ہوں اور اُسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم کے نام سے پکارا ہے۔

صَلَّمَ : پتھر وغیرہ سے بنائی ہوئی تصویر کو صنم کہتے ہیں۔
 وَشْنٌ : جو صرف تصویر ہو اسے وشن کہتے ہیں۔ امام طبری نے حضرت مجاہد سے یہی فرق ذکر کیا ہے۔

صنم کو وشن سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ:
 اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی کے سوا تم بتوں کی پوجا کرتے
 اللّٰهُ اَوْ شَانَا وَتَخْلُقُوْنَ جو اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء۔

www.KitaboSunnat.com

انکا گھرتے ہو۔

وثن عام ہے۔ ہر صنم کو وثن کہا جاسکتا ہے۔ قبر بھی وثن میں داخل ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے طویل حدیث کا ایک حصہ نقل فرمایا ہے۔ یہ روایت مسند احمد کی ہے۔

پوری حدیث مسند احمد، طبرانی اور بیہقی میں موجود ہے۔ پوری حدیث مع سند کے یہ ہے۔

حدثنا يونس حدثنا ليث عن يزيد يعني ابن الهاد عن عمرو

عن محمود بن لبيد ان رسول الله ﷺ قال :

إِنَّ أَخَوَانَ مَا أَخَافُ مَجَّهَاتُ بَابِ فِي سَبِّ زِيَادَةَ خَطَرُهُ

عَلَيْكُمْ الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ أَوْ شُرَكَاءُ صَغُرَ كَمَا هِيَ صَحَابَةُ كَرَامٍ رضي الله عنهم

قَالُوا وَ مَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ؟

يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ()

شُرَكَاءُ صَغُرَ كَمَا هِيَ؟

قَالَ : الْإِيَاءُ

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ

إِذَا جَازَى النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ

إِذْ هَبُّوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ

تُرَاؤُونَ فِي الدُّنْيَا فَاَنْظُرُوا

هَلْ تَعْبُدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءَ

حَالِ كَرُوا أَوْ طَانُوا كَرُوا كَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ

اس روایت کی سند میں محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے

ہیں کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو ضرور ہے لیکن آنحضرت ﷺ سے کوئی روایت

نقل کرنا ثابت نہیں ہے۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے۔

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں شمار ہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو ابن عبدالبر اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے۔

طبرانی نے جید اسناد سے محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث نقل کی ہیں۔

محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ ۹۹ برس کی عمر پا کر ۹۶ یا ۹۷ میں فوت ہوئے۔

وفي الحديث: "أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ
الشِّرْكَ الْأَصْفَرَ فُسَيْلَ عَنْهُ فَقَالَ: الرِّيَاءُ"

ایک حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خطرہ شرکِ اصغر کا ہے۔ شرکِ اصغر کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ریا ہے۔

قوله اخوف ما اخاف عليكم الشرك الاصغر.

زیر بحث حدیث میں رحمتِ دو عالم ﷺ کی شفقت، محبت اور مخلوقِ خدا سے رحمت اور بالخصوص اپنی امتِ مہر پر شفقت کا پتا چلتا ہے کہ آپ کو امت کے ساتھ کس قدر پیار تھا۔ بھلائی اور خیر کے ہر کام کی آنحضرت ﷺ نے خردی اور امت کی رہنمائی فرمائی۔ شرک کے ہر کام کی وضاحت فرمائی اور اس سے باز رہنے کا حکم دیا جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے ایک صحیح حدیث میں وارد ہے

مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ
إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ
أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرٍ
مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ
اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی مبعوث فرمایا اسکی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی امت کو جس بھلائی کا بھی اسے علم ہو اپنی امت کو اس سے آگاہ کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بلند مقام اور ان کے کمالِ علم اور قوتِ ایمانی کے باوجود جب ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو شرکِ مہر کا خطرہ تھا تو ان نفوسِ قدسیہ کے بعد آنے والے مسلمانوں پر شرکِ اصغر یا اس سے بڑے شرک کا خوف کیوں نہیں کھاتیں گے۔ جبکہ علیٰ حیثیت بھی کمزور ہے اور خصوصاً دورِ حاضر کے علماء کا تو یہ حال ہے کہ وہ توحید کو بس اتنا ہی سمجھتے ہیں جتنا کہ مشرکین عرب نے سمجھا تھا۔ یہ لوگ اس حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ کلمۃٴ اخلاص (یعنی لا الہ الا اللہ) نے ہر طرح کے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے۔

ابو یعلیٰ اور ابن المنذر نے عن حذیفہ بن الیمان عن ابی بکر الصدیق ایک روایت نقل کی ہے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

أَلَشِّرْكَوُ أَخْفَى مِنْ دَيْبِيبٍ
شرکِ چوٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے

و عن ابن مسعود رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 ﷺ قَالَ مَنْ مَاتَ وَ هُوَ يَدْعُوا
 مِنْ دُونِ اللَّهِ نِدَاً دَخَلَ النَّارَ (رواه البخاري)

حضرت ابن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں آل حضرت
 ﷺ نے فرمایا جو شخص غیر اللہ کو پکارتے پکارتے مر گیا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

التَّلِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) وَ
 هَلِ الشِّرْكَ إِلَّا مَا عُبِدَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْ مَا
 دُعِيَ مَعَ اللَّهِ؟
 قَالَ: تَمَكَّنْتَكَ أُمَّكَ - الشِّرْكَ
 نَبِيكُمْ أَخْفَى مِنْ دَنِيْبِ التَّلِ
 ابوبکر رضي الله عنه نے عرض کی کہ یا
 رسول اللہ ﷺ ! رب کریم
 کے علاوہ کسی کی عبادت یا اس کے
 علاوہ کسی کو بکارنے کے بغیر بھی کوئی
 شرک ہے؟ آنحضرت ﷺ
 نے فرمایا تجھے تیری ماں گم پائے، شرک
 چیزٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔

آگے چل کر اسی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ:

أَنْ تَقُولَ: أَعْطَانِي اللَّهُ
 وَ فُلَانٌ وَالْيَتُّ أَنْ
 يَقُولَ الْإِنْسَانُ:
 كَوْ لَأَ فُلَانٌ قَتَلَنِي فُلَانٌ
 یہ بھی شرک ہے کہ انسان یہ کہے کہ مجھے یہ
 چیز اللہ اور فلاں نے دی ہے۔ "ند"
 بنانا یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اگر
 فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل
 (من اللہ) کر دیتا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "النِّدَّ" شبیہ اور تمہ کو کہتے ہیں جیسے فُلَانٌ نِدَّ
 فُلَانٍ وَ تَدِيدُهُ یعنی فلاں شخص فلاں کا شیل اور ہمسر ہے۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أُنْدَادًا ۖ كَسَىٰ كُوْنُهَا كَمَا هُمْ سُرْبَةٌ بَسَاءٌ، اَوْتَمُّ تَو
 اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرة- ۱۷) جانتے ہو۔

قوله: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوا

حدیث کا مطلب ہے کہ عبادت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں شریک بنانا جیسے کسی کو
 پکارنا، سوال کرنا اور غیر اللہ کی دہائی دینا اور اس سے مدد طلب کرنا وغیرہ۔ ایسا شخص جہنم میں داخل ہوگا
 جو اس طرح کے شرک کا مرتکب ہوگا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بہت ہی خوب فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

وَ الشِّرْكَ فَاَحْذَرُهُ فِشْرُوكَ ظَاهِرًا
 وَهُوَ اتِّخَاذُ التَّدْوِيْلِ لِلرَّحْمٰنِ اَيَّا كَانَ مِنْ حَجَرٍ وَمِنْ اِنْسَانٍ
 يَدْعُوهُ اَوْ يَرْجُوهُ تَتْرِيْعَاْفَهُ وَيُحِبُّهُ كَمَحَبَّةِ الدِّيَانِ
 (ترجمہ) یعنی شرک سے بچ کر ہو کہ جو کوئی کوئی ظاہری شریک لیتی قسم ہے جو کہ قابلِ خدمت نہیں ہے
 شرک یہ ہے کہ کسی کو، خواہ وہ پتھر ہو یا انسان، رحمن کے لیے ”بند“ قرار دینا
 اُس کو پکالے، اس کے امیڈ میں اہستہ کھنے پھر اس کے ڈرے اور اس طرح محبت کرے جیسے اللہ سے کی جاتی ہے
 غیر اللہ کو شریک نہ اردینے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ غیر اللہ کو تمام عبادات میں یا کسی خاص عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا
 اس کو شرک اکبر کہتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم شرک اصغر ہے جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ

مَا شَاءَ اللهُ وَشِئْتُ اَوْ
 كَوْلَا اللهُ وَاَنْتَ ...

یا ریا یا معمولی دکھلاؤ وغیرہ

کیونکہ یہ ثابت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو کہا تھا
 مَا شَاءَ اللهُ وَشِئْتُ
 قَالَ: اَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدَاً
 فرمایا کہ تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا ہے

لہ بہ نسبت پسلی قسم کے۔

وَلَسَلَّمَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 ﷺ قَالَ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ
 بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

صحیح مسلم میں حضرت جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص کو اس حالت میں موت آئی کہ اُس نے شرک نہیں کیا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

بَلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَخَدَهُ بَلْكَهِيَ يَبْرُكًا جَوْصُوفَ اللَّهِ تَعَالَى أَيْلًا حَلِيحًا

(مسند امام احمد، ابن ابی شیبہ، الادب المفرد للبخاری، نسائی، ابن ماجہ)

زیر بحث حدیث میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ غیر اللہ کو ایسے معاملات اور اعمال افعال میں پکارنا جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہوں، شرکِ جلی ہے جیسا کہ فوت شدہ افراد سے شفاعت طلب کرنا، کیونکہ شفاعت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت اور اختیار میں ہے۔ اس میں کسی غیر اللہ کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں صرف اُسی شخص کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا جو توحید کے تھرے ہوئے عقیدہ پر فوت ہوا ہو۔

اس کی مزید تفصیل ”باب الشفاعۃ“ میں بیان ہوگی ان شاء اللہ۔

قَوْلُهُ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

جابر بن عبد اللہ بن حرام الانصاری ثم السلمي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اور اُن کے والد حضرت عبد اللہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عبد اللہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے بے شمار مناقب اور فضائل ان کی سیرت لکھنے والوں نے بیان کیے ہیں۔

حضرت جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی بصارت آخر عمر میں ختم ہو گئی تھی۔ ۹۴ برس کی عُمر پاکر شہداء

میں فوت ہوئے۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

وَمَنْ لَقِيَهِ يُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ
(رواه البخاری)

اور جو شرک کرتے کرتے مر گیا وہ جہنمی ہے۔

قوله: مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا

اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”جس نے توحید الٰہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا نہ پیش میں کسی کو شریک بنایا اور نہ عبادت میں کسی کی شرکت کو تسلیم کیا۔ شریعت اسلامیہ میں اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص شرک سے تائب ہو کر فوت ہو وہ لازماً جنت میں داخل ہوگا اگرچہ دخول جنت سے پہلے اسے مختلف قسم کے عذاب و محن سے گزرنا پڑے۔

جو شخص شرک کی حالت میں مرادہ قطعاً جنت میں نہ جاسکے گا، نہ اس پر رحمت خداوندی کا نزول ہوگا اور ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہے گا۔ نہ عذاب ختم ہوگا اور نہ یہ حالت کبھی ختم ہوگی

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

”مشرک خواہ یہودی ہو یا نصرانی، اہل کتاب میں سے ہو یا وثنی، کسی قسم کا بھی مشرک ہو وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اہل حق کے نزدیک کسی کا کفر عنادی ہو یا غیر عنادی اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لبتہ اسلامیہ کی جو شخص مخالفت کرے یا مخالفت کے بعد اس پر کفر کا اطلاق ہوتا ہو، ان میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ جو شخص شرک کے بغیر جہنم میں جائے گا، اسے بہر حال نجات مل جائے گی۔

جو موحد شخص کبیرہ گناہوں پر اصرار سے پکتے ہوئے فوت ہو وہ بلا عذاب کے جنت میں داخل ہوگا اور جو کبیرہ گناہ پر مضمحل ہو تو وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے اگر اسے معاف کر دیا گیا تو پہلے ہی جنت میں ہوگا ورنہ سزا جھگٹ کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: الْخَوْفُ مِنَ الشِّرْكِ -

① شرک سے ڈرنا۔

الثانیہ: اَتَّ الرِّیَاءَ مِنَ الشِّرْكِ -

② ریاہ شرک میں سے ہے۔

الثالثہ: اَنَّهٗ مِنَ الشِّرْكِ الْاَصْغَرِ -

③ ریاہ شرکِ اصغر ہے۔

الرابعہ: اَنَّهٗ اَخَوْفُ مَا يُخَافُ مِنْهٗ

عَلَى الصَّالِحِيْنَ -

④ نیک لوگوں پر بہ نسبت اور چیزوں کے ریا کا زیادہ خوف کیا جاتا ہے۔

بعض علمائے کبار نے لکھا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے صرف شرک کی نفی پر اکتفا کیا ہے کیونکہ عدم شرک توحید اور راست

کے اثبات کو مستلزم ہے۔

جیسا کہ جو شخص رسولوں کو جھٹلاتا ہے گویا وہ اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ

کی تکذیب کی وہ مشرک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آپ یہ کہیں کہ جس نے وضو کیا، اس کی نماز درست ہے جو شخص وضو کر کے باقی ماندہ شرطوں کو ملحوظ رکھتا ہوا نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔

اسی طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا فوت ہوا تو وہ جنتی ہے، جہاں اجمال ہو وہاں اجمال اور جہاں تفصیل ہو، وہاں تفصیل ہے۔

المخامسة قُرْبُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ -

⑤ جنت اور دوزخ کا قریب ہونا۔

السادسة أَلْجَمْعُ بَيْنَ قُرْبِهِمَا فِي حَدِيثٍ

وَاحِدٍ -

④ جنت اور دوزخ کے قریب ہونے کو ایک ہی حدیث میں جمع کرنا۔

السابعة أَنَّهُ مَنْ لَقِيَهِ لَا يُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ - وَ مَنْ

لَقِيَهِ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ

النَّارَ وَ لَوْ كَانَ مِنْ أَجْدِ

النَّاسِ -

⑥ جو بلا شرک کیے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو

شرک کرتے کرتے اللہ سے ملے گا وہ جہنم میں جائے گا اگرچہ وہ بڑا عابد و زاہد

کیوں نہ ہو۔

الثامنة الْمَسْئَلَةُ الْعَظِيمَةُ سُؤَالُ الْخَلِيلِ

لَهُ وَ لِبَنِيهِ وَ قَتَايَةِ عِبَادَةِ

الْأَصْنَامِ -

⑧ سب سے اہم مسئلہ یہ بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے

اور اپنی اولاد کے لیے دُعا کرنا کہ اُن کو اللہ اصنام کی عبادت سے محفوظ رکھے۔

التاسعة إِعْتِبَارُهُ بِحَالِ الْأَكْثَرِ لِقَوْلِهِ:

رَبِّ إِنْهَبْتَ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا
مِّنَ النَّاسِ -

⑨ حضرت خلیل اللہ ﷺ کا اکثر لوگوں کی حالت سے عبرت حاصل

کرنا، جیسا کہ کہا اے اللہ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

الْعَاشِرَةُ فِيهِ تَفْسِيرٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
كَمَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ

⑩ اس میں کلمہ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تفسیر و توضیح ہے، جیسا

کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

الْحَادِي عَشْرَةَ فَضِيلَةٌ مِّنَ سَلِيمٍ مِّنَ الشِّرْكِ -

⑪ جو شخص شرک سے بچ رہا، اُس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت۔





باب

الدِّعْوَةُ إِلَى الشَّهَادَةِ

أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



اس باب میں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کی شہادت و گواہی کے بارے میں
وضاحت مذکور ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَةِ

أَنَّ

أَبْرَاهِيمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَشَهَادَتِ دُكُوهِ كَيْسٍ فِي وَجْهِهِ مَكْرُومٌ

اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے توحید اور اُس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور پھر شرک اور اس کے لوازم کی وضاحت کی اور یہ بتایا کہ مخالفت کی صورت میں خوف کا کیا کیا خطرہ ہے۔ اس باب میں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ بالا احکام کو سمجھ لے اور ان کو یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہو جائے تو اسی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ اُسے چاہیے کہ وہ مخلوق خدا کو حکمت اور موعظہ حسنہ سے اللہ کی طرف دعوت دے جیسا کہ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اور ان کے متبعین کا طرز عمل رہا ہے۔

حضرت حن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ آیت پڑھی کہ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ تو بے ساختہ پکار اُٹھے کہ دیکھو:

یہ ہیں اللہ کے حلیب،

یہ ہیں اللہ کے ولی،

یہ ہیں اللہ کے منتخب بندے اور

یہ ہیں جہ اہل ارض میں سب سے زیادہ اللہ کو پیارے ہیں،

یہ ہیں جن کی دُعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا،

یہ ہیں جو اپنی قبول شدہ دعا کی طرف مخلوق خدا کو بلاتے ہیں،

یہ ہیں جنہوں نے قبولیت دُعا کے بعد بھی عمل صالح کا سلسلہ جاری رکھا،

یہ ہیں جنہوں نے إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہا،

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ تَعَالَى
 عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ
 وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (يوسف: ۱۰۸)

تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

اور یہ ہیں زمین میں اللہ کے خلیفے اور نائب۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ” اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محمد! لوگوں کو بتا دو کہ جس دعوت کو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور وہ طریق اور راستہ جس پر میں چل رہا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، صرف اللہ کی اخلاص کیساتھ عبادت بجالانا اور تمام باطل معبودوں اور اوثان کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے دامن بچا کے رہنا۔ یہی میرا راستہ اور میری دعوت کا نبتِ لباب ہے، میں اسی کی طرف تم کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔ یہ دعوت میں پوری بصیرت یقین کامل اور علم کی روشنی میں لے رہا ہوں۔ میں اور میرے پیروکار اور مجھ پر ایمان لانے والے سب اسی دعوت کی تبلیغ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ: یعنی اللہ تعالیٰ پاک و بے نیاز اور عظمت والا ہے اُس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک نہیں اور اُس کی سلطنت میں کوئی دوسرا معبود نہیں۔

وَمَا آتَانَا مِنَ الْمُسْتَشِيرِينَ : یعنی میں اہل شرک اور ان کے شرکیہ عقائد اور اعمال سے بری الذمہ ہوں نہ میں ان کا ساتھی ہوں اور نہ وہ میرے ساتھی ہیں۔“

صاحبِ شرح المنازل رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ
 اُس سے یہ مقصود ہے کہ تم استدلال سے علم و یقین کے اس درجہ پر فائز ہو جاؤ جسے بصیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بصیرت میں حقیقت معلومہ اسی طرح قطعی ہوتی ہے جس طرح دکھی بھالی شے یا مریاتِ امریہ وہ خصوصیت ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بہرہ مند تھے اور یہ علماء کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔“

قَوْلُهُ : وَقَدْ هَدِيَهُ سَبِيلِي اَدْعُوَالِيَ اللهُ عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي :
 وَمَنْ اتَّبَعَنِي فِي عَطْفِكَ دُورًا مِّنْ هُنَا اَدْعُوكَ عَطْفًا مِّنْ هُنَا

تو معنی یہ ہوں گے کہ

” میں اور میرے صحابہؓ سب بصیرت کے ساتھ دعوتِ الی اللہ میں مصروف ہیں۔“

عطف کی دونوں صورتوں میں آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح معنوں میں تابعدار وہی ہیں جو بصیرت رکھتے ہیں

اور داعیِ الی اللہ ہیں۔ جو ان میں سے نہیں وہ حقیقت میں آپؐ کا تابعدار نہیں ہے خواہ وہ آپؐ

کی طرف منسوب یا آپؐ کی تابعداری کا مدعی ہو۔“

آخر میں مصنف رحمہ اللہ ”فیہ مسائل“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

اس آیتِ کریمہ سے جو مسائل سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ انسان اخلاص کو کسی طرح بھی ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ اکثر لوگوں کا یہ عالم ہے

کہ اگرچہ وہ بزعم خود دعوتِ الی اللہ میں مصروف ہیں لیکن حقیقت میں ان کی دعوت کا مرکز و محور خود ان کی ذات ہی ہوتی ہے۔

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بصیرت اہم ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ توحید کی طرف بلانے کی بہترین علامت شے ہے

کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے منزہ مٹھا لیا جائے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ:

حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضي الله عنه کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ

۴— چوتھی بات یہ ہے کہ شرک کے بدترین اور قبیح ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ بے عیب نہیں رہتا۔

۵— پانچویں بات یہ ثابت ہوئی کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ مشرکین سے دُور رہے، اگرچہ وہ خود شرک کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ آیت اُنْحِ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

” اللہ تعالیٰ نے مدعوین کے لحاظ سے اس آیت میں دعوت کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔

طالبِ حق، جو حق بات کو پسند کرتا اور تریح دیتا ہو بشرطیکہ حق بات اُسکے ذہن و قلب میں اُتر جائے۔ ایسے شخص کے ساتھ حکمت اور دانائی سے بات کرنی چاہیے، بحث اور جدال سے نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سامع باطل میں الجھا ہوا ہے، لیکن اگر کوشش اور محنت کے بعد حق بات اس کی سمجھ میں آجائے تو اسے تریح دے گا اور قبول کر لے گا۔ ایسے شخص کو ترغیب ترہیب کے انداز سے نصیحت کرنی چاہیے۔ تیسری شکل یہ ہے کہ سامع مقابلے اور عناد پر اُتر آیا ہے۔ ایسے شخص کو بطریقِ احسن دلیل سے سمجھانا چاہیے، اگر مان جائے تو فہما، ورنہ ممکن ہو تو مجادلہ سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔“

إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ
إِلَيْهِ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وفي رواية: إِلَى أَنْ يُعَوِّدُوا اللَّهَ

”تمہارا سامنا اہل کتاب سے بھی ہوگا، تمہیں پہا پیے کہ سب سے پہلے انکو
کلمہ لا الہ الا اللہ کی دعوت دو۔“
ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ”یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
کا اقرار کر لیں۔“

رسول اللہ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مین کی طرف بھیجا

قوله: ثُمَّ بَعَثَ مَعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ
حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجتہ الوداع سے پہلے سلسلہ میں آنحضرت
ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مین کی طرف بھیجا تھا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب
المغازی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

واقعی، ایک سندر کے حوالے سے جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تک جاتی ہے، کہتے
ہیں کہ غزوہ تبوک کے بعد سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو مین کی طرف
بھیجا تھا جیسا کہ طبقات ابن سعد میں اسی سے مروی ہے۔ لیکن اس بات پر سب مؤرخین کا اتفاق
ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واپس مدینہ تشریف
لے آئے تھے۔ اس کے بعد شام تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور
مناقب کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ:



إِنَّهُ آتَىٰ إِلَىٰ الْيَمِينِ مُبَلِّغًا عَنْهُ وَهُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كِلَا طَرَفَيْهِ
 لِلَّهِ عِبَادَةٌ وَ مَقْهُمًا وَ مَعْلَمًا اهلِ يَمِينِ كِلَا طَرَفَيْهِ مَبْلُغٌ ، فَيَقِيهِ ، مُعَلِّمٌ اٰوَر
 وَ حَاكِمًا حَاكِمٌ مُقَرَّرٌ هُوَ كُنْتُمْ تَحْتَهُ .

قَوْلُهُ : إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
 علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

” اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ کیونکہ ان کی تعداد و نسبت
 مشرکین عرب کے یمن میں زیادہ (یا بہت زیادہ) تھی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے قبل از وقت خبردار کیا تاکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اُن سے مناظرہ کیلئے
 تیار رہیں۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گویا اس منصب کی تیاری کے
 مترادف تھا۔ غرض یہ تھی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے سے طلب ذہن کو اس
 ذمہ داری کے لیے پوری طرح آمادہ اور تیار کر لیں۔“

قَوْلُهُ : اِلَىٰ اَنْ يُّوْتِدُوا اللّٰهَ
 یہ روایت صحیح بخاری کتاب التَّوْحِيدِ میں موجود ہے۔

مصنف صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ روایت نقل کر کے واضح کیا ہے کہ اس روایت کے مفہوم
 اور کلمہ شہادت لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قسم
 کی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کیا جائے اور اس کے علاوہ سب کی عبادت سے
 انکار کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی تھی ایک آیت
 کے مطابق اُس کے الفاظ یہ ہیں :

فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ سَبَّحْ بِحَسْبِ خَيْرِكُمْ دَعْوَتِ دُوِّهِ
 عِبَادَةُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونی چاہیے۔

دعوت الی اللہ کے معنی طاغوت کا انکار اور ایمان باللہ کا اقرار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ:



فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرے
يُؤْمِنُ بِمَا لَلَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انقباضِ ایسا مضبوط سہارا تھا لیٹا جو کبھی
كَلْبًا (البقرہ - ۲۵۶) ٹوٹنے والا نہیں۔

یہ مضبوط کڑی یا عروۃ الوثقیٰ توحید ہی کا اقرار و اعتراف ہے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

أَدْعُهُمْ إِلَىٰ شَهَادَةِ سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا
أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ اور میں اُس کا رسول ہوں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار اور شہادت کے لیے سات شرائط کا پایا جانا لازمی ہے
کلمۂ شہادت کا اقرار کرنے والوں میں جب تک یہ شرائط نہ ہوں گی اُس وقت تک اس کے فوائد
برکات کا حصول ممکن نہیں ہے۔

۱۔ کلمۂ شہادت کا اقرار کرنے والا ایسے علم سے بہرہ مند ہو جو جہالت کی ضد ہے۔

۲۔ ایسے یقین سے آراستہ ہو جو شک سے پاک ہے۔

۳۔ ایسی نذیرائی سے مالا مال ہو جس میں تردید کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

۴۔ ایسی اطاعت اُس کو نصیب ہو جس میں شرک کا امکان نہ ہو۔

۵۔ ایسے اخلاص پر فائز ہو جس میں شرک کا کوئی پہلو نہ پایا جائے۔

۶۔ صدقِ مقال کا وہ مقام حاصل ہو کہ جس میں کذب نہ ہو۔

۷۔ توحید سے ایسی محبت رکھے جس میں شرک کی مخالفت پائی جائے۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ توحید یہ ہے کہ وہ عبادت میں اخلاص پیدا کرے
اور اس میں شرک کی تلاوٹ نہ ہونے لے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر نوع کی عبادت کو ٹھکرائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی عبادت وہ پہلا فریضہ ہے جو مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ اسی لیے تمام
انبیائے کرام علیہم السلام نے سب سے پہلی بات جو اپنی اپنی قوم کے سامنے پیش کی وہ یہی تھی کہ:

إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ شَرِّهِ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ
 اللَّهُ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ
 فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا
 لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ
 عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ
 فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ -

اگر وہ توحید کا اقرار کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اور
 رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر اس کا بھی اقرار کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ
 اللہ نے ان کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو مالدار لوگوں سے وصول کر کے
 ان کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اللہ اور معبود نہیں ہے۔
 حضرت نُوحٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:
 اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللَّهَ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔
 ان دونوں آیات کا مطلب وہی ہے جو کلمہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ کا ہے۔
 شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”شرعیّتِ اسلامی کے مطالعہ سے بالبدایت یہ ثابت ہے، نیز ائمہٴ
 اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلام کی رُوح یا سب سے پہلے انسان جس چیز کا مکتف
 اور ما مومر ہے وہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ کا
 اقرار ہے۔ یہی کلمہ وہ حدِ فاصل ہے جس کے اقرار کے بعد ایک کافر، مسلمان
 کہلاتا ہے اور دشمن دوست بن جاتا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کے اقرار سے
 پہلے انسان کی جان اور اُس کا مال مسلمانوں کے لیے جائز اور مباح تھے، اور

اس کے اقرار کے بعد اُس کی جان اور مال مسلمانوں پر حرام قرار پائے۔
کوئی شخص اگر کلمہ شہادت کا صدقِ دل سے اقرار کرے گا تو ایمان لے کے
قلب میں داخل ہو جائے گا اور اُسے مومن کہا جائے گا اور اگر کسی شخص نے
صرف زبان سے اقرار کیا اور دل میں اس پر یقین نہ کیا تو ایسے شخص کو بظاہر
مسلمان ہی کہا جائے گا لیکن حقیقت میں وہ مومن نہ ہوگا۔

البتہ جو شخص قدرت اور طاقت کے ہوتے ہوئے اس کلمہ شہادت کا اقرار
نہ کرے، ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے۔ اس پر سلف صالحین، ائمہ کرام اور
جمہور محدثین کا اتفاق ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب سے جو مسائل اخذ کیے ہیں، ان میں وہ لکھتے ہیں کہ
”بعض اوقات انسان کو علم تو ہوتا ہے لیکن ”لَا اِلهَ اِلَّا اللهُ“
کے صحیح مفہوم کی معرفت سے نااہل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اسکے تقاضوں پر
عمل نہیں کر سکتا۔“

ایسے علماء کی اب کثرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی تعداد نہ بڑھائے۔ آمین۔

قوله: فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ

یعنی اس کا اقرار کر لیں اور مان جائیں۔

قوله: فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْذَخَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

اس فرمانِ نبوی سے پتا چلا کہ کلمہ شہادت کے امتداد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت و نبوت مان لینے کے بعد سب سے بڑا کام جو ایک مسلمان کو کرنا چاہیے، وہ نماز کا ادا کرنا ہے۔
گویا شہادتین کے اقرار کے بعد نماز سب سے بڑا فرض ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

”کفار سے دنیا میں فرائض کا مطالبہ تو اسلام لانے کے بعد ہی کیسا

جائے گا البتہ وہ شریعتِ اسلامیہ کی بجا آوری میں مسلمانوں کے ساتھ خطاب

میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ ان کے انکار پر ان کے عذاب میں اضافہ

ہوگا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کفار فروعِ شریعت کے ادا کرنے کے بھی مکلف

فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَإِنَّكَ
وَكَرَّيْنِمَا مَوَالِيَهُمْ وَ اتَّقِ دَعْوَةَ
الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ
اللَّهِ حِجَابٌ - اخراجہ

اگر وہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو ان کے عمدہ مال وصول کرنے سے احتراز کرنا اور مظلوم کی آہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ مظلوم کی آہ و پکار اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

ہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے۔“

قوله: فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَتَّخِذُ مِنْ أَعْيَابِهِمْ
فَتَرَدُّ عَلَىٰ فُقَرَاءِهِمْ

اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ، ائمرا سے لے کر فقرا میں تقسیم کر دینی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے فقرا کا خصوصی طور پر ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ آٹھ مصارف زکوٰۃ میں ان کا حق مقدم اور موکد ہے نسبت دوسرے مصارف کے۔

ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام وقت ہی زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے، یا تو وہ خود وصول کرے یا اپنے کسی نائب کے ذریعے سے وصول کرے۔ جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اُس سے زبردستی اور سختی سے وصول کی جاسکتی ہے۔

اس حدیث سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ زکوٰۃ کو (آٹھوں قسموں میں سے) صرف ایک قسم کے لیے بھی نکالا جاسکتا ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے۔

غنی اور غیر مؤلفہ القلوب کا فرق زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ مجنون اور بچے کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، جیسا کہ عموم حدیث کی رو سے مجہور کا قول ہے۔

شارح کتاب علامہ ایشع عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی زد سے جب صرف فیتہ، کالفظ بولا جائے تو اس میں مسکین بھی شامل ہوتا ہے اور اسی طرح جب صرف مسکین کا لفظ استعمال ہوگا تو اس پر بھی فقیر کا اطلاق ہوتا ہے۔“

کدائشہ جمع کرید کی ہے۔ یہ لفظ اُس جانور پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص اور غرابی نہ ہو مثلاً شکل و صورت میں حسین ہو، جسمانی لحاظ سے موٹا آازہ ہو، لیم اور صاحبِ صرف بھی ہو۔ یہ نووی نے ذکر کیا ہے۔ ایسا جانور عمدہ، نفیس اور زیادہ قیمتی ہوگا۔

حدیث نبوی کے ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں عامل کے لیے عمدہ اور نفیس جانور قبول کرنا حرام ہے اور زکوٰۃ دینے والے کو گھٹیا اور ردی جانور دینا حرام ہے بلکہ درمیانے درجے کا مال ادا کرنا چاہیے۔ ہاں، زکوٰۃ دینے والا اگر اپنی خوشی سے عمدہ جانور پیش کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

قَوْلُهُ : وَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ

اس کا مطلب ہے کہ مظلوم کی دعا کو روک دینے کے لیے ترکِ ظلم اور اوائے عدل کو سپر بناؤ۔ کیونکہ عدل و انصاف اور ترکِ ظلم، یہ دو اعمال ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان دنیا اور آخرت کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کو ظلم کی ہر نوع سے بچتے رہنا چاہیے۔

قَوْلُهُ : فَاتَّقِ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

فَاتَّقِ کی ضمیر و ضمیرِ شان ہے۔ یعنی بات یہ ہے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی ایسا پردہ یا حجاب نہیں ہے جو قبولیت دعا کو رد کرے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عادل خواہ ایک ہی ہو، اس کی بات قابلِ عمل اور محبت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام وقت اپنے نائب کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیج سکتا ہے۔ امام کو چاہیے کہ وہ اپنے محال اور نائبین کو تعموی اور پرہیزگاری کی وصیت کرے اور ان کو ضروری تعلیمات سے بہرہ ور کرے، ظلم سے بچنے رہنے کی تاکید کرے، ظلم کے بُرے انجام سے ڈرائے۔ اپنے نائب کو یہ سمجھانا بھی ضروری ہے کہ تمام احکام بیک وقت نافذ نہ کیے جائیں بلکہ بتدریج اور آہستہ آہستہ نافذ کیے جائیں اور یہ کہ اہم معاملات اور بنیادی مسائل کو اولیت دے۔

زیر بحث حدیث میں روزے اور حج کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے اہل علم کو کئی طرح کے اشکال پیدا ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

” بعض علمائے یہ جواب دیا ہے کہ:

” بعض راویوں نے حدیث کو مختصر بیان کیا ہے۔“

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ راوی کی دیانت و اہمیت پر حملہ ہے، اس لیے کہ اس قسم کا اختصار وہاں واقع ہوتا ہے جہاں حدیث ایک ہی ہو۔ جیسا کہ عبدالقیس کے وفد کے بارے میں حدیث ہے جس میں بعض نے روزے کا ذکر کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔ وہ دو روایات جو مختلف سندوں سے مروی ہوں ان میں اس قسم کا اختصار نہیں ہوتا۔

زیر بحث حدیث میں جو اختصار ہے اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ جیسے جیسے احکام و فرائض نازل ہوتے گئے اسی طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے۔ جیسا کہ سب سے پہلے شہادتین کا اقرار فرض ہوا، اس کے بعد نماز کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ نماز کی فرضیت کا حکم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے وحی میں ہی ہو گیا تھا۔ چونکہ حج کی فرضیت تقریباً تمام احکام کے بعد ہوئی اس لیے عام حدیثوں کی طرح اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہوا وہ تو متاخر احادیث میں مذکور ہے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موقع و محل کے مطابق

مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔

بعض مواقع پر صرف وہ احکام بیان فرماتے جن کے تارک سے جنگ کی جا سکتی ہے جیسے نماز، زکوٰۃ۔

بعض مواقع پر صرف نماز اور روزہ کا بیان ہوا کیونکہ سامعین میں سے

کبھی پر زکوٰۃ فرض نہ تھی تو زکوٰۃ کا حکم بھی نہ دیا۔

بعض اوقات نماز، روزہ اور زکوٰۃ تینوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ان تینوں

مقامات میں حج کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ جب

یہ احکام بیان کیے گئے اُس وقت حج فرض ہی نہ تھا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مخاطب اور سامع پر حج فرض ہی نہیں تو بیان کرنا بے کار تھا۔

البتہ نماز اور زکوٰۃ کا معاملہ دیگر فرائض کی نسبت بالکل جداگانہ ہے کیوں کہ ان کے تارک سے تو اللہ تعالیٰ نے قتال کرنا ضروری ٹھہرایا ہے کیونکہ ان دونوں معاملوں کا تعلق ظاہر سے ہے لہذا ان کو وضاحت سے بیان کیا گیا بخلاف روزے کے، روزے کا تعلق صرف باطن سے ہے جیسے وضو اور غسل جنابت وغیرہ۔ یہ ایسے اعمال ہیں جن پر صرف اعتماد کیا جاسکتا ہے، کسی دوسرے کو ظاہری طور پر ان کا علم محال ہے۔ ممکن ہے کہ انسان روزہ کی نیت نہ کرے اور غنیہ طور پر کھاتا پیتا پھرے، جیسا کہ یہ ممکن ہے کہ انسان اپنی جنابت اور حدث دوسرے سے چھپا لے۔ آنحضرت ﷺ کا طریق یہ تھا کہ آپ ان ظاہری اعمال کو بیان فرماتے جن کے تارک سے جنگ کی جاسکتی ہے اور ان کا اقرار کر لے تو مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز اور زکوٰۃ پر اسلام کو موقوف رکھا اگرچہ روزہ بھی فرض تھا، جیسا کہ سورہ براءۃ کی دو آیات ہیں، اگرچہ یہ آیت فرضیتِ روزہ کے بعد نازل ہوئی لیکن اس میں روزے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی اس روایت میں رونے کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ نماز اور زکوٰۃ کی ذیل میں آجاتا ہے اور اس لیے بھی نہیں ذکر کیا گیا کہ اس کا تعلق باطن سے ہے، اور حج کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کا وجوب ظاہر ہے، عام نہیں، کیونکہ عمر بھر میں صرف ایک ہی دفعہ فرض ہے۔“

قولہ : اَنْحَوْبَاهُ اس سے مراد صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں۔

یہ حدیث مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔

لہ وہ آیات یہ ہیں :- فَان تَابُوا رَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَغُلُوْا سَبِيْلَهُمْ
 اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورہ براءۃ - ۵)
 فَان تَابُوا رَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَاَنْحَوْبَكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنَقَعَتِ الْاٰيَاتُ
 لِقَوْمٍ يَّمْسُوْنَ ○ (سورہ توبہ - ۱۱)

و لَهَا مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ جب جنگ خیبر کے دن رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو پرچم دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔

قولہ: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ان کا مختصر طور پر نام و نسب ہے:-
ابو العباس سہل بن سعد بن مالک بن خالد الانصاری الخزرجی الساعدی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
حضرت سہل رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اور اُن کے والد عمرم حضرت سعد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مشہور صحابی تھے۔
حضرت سہل رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ وفات کے وقت اُن کی عمر سو سال سے زائد تھی۔
صحیحین میں حضرت سلمہ بن الاکوع رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدْ تَخَلَّفَ غَزْوَةَ خَيْبَرَ فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ رَهْ كُنْتُمْ فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
وَكَانَ أَرْمَدًا فَقَالَ: أَنَا فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ؟ فَخَرَجَ عَلَيَّ فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءَ اللَّيْلِ الَّتِي فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ
فَتَحَّهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَحْتَجُّ

صَبَاحِهَا قَالَ: لَا عَطِيقَ الرَّايَةِ
 الرَّايَةَ أَوْ يَأْخُذَنَّ السَّايَةَ
 عَدَا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ
 سَاحِدًا اللهُ أَوْ سَاحِدًا رَسُوْلَهُ
 أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللهُ وَرَسُولَهُ
 يَابِرُ فَرَمَاكَ "وَهُ اللهُ أَوْ رَسُوْلَهُ
 كَرَمًا هُوَ" اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ
 نَحْنُ يَعْطِيهِمْ رِزْقًا وَمَا
 نَرَجُوهُ فَقَالُوا: هَذَا عَلِيُّ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللهِ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ
 عَلَيْهِ
 اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی۔

رَسُولُ اللهِ ﷺ كَأَحْسَرْتَ عَلِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوْجَهْدِ اتِّهْمَانَا

قوله: لَا عَطِيقَ الرَّايَةِ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ:
 رَأَيْتُ دَافِعَ اللِّوَاءِ إِلَى رَجُلٍ
 فِيهِ مِثْلُ مَنْشَرِ رَجُلٍ مِثْلِي
 يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ
 اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔

اہل لغت نے آنحضرت ﷺ کے پرچم کے بارے میں متعدد باتیں بیان کی ہیں۔ لیکن
 امام احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے پرچم کی مندرجہ ذیل شکل نقل کی ہے:
 كَانَتْ رَايَةً رَسُوْلِ اللهِ
 رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَأَحْسَرْتَ عَلِيَّ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوْجَهْدِ اتِّهْمَانَا
 كَمَا تَقَالِبُ الْبَتَّةَ حَيْثُ يَحْمِلُهَا
 سَفِيْرٌ مِثْلِي
 ابیض کے تھے۔

طبرانی میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ابن عدی نے مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ
 مَكْتُوبٌ فِيهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ
 اس پر رسم پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ
 مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ
 مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ
 اللهُ كَمَا هُوَ تَقَالِبُ

يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ فَبَاتَ
النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ
يُعْطَاهَا؟ فَلَمَّا أَصْبَحُوا عَدَّوْا عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ
يُعْطَاهَا.

اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیر کو فتح فرمائے گا، چنانچہ رات بھر صحابہ رضی اللہ عنہم سوچتے رہے کہ پرچم کس کو دیا جائے گا؟ صبح کے وقت تمام صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ پرچم اُسے دیا جائے

قرآن: يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
آنحضرت ﷺ کے اس ارشادِ گرامی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی
فضیلت بیان کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
”یہ وصف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تو ہر مشقی مومن سے محبت رکھتے ہیں۔
اسی طرح ہر مشقی مومن اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت
رکھتا ہے۔ ہاں حدیث اُن ناصیوں کے خلاف حجت اور دلیل ہے جو
العیاذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں رکھتے اور انھیں کافرو
فاسق قرار دیتے ہیں، مثلاً خوارج۔ لیکن ان روافض کی یہ بات بھی اسی قبیل
سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو نصوص فضائل صحابہ پر دلالت کناں ہیں، وہ
ان کے ارتداد سے قبل کے ہیں (نعوذ باللہ)۔“



سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان میں اور خوارج میں کیا فرق باقی رہتا ہے جو اسی نوعیت کی باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب معقدمات باطل ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی قطعی طور سے مدح نہیں کرتا جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ کافر ہو کر مرے گا۔

اس حدیث میں اللہ کی صفت محبت بھی ثابت ہوتی ہے، جس کے ہمہیہ اور ان کے متبعین مخالف ہیں۔

قوله: يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں صراحت کے ساتھ حصول کامیابی کی خوشخبری سنانی گئی ہے (یہ کوئی علم غیب نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے)

قوله: فَبَاتَ النَّاسُ يَدْوُكُونَ لَيْلَتَهُمْ

یَدْوُكُونَ کے معنی ہیں غور و غوض کرنا، سوچ بچار کرنا۔

حدیث کے ان الفاظ سے اعمال خیر پر صحابہ کرام کی حرص اور اہتمام کا پتا چلتا ہے کہ عمل خیر کے لیے وہ کتنے بے چین رہتے تھے نیز ان کے ایمان کی ٹھنگی اور علم کی بلندی کا بھی پتا چلتا ہے۔

قوله: فَلَمَّا أَصْبَحُوا عَدَّوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم

صبح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

”مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَامَةَ“ میرے دل میں امارت کا کبھی خیال پیدا

نہیں ہوا لیکن آپ کا یہ ارشاد سن کر میرے

دل میں بھی امارت کیلئے محبت پیدا ہوئی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

ظاہری و باطنی ایمان کی بشارت ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے اور

فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٍّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ؟
فَقِيلَ هُوَ يَسْتَكِي عَيْنَيْهِ فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ
فَأْتَى بِهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ
فَبَرَأَ كَأَن لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ -
فَأَعْطَاهُ الرَّابِيَةَ فَقَالَ أَنْفُذْ عَلِيَّ
رِسَالَتِي حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ -

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کی کہ ان کی آنکھ درد کر رہی ہے۔ صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعابِ دہن ڈالا اور دعا فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی وقت اس طرح تندرست ہو گئے جیسے کہ ان کو کوئی درد ہی تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا اور فرمایا کہ مجاہدین کو لے کر فوراً نکل جاؤ اور خیبر میں جا کر دم لو۔

ہر مومن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنی ضروری ہے۔
آنحضرت ﷺ جب کسی شخصِ معصوم کے متعلق کسی بات کی شہادت دیتے یا اُس کے لیے دعا فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کو بھی یہ شرف حاصل ہو۔ بیشک آنحضرت ﷺ نے بہت سے افراد کو اس قسم کی دعا اور شہادت سے نوازا ہے لیکن اس خصوصیت کا مقام و مرتبہ کچھ اور ہی نوعیت کا تھا، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔ اگرچہ

آنحضرت ﷺ نے دیگر حضرات کو بھی جنت کی بشارت دی ہے، لیکن جو بات خصوصیت میں پائی جاتی ہے وہ عموم میں نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک آدمی کو شراب پینے کی سزا دی گئی اور آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

قوله : اَيْنَ عَلِيٍّ مِنْ اَيِّ حَالِيْبٍ -

آنحضرت ﷺ کے ان سوالیہ الفاظ سے معلوم ہوا کہ امام وقت کو اپنی رعیت میں سے اگر کسی شخص کی غیر حاضری کا علم ہو جائے تو اس کے بارے میں پوچھنا چاہیے اور اس کی عدم موجودگی کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

قوله : قَيْلٌ : هُوَ يَشْتِكِي عَيْنَيْهِ

یعنی اس کی آنکھ میں آشوب ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حدیث مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

أَدْعُوا لِي عَيْنًا رَضِيَةً فَأَتِي عَمَلِي كَرْبَاؤًا؛ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

یہ آرمہ کو بجات آشوب چشم لایا گا

کتاب التوحید کے ایک صحیح نسخہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ

قَيْلٌ هُوَ يَشْتِكِي عَيْنَيْهِ صحابہ نے عرض کی کہ اسکی آنکھوں میں دُوبے

فَارَسَلَّ اِلَيْهِ لیکن اسکے باوجود آپ نے علی کو بلا بھیجا۔

صحیح مسلم میں حضرت ایاس بن سلمہ بن الاکوع عن ابیرہ سے ایک روایت ہے :

فَارَسَلَنِي اِلَى عَلِيٍّ رَضِيَةً آپ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے پاس بھیجا کہ اُسے بلا کر لاؤں چنانچہ

فَجِئْتُ بِهٖ اَقْوَدَهُ اَرْمَدَةً میں ان کو لایا اور اکی آنکھ آشوب کا شکار تھی

قوله : فَبَصَقَ : یعنی لعابِ دہن لگانا۔

قوله : وَدَعَا لَهُ قَبْرًا وَبِرَاءً کے معنی فوراً اسی وقت تندرست ہو جانا۔ یعنی حضرت

علی رضی اللہ عنہ ایسے تندرست ہوئے کہ جیسے ان کو پہلے کسی یہ کلیفت ہی نہ تھی۔



ثُمَّ ادْعُهُم إِلَى الْإِسْلَامِ -

اور پھر ان کو اسلام کی دعوت دینا۔

طبرانی میں حضرت علی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ:

فَمَا رَمَدْتُ وَلَا صَدَعْتُ جبکہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے
 مِنْذُ دَفَعِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پریم تمایا ہے اُس وقت سے آج تک تو
 إِلَيَّ الرَّأْيَةَ میری آنکھ دکھی ہے اور نہ میرے
 سر میں درد ہوا ہے۔

قوله : اَنْفَعُ عَلَى رِسَالِكَ : اَنْفَعُ كَمَا مَعْنَى جَاؤَ۔

رِسَالِكَ : ایسی چال جس میں تیزی نہ ہو۔

يَسَاحَتُهُمْ زَمِينِ كَمَا مَعْنَى جَاؤَ : اُس حصہ کو کہا جاتا ہے جو کسی کی ذاتی ملکیت ہو اور اُس کے قبضہ میں بھی ہو۔

زیر بحث حدیث میں مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں:

- شہادتین کے اقرار کی دلیل اور محبت۔
- ایسے اسباب کو برتنے کا رانا جو جائز، مستحب یا واجب ہیں، یہ تو کفر کے خلاف نہیں ہیں۔

- آدابِ جنگ کا ذکر کہ اس میں تیزی سے کام نہ لیا جائے، طیش اور غصے کو ترک کر دیا جائے اور اس قسم کی باتیں نہ کی جائیں اور ایسی آوازیں نہ نکالی جائیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔
- امام وقت کو چاہیے کہ وہ اپنے عمال و حکام کو نرمی اختیار کرنے کی تعلیم دے، لیکن ایسی نرمی جس میں کمزوری اور حوصلہ شکنی کو کوئی دخل نہ ہو۔

قوله : ثُمَّ ادْعُهُم إِلَى الْإِسْلَامِ

یہاں اسلام سے مراد یہ ہے کہ وہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ" کا اقرار کریں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے سلام سے مراد یہ ہے کہ وہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ کی شہادت دیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں مثلاً

- ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کرنا اور
 - صرف آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم قرار دے لینا۔
- زیر بحث حدیث کا مطلب اور مفہوم وہی ہے جو اس آیت کریمہ کا ہے کہ :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا آدِبًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران - ۶۴)

کہو ہم تو مسلم (صرف اللہ کی بندگی مانگا کرتے ہیں) ہیں اسلام کی تشریح کے سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

وَالْإِسْلَامُ هُوَ الْإِسْتِسْلَامُ لِلَّهِ وَهُوَ الْخُضُوعُ لَهُ وَالْعُبُودِيَّةُ لَهُ

اسلام یہ ہے کہ انسان احکام خداوندی کے سامنے تسلیم خم کرے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع و خضوع، اختیار کئے اسکے سامنے عبودیت کا اظہار کئے

اہل لغت نے بھی اسی تعریف کو اختیار کیا ہے۔

دین اسلام وہ دین حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور جبکی اشاعت و تبلیغ کے لیے اُس نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا۔ صرف اسی ایک خدا کے سامنے تسلیم خم کیا جائے۔ اس کا مل سپردگی کا مرکز و محکم انسان کا دل ہے۔ غرض یہ ہے کہ تمام عبادات میں سب کو چھوڑ کر صرف اسی کے سامنے خشوع اور خضوع کا اظہار کیا جائے۔



وَ أَخْبِرَهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ۔

اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق اُن پر عائد ہوتے ہیں وہ بتانا۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اللہ سمجھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور جو شخص اس کی عبادت سے منہ موڑتا ہے وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔ قلب اور جوارح کے مشترک عمل کا نام اسلام ہے لیکن ایمان کی اہل، دل کی تصدیق، اُس کا اقرار اور اُس کی معرفت ہے۔“

اس سے ظاہر ہوا کہ تمام عبادات میں توحید کا اقرار اور شرک کی کفریہ نفی، اسلام کا اہل الاصول ہے اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے کہ توحید کے معاملے میں صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا جائے، اُسی کی اطاعت کو اپنے آپ پر لازم قرار دیا جائے، انہی باتوں کو مانا جائے جن کا اُس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان کے ذریعے سے لوگوں کو حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ:

إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ
وَاطِيعُونَ ۝

(لے میری قوم! میں تم کو آگاہ کرتا ہوں)

کہ اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو!

(نوح - ۳) میری اطاعت کرو۔

زیر بحث حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جنگ سے پہلے دعوتِ توحید دینا ضروری ہے۔ ہاں دشمن کو اگر پہلے سے دعوت پہنچانی جا چکی ہے تو پھر ان سے قتال جائز ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بنو مصطلق پر اچانک حملہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کو پتا چلا تھا کہ بنو مصطلق مسلمانوں پر حملہ کی تیاری میں مصروف ہیں اور اگر دشمن کو پہلے دعوتِ اسلام نہیں دی گئی تو جنگ شروع کرنے سے پہلے ان کو دعوت دینا واجب ہے۔

قوله: وَ أَخْبِرَهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ

اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر ان پر جو ضروری اور واجب حقوق ہیں وہ بتانا جیسے نماز، زکوٰۃ۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا
حَتَّىٰ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا
بِحَقِّهَا لَهُ

جب ان احکام کو مان لیں انہوں نے اپنا
مال و اسباب اپنے خون مجھ سے محفوظ کر لیے،
البتہ اسلام کے حقوق کے بارے میں کسی کو

معاف نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں زکوٰۃ سے اعلان جنگ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ

كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَ قَدْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ
حَتَّىٰ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَإِذَا قَالُوا مَا عَصَمُوا مِنِّي
دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا

آپ ان سے کیونکر جنگ لے سکتے ہیں، حالانکہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے
اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم ملا ہے جب
تم کہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں، اگر اقرار
کر لیں تو انہوں نے اپنا مال اسباب اپنے
خون مجھ سے بچا لیا، البتہ اسلام کے حقوق کو
معاف نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ :

فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ
وَاللَّهُ لَوْ مَنَعَنِي عَقَبًا لَأَ
كَانُوا يُوَدُّونَهَا إِلَىٰ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَىٰ
مَنَعِهَا لَهُ

زکوٰۃ، بیت المال کا حق ہے۔ بخدا، اگر
یہ لوگ بکری کا بچہ بھی روکنے کی کوشش
کریں گے جو یہ آنحضرت ﷺ کی
خدمت میں ادا کرتے تھے، تو ان سے
جنگ کی جائے گی۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ امام وقت کو چاہیے کہ وہ تبلیغ دین کے لیے مبلغین

کی ایک جماعت بھیجے جیسا کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کا معمول تھا۔

لہ بخاری و مسلم

لہ بخاری و مسلم



فَوَاللَّهِ لَآنُ يَهْدِيَّ اللهُ بِكَ رَجُلًا
وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ :
يَدُوكُنَّ أَمْ يَخُوضُونَ :

پس اے علیؑ ! بخدا، اگر ایک آدمی بھی تیرے ہاتھ پر مسلمان
ہو گیا تو یہ تیرے لیے سُرخ اونٹوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔
بید رکون کے معنی ہیں غور و فکر کرنا۔

حضرت فاروق عظمیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ
أَلَا إِنِّي وَاللَّهِ مَا أُرْسِلُ بِخَدَائِمْ لِي فِي عَمَلِ اس لِي فِي نَيْبِ مَا
عَمَلِي الْيَكْفُرُ لِيَصْرُبُوا أَبْشَارَكُمْ وَهَمْ يَسْتَشْرِعُونَ كَرِيمِينَ أَوْ رَهْمًا لِي فِي عَمَلِي
وَلَا يَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ وَلكِنْ أُرْسِلُهُمُ الْيَكْفُرُ لِيُعَلِّمُواكُمْ
دِينِ أَوْ رَسُلَتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کی تعلیم دیں۔

قوله : فَوَاللَّهِ لَآنُ يَهْدِيَّ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ
اس جملہ میں اَنْ مصدر یہ ہے اور اَنْ سے قبل لام مفتوحہ ہے کیونکہ وہ لام قسمیہ
ہے۔ اَنْ اور اس کے بعد صیغہ فعل مصدر کی تاویل میں ہے اور مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع
ہے اور اس کی خبر ”خَيْرٌ“ ہے۔

حُمْدُ : حَاء مضموم اور ميم ساکن ہے۔ اس کی مفرد اَحْمَدُ آتی ہے۔ احمروہ اونٹ
ہے جو اہل عرب کے نزدیک بہترین اونٹ شمار کیا جاتا تھا۔
النَّعْمُ : نون اور عين پر زبر ہے۔
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ :

”انفردی امور کو دینی امور کے ساتھ تشبیہ صرف اس لیے دی گئی ہے تاکہ

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ اَنَّ الدَّعْوَةَ اِلَى اللّٰهِ طَرِيقٌ
مِّنْ اَسْبَعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

① جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا اقرار کر لے اُس کیلئے ضروری ہے کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرے۔

الثانیہ اَلْتَّنْبِيْهُ عَلٰى الْاِخْلَاصِ لِاَنَّ
كَثِيْرًا لَوْ دَعَا اِلَى الْحَقِّ فَهَوُوْ
يَدْعُوْا اِلَى نَفْسِهٖ ۔

② اخلاص نیت کی ترغیب۔ کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کو لے کر اُٹھے بھی ہیں تو اس میں وہ مخلص نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگوں کو اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔

الثالثہ اَنَّ الْبَصِيْرَةَ مِنْ الْفَرَايِضِ ۔
③ بصیرت کا حصول فرایض میں سے ہے ۔

بات آسانی سے سمجھ میں آسکے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے انعامات کا ایک ذرہ بھی دنیا و مافیہا سے افضل و اعلیٰ اور بہتر ہے۔“

اس حدیث سے اُس شخص کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جس کے ذریعے کوئی ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے۔ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ کسی خبر یا فتویٰ پر بلا قسم لیے اگر کوئی شخص قسم کھالے تو جائز ہے۔



الراجحة مِنْ دَلَائِلِ حُسْنِ التَّوْحِيدِ أَنَّهُ
تَنْزِيهِهُ اللهُ تَعَالَى عَنِ الْمُسَبَّةِ-

④ حُسنِ توحيدِ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک مانا جائے۔

الخامسة أَنَّ مِنْ قُبْحِ الشِّرْكِ كَوْنُهُ
مُسَبَّةً لِلَّهِ -

⑤ شرک کے بدترین ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عیب ثابت کرنے کے مترادف ہے۔

السادسة وَ هِيَ مِنْ أَهْمِيَّاتِ : إِبْعَادُ

الْمُسْلِمِ عَنِ الْمَشْرِكِينَ
لِئَلَّا يَصِيرَ مِنْهُمْ وَ لَوْ لَمْ يُشْرِكْ -

⑥ چھٹا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، وہ یہ کہ انسان مشرکین سے میل جول نہ رکھے اگرچہ وہ خود شرک کا مرتکب نہ بھی ہوتا ہو۔

السابعة كَوْنُ التَّوْحِيدِ أَوَّلَ وَاجِبٍ -

⑦ توحید کو قبول کرنا تمام واجباتِ دین پر مقدم ہے۔

الثامنة أَنْ يَبْدَأَ بِهِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ
حَتَّى الصَّلَاةِ -

⑧ ہر مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز، روزہ کی طرف دعوت دینے سے پہلے توحید کا نقش اور اس کی تعلیم خود اپنے سینے میں مُرتَمِّم کر لے۔

التاسعة أَنَّ مَعْنَى : " أَنْ يُوْحِدُوا اللهُ "

مَعْنَى شَهَادَةِ : أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

⑨ رَسُولِ اَكْرَمِ ﷺ كے ارشادِ گرامی ” اَنْ يُؤَدِّعُوا اللّٰهَ “ اور کلمہ شہادت ” لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ “ کا مطلب ایک ہی ہے۔

العاشرة ﴿١٠﴾ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَهُوَ لَا يَعْرِفُهَا أَوْ يَعْرِفُهَا وَلَا يَعْمَلُ بِهَا۔

⑩ اہل کتاب میں وہ لوگ بھی ہیں جو توحید کی معرفت ہی نہیں رکھتے یا معرفت تو رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

الحادية عشر ﴿١١﴾ الثَّانِيَةُ عَلَى التَّعْلِيمِ بِالتَّدرِجِ۔

⑪ تعلیم کو آہستہ آہستہ اور بتدریج رائج کیا جائے۔

الثانية عشر ﴿١٢﴾ الْبَدَاءُ بِالْأَهْمِ فَأَلْهَمِ۔

⑫ سب سے پہلے زیادہ اہم اور اُس کے بعد دیگر مسائل بتائے جائیں۔

الثالثة عشر ﴿١٣﴾ مَصْرِفُ الزَّكَاةِ۔

⑬ مصارفِ زکوٰۃ کی تفصیل۔

الرابعة عشر ﴿١٤﴾ كَشْفُ الْعَالِمِ الشُّبُهَاتِ عَنِ الْمَتَعَلِّمِ

⑭ استاد کو چاہیے کہ وہ طالب علم کے شبہات کو دور کرنے کی کوشش کرتے

الخامسة عشر ﴿١٥﴾ النَّهْيُ عَنِ كَرَائِمِ الْأَمْوَالِ۔

⑮ مُخْتَلِ زَكَاةً كَوْجَابِيَّةً كَمَا وَهَّجَهُ مَالٌ بِرَبِّهِمْ نَدْبًا -

السَّاعِيَةُ ⑮ إِيْتَاءُ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ -

⑯ مَظْلُومٌ كِي بِكَارٍ أَوْ أَسْ كِي آهٍ سَ دُرْتِ رَهِبًا جَابِيَةً -

السَّاعِيَةُ ⑯ الْإِخْبَارُ بِأَنَّهَا لَا تُحْجَبُ -

⑰ كِي نَوَكَمَ مَظْلُومٌ كِي بِكَارٍ أَوْ عَرَشِ الْهَى كِي دَرَمِيَانِ كَوْنِي رِيْدَه حَآئِلِ نَيْبِ هَوْتَا -

الْثَامِنَةُ ⑰ مِنْ أَدَلَّةِ التَّوْحِيدِ مَا جَرَى عَلَى

سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَ سَادَاتِ الْأَوْلِيَاءِ
مِنَ الْمَشَقَّةِ وَ الْجُوعِ وَ الْوَبَاءِ -

⑱ تَوْحِيدِ خَالِصِ كِي دَرْتِيْقَتِ وَه عَلَامَتِيْنَ هِيْنَ جُورَسُوْلِ الْهَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ

صَحَابَةِ كَرَامِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي زَنْدِ كِي مِيْنَ نَمَائِيَالِ هِيْنَ - اِن كُو مَشَقَّتِيْنَ بَرِوَأَشْتِ كَرِنَا
پُرِيْ - وَه بَهْوَكَ اَوْرِ پِيَاسِ سَ دُو چَارِ هَوْتَا اَوْرِ اَنْحُوْلِ نَ بِيَارِيُوْلِ كُو
صَبْرِ وَ تَقَاْمَتِ سَ جَهِيْلَا -

الْثَامِنَةُ ⑱ قَوْلُهُ: "لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ" - عِلْمٌ

مِنَ أَعْلَامِ النَّبُوَّةِ -

⑲ رَسُوْلُ كَرِيْمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا يَه اَرشَادُ كِه "مِيْنَ كَلِ اِيْسَ شَخْصِ كُو پَرِيْمِ دُو نَكَا" -

يَه اِيْپِ كِي اَعْلَامِ نَبُوْتِ مِيْنَ سَ اِيْكَ عَلَامَتِ هِيْ -

الْعَشْرُونَ ⑲ تَفَلُّهُ فِي عَيْنِهِ عِلْمٌ مِّنْ

أَعْلَامِهَا أَيْضًا -

۲۰) رسول اکرم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں اپنا لعاب بہن ڈالنا بھی ایک علامت نبوت ہے۔

الحادية والعشرون فضيلة علي رضی اللہ عنہ

۲۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت۔

الثانية والعشرون فضل الصحابة في دوزخهم

تلك الليلة و شفاهم عن
بشارة الفتح -

۲۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کہ وہ ساری رات اس سوچ میں رہے کہ کہیں کچھ سمٹا ہے اور وہ فتح و کامرانی سے واپس آتا ہے۔

الثالثة والعشرون الإيمان بالقدر لِحصولها

لَمَنْ لَمْ يَسْعَ لَهَا وَ مَنَعَهَا
عَمَّنْ سَعَى -

۲۳) تقدیر پر ایمان کہ جو شخص کسی چیز کے حصول کی کوشش نہیں کرتا، اس کو دیدینا اور جو کوشش کرتا ہے اُس سے روک لینا۔

الرابعة والعشرون الأدب في قوله: "علي رسلك"

۲۴) رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا "اطمئنان سے جاؤ" یہ آدابِ جنگ میں سے ایک ہے۔

الخامسة والعشرون الدعوة إلى الإسلام قبل القتال -

۲۵) جنگ شروع کرنے سے پہلے دشمن کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کرنا۔

السابعة والعشرون **أَتَتْهُ مَشْرُوعٌ لَمَنْ دُعُوا قَبْلَ**

ذَلِكَ وَ قَوَّبُوا -

۲۷) شریعتِ اسلامی کا یہ حکم ہے کہ جس قوم کو جب تک کھلیے لگا رہا جائے اُسے سب سے پہلے دعوتِ اسلام پیش کی جائے۔

الثامنة والعشرون **الذَّعْوَةُ بِالْحِكْمَةِ لِقَوْلِهِ "أَخْبِرْهُمْ**

بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ"

۲۸) رسولِ کریم ﷺ کے اس فرمان "ان کو ضروری امور بتائے جائیں" سے پتا چلا کہ دعوتِ اسلام حکمت و دانائی سے پیش کرنی چاہیے۔

الثامنة والعشرون **الْمَعْرِفَةُ بِحَوْتِ اللَّهِ فِي الْإِسْلَامِ -**

۲۸) اسلام میں جو حقوق اللہ ہیں ان کی معرفت۔

التاسعة والعشرون **ثَوَابٌ مِنْ اهْتَدَى عَلَى يَدَيْهِ**

رَجُلٌ وَاحِدٌ -

۲۹) اُس شخص کے اجر و ثواب کی کثرت کا اندازہ، جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے۔

الثلاثون **الْحَلْفُ عَلَى الْفُتْيَا -**

۳۰) قوی پر قسم اٹھانا۔





بَابُ

تفسير التوحيد وشهادة

أَنَّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



اس باب میں مسئلہ توحید کی تفسیر اور

کلمہ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کی شہادت کے بارے میں تفصیلات

بیان کی گئی ہیں

باب تفسیر التوحید و شہادۃ

أَنَّ لِلَّهِ إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ

خُطْبَةٌ : بَابُ تَفْسِيرِ التَّوْحِيدِ وَ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

سوال : کتاب اہلہ کے ابتدائی صفحات میں اُن آیات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے ، جن میں کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بارے میں تفصیلات درج کی گئی ہیں اور توحید کے لوازم پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ اب اس باب کو بیان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ اور اس سے کیا فوائد مرتب ہونگے ؟

جواب : زیر نظر باب میں جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے اُن میں کلمہ اخلاص اور توحید فی العبادت کی خصوصیات درج کی جاتی ہیں اور سب سے اہم بات جو اس باب میں آپ کو نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ ان آیات میں اُن لوگوں کے عقائد کی تردید کی گئی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صالحین کو پکارتے اور اُن سے سوال کرتے ہیں کیونکہ اس باب میں بعض آیات کے نازل ہونے کا سبب بھی چیز تھی جیسا کہ سورۃ الاسراء کی اس آیت میں ہے :

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ دَعَعْتُمْ مِن دُونِهِمْ فَلَا يَمْلِكُونَ كَيْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا نَحْوِيْلًا ۝

ان سے کہو، پکارو دیکھو اُن محبوبوں کو جن کو تم خدا کے سوا (اپنا کارسان) سمجھتے ہو وہ کبھی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ (اسراء - ۵۶)

اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عیسیٰ، اُن کی والدہ، حضرت عزیر اور ملائکہ علیہم السلام کی عبادت کرتے تھے، اس میں اُن کو سختی سے رد کیا گیا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور ملائکہ علیہم السلام کو اپنی دعاؤں میں پکارنا اور اُن سے استمداد کرنا شرک ہے۔ یہ چیز توحید اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بالکل منافی ہے کیونکہ توحید کے معنی یہ ہیں کہ صرف ایک اللہ کو پکارا جائے اور کلمہ اخلاص شرک کی قطعی طور سے نفی کرتا ہے۔ غیر اللہ کو پکارنا اُس کی عبادت کرنے ہے۔



﴿تِلْكَ آيَاتُ﴾
 أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
 يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ
 الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ
 أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ
 وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۗ
 إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ
 مَحْذُورًا ﴿٥٠﴾ (بخاری، مسند، ص ۵۰)

جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اُس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار اور اُس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

اور دُعا کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ:

الدُّعَاءُ مَعُ الْعِبَادَةِ لَهُ دَعَا كَرَامَاتٍ كَامِفْرَجَةٍ - دعا کرنا عبادت کا مغز ہے۔

جو آیت پہلے گزر گئی ہے اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ نہ پکانے والے کی تکلیف دُور کر سکتے ہیں، نہ کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں اور نہ کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل سکتے ہیں، اگرچہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ نبی اور فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر مدعو کی دعوت کا اعلان کر رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود پکارنے والے کو اُس کی پکار دھوکے میں ڈالتی ہے۔ ہر شے تو خود محتاج ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے والے نے اللہ تعالیٰ کو اس کا شریک ٹھہرایا ہے، جو نہ تو نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان میں مبتلا کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے توحید خداوندی اور کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی مزید توثیق ہوتی ہے۔

لے یہ حدیث جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔



قَوْلَهُ : أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَسْتَعُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ

یہ آیت کریمہ انبیاء و مرسلین اور ان کے متبع مومنین کا راستہ اور طریق عمل متعین کرتی ہے کہ وہ اللہ ہی کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

تَعَرَّبُوا إِلَيْهِ بِطَاعَتِهِ وَالْعَمَلِ اللّٰهِ كِي اطاعت سے اور ایسے اعمال سے جو اُسکے نزدیک پسند ہیں اُسکا قُرب حاصل کرو
ابن زید رضی اللہ عنہ اس آیت کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں :-

”أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَسْتَعُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ“
اس قرأت کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ:

”جن صالحین اور اولیاء کو وہ پکارتے ہیں اور اُن سے استغاثہ و استعانت کرتے ہووے تو خود اللہ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ صحیح بات سے اُتر کُن ہے“
حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

”اس معاملے میں مغیر بن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔“ اُنھوں نے متعدد ائمہ مغیر بن سے اس کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تین مقامات کا ذکر کیا گیا ہے:
المحبت: اعمالِ صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قُرب اور اُس کی طرف توسل حاصل کیا جائے۔ اس کا نام محبت ہے۔

الترجاء والخوف: اُمید اور خوف ہی حقیقتِ توحید اور اہل اسلام ہیں۔
مسند امام احمد میں روایت ہے کہ ہنز بن حکیم کے جدِ امجد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

مَا آتَيْتَكَ إِلَّا بَعْدَ مَا حَلَفْتُ
بِحَدَائِمِي نَعْتَقُوقِي كَمَا تَقِي كِي
میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ بالآخر
حاضر ہو گیا ہوں۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ
أَتَيْتَكَ يَا لَدَيْ بِسْمِكَ بِالْحَقِّ



مَا بَعَثَكَ بِهِ ؟
 کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، آپ مجھے
 یہ بتائیں کہ آپ کس چیز کی دعوت
 لے کر مبعوث ہوئے ہیں؟

قَالَ : الْإِسْلَامُ
 اِسْمِ لَہُ فَرَمَا کہ میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں
 اُس نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟

قَالَ : اَنْ تُسَلِّمَ قَلْبَكَ وَ اَنْ
 آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اپنے
 دِل کو اللہ کے سپرد کرو اور اپنے چہرے
 کو اللہ کی طرف ملتقت رکھو۔

وَ اَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ
 پانچ وقت کی فرض نماز ادا کرو۔
 وَ تُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ
 اور فرض زکوٰۃ ادا کرو۔

فمہر نضر الموزی نے حضرت خالب بن حدان کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔

اِسْلَامُ كَتَمِي شَانِ هِيں جيسَا
 كِه راسْتِي ميں نشان نصب تھتے هيں۔ وه
 يه كه تم اللہ تعالٰی كی عبادت كرو اور اكهے
 ساهتھ كسي شے كو شريك نہ ٹھهراؤ اور نما
 قائم كرو، زكوة ادا كرو، رمضان كے روزه
 ركھو اور امر بالمعروف ونهي عن المنكر
 كا فريضه ادا كرو۔

یہی معنی قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کے ہیں :

وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ
 جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے
 كرنے اور وه علمائيك هو، اُس نے
 فی الواقع ايک بھروسے كے قابل سھارا
 بِالْعُدْوَةِ الْوُثْقَىٰ وَالْإِلَهِ اللَّهُ

لہ صُوعَى جمع، صوة کی ہے۔ صوة پتھر کے اُن نشانات کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت جنگل میں
 نصب کیا گیا ہوتا کہ راستے کا پتا چل سکے۔



قَوْلُهُ: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ
وَ قَوْمِهِ إِنِّي أَبْرَأُ مِنْكُمْ مِمَّا تَعْبُدُونَ ۝
إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۝
وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقْبِهِ
لَعَلَّهُمْ يُرْجَعُونَ ۝ (الذخرف: ٢٣، ٢٤، ٢٥)

یاد کرؤہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا
تھا کہ تم جن کی بندگی کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، میرا تعلق صرف اُس
سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اور ابراہیم علیہ السلام
یہی کلام اپنے چچے اپنی قوم میں چھوڑ گئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ تمام لیا اور سارے معاملات کا آخری
(لقمان - ٢٢) فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

قَوْلُهُ: كَلِمَةً بَاقِيَةً

اس سے مراد ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عظیم الشان کلمہ کو کس طرح عمدہ انداز سے پیش کیا؟
قارئین کرام غور کریں گے تو پتا چلے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام معبودانِ باطل سے کیونکر اپنا
انگھار برکت کیا ہے چاہے یہ سارے ہوں چاہے ہیکل اور چاہے پتھر کی مورتیاں جنہیں حضرت نوح

لہ ”عقب“ کا اطلاق گیارہ الفاظ پر ہوتا ہے۔ ۱۔ الولد پر، ۲۔ البنون پر، ۳۔ الذریعہ پر
۴۔ العقب پر، ۵۔ نسل پر، ۶۔ الآل پر، ۷۔ الاہل پر، ۸۔ قرابہ پر،
۹۔ العشیرہ پر، ۱۰۔ القوم پر، ۱۱۔ العالی پر۔



وقوله: **إِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ**
أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ - (التوبة: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔

علیہ السلام کی قوم نے اپنے صلحاء کی شکلوں پر تراش رکھا تھا جیسے دؤ، سواج، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سب میں سے صرف اس ذات کو مستثنیٰ فرمایا جس نے انہیں پیدا کیا۔ اس طرح یہ آیت کریمہ کلمہ اخلاص یعنی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی صحیح تصویر پیش کر رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَ
أَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ
الْبَاطِلُ (الحج - ۶۲) لوگ پکارتے ہیں۔

پس ہر وہ عبادت جس میں غیر اللہ مقصود ہو، خواہ اس کی حیثیت دعا ہی کی کیوں نہ ہو، وہ باطل اور شرک قرار پائے گی جس کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہ کرے گا۔ قیامت کے دن مشرکین سے پوچھا جائیگا

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝
مِنْ دُونِ اللَّهِ

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا
بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ
شَيْئًا ۝

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۝ اس طرح اللہ کافروں کا گمراہ ہونا متحقق کر دیا

قوله: **إِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ** **أَرْبَابًا**

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عدی بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

حاتم الطائی کے سامنے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو عدی رضی اللہ عنہما نے کہا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! إِمَّا أَنْ كُنَّا نَعْبُدُهُمْ
عِبَادَتِ تَوْبَتِهِمْ كَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ!

قَالَ: الْيَسُّ يُجَلُّونَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَتَجَلُّونَهُ وَيَحْتَمُونَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فَتَحْتَمُونَهُ؟

قَالَ: بَلَى
عَدَى رَسُولَهُمْ بُولِي "ہاں ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُ
آپ نے فرمایا کہ یہی تو ان کی عبادت ہے۔

گویا معصیت میں ان کی اطاعت ہی عبادت بغیر اللہ کے مترادف تھی۔ اس طرح یہ اپنے مشائخ و اولیاء کو رب بنا بیٹھے جیسا کہ اس دور میں اس امت کا حال ہے۔ یہی وہ شرک اکبر ہے جو اُس توحید کے منافی ہے جو لا الہ الا اللہ کی شہادت کی مدلول ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ کلمہ اخلاص نے اس قسم کی عبادات کی نفی کر دی ہے اس لیے کہ وہ اس کے مدلول یعنی توحید کے منافی ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ جن امور شرک کی نفی کرتا ہے یہ اس کے اثبات کے درپے ہیں اور توحید کے جن پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے ان کو ترک کرنے پر مُصر ہیں۔

قَوْلُهُ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحْتَوِنُهُمْ كَحَبِثِ اللَّهِ

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارا، اس کی طرف جھکا اور اپنی قضائے حوائج اور مشکلات کے لیے اس کی طرف راغب ہوا جیسا کہ عبادتِ قُبُور، بندگانِ طاغوت اور پرستارِ انصنام کا شیوہ ہے اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ ان کی تعظیم کریں اور ان کو مرکزِ محبت ٹھہرائیں۔ اگرچہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بھی محبت کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان طواغیت و انصنام اور غیر اللہ سے محبت و مودت میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ پس یہ لوگ لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں، نمازیں بھی ادا کرتے ہیں، رونے

لے مسند امام احمد، ترمذی، ابن جریر۔



دِقْوَهُ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ
دُونِ اللَّهِ أُنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ
وَ الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا
لِلَّهِ ۗ (البقرة : ۱۶۵)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

بھی رکھتے ہیں مگر انھوں نے غیر اللہ سے ایسی محبت کا ثبوت دیا جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص تھی، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ سے شرک فی المحبت کے مرتکب قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو انباز و معبود بنانے کی وجہ سے انھوں نے عبادتِ غیر اللہ بھی کی۔ یہ سب شرک ہے اور شرک وہ قبیح فعل ہے جو عمل کو باطل بنا دیتا ہے اور قول و عمل کی تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ شرک کا کوئی عمل نہ تو درجہ قبولیت کو پہنچ سکتا ہے اور نہ مرتبہ صحت کو۔

یہ لوگ اگرچہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس عظیم کلمہ کی ان تمام قیود کو بالائے طاق رکھ دیا ہے جن کا اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ ان قیود میں سے ایک قید اس کے مدلول کے ساتھ کلمہ کا علم اور اس کے تمام تقاضوں کو پیش نگاہ رکھنا ہے مگر یہ لوگ اس کے معنی اور علم سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے جس کی وجہ سے انھوں نے اللہ کی محبت میں دوسروں کو شریک ٹھہرایا۔

یہ کلمہ شرک کی نفی کرتا ہے لیکن یہ لوگ اپنی جمالت کی بنا پر اس کی نفی نہ کر پاتے اور جس اخلاص و توحید کا اثبات کرتا ہے، اس کا اثبات نہ کر سکے، انہوں نے یقین حکم کو قبول نہ کیا۔ اگر یہ لوگ کلمہ کا علم حاصل کر لیتے تو بلاشبہ ان تمام تقاضوں کو بھی پورا کرتے جو کلمہ کی اہل اور اساس تھے۔ اس میں وہ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت اور توحید کی شمع روشن کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور غیر اللہ کی محبت اور عبادت کو قطعی طور سے ترک کر دیتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا جولوگ ایماندار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

ایک مومن کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اُس سے محبت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اپنے اعمال کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ کے سوا جس کی عبادت ہو رہی ہو اُس کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ پس جس شخص کے دل میں قبولِ حق کی معرفت ہوگی وہ ان آیاتِ بیانات سے لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مضموم اور معنی اچھی طرح سمجھ لے گا اور توحید کے بارے میں اُس کی بصیرت چمک اُٹھے گی جس کی دعوت تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے دی ہے۔

قرآن کریم کی آیت ”أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ“ سابقہ آیت کی تشریح ہے۔ سابقہ آیت یہ ہے: قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ بالا آیت کے معنی و مضموم کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ: ”اے میرے رسول محمد! ان مشرکین سے کہہ دیجئے، جو غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں، کہ تم ان اصنام اور انداد کو پکار کر دیکھ لو اور ان کو مرکزِ توجہ ٹھہرا کر مشاہدہ کر لو کہ نہ تو یہ تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ اس کو ایک شخص سے ہٹا کر دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔“

آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ جس ذات کو اس پر قدرت اور طاقت حاصل ہے وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، جس کے قبضہ میں تمام مخلوق ہے اور جو تمام امور کے فیصلے کرتا ہے۔

عوتی رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ: ”مشرک یہ کہا کرتے تھے کہ ہم مسیح، عزیٰ اور ملائکہ علیہم السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ان کو یعنی ملائکہ، حضرت مسیح اور حضرت عزیٰ علیہم السلام کو ضرورت کے وقت پکارا کرتے تھے۔“

اسی آیت کریمہ کی تشریح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جنت میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے، جن کی عبادت ہوتی تھی، وہ مسلمان ہو گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”کچھ انسان جنت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جنت تو مسلمان ہو گئے، لیکن انسانوں نے جنت کا دین اختیار کر لیا۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات پر دلالت کناں ہے کہ وسیلہ درحقیقت اسلام ہی ہے۔ ان کے دونوں اقوال کا یہی مطلب ہے۔ اس آیت کے بارے میں الشدیی، ابو صالح سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”اس آیت میں حضرت عیسیٰ، اُن کی والدہ اور حضرت عزیر علیہم السلام،

مُراد ہیں۔“

مغیرہ، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے سلسلے میں فرمایا کرتے تھے:

”اس آیت میں حضرت عیسیٰ، عزیر علیہم السلام، شوح اور چاند مُراد ہیں“

مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

”حضرت عیسیٰ، عزیر اور ملائکہ علیہم السلام مُراد ہیں۔“

قَوْلُهُ : يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ

جب کوئی شخص دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے یا بارگاہِ الہی میں کوئی استغاثہ پیش کرتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اُس کا دل خوف سے کانپ رہا ہو یا اُس کے دل کی دنیا خوف ورجلہ کے جذباتِ صادقہ سے پُر ہو، یا یہ دونوں اوصاف اس کے اندر موجزن ہوں۔ اس کے بغیر کبیل عبادت ممکن نہیں ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”مغیرہ بن کے تمام اقوال صحیح ہیں کیونکہ یہ آیت ہر اُس معبود کو عام ہے جو

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو، خواہ وہ فرشتہ ہو یا جتن یا انسان۔ سلف مغتربین کرام کی یہ عادت ہے کہ وہ بطور مثال ایک جنس مقصود کو پیش کرتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص ترجمان سے حُنبز کے بارے میں پوچھے کہ وہ کیا اور کیسی ہوتی ہے، تو ترجمان ایک روٹی دکھا کر کہتا ہے کہ ”یہ“۔ ترجمان نے سمجھانے کی خاطر اگرچہ ایک روٹی ہی کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس سے مراد نوع ہے، عین نہیں۔

پس آیت زیر بحث میں ہر وہ شخص مخاطب ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے اور یہ مدعا ایسا ہے جو خود اللہ کی طرف وسیلہ بھی تلاش کرتا ہے اُس کی رحمت کا خواہاں ہے اور اُس کے عذاب سے خائف ہے۔

سو ہر وہ شخص جو کسی میت کو یا انبیاء و صالحین میں سے کسی کو پکارنے خواہ استغاثہ کے الفاظ میں یا کسی اور قسم کے الفاظ میں، سب کو یہ آیت شامل ہے جیسے کہ ملائکہ اور جنات کے شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پکارنے سے منع کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ پکارنے والوں کی تکلیف کو نہ تو دور کر سکتے ہیں اور نہ اُن سے ہٹا کر دوسرے شخص کو تکلیف میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ تَخْوِيلًا کو نکرہ استعمال فرما کر یہ بتایا ہے کہ وہ کسی قسم کی تکلیف کے رفع یا تحویل پر قدرت نہیں رکھتے۔

پس جو شخص کسی میت کو پکارتا ہے یا کسی غائب کو پکارتا ہے، خواہ وہ

نبی ہو یا ولی ہو یا فرشتہ ہو، کوئی بھی ہو، وہ ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسکی مدد کر سکتی ہے، نہ اس کی تکلیف رفع کر سکتی ہے اور نہ تحویل پر قدرت رکھتی ہے

اس آیت کریمہ سے اُس شخص کی تردید ہوتی ہے جو کسی صالح انسان کو پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ شرک تو یہ ہے کہ اصنام کو پکارا جائے۔

قَوْلُهُ: ﴿وَأَذَىٰ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ وَ قَوْلُهُ: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ بِرَأْسِهِمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾
علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ اپنے بندے، رسول، خلیل، امام، الخلفاء، ابوالانبياء، جس کی طرف

تمام قریش نسب و مذہب میں اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے، کے بارے



میں فرماتا ہے کہ وہ اپنے باپ اور اپنی قوم سے بالکل الگ تھلگ ہو گیا اور اُس نے اُن کے اصنام و اوثان سے قطع تعلق کرتے ہوئے کہا کہ

إِنِّي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۖ
 إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۝

جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو میں اُن سب سے بیزار ہوں۔ صرف وہ ذات کبریا جس نے مجھے پیدا کیا، وہ مجھے ضرور راہِ راست دکھائے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ:

وَجعلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِيمٍ لَعَلَّهُمْ يُرْجَعُونَ ۝

ابراہیم نے اس خالص توحیدی کلمہ کو اپنی اولاد میں باقی چھوڑا تاکہ وہ حق کی طرف لوٹیں۔ (الزخرف - ۲۴ - ۲۸)

اس آیت میں کلمہ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، جس میں کوئی شریک نہ ہو اور جس میں اصنام اور اوثان کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہو۔ درحقیقت اسی کو لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا جاتا ہے۔ اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں باقی رکھا تاکہ آئندہ نسل انسانی اس کی اقتدار کرتی رہے اور اسے اپنے لیے مشعلِ راہ بنالے۔

حضرت حکمرہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور السدزی وغیرہ رضی اللہ عنہم نے کلمہ سے مراد لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم عليه السلام کی اولاد میں کوئی نہ کوئی شخص ضرور باقی رہے گا جو اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرتا رہے گا۔

علامہ ابن جریر رضی اللہ عنہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین یہ اقرار کرتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم بھی نفل کرتا ہے

وَالَّذِينَ سَأَلَتَهُ مَن خَلَقَهُمْ
 لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (الزخرف - ۸۷)

”پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے“

اس قول کو ابن جریر رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبد بن حمید نے بھی روایت کیا ہے۔

ابن جریر اور ابی المنذر رضی اللہ عنہم قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”کلمہ باقیہ سے مراد اخلاص اور توحید ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم خلیل



عَلَيْهِ السَّلَامُ کی اولاد میں ایسے اشخاص ضرور باقی رہیں گے جو فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید پر قائم رہیں گے۔“

مصنف رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ”قیسائل“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

وَذَكَرَ سُجَّانَهُ أَنْ هَدِيَهُ اللهُ تَعَالَى كَاحْتِزَابِ اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
الْبُرْءَةِ وَ هَذِهِ الْمَوْلَاةُ يَهَى بَرَاتٍ اِدْر مَوْلَاتٍ كَاذِكْرُ كَرْنَا، اِسْ بَت
شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ كِي دِيلِ هِي كِه سِي كَلْمَةُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ هِي

یہی مضمون کو علامہ ابن قیم رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے اپنی کتاب ”الکافیۃ الشافیۃ“ (قصیدہ نوریہ) میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

وَ اِذَا تَوَلَّاهُ اَمْرًا دُونَ الْوِزِيِّ طَرَا تَوَلَّاهُ الْعَظِيمُ الشَّاهِبُ
یعنی جب کوئی شخص دُنیا کو ترک کر کے صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ عظمت اور شان والا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔

قَوْلُهُ : اِتَّخَذُوا اَحْبَابَهُمْ وَ رَهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللهِ

الاحبار — علماء۔

الرهبان — چویر

قرآن کریم کی اسی آیت کریمہ کی تفسیر رحمتِ دو عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود حضرت عدی بن حاتم رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے سامنے فرمائی ہے کہ

اِنَّهُ لَمَّا جَاءَ مُسْلِمًا دَخَلَ عَلَيَّ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ
عَلَيْهِ هَذِهِ الْاٰيَةَ . قَالَ
قُلْتُ : لَانَهُمْ

لَمْ يَعْبُدُوْهُمْ
عِبَادَتِمْ نِيْهِمْ كَرْتِيْ تَحِيَّ

فَقَالَ : بَلَى اِنَّهُمْ حَرَمُوْا
عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ وَ حَلَلُوْا لَهُمْ
الْحَرَامَ فَاتَّبَعُوْهُمْ فَذٰلِكَ
آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ان احبار
نہیں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام
کو حلال کہا تو لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا

عِبَادَتُهُمْ أَيَّاهُمْ پس یہی ان کی عبادت ہے۔

(اس روایت کو امام احمد امام ترمذی مع تمہین، عبد بن حمید ابن ابی عاتم اور طبرانی نے کئی بار نقل کیا ہے)

اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں:

”انہوں نے لوگوں کے کہنے اور ان کے مشوروں پر عمل کیا۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا
وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ
عَمَّا يُشْرِكُونَ ○
ان کو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم
دیا گیا ہے (کیونکہ) اُس کے سوا کوئی دوسرا
إِلٰہ اور مجبور نہیں اور وہ حقیقی اللہ ان کے

(النبیۃ - ۲۱) شرک سے پاک اور منزہ ہے۔

کیونکہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حلال قرار دے،

حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ حرام قرار دے

اور دین وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ مقرر کرے۔“

اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو چھوڑ کر غیر کی

اطاعت کرے اور تحلیل و تحریم کے معاملہ میں کتاب و سنت کی پیروی نہ کرے اور جن چیزوں پر

عمل پیرا ہونے کا اللہ نے حکم نہیں دیا، ان کی اتباع کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اُن کو

رب، معبود اور اللہ کا شریک بنا لیا ہے۔ یہ طریق عمل دین الہی اور توحید لآلہ الا اللہ کے سراسر

منافی ہے۔ اللہ اور معبود ایک ہی بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی اطاعت کو عبادت سے تعبیر

فرمایا ہے، معبودین کو ارباب کے نام سے موصوم کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا

(آل عمران - ۸۰) رب بناؤ۔

یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بناؤ۔

أَيُّكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ

مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران - ۸۰) کفر کرنے کا حکم کیسے دے سکتا؟



یہی شرک ہے اور ہر معبود رب ہے اور ہر مطاع، جس کی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو چھوڑ کر اطاعت کی جائے وہ گویا رب اور معبود مانا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِتَّكُفُوا لَعْنَةُ اللَّهِ لِكَيْفَ كُفِرْتُمْ بِهِ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا طَعْنَةَ عَلَيْهِمْ يُسُفَهُوا لِمَا كُفِرُوا بِهِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۲۱﴾ (انعام - ۱۲۱)

اسی مطلب اور مفہوم کو نظر رکھ کر ان آیات کو اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے مفہوم اور مندرجہ ذیل آیت کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ دونوں

آیات ہم معنی ہیں:

أَمْ لَكُمْ شُرَكَاءُ شِعُوا بِاللَّهِ كَمَا شِعُوا بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَمِنَ الشَّافِقِينَ ﴿۱۲۱﴾ (الشوریٰ - ۱۲۱)

والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا

اللہ نے اذن نہیں دیا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ

آیت کریمہ اِتَّخَذُوا آجَادَهُمْ دُجَاهًا فَهُمْ أَرْبَابًا قَدِيمِينَ ۚ وَاللَّهُ كَمَا مَطْلَب

بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”ان لوگوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب قرار دے لیا ہے اور حلال و حرام کے سلسلے میں ان کی اطاعت شروع کر دی ہے۔ ان کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی دو صورتیں ہیں:-

۱۔ یہ جانتے ہوئے کہ ان علماء اور پیروں نے دین حسد و ادا دنی کو تبدیل کر دیا ہے، ان کی تبدیل کی ہوئی شریعت پر عمل کریں اور یہ کہ ان کا اعتقاد اور یقین کامل ہو کہ ان لوگوں نے اللہ کی حلال شدہ چیز کو حرام اور حرام شدہ چیز کو حلال کر دیا ہے، اس کے باوجود صرف امراء اور رؤسائے قوم کو خوش کرنے کے لیے یہ اس تبدیل کو تسلیم کر لے ہوں اور ان کو یقین ہو کہ اس طرح ہم اللہ اور اس کے رسول کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کھلا جوا کفر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے اس کفر کو شرک قرار دیا ہے، اگرچہ یہ



لوگ ان کو سبوحہ نہیں کرتے، اور اُس شخص کے مُشرک ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان لوگوں کی راہ دین کی راہ نہیں، ان کی اطاعت کرتا ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کا اعتقاد اور ایمان یہ ہو کہ حلال اور حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام قرار دیا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کریں جیسا کہ آج کل کے مسلمان گناہ کو گناہ خیال کرتے ہیں لیکن اس کو کیے جا رہے ہیں، یہ گناہ گاروں اور معصیت کشوں کے حُکم میں ہوں گے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ اطاعت کے معنی نیکی کی اطاعت کے ہیں۔
حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنے والا اگر مجتہد ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اتباع کرے اور وہ اپنی استطاعت کی حد تک تقویٰ کا بھی حامل ہے لیکن حق اس کی نظروں سے اوجھل رہا، اُس شخص کی خطا کو اللہ تعالیٰ صرف معاف ہی نہیں کرے گا بلکہ اس پر اُسے اجر و ثواب سے بھی نوازے گا کیونکہ اُس نے اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہے۔ البتہ وہ شخص جس کو علم ہے کہ یہ بات کتاب و سنت کے خلاف ہے اور پھر وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور کتاب و سنت کو پس پشت ڈال دیتا ہے تو ایسا شخص شرک میں ملوث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے سخت عنت کی ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرے اور ان باتوں کی زبان اور ہاتھ سے ادا بھی کرے، یہ جانتے ہوئے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ یہ صریح شرک ہے اور ایسا شخص متحق عقوبت اور سزا ہے۔

علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ حق بات معلوم ہو جانے کے بعد اس کی مخالفت میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے، مگر وہ شخص جو استدلال پر قادر ہو لیکن اظہارِ حق سے عاجز ہو، ایسے شخص کیلئے جوازِ تقلید میں اختلاف ہے۔ اس شخص

کی حالت ایسے شخص کی سی ہے جو دین اسلام کو حق سمجھتا ہے لیکن اُس کا وہ انصاف میں ہے، ان میں رہتے ہوئے اسلام پر عمل کرتا ہے مگر بعض اعمال کے ادا کرنے سے وہ قاصر اور عاجز ہے۔ ایسے شخص کا ان اعمال کے ترک پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اِس قسم کے افراد کو نجاشی پر قیاس کیا جائے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ أَهْلَ كِتَابٍ فِيهِمْ كُفْرٌ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ أَصْحَابُ الْأَنْبِيَاءِ قَدِمُوا الْيَوْمَ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَذَلِكُمْ أَكْثَرُ لَدُنِّي إِذْ يَأْتِيَنَّكَ السُّرُورُ فَذُلُّوا فِي النَّارِ الْكَائِنَةِ فِي الْأَعْيُنِ وَمَا يَنْصُرُكُمُ اللَّهُ فِي شَيْءٍ مِمَّا كَفَرْتُمْ
وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ أَهْلَ كِتَابٍ فِيهِمْ كُفْرٌ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ أَصْحَابُ الْأَنْبِيَاءِ قَدِمُوا الْيَوْمَ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَذَلِكُمْ أَكْثَرُ لَدُنِّي إِذْ يَأْتِيَنَّكَ السُّرُورُ فَذُلُّوا فِي النَّارِ الْكَائِنَةِ فِي الْأَعْيُنِ وَمَا يَنْصُرُكُمُ اللَّهُ فِي شَيْءٍ مِمَّا كَفَرْتُمْ

(آل عمران - ۱۱۹)

دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ:

وَلِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّىٰ أَعْيُنَهُمْ تَوَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنْ الْحَقِّ
وَلِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّىٰ أَعْيُنَهُمْ تَوَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنْ الْحَقِّ

(المائدہ - ۸۳)

تیسرے مقام پر ارشادِ الہی ہے کہ:

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٍ يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَيَتَّقُونَ
وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٍ يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَيَتَّقُونَ

(الاعراف - ۱۵۹)

ہاں، وہ شخص جو حق کو مانتا ہے اور اس کی اطاعت بھی کرتا ہے مگر تفصیلات سے آگاہ نہیں ہے یہ اگرچہ غلطی پر ہی ہو اس کی مثال اِس شخص کی سی ہے جس کو سمتِ قبلہ کا علم نہیں لیکن اُس نے کوشش کی اور سمجھا کہ سمتِ قبلہ یہی ہے اور اُس نے نماز پڑھی تو اگر وہ سمتِ قبلہ نہ بھی ہو پھر بھی اُس کی نماز صحیح ہوگی اور اُس سے مواخذہ نہ ہوگا۔

البتہ وہ شخص جو کسی کی تقلید صرف پیروی نفس کی بنا پر کرتا ہے اور ہاتھ اور زبان سے اُس کی مدد بھی کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جن کی وہ تقلید کر رہا ہے وہ حق پر ہے۔ ایسے شخص کا شمار اہل جاہلیت میں ہوگا اور اُس کا کوئی عمل صالح شمار نہ ہوگا اگرچہ جس کی یہ تقلید کر رہا ہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر اسکا مقصد غلطی پر ہے تو یہ گناہ گار ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی شخص قرآن کے بارے میں اپنی رائے کو اچھا سمجھے، اگر اس کی رائے صحیح ہو جب بھی یہ گناہ گار ہوگا اور اگر یہ رائے غلط ہوگی تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم سمجھے۔ اس کا شمار اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں اور درہم دینار اور جُتبیہ و لباس کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دولت سے پیار کرتے ہیں اور دولت سے محبت و پیار اطاعتِ الہی سے روک دینے کا باعث بنتی ہے اور انسان دنیا کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ لوگ شرکِ اصغر میں مبتلا ہیں اور اسی مناسبت سے ان کو سزا بھی ملے گی۔ حدیث میں ہے کہ:

إِنَّ يَسِيدَ الزِّيَارِ شِرْكٌ
 كَمْ صَبَّحَ كِي رِيَاكَارِي يَمِي شِرْكِي يَمِي
 علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ آیت "وَقَجَمَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا" کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

”جس شخص کو اللہ نے پیدا کیا ہے تم اسی کو اللہ کا ہمسر بناتے ہو حالانکہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہی تو ہے اور اللہ تعالیٰ کی نامشرمانی میں ان کا اتباع کرتے ہو۔“

افسوس کا مقام ہے کہ اکثر عبادِ قبور اسی برائی میں مبتلا ہیں۔

قَوْلُهُ : وَ مِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا
 علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی حالت کا ذکر فرمایا ہے کہ دنیا میں ان کا طریق عمل کیا ہے اور آخرت میں ان کا حشر کیسا ہوگا۔ انھوں نے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اندا یعنی اللہ کے مثل و ہمسر بنا رکھے ہیں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اور ان سے اس نوع کی محبت رکھتے ہیں جو صرف اللہ سے رکھنی چاہیے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ایسی ہے کہ اُس کے سوا کوئی اللہ نہیں، نہ اس کی کوئی ضد ہے، نہ بند و مثال ہے، نہ کوئی اُس کا شریک ہے اور نہ اس کے کاموں میں کوئی اُس کا سا بھی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ سب بڑا گناہ کونسا ہے؟

قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ شَيْئًا يَنْدَا بِكَ أَنْتَ وَهُوَ خَلْقَكَ سب سے بڑا گناہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا سا بھی اور شریک ٹھہرانے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تجھے پیدا کیا ہے۔

قوله: وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

اللہ تعالیٰ سے مومنین کی محبت ان کی طرف سے اس کی معرفت تامہ، اُنکے دل کی گمراہیوں میں اس کی توفیر اور جذبہ توحید میں رشوخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ شریک نہیں کرتے بلکہ اسی ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اپنے تمام امور کی انجام دہی اور کامیابی کے لیے اسی سے اتجا کرتے ہیں۔

مشرکین نے چونکہ اپنے اوپر ظلم کی انتہا کر دی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس آیت کے بعد اُن کے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ
وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ لَنَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ مَرْجِعٌ وَلَا يَخْتَارُونَ
اللہ جَمِيعًا (البقرة - ۲۵)

کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔

بعض مفسرین یہاں یہ عبارت متعذر مانتے ہیں کہ:

“لَوْعَايَمُ وَالْعَذَابَ لَعَلِمُوا حَيْثُ يَدْعُونَ أَنْ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا”

یعنی اگر یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ان کو پتہ چل جائے کہ تمام قوتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام حکم اور فیصلے صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہیں کیونکہ تمام اشیاء اسی کے قابو میں ہیں، اسی کی مشیت کے تابع ہیں اور اسی کے قہر و غلبہ اور حکمرانی کے تحت ہیں، جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ

يَوْمَ مَسْئِدٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابًا مِّمَّا كَفَرْتُمْ وَلَا يُوَفِّيكَ وَلَا يُنقِصُكَ اللَّهُ شَيْئًا مِّنْ فَضْلِهِ إِنِّي عَلَىٰ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۵﴾ (الفجر - ۲۵، ۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ مشرک اپنے انجمن بد کو سمجھ لیں جو ان کو ذلیل و خوار کرنے کا تو یہ اپنی سرکشی اور گمراہی سے باز آجائیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور ان کے اعداؤں و معاندین اور تابعین و متبعوین کا مال بیان کیا ہے کہ یہ سب آپس میں بیزاری اور لاقلمتی کا اظہار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا (البقرة - ۱۳۷)

میدان مشرکوں سے وہ فرشتے (اور دیگر مقررین) جن کو یہ دنیا میں اپنے معبود خیال کرتے تھے، ان سے اظہارِ برأت کریں گے اور کہیں گے کہ

تَبَرَّأْنَا يَا رَبُّنَا رَبَّنَا كَمَا تَبَرَّأْنَا رَبَّنَا رَبَّنَا (البقرة - ۶۳)

فرشتے مزید کہیں گے کہ

سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَاٰتِنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ؕ بَلْ كَاٰنُوْا يَعْبُدُوْنَ الْبٰعِثِ ؕ اَحْكَمْتَهُمْ بِهٖمْ مَّقُوْلٰتُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سبا - ۲۱)

اور حجات بھی ان مشرکین سے اظہارِ نفرت کریں گے اور ان کی عبادت سے اپنے آپ کو بری قرار دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا
 مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ
 لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ
 الْبَيْتَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
 غَفْلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ
 كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَ
 كَانُوا بِبَيْتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

اور کون ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکانے والے ان کو پکار رہے ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے، اُس وقت وہ اپنے پکانے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔ (الاحقاف - ۶۰۵)

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ آیت **يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ** کے تحت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”جب یہ لوگ جو اپنے معبودانِ باطل کے ساتھ اللہ سے بھی زیادہ محبت رکھتے ہیں اور جہنم کے عذاب سے غلصی جاہل نہ کر سکے تو یہ جو صرف بتوں سے اور غیر اللہ سے محبت رکھتے ہیں کیونکر عذابِ الہی سے بچ سکیں گے؟“

عبد الوہاب رحمہ اللہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، ”فیہ مسائل“ کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں کہ

”جن امور پر توحید اور لا الہ الا اللہ کی بنیاد ہے وہ سورۃ بقرہ کی وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کفار کے بارے میں فرماتا ہے کہ وَمَا هُمْ بِبِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ۔ ان آیات میں ربِ ذوالجلال نے اُن کی یہ ہٹ دھرمی بیان کی ہے کہ وہ مُشرک جو اپنے معبودوں کے پہلو پہلو اللہ سے بھی محبت رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا گیا ہے، تو اُس شخص کا کیا حال ہو گا جس کو اللہ کے بند اور نظیر سے کہیں

لہ تفسیر ابن کثیر (ج اول ص ۲۰۸، ۲۰۹ - مطبوعہ قاہرہ) — مترجم

زیادہ محبت ہے اور اُس شخص کا کیا حشر ہوگا جو تنہا اپنے معبودانِ باطل سے ہی محبت کرتا ہے۔“

زیرِ بحث آیتِ کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں کسی شریک ٹھہراتا ہے اور اس کو اللہ کے سوا نیک قرار دیتا ہے تو گویا اُس نے اس کو بصورتِ محبت اللہ کی عبادت میں شریک بنایا۔ یاد رہے یہ بھی اللہ کے مثل اور شریک بنانے کی ایک شکل ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

وَمَا هُمْ بِعَابِدِينَ مِنَ الشَّارِ - اور دوسرے تمام پر فرمایا کہ وَكُفِرُوا بِاللَّهِ الَّذِي يَدْعُونَ الظَّالِمِينَ - اِس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَعَلَّ يَلْبِسُوا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُنْهَوْنَ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَلِيبٌ

ظلم نہیں ملایا۔ (الانعام - ۸۲)

پس جو شخص صرف اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور اسی کے لیے کسی سے محبت رکھتا ہے تو یہ شخص اپنی محبت میں غلط ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ دوسروں سے بھی محبت کرتا ہے

تو وہ مُشْرک ہے، جیسا کہ اُس کا فرمان ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ رِزْقًا وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ مِنْهَا الشَّيْطَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۝

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے تمہارے پینے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وہی تہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اُس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکالی تمہارے لیے رزق ہم بچھایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا

مُدِّمُ مَقَابِلِ نَهْضَةٍ (البقرہ - ۲۲، ۲۱)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”جو شخص قصائے حاجات اور حلِ بلیات کے سلسلے میں غیر اللہ کی طرف

راغب ہوا تو اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی محبت کا گرویدہ ہو گیا اور اس

باب میں اہل شے اس کی محبت ہی ہے۔“

کَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کے ساتھ شراکتِ غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادات کی نفی کرتا ہے اور اسکو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت گردانتا ہے۔ کلمہ اخلاص اسی کی وضاحت کرتا ہے لہذا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مفہوم کو سمجھنا، اس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور اسے دل میں راسخ کرنا انتہائی ضروری ہے اور اپنی پوری زندگی میں ظاہری و باطنی طور پر اس کے تقاضوں پر عمل کرنا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”توحیدِ محبوب یہ ہے کہ انسان اپنے کسی محبوب نہ بنائے یعنی اللہ تعالیٰ

کے ساتھ عبادت میں کسی اور کو ساتھی نہ قرار دے اور توحیدِ محبت یہ ہے کہ انسان

کے قلب میں محبت کی کوئی مقدار بھی باقی نہ رہے بلکہ سب کی سب اُس کے لیے

وقف کر دے۔ درحقیقت محبت اسی کا نام ہے، اگرچہ اس کو عشق کے نام سے

بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہی انسان کی بدرجہ غایتِ اصلاح، راحتِ نظر اور

انعام و اکرام ہے۔“

یہ بھی یاد رکھیے کہ اصلاحِ قلب اور فراوانیِ انعامات اسی صورت میں

میترا سکتے ہیں کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت جاگزیں ہو اور اگر غیر اللہ سے بھی محبت رکھے تو وہ محبت اللہ تعالیٰ کی

محبت کے تابع ہو۔ یعنی اگر کسی سے محبت رکھے بھی تو وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا

اور اُس کی خوشنودی کے لیے ہو، جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَلَاتٍ مَنْ سَخِنَ لِي فِيهِ الْإِ

لہ یہ حدیث صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ:-

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے محبت رکھنے کے مترادف ہے کیونکہ جب انسان کسی سے محبت رکھے گا تو اگر یہ محبت اللہ کی رضا کے لیے ہوگی تو حقیقت میں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ ہی سے ہوگا، اور اگر کسی خاص ذمیوی مقصد کے لیے ہوگی تو یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں نقص پیدا کرے گی اور غیر اللہ کی محبت میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی صداقت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ محبوب کے نزدیک جو اشیاء ناپسندیدہ ہیں یہ بھی اُن کو ناپسند اور مکروہ سمجھے، اور یہ مکروہ شے کفر ہے۔ اس کو اس لیے مکروہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے دوزخ میں دخل ہونے کا خطرہ ہے۔ محبت کا یہ معیار بہت ہی عظیم اور بلند ہے کیونکہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنی زندگی سے زیادہ کسی چیز سے محبت نہیں رکھتا۔ انسان جب اپنی جان اور اپنی زندگی سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اُس کے سامنے آگ پیش کی جائے اور کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرو ورنہ تمہیں آگ میں پھینک دیا جائے گا، تو وہ لاعمال آگ میں گر جانے کو پسند کرے گا لیکن کفر کا مرتکب نہ ہوگا۔ یہ ایسی عظیم الشان محبت ہے جو عشاق کے ہاں بھی نشوونما ہے، وہ بھی اپنے محبوب سے اس درجہ محبت نہیں رکھتے بلکہ اس قسم کی محبت کی مثال اور نظیر کا ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

- | | |
|--|---|
| جس شخص میں مندرجہ ذیل تین صفاتیں ہوں گی، وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا۔ | ثَلَاثٌ مِّنْ مَّنْ تَرَىٰ دَجًّا حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ |
| ۱۔ تمام دنیا کی نسبت اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ زیادہ محبت کرے۔ | ۱- أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمْ |
| ۲۔ اگر کسی سے محبت کرے تو اُس کا مقصد صرف اللہ کی رضا جوتی ہو۔ | ۲- وَأَنْ يُحِبَّ الْمَوْلَىٰ لِمَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ |
| ۳۔ ہدایت کے بعد کفر میں لوٹنا اُس کے نزدیک اس درجہ تکلیف دہ ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا۔ | ۳- وَأَنْ يَكُونَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكُونُ أَنْ يُقَذَفَ فِي النَّارِ |

یہ ایسی باکمال محبت ہے کہ انسان کے اپنے نفس، اپنے مال اور اپنی اولاد پر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کے احکام کو مقدم کر دانا جاتا ہے۔ اس بے مثل اور بے نظیر محبت سے ظاہری اور باطنی طور پر اللہ کے لیے خشوع و خضوع اور تذلّل، عظمت و جلال اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری انسان کے دل میں سرایت کر جاتی ہے۔ مخلوق کی محبت میں اس درجہ کی بلندی کا پایا جانا ممکن نہیں ہے اگرچہ اس کا مرتبہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو۔

پس جو شخص اس محبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنائے تو وہ اس سے ایسے بزرگ کا ارتکاب کرے گا جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ بَعْضِ لُغُومٍ لَّنَا شَرِيكٌ
دُونِ اللَّهِ آدَاءًا يُجِزُّوهُمْ
كَحَبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا
أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرة - ۱۶۵)

اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ مشرکین اپنے شرکار اور انہما سے اتنی محبت بالکل نہیں رکھتے کیونکہ مؤمنین کی اللہ سے محبت کا مثل اور نظیر مخلوقات کی محبت میں ملنا محال ہے۔ جیسا کہ مؤمنین کا محبوب بے مثل ہے اسی طرح مؤمنین کی محبت بھی بے مثل اور بے نظیر ہے۔

ہر وہ تکلیف جو غیر اللہ کی محبت میں پہنچے وہ اللہ کی محبت کے سلسلے میں ایک نعمت ثابت ہوتی ہے اور ہر وہ کراہت جو غیر اللہ کی محبت میں محسوس کی جائے وہ اللہ کی محبت کے لیے تسکین نظر کا باعث بنتی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے متعلق وہ مثالیں بیان کرے جو مخلوق کی محبت میں مخلوق کے لیے بیان کی جاتی ہیں مثلاً ہجر، وصل، محبت کا ٹوٹنا وغیرہ ایسے الفاظ زبان سے نکالے، تو یاد ہے کہ ان امثال محبت کا اللہ تعالیٰ کی

وَفِي الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا
يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص
”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا اقرار کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی عبادت
کی جاتی ہے اس سے کفر اور انکار کرے تو

محبت سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ان سے بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔ محبت
خداوندی میں اس قسم کی امثال و تشبیہات بیان کرنے والا شخص خطا کار ہے
یہ اس کی بہت بڑی خطا اور بہت بڑی غلطی ہے، اتنی بڑی کہ یہ اللہ تعالیٰ
سے بُعد اور اُس کے غضب کا باعث بنتی ہے۔“

قَوْلُهُ : وَفِي الصَّحِيحِ

یہاں صحیح مسلم مراد ہے۔ یہ روایت عن ابی مالک الأشجعی عن ابیہ عن النبی ﷺ ،
مروی ہے۔ ابو مالک کا پورا نام یہ ہے :

ابو مالک سعد بن طارق کوفی رضی اللہ عنہ — یہ ثقہ راوی ہیں اور تابعی ہیں۔ ۱۴۰ حج کے
لگ بھگ فوت ہوئے۔ ان کے والد حضرت طارق بن اشیم بن مسعود الأشجعی رضی اللہ عنہ ایک
جلیل القدر صحابی تھے۔ (اشیم، عمر کے ذرن پر ہے)۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ان سے
احادیث مروی ہیں لیکن تمام روایات ان کے بیٹے ابو مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ان کے علاوہ
اور کسی سے نہیں۔

مسند امام احمد میں ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے
یہ روایت سنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ وَحَدَّ اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا
يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَتَّى

مَا لَهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَىٰ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 ان سبک انکار کرے تو اسکا مال اور خون
 مسلمانوں پر حرام ہے اور اس کا حساب
 اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

قولہ : مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے جان اور مال کی حفاظت کو دو باتوں کے ساتھ
 معلق اور مشروط فرمایا ہے :

۱— پہلی بات یہ ہے کہ انسان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی علم اور یقین کامل سے شہادت دے۔
 ۲— دوسری بات یہ کہ انسان ہر اُس شخص اور ذات سے بیزاری اختیار کرے جس کی
 اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت ہو رہی ہو۔ اس چیز کو آنحضرت ﷺ نے صرف الفاظ تک
 محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ قول اور عمل دونوں کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

شارح کتاب شیخ عبدالرحمن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث اور متبرذیل
 آیت کریمہ دونوں ہم معنی ہیں۔ آیت کریمہ یہ ہے :

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ
 بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
 الْوُثْقَىٰ لَا انفصامَ لَهَا (البقرہ-۲۵۶)
 سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔
 مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

”یہ حدیث پاک ان عظیم احادیث میں سے ایک ہے جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 کے معنی کی وضاحت کرتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں
 جان و مال کی حفاظت کا ذمہ

- صرف لفظی اقرار کو نہیں سمجھا
- اور نہ لفظ و معنی کے حصول کو حفاظت کا ذریعہ قرار دیا
- اور نہ اقرار باللسان کو حفاظت کا ذریعہ فرمایا
- اور نہ عبادتِ الہی کو بلا شرکتِ غیرے حفاظت کا ذریعہ ٹھہرایا
- بلکہ توحید کے ساتھ ضروری قرار دیا کہ باطل معبودوں کا بھی انکار کیا جائے

یعنی جن کی عبادت ہو رہی ہے، جب تک کہ ان کی تردید نہ کرے اس وقت تک اسلام اس کے جان و مال کا محافظ نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی نے اس سلسلے میں شک اور تردد سے کام لیا تو اسلام اس کی حفاظت کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ مسئلہ کتنا اہم، کتنا واضح اور کتنا صاف ہے اور شرک کے لیے کس درجہ بُرا بن قاطع ہے۔“
شراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”یہی وہ شرط اول ہے جس کے بغیر لا الہ الا اللہ کا اقرار درست نہیں ہوگا اور نہ ان مذکورہ الصدر پانچ باتوں کے بغیر، جن کو مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا۔
کلرطبہ کا اقرار صحیح سمجھا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ
وَ قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ
يَفْتَنَةً وَ يَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا
كَلِمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانفال - ۳۹)
پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

ایک دوسری جگہ یوں فرمایا کہ

فَاتْلُوا الشُّرِكِينَ حَبِثًا
وَاجْتَنِبُوهُمْ وَاجْتَنِبُوا
أَحْضُرُوهُمْ وَأَعِدُّوا لَهُمْ كُلَّ
مَرَصِدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا
سَبِيلَهُمْ (التوبة - ۵) دو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جنگ جاری رکھنے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ وہ شرک سے توبہ کریں اور اپنی عبادت اور اعمال کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خاص کر لیں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک حکم کا بھی انکار کریں گے تو جنگ جاری رکھی جائیگی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَ حَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

مجھے حکم ملا ہے کہ مشرکین سے جنگ جاری رکھوں حتیٰ کہ وہ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کریں اور مجھ پر اور جو میری طرف دہی کیا گیا ہے اس پر ایمان لے آئیں۔ اگر یہ لوگ (یہ تینوں چیزیں) تسلیم کر لیں تو انہوں نے اپنا مال اور خون محفوظ کر لیا۔ ہاں، اسلام کا حق معاف ہوگا، ان کا حساب اللہ کے سپرد ہوگا۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بایں الفاظ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ يَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَ حَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین سے ہر وقت تک جنگ کی جائے جب تک کہ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر یہ (تینوں) چیزیں تسلیم کر لیں تو انہوں نے اپنا مال اور خون مسلمانوں سے محفوظ کر لیا۔ ہاں، اسلام کا حق معاف نہ ہوگا اور آخرت کا حساب اللہ کے سپرد ہوگا۔

مذکورہ الصدر دونوں احادیث سورہ انفال اور سورہ برآۃ کی آیات کی تفسیر اور توضیح ہیں۔ علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کے معنی پر اعتقاد نہیں رکھتا اور نہ اس کے تقاضوں پر عمل ہی کرتا ہے، ایسے شخص سے جنگ جاری ہے گی جب تک کہ وہ اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرے اور اس ضمن میں نفی اور اثبات کی صورت میں جو احکام دیے گئے ہیں اُن پر عمل کی دیواریں استوار نہ کرے۔

مندرجہ بالا حدیث کے متعلق ابوسلیمان الخطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”یہاں اصنام اور اوثمان کے بجاری مراد ہیں، اہل کتاب مراد نہیں ہیں“

کیونکہ اوثان کے پجاری لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرتے ہیں اور پھر مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔ لہذا ان کی گردنوں سے تلوار نہیں اٹھائی جائے گی۔“
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرے، اُس کی جان و مال کی حفاظت کو خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کے دل میں ایمان راسخ ہو جائے۔ اس سے مشرکین عرب اور اہل اوثان مراد ہیں۔ ان کے علاوہ جو کفر کی حالت میں توحید کا اقرار کرتے ہیں اُن سے صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار اُن کی جان و مال کی حفاظت کے لیے کافی نہیں ہے۔“
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

”اس ایمان کے ساتھ ساتھ اُن تمام احکام پر بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں، ایمان لانا اور عمل کرنا لازمی ہے جیسا کہ حدیث میں اسی تشریح موجود ہے کہ ”يُؤْمِنُوا بِغَيْرِ وَصِيٍّ حَقَّتْ بِهِ“
تاتاریوں کے ساتھ جنگ کے بارے میں جب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ

”تاتاری ہوں یا کوئی اور گروہ، جب تک شریعتِ اسلامیہ کے ظاہری احکام پر عمل نہ کریں اُس وقت تک اُن سے جنگ جاری رکھی جائے گی۔ اگرچہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کا اقرار کرتے ہوں اور بعض احکام شریعت پر عمل ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن لوگوں سے جنگ کا اعلان فرمایا تھا جنہوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ تمام فقہائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے۔“

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جو جماعت یا گروہ چند نمازیں ادا کئے اور چند چھوڑے یا روزے نہ رکھے یا حج نہ کرے یا جس شخص کا خون حرام ہے اس کی پروا نہ کرے یا لوگوں کا مال لوٹتا پھرے یا شراب کا عادی ہو، یا خجوا کھیلتا ہو یا محرم عورت سے نکاح کرے یا جہاد ترک کرے یا ان کے عملادہ واجباتِ دین میں سے کسی امر واجب کو بلاعذر شرعی ترک کر دے جس کے ترک پر

حَرَمَ مَالَهُ وَدَمَهُ وَحِسَابَهُ عَلَى

اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

وَشَرَحَ هَذِهِ التَّرْجَمَةَ - مَا بَعْدَهَا
مِنَ الْأَبْوَابِ -

اُس کی جان اور مال محفوظ ہو گیا، البتہ اس کا حساب کتاب اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اس باب کی شرح آئندہ آنے والے تمام ابواب میں۔

کفر لازم آتا ہے ایسے گروہ سے جنگ کرنا ضروری ہے اگرچہ وہ گروہ مندرجہ بالا احکام کا زبانی طور پر اقرار بھی کرتا ہو۔“

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اس میں علماء کا اختلاف مجھے نظر نہیں آیا بلکہ محققین علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ گروہ باغی نہیں کہلائے گا بلکہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔“

قَوْلُهُ : وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ :

یعنی اُس کا حساب اللہ تعالیٰ کے پروردگار سے ہے۔ سو جو شخص لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ کا امتدادِ قلب کی گہرائیوں اور صدقِ دل سے کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے انعام و اکرام سے نوازے گا اور اگر اُس کے دل میں نفاق ہے تو وہ عذابِ الیم سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ البتہ دنیا میں اُس کے ظاہری اعمال پر حکم لگایا جائے گا۔

غرض یہ ہے کہ جو شخص توحید کا اقرار کرے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جو ظاہرِ اسلام کے منافی ہو اور شریعتِ اسلامیہ کی باقاعدہ پابندی کرے اُس سے تعرض نہ کرنا ضروری ہے۔

شاح کا کہنا ہے کہ زیر بحث حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات انسان لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے لیکن معبودانِ باطل کی تردید نہیں کرتا تو آیاتِ مُسکَم اور احادیثِ رسول کی رُو سے ایسے شخص کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں اور اہل اسلام کے ذمہ ہرگز نہ ہوگی۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ فِيهِ اَكْبَرُ الْمَسَاطِلِ وَ اَهْمُهَا
وَ هِيَ تَفْسِيرُ التَّوْحِيدِ وَ تَفْسِيرُ
الشَّهَادَةِ وَ بَيِّنَاتُ بِأُمُورٍ وَ اَضْحَحَةٌ -
① اس باب میں جو سب سے اہم مسئلہ بیان ہوا وہ توحید اور کلمہ ” لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ “ کی تفسیر ہے جسے واضح اور صاف الفاظ میں چند باتوں سے
بیان کیا گیا ہے۔

الثانیہ مِنْهَا: آيَةُ الْإِسْرَاءِ بَيِّنَةٌ
فِيهَا الرَّدُّ عَلَى الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ
يَدْعُونَ الصَّالِحِينَ -
فِيهَا: بَيِّنَاتُ أَنَّ هَذَا هُوَ
الشِّرْكُ الْأَكْبَرُ -

② ان میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ہے جس میں ان مشرکین کی تردید
کی گئی ہے جو مصائب و مشکلات میں صالحین کو پکارتے ہیں ، اور یہی
شُرک اکبر ہے۔



الثالثة **وَمِنْهَا: آيَةُ بَرَاءَةٍ، بَيَّنَّ فِيهَا أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ إِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَبَيَّنَّ أَنَّهُمْ لَمْ يُؤْمَرُوا إِلَّا بِأَنْ يَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا مَعَ أَنَّ تَفْسِيرَهَا الذِّمِّيُّ لَا إِشْكَالَ فِيهِ طَاعَةُ الْعُلَمَاءِ وَالْعُبَادِ فِي الْمَعْصِيَةِ لَا دُعَاؤُهُمْ إِيَّاهُمْ.**

③ تیسری بات جو اس باب میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے سوڑ برآة کی اس آیت کی تفسیر ہے جس میں اہل کتاب کے کردار کا نقشہ کھینچا گیا ہے اہل کتاب کا یہ عمل بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اپنا رب بنا لیا تھا جس کا ان کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہ تھا بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، حالانکہ سورۃ برآة کی آیت کی بلاشبہ شکل صحیح تفسیر یہ ہے کہ اہل کتاب کے اپنے علماء و عباد کو رب بنانے کے معنی عمل معصیت میں ان علماء و زہاد کی اطاعت کرنا ہے نہ کہ ان سے فریادیں کرنا مراد ہے۔

الرابعة **وَمِنْهَا: قَوْلُ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لِكُفَّارٍ: إِسْنِيَّ بَرَاءٍ مِمَّا**

تَعْبُدُونَ إِلَّا الذِّعَ فُطِرَ -
 فَاسْتَنْتَنِي مِنَ الْمَعْبُودِينَ رَبَّهُ
 وَ ذَكَرَ سُبْحَانَهُ أَنَّ هَذِهِ
 الْبِرَاءَةَ وَ هَذِهِ الْمَوْلَاةُ هِيَ تَفْسِيرُ
 شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 فَقَالَ " وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي
 عَقْبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ "

③ چوتھی بات جو اس باب میں ذکر ہوئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ برأت ہے جس کا انہوں نے کفار کے سامنے اظہار فرمایا تھا کہ "میں تمہارے باطل معبودوں سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور صرف اُس ذات کی اتباع کا دم بھرتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان باطل معبودوں سے اپنے رب تعالیٰ کو بہت ہی حسن انداز سے مستثنیٰ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی برأت اور موالات کو حقیقت میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی تفسیر اور شہادت سے تعبیر فرمایا اور کہا کہ "ہم نے اس عظیم الشان کلمہ کو اپنے خلیل کی اولاد میں باقی رکھنے کا فیصلہ کر دیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس کی طرف رجوع کریں اور مستفیض ہوتی رہیں"

للخامسنا ومنها: أَيْةُ الْبَقْرَةِ فِي الْكُفَّارِ

الَّذِينَ قَالَ فِيهِمْ " وَ مَا هُمْ
 بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ " ذَكَرَ أَنَّهُمْ

يُحِبُّونَ أَنْدَادَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ -
 فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُمْ يُحِبُّونَ اللَّهَ حُبًّا
 عَظِيمًا وَ لَمْ يُدْخِلَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ
 فَكَيْفَ بِسِنِّ أَحَبَّ النَّبِيَّ أَكْبَرُ
 مِنْ حُبِّ اللَّهِ ؟ فَكَيْفَ بِسِنِّ
 لَمْ يُحِبَّ إِلَّا النَّبِيَّ وَحْدَهُ وَ لَمْ
 يُحِبَّ اللَّهَ ؟

⑤ اس باب میں اہم ترین وہ مسئلہ ہے جو سورہ بقرہ کی آیت میں بیان
 ہوا ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ ”اہل کفر جہنم سے ہرگز نہ نکل پائیں گے“
 اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ کافر اور مشرک اپنے انداز سے اسی طرح
 محبت رکھتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنی چاہیے تھی۔ اس سے
 یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کافر اور مشرک بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار
 تھے، لیکن اس کے باوجود ان کو حلقہٴ اسلام میں شمار نہیں کیا گیا کیونکہ اس
 محبت کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہنا چاہیے، غور فرمائیے کہ اُس
 شخص کا کیا مقام ہے جو اپنے انداز سے اللہ سے زیادہ محبت رکھتا ہو؟ یا
 اُس شخص کی حالت کیا ہوگی جس کی اللہ تعالیٰ سے تو محبت نہیں ہے مگر وہ اپنے
 باطل معبودوں سے محبت رکھتا ہے؟

السَّادِسَةُ وَمِنْهَا : قَوْلُهُ : **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ كَفَرْنَا بِمَا يُعْبَدُ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرَمَ مَالُهُ وَ دَمُهُ**

وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ^ط
 وَ هَذَا مِنْ أَعْظَمِ مَا
 يُبَيِّنُ مَعْنَى "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"
 فَإِنَّهُ لَمْ يَجْعَلِ التَّلْفُظَ بِهَا عَاصِمًا
 لِلدَّمْرِ وَالْمَالِ-

بَلْ وَ لَا مَعْرِفَةَ مَعْنَاهَا
 مَعَ لَفْظِهَا. بَلْ وَ لَا الْإِقْرَارُ
 بِذَلِكَ. بَلْ وَ لَا كَوْنَهُ لَا يَدْعُو
 إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. بَلْ
 لَا يَحْرُمُ مَالَهُ وَ دَمَهُ حَتَّى
 يُضَيِّفَ إِلَى ذَلِكَ الْكُفْرَ بِمَا
 يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ-
 فَإِنْ شَكَّ أَوْ تَوَقَّفَ
 لَمْ يَحْرُمِ مَالَهُ وَ دَمَهُ فَيَالِهَا
 مِنْ مَسْأَلَةٍ مَا أَعْظَمَهَا وَ أَجَلَّهَا؟
 وَيَالِهَا مِنْ بَيَانٍ مَا أَوْضَحَهَا
 وَ حُجَّةٍ مَا أَقْطَعَهَا لِلْسَّنَازِعِ؟

④ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَافِرًا كَمَا بَيَّنَّاهُ فِي مَقَالَتِنَا "بِحُجَّتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَمَا

اقرار کرے اور معبودانِ باطل کا انکار کرے تو اسلام اس کی جان اور مال کا
محافظ ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

رحمتِ عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے
معنی و مفہوم کو ٹھیک ٹھیک واضح کرتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے
صیرتِ زبانی اقرار، اقرار کے ساتھ معنی کا سمجھ لینا اور اس کے ساتھ ساتھ
صرف اس کی عبادت بایں طور کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔
ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار اس وقت تک
فائدہ مند ثابت نہ ہوگا جب تک کہ معبودانِ باطل کی تردید اور مخالفت نہ
کی جائے۔ اگر کسی نے باطل معبودوں کے بارے میں ذرا بھی شک کیا یا
توقف سے کام لیا تو اس کے جان و مال کی حفاظت کا اسلام ذمہ دار نہ ہوگا۔

یہ مسئلہ کتنا عظیم اور اہم ہے؟

کتنا واضح اور غیر مبہم ہے؟

اور مخالفین کے خلاف کس درجہ برہان قاطع ہے؟



باب
من الشِّرْكِ لِبَسِّ الْخَلْفَةِ
وَالْخِطِّ



اس باب میں ئیہ بیان کیا گیا ہے کہ رفع بلا اور
دفع مضائب کے لیے چھلا پہننا یا گلے میں دھاگے
ڈالنا شرک ہی کی ایک قسم ہے۔

قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ
 مِنَ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ
 بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ
 أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ
 رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ
 يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ

(النمر - ۳۸)

ان سے کہو، جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ مجھ کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے اُس کے پہنچاتے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روک سکیں گی؟

بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ باطل معبود کسی کام کو سرانجام دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

قَوْلُهُ : قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے، اُس کی ضروریات کا اللہ ہی ناسن ہے۔

جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ:

إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهُ وَأَشْهَدُ وَأَشْهَدُ

آئی نبوتی مَعَمَا تَشْرِكُونَ ○

میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک

تھا رکھا ہے، اس سے میں بیزار ہوں۔

مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُونِي تَمَّ سَبَّ سَبِّ كَرِيمٍ خِلَافَ إِسْنِي كَرْنِي

جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظَرُونَ ○ میں کسراٹھانہ رکھو اور مجھے ذرا ہمت نہ دو۔
 اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا رب بھی
 رَقِي وَرَتِّكُمَا مِنْ ہے اور تمھارا رب بھی۔ کوئی جان دار
 دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اِيْخِذْ ایسا نہیں جس کی چوٹی اُس کے ہاتھ
 بِسَاصِيَّتِهَا اِنَّ رَقِي میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب
 عَلَى صَوَابٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ سیدھی راہ پر ہے۔

(ہود - ۵۲، ۵۵)

اس آیت کریمہ کے معنی کے متعلق قتال بالمعنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے سوال کیا تو سب خاموش ہو گئے، اس لیے کہ مشرکین یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے کہ ہمارے یہ معبود کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں بلکہ اپنے معبودوں کے بارے میں وہ صرف یہ تصور رکھتے تھے کہ یہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے مابین وساطت و شفعا ہیں۔ وہ ہرگز یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے لیے مشکل کشا ہیں یا ہماری بے بسی اور بے کسی کی حالت کو بدل سکتے ہیں۔

وہ یہ جانتے تھے کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے جیسا کہ اُس کا فرمان ہے کہ:

ثُمَّ اِذَا مَتَّكُمُ الضُّرُّ فَاِيَّاهُ تَجْعُدُونَ ○ پھر جب تکنی سخت وقت تم پر آئے تو تم
 كَشَفَ الضُّرُّ عَنْكُمْ اِذَا لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اُس کی طرف دڑتے
 فَرِيقًا مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ ہو کر جب اللہ اُس وقت کو ٹال دیتا ہے
 يُشْرِكُونَ ○ تو یکایک تم میں سے ایک گزہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو (اس مہرانی کے شکرے

(النحل - ۵۲، ۵۳) میں) شریک کرنے لگتا ہے۔

شارح صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اور اس قسم کی دوسری آیات، غیر اللہ سے قلبی تعلق وابستہ کرنے یا کسی سے حصول نفع اور رفق ضرر کی توقع قائم رکھنے کو باطل قرار دیتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی شرک ہے۔ اس آیت میں مشرکین کی یہ علامت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور مصائب و مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ چیز توحید کی عین ضد ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے، اُس کی طرف رجوع کیا جائے، اسی پر



عن عمران بن حصين رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ حَلَقَةٌ مِنْ صُفْرِ - فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذِهِ ؟ قَالَ مِنَ الْوَاهِنَةِ فَقَالَ : أَنْزَعَهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا -

حضرت عمران بن حصین رضي الله عنه سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پتیل کا چھلکہ دیکھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ یہ واہنہ (کمزوری) کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا اسے اتار دے یہ تجھے کمزوری کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

توکل کیا جائے اور تمام عبادات کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ وحدہ لا شریک لہ کو قرار دیا جائے جیسا کہ کتاب و سنت میں اس کے دلائل موجود ہیں اور جس طرح کہ پہلے گزر چکا کہ سلفِ امت اور ائمہ دین کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔

امام احمد رضي الله عنه نے ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا فِي يَدِهِ حَلَقَةٌ مِنْ صُفْرِ - فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذِهِ ؟ قَالَ مِنَ الْوَاهِنَةِ فَقَالَ : أَنْزَعَهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا -
 کو ہاتھ میں پتیل کا چھلکہ دیکھا آپ نے پوچھا "تجھ پر افسوس ہو، یہ کیسے ہے؟"
 اُس نے کہا کہ "واہنہ (بیماری کا نام ہے) کے لیے پھنا ہے؛" آپ نے فرمایا خبردار! اس سے تیری بیماری اور کمزوری بڑھے گی، گھٹے گی نہیں۔ اسے اتار دو

عَنْكَ فَإِنَّكَ لَوْ مِتَّ أَكْرِيهَ بِنْسِنَهٗ هُوَ تَحْتَهُ مَوْتِ أَكْسَى تَوْ
وَمَيَّ عَلَيْكَ مَا تَوَكَّسْتُمْ بِنَسْبَتِ نَهْ بَاكْسَهٗ كَا
أَفَلَمَتَّ أَبَدَا

صحیح ابن جبان میں یہ الفاظ ہیں کہ

فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ أَوْ كَلِمَتَ
اِئْتَهَا

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے

قوله : عن عمران بن حصين رحمۃ اللہ علیہ

ان کا پورا نام یہ ہے :

عمران بن حصین بن عبید بن خلف الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ ابو نجد ان کی کنیت تھی۔

یہ خود بھی صحابی تھے اور ان کے والد ماجد بھی صحابی تھے۔

جس سال خیر بقرع ہوا تھا یہ اسی سال مسلمان ہوئے تھے۔

انہوں نے ۱۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن کا عمر ان سے سماع

ثابت ہے اور پھر سندیں "ابن عبد عمران" سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

قوله : رَأَى رَجُلًا

أَخْبَرَتْ رحمۃ اللہ علیہ نے جس شخص کے ہاتھ میں حلقہ دیکھا تھا اس کا نام حدیث میں درج نہیں

لیکن حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ اس حدیث کے راوی خود کہتے ہیں کہ :

دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فِي خَدْرِ قَبْرِ

مِنْ خَدْرِ خَدْرِ رَسُولِ اللَّهِ فِي خَدْرِ قَبْرِ

مِنْ خَدْرِ خَدْرِ رَسُولِ اللَّهِ فِي خَدْرِ قَبْرِ

قوله : مَا هَذِهِ (الحديث)

لفظ ما تفصیل طلبی کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور تفہام انکاری کی بنا پر بھی۔ یہاں تفہام انکاری

کا مفہوم زیادہ واضح ہے۔

فَاتِكَ لَوْمَتٌ وَ هِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا

اگر اس چھلے کو پھینے ہوئے تجھے موت آگئی تو تو کبھی نجات نہ پائے گا۔

قوله : مِنَ الْوَاهِنَةِ

واہنہ کی تشریح میں ابن اثیر صاحب النہایہ لکھتے ہیں کہ:

”یہ ایک رگ ہے جو کندھوں یا ہاتھ میں پھول جاتی ہے، اس سے نجات

حاصل کرنے کے لیے دم کیا جاتا ہے۔“

بعض کا کہنا ہے کہ واہنہ مرد کے بازو میں ایک بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری

عورتوں کو لاحق نہیں ہوتی۔

آنحضرت ﷺ نے اس حلقہ کو پھیننے سے اس لیے روک دیا تھا کہ مریض نے وہ حلقہ

اس وجہ سے پھینا تھا کہ یہ حلقہ اس کو درد سے محفوظ رکھے گا۔

اس نوع کے امراض میں انسان کے عقیدے کو بہت بڑا دخل ہے

قوله : يَنْزِعُهَا فَإِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا

نزع کسی چیز کو طاقت کے ساتھ اتار پھینکنے کو کہتے ہیں۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے واضح فرمایا ہے کہ اس کڑے سے بجائے فائدہ

کے اُلٹا نقصان ہو گا جس سے تم مزید کمزور پڑ جاؤ گے۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ نے

جن اشیاء کے استعمال سے منع فرمایا ہے وہ بسا اوقات فائدہ مند ثابت نہیں ہوتیں اور اگر ان سے

کسی وقت معمولی فائدہ ہو بھی جائے تو نقصان فائدہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

قوله : فَاتِكَ لَوْمَتٌ

آنحضرت ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس قسم کے پھلے وغیرہ کو پھینا شرک ہے،

اور شرکیہ تعویذ گندوں سے فلاح و کامیابی اور سعادت حاصل نہیں ہو سکتی (فلاح سے مراد کامیابی و فلاح اور سعادت

ہے۔ — شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ”فیہ مسائل“ کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ بِسَنَدٍ لَا بَأْسَ بِهِ۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایسی سند سے بیان کیا ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہے۔

یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو شرک منکر الکاہل سے تصدیق کرتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ لاطمی کی سنا پر بھی کسی شخص کو شرک کے معاملے میں معذور نہیں سمجھنا چاہئے گا، جو شخص اس قسم کے افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس پر شہادت ہی سختی سے نیکر کی گئی ہے۔

قوله : رَوَاهُ أَحْمَدُ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حسان بن عبد اللہ بن اس بن اس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صععب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افضی بن دعی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن معد بن عدنان۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ ابو عبداللہ ذہلی، ثم شیبانی مروزی، ثم بغدادی۔ اپنے وقت کے امام تھے اور اُس دور کے تمام فقہاء اور محدثین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ انتہائی پرہیزگار، سنت خیر الوری کے بہت ہی شیدائی تھے۔ بدرجہ غایت متقی اور احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت درجہ کے متبع تھے۔ اہل سنت میں سے کسی نے ان کے بارے میں خوب کہا ہے کہ

عَنِ النَّبِيِّ مَا كَانَ أَصْبَرَ
وَبِالْمَاضِيْنَ مَا كَانَ أَشْبَهَهُ
أَتَتْهُ النَّبِيَّ فَبَايَاهَا

کس درجہ دنیاوی مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے والے تھے کس درجہ سلف صالحین کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ دنیا اپنی زیب و زینت سے بچ کر ان کے سامنے آئی لیکن انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کس کو شبہات ان پر

وَالشَّبَابُ فَفَنَّاَهَا

حملہ آور ہوئے لیکن ان کی تمہت بصری نے اکتونم کرنا

یہ جلیل القدر امام ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو بیمار ہوئے اور ۱۳ ربیع الاول کو جمعہ کے روز فوت ہو گئے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ اور فضل بن زیاد کا کہنا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔

حنبل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ۱۲ ربیع الاول، جمعۃ المبارک ۱۶۴ھ کو ۷۷ برس کی عمر پر کراپ نے انتقال کیا۔

جن بے شمار ائمہ کرام سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کسب علم کیا ان میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :-

ہشیم رحمہ اللہ

جریر بن عبد الحمید رحمہ اللہ

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

معتز بن سلیمان رحمہ اللہ

یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ

محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

یزید بن ہارون رحمہ اللہ

عبد الرزاق رحمہ اللہ

عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ

ان اساتذہ کرام کے علاوہ مکہ المکرمہ، بصرہ، کوفہ، یمن اور بغداد وغیرہ شہروں کے لاتعداد شیوخ

سے فیض علم حاصل کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جن لوگوں نے روایت نقل کی، ان میں درج ذیل جلیل القدر

ائمہ عظام کے اسمائے گرامی لائق تذکرہ ہیں :

امام احمد رحمہ اللہ کے دونوں بیٹے حضرت عبداللہ اور صالح رحمہما اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ،

وله عن عقبه بن عامر مرفوعاً : مَنْ تَعَلَّقَ
تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ . وَمَنْ
تَعَلَّقَ وَدَعَا فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ .

مند احمد میں ہی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گلے میں تعویذ لٹکاتا ہے، اللہ تعالیٰ
اُس کی خواہش کو پورا نہ کرے۔
اور جو شخص سپی وغیرہ لٹکائے اللہ اُسے آرام نہ دے۔

امام مسلم رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ، ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ، ابراہیم الحریزی رحمہ اللہ، ابوزرعہ الثمشی
رحمہ اللہ، عبداللہ بن ابی الدینا رحمہ اللہ، ابوالکرام رحمہ اللہ، عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ، ابوالقاسم
البحوی رحمہ اللہ۔

امام بغوی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ سے سب آخریں روایت بیان کرنے والوں میں ہیں۔
امام احمد رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے مندرجہ ذیل ائمہ نے بھی ان سے روایت نقل کی ہے۔

عبدالرحمن بن ممدی رحمہ اللہ اور اسود بن عامر رحمہ اللہ
ان کے اقران میں سے علی بن مدینی رحمہ اللہ اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ بھی ان سے اخذ روایت
کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔

قوله : و له عن عقبه بن عامر مرفوعاً
اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی سند میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح البریلی رحمہ اللہ اور
حاکم رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

قوله : مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ
حدیث کا یہ ایک جملہ ہے، پوری حدیث یہ ہے جو مندرام احمد میں ہی منقول ہے۔

و فی روایۃ : مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ -

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس شخص نے اپنے گلے میں تعویذ لٹکایا
اُس نے شرک کیا۔

فقال حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث حدثنا عبد
العزيز بن مسلم حدثنا يزيد بن ابي منصور عن د جين
العجوى عن عقبه بن عامر الجهني

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دس افراد پر مثل ایک وفد رسول اللہ
أَقْبَلَ إِلَيْهِ دَهْطُ قَبَايَحَ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا
تَسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ: آپ نے نوے تو بیعت لے لی اور ایک
وَاجِدٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ کی بیعت سے ہاتھ روک لیا۔ سب نے عرض کیا
اللَّهُ ﷺ بَايَعَتْ تَسْعَةً یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نوے بیعت
وَأَمْسَكَتَ عَنْ هَذَا؟ لے لی لیکن ایک شخص کو کیوں چھوڑ دیا؟
فَقَالَ : إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً آپ نے فرمایا کہ اس نے تعویذ باندھ رکھا
فَادْخَلَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا سب نے چنانچہ اس شخص نے تعویذ کو فوراً کاٹ
فَبَايَعَهُ۔ کو پھینک دیا تب آپ نے بیعت لے لی۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے اور فاضل فقیہ تھے اور
بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین سال تک مصر کے گورنر رہے۔
سنتہ کے قریب فوت ہوئے۔

قَالَ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً اور سُرمایا کہ جس نے تعویذ ڈالا،
فَقَدْ أَشْرَكَ اُس نے شرک کیا

حاکم رضی اللہ عنہ نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قَوْلُهُ : مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً

یعنی جو شخص اس نیت سے تعویذ لگے میں ڈالے کہ اس سے کوئی نفع حاصل ہوگا یا کوئی تکلیف اور مصیبت دُور ہو جائے گی۔

تمیہ کے متعلق المنذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”تمیہ چرمے کے اُس پرنے کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز لکھی گئی ہو۔ اہل عرب اس نیت لکھتے تھے کہ اس سے آفات سے بچاؤ ہو سکے۔ یہ سراسر جہالت اور ضلالت کی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تکلیف دُور کر سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے۔“

ابوالسعادات رحمہ اللہ، ”نہایہ“ میں لکھتے ہیں کہ تمیہ کو عرب لوگ اپنے بچوں کے گلے میں

ڈالتے تھے تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہیں لیکن اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔

قوله : فَلَا آتَمَّ اللَّهُ لَهُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعویذ گندوں والوں کے لیے یہ بددعا ہے۔

قوله : وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَا فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ

ودعا بفتح الواو وسكون المهملة

صاحب مسند الفردوس لکھتے ہیں کہ:

”ودعا ایک سمندری چیز ہے جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور وہ صدف کی

ہم شکل ہوتی ہے۔ اہل عرب اس کو بچوں کے گلے میں اس لیے ڈالتے تھے تاکہ

وہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔“

قوله : فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ

یعنی اُسے آرام و سکون حاصل نہ ہو۔ صاحب نہایہ ابوالسعادات رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی

اُس کے لیے بددعا ہے۔

قوله : وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ

ابوالسعادات رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

لہ شیشے کے سوراخ دار دانے جن کو تسبیح یا ہار وغیرہ میں پرو کر گلے میں ڈالا جاتا تھا۔

ولابن ابی حاتم عن حذيفة رضي الله عنه أَنَّهُ رَأَى
رَجُلًا فِي يَدِهِ خَيْطٌ مِنَ الْحَبِي
فَقَطَعَهُ

ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضي الله عنه سے بیان کیا کہ انہوں نے ایک
شخص کے ہاتھ میں بخار کی وجہ سے دھاگہ دم کیا ہوا دیکھا تو حضرت حذیفہ رضي الله عنه
نے اُسے کاٹ دیا۔

”اس کو شرک اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا یہ گمان تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی
لکھی ہوئی تقدیر کو بدل سکتی ہے اور یہ کہ انہوں نے اس کو غیر اللہ سے ضرر دینا
کا حل سمجھا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مشکلات کو دور نہیں کر سکتا۔“

قوله : وَلَا بِنِ ابْنِ حَاتِمٍ

پوری روایت یہ ہے :-

قال ابن ابی حاتم : حدثنا محمد بن الحسين بن ابواھیم
بن اشكاب ، حدثنا يونس بن محمد ، حدثنا حماد بن سلمة

عن عاصم الاحول عن عروة

دَخَلَ حَدِيفَةُ عَلِيًّا

مَرِيضًا فَرَأَى فِي عَضُدِهِ

سَيْرًا فَقَطَعَهُ اَوْ اَنْزَعَهُ

ثُمَّ تَلَا : وَمَا يُؤْمِنُ

اَكْتَدَهُم بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

مُشْرِكُونَ ○

أَيْتِ پڑھی وَمَا يُؤْمِنُ اَكْتَدَهُمُ
بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف - ۱۰۶)

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے :-
 ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادريس الازدی نعمتی الحنظلی۔
 ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حافظ الحدیث تھے۔ تفسیر، جرح و تعدیل اور دیگر علوم کے ماہر تھے۔
 ۳۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت خذیفہ رحمہ اللہ میان کے بیٹے تھے۔ میان کا نام خُئیل تھا۔ انہیں خُئیل بھی
 کہا جاتا ہے۔ عصبی تھے، انصار کے صلیف تھے۔ جلیل القدر اور سابقین الاولین صحابہ میں سے تھے۔
 ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ السرب بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت میان
 بھی صحابی تھے۔ حضرت خذیفہ رحمہ اللہ، ۳۲۳ھ میں حضرت علی رحمہ اللہ کی خلافت کے شروع زمانے
 میں فوت ہوئے۔

قولہ : قَوَّيْ دَجَلًا فِي يَدِهِ خَيْطًا مِنَ الْعَصَى
 جاہل لوگ تعویذ، دھاگے اور اسی قسم کی دیگر غلط رسوم کا ارتکاب کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا
 کہ اس سے بچارا تر جاتا ہے۔

حضرت دیم رحمہ اللہ نے حضرت خذیفہ رحمہ اللہ سے مندرجہ ذیل حدیث روایت کی ہے:

أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى مَوْئِضٍ مِنْ مَرِيضٍ كِي
 يَمُودُهُ فَلَمَسَ عَمْدَهُ فَإِذَا
 فِيهِ خَيْطٌ
 فَقَالَ : مَا هَذَا ؟
 قَالَ : شَيْءٌ رَقِي لِي فِيهِ
 فَقَطَعْتُهُ وَ قَالَ : لَوْ مَتَّ
 وَ هُوَ عَلَيْكَ مَا صَلَّيْتُ
 عَلَيْكَ
 حضرت خذیفہ رحمہ اللہ ایک مریض کی
 بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے
 بازو کو چھوا تو معلوم ہوا کہ اس پر کوئی دھاگا
 بندھا ہوا ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟
 مریض بولا کہ میں نے مجھے یہ دھاگا دم کے لیے
 حضرت خذیفہ رحمہ اللہ نے اسے کاٹ دیا
 اور فرمایا کہ اگر تو اسے پہنے ہوئے فوت
 جاتا تو میں تیری نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس قسم کے تعویذ گندے قطعاً ممنوع ہیں اگرچہ ان کا پہننے والا
 یہ خیال کرتا ہو کہ یہ صرف اسباب ہیں، حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی دافع البلیات ہے اور وہی مشکلات کو
 دور کرنے والا ہے۔ اسباب بھی وہی اختیار کرنے چاہئیں جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجود ہو اور

وَتَلَا قَوْلَهُ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ

بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (يوسف ۱۰۶)

اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے تو ہیں مگر اس طرح کہ اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرتے ہیں۔

تعویذ دھاگے اور صدف وغیرہ تو جاہلیت کی رسمیں ہیں اور ان کا پیننا شرک ہے اگرچہ انسان ان کی نافع اور ضار نہ بھی خیال کرے۔ اس قسم کے اعمال کی بُرائی سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے اور اگر ہو سکے تو ہاتھ سے روک دے ورنہ زبان سے تو اس کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ اس قسم کے شرکیہ تعویذات کو بزورِ آواز پھینکنا چاہیے اگرچہ پیننے والا اس کی اجازت نہ دے۔

قَوْلُهُ وَتَلَا قَوْلَهُ تَعَالَى وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○

حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ تعویذ گنڈے شرک ہیں اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جن آیات سے شرک اکبر ثابت کیا جاتا ہے ان سے شرک اصغر مراد لینا درست ہے۔ کیونکہ جہاں شرک اکبر مراد ہوگا وہاں شرک اصغر مراد لینا تو بالاولیٰ درست ہوگا۔

اس کی تفصیل سابقہ صفحات میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے شیخ الاسلام وغیرہ کی عبارات کی روشنی میں گزر چکی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ



مسابقات

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: التَّغْلِيظُ فِي لُبْسِ الْحَلَقَةِ
وَ الْخَيْطِ وَ نَحْوِهِمَا لِامْتِلِ
ذَلِكَ -

① تعویذ دھاگہ اور لوہے وغیرہ کے پھلے پہننے پر سخت وعید۔

الثانیہ: اَنَّ الصَّحَابِيَّ لَوْ مَاتَ وَ هِيَ
عَلَيْهِ مَا أَفْلَحَ فِيهِ شَاهِدٌ
لِكَلَامِ الصَّحَابَةِ اَنَّ الشِّرْكَ
الْأَصْفَرَ أَكْبَرُ مِنَ الْكَبَائِرِ -

② اگر صحابی بھی اس قسم کے تعویذ گنڈے پہنے ہوئے فوت ہو جائے تو
اُس کی نجات مشکل ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ شرک اصغر اکبر الکبائر ہے۔

الثالثہ: اَنَّهُ لَوْ يُعْذَرُ بِالْجَهَالَةِ -
③ اس کا جہالت کی بنا پر پہننا بھی قابل عذر نہیں۔

صحابہ کرام کے یہ وہ آثار ہیں جن سے ان کے علمی کمال اور توحید کے بائے میں ان کی تعظیم
کا پتہ چلتا ہے۔ وہ توحید کے منافی اعمال و افعال سے قطعی طور پر بے زار رہتے تھے۔

الرابع

أَنَّهَا لَا تَنْفَعُ فِي الْعَاجِلَةِ
بَلْ تَضُرُّ - لِقَوْلِهِ لَا تَزِيدُكَ
إِلَّا وَهْنًا -

③ یہ تعویذ گنڈے بجائے نفع کے نقصان دہ ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تجھے کمزوری کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

الخامس

الْإِنْكَارُ بِالتَّغْلِيظِ عَلَى مَنْ
فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ -

⑤ جو شخص ان کو پہنے اُس کو سختی سے روکنا۔

السادس

التَّصْرِیحُ بِأَنَّ مَنْ تَعَلَّقَ
شَيْئًا وَكِلَإِلَيْهِ -

④ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جو شخص ان کو پہنے گا اُس کو انہیں کے سپرد کر دیا جائے گا۔

السابع

أَنَّ تَعْلِيْقَ الْخَيْطِ مِنَ الْحُلِيِّ
مِنْ ذَلِكَ -

⑤ بخار کی وجہ سے دھاگہ لٹکانا شرک ہے۔

الثامن

التَّصْرِیحُ بِأَنَّ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً
فَقَدْ أَشْرَكَ -

⑧ اس کی بھی وضاحت ہے کہ جو شخص تعویذ پہنتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔

التاسع

تِلَاوَةُ حَذِيْفَةَ الْآيَةِ دَلِيلٌ

عَلَى أَنَّ الصَّحَابَةَ يَسْتَدِلُّونَ
بِالْآيَاتِ الَّتِي فِي الشِّرْكِ
الْأَكْبَرِ عَلَى الْأَصْغَرِ كَمَا ذَكَرَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فِي آيَةِ الْبَقَرَةِ -

⑨ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کا آیتِ قرآن کو تلاوت کرنا اس بات کی
دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان آیات سے جو شرکِ اکبر کے بارے میں
نازل ہوئی تھیں، شرکِ اصغر بھی مراد لیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
نے سورہ بقرہ کی آیت سے استدلال کیا ہے۔

الْعَاشِرَةُ ۱۰
أَنَّ تَعْلِيْقَ الْوَدْعِ عَنِ الْعَيْنِ
مِنْ ذَلِكَ -

⑩ نظرِ بد سے بچاؤ کی خاطر صدف وغیرہ پہننا بھی شرک ہے۔

الْحَادِيْعَشْرَةُ ۱۱
أَلَدُّعَاءُ عَلَى مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً
أَنَّ اللَّهَ لَا يُتِمُّ لَهُ وَ مَنْ تَعَلَّقَ
وَدْعَةً فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ - أَمْ
تَرَكَ اللَّهُ لَهُ -

⑪ جو شخص تعویذ اور صدف وغیرہ باندھتا ہے اس کے لیے بدعا کرنا کہ اللہ
تعالیٰ اس کا مطلب پورا نہ کرے۔





بَابُ
مَا جَاءَ

فِي السَّرِقَةِ وَالْيَمَانَةِ



اس باب میں

دم، تعویذ اور گنڈوں وغیرہ

کے بارے میں

شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں

فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ
كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ
أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُولًا - أَنْ لَا
يَبْقَيْنَ فِي رَقَبَةٍ بَعِيرٍ وَفِلَادَةٌ مِنْ
وَتَرٍ أَوْ فِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ -

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو بشیر انصاری رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اپنے
ایک قاصد کو بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی ایسی رسی باقی نہ رہنے دی جائے
(جو نوزید غیری کے سلسلے میں لوگ باندھ دیا کرتے تھے) اگر ہے تو اس کو کاٹ دیا جائے

حواہ : فِي الصَّحِيحِ
یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔
www.KitaboSunnat.com

حواہ : عَنْ أَبِي بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابو بشیر کا نام قیس بن عبید تھا۔
ابن عبد البر کا کہنا ہے کہ ان کے نام کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔
یہ صحابی رسول ہیں۔ غزوہ خندق میں شرکت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ مشہور کے بعد
فوت ہوئے۔ بعض اہل سیر کا کہنا ہے کہ سو سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے۔

حواہ : فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ
حافظ ابن حجر عسقلانی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ سفر کون سا تھا۔
حواہ : فَأَرْسَلَ رَسُولًا
حافظ ابن حجر عسقلانی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے مطابق حارث بن ابی اسامہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے اپنی سند
میں اس قاصد کا نام زید بن حارثہ لکھا ہے۔

قَوْلُهُ : اَنَّ لَّا يَبْتَعَيْنَ

وَتَرَا— کمان کی تانت کو کہتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جب یہ تانت پرانی ہو جاتی تو نئی تبدیل کر لیتے اور پرانی تانت کو چرپاریوں کے گلوں میں ڈال دیتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس سے جانور نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔

قَوْلُهُ : اَوْ قِلَادَةٍ اِلَّا قُطِعَتْ

راوی کو شک ہے کہ ان کے شیخ نے صرف قلابہ کا لفظ بولا تھا یا قلابہ مِّنْ وَتَرٍ

کس تھا۔

صحیح بات یہ ہے کہ صرف قلابہ کا لفظ کہا تھا مِّنْ وَتَرٍ سے اس کو معتد نہیں کیا، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ قلابہ کے بالے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ :

مَا سَمِعْتُ يَكُوْنُهَا اِلَّا مِثْلَ اِخْتِارِ اَبْنِ اَبِي اَسْمَاءَ اَلْبَدْرِيِّ اِذَا تَمَّتْ اَلْبَدْرِيَّةُ كَوَدُوْهُ كَوَدُوْهُ

البدراؤد میں بغیر شک کے یہ لفظوں مذکور ہے۔ قلابہ اور کوئی بھی لفظ جانیے
فالی رہتی، اس میں مِّنْ وَتَرٍ کی تانت کی قید کا ذکر نہیں۔ امام ہنذلی رحمہ اللہ شرح السنن میں لکھتے
ہیں کہ،

” امام مالک رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کہ :
” تمام قسم کے قلابہ کو قطع کر دیا جائے گا، یہ تاویل کی ہے کہ یہ نظر بد کی وجہ
سے لٹکتے جاتے تھے کیونکہ جاہل لوگ قلابہ اور تانت وغیرہ پر تعویذ لکھ کر
لٹکا دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ ان کو آفات سے محفوظ رکھتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے روک دیا اور ان کو عین دلا یا کہ
یہ اللہ تعالیٰ کے امر اور تقدیر کو قطعاً نہیں روک سکتے۔“

ابن الجوزی رحمہ اللہ اور ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

” جاہل لوگ اپنے اذیتوں کے گلے میں تانت کا ڈار اس لیے پہنایا کرتے

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تھے کہ جانور نظر بد سے محفوظ رہیں لیکن آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سب کو
آٹا پھینکنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کہتے ہیں کہ

”زیر بحث حدیث مرفوع ہے اس کی تائید حضرت عتبہ بن عامر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
والی روایت کرتی ہے جسے امام البراد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے نقل کیا ہے، جس میں آنحضرت
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ:

مَنْ تَعَلَّقَ تَيْسَةً فَلَا
أَتَهُ اللَّهُ لَهُ
جو شخص تھوڑے ڈالے اللہ اس کی مڑا پوری
نہ کرے۔

تیسرے، اُن قلائد کہتے ہیں جو نظر بد سے تحفظ کی غرض سے گردن میں لٹکائے جاتے ہیں
قولہ : عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کا یہ گھڑی واقعہ ہے جسے امام البراد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے پورا نقل
فرمایا ہے۔ البراد میں یہ واقعہ ان الفاظ میں منقول ہے کہ:

عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَتْ
إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَأَى
فِي عُنُقِي خَيْطًا فَقَالَ
مَا هَذَا؟
حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی
بیوی حضرت زینب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا کہتی ہیں
کہ ایک دفعہ میرے شوہر عبداللہ نے
میری گردن میں ایک دھاگا دکھا اور
پوچھنے لگے کہ یہ دھاگا کیسا ہے؟

إِنِّ الرُّقَى وَ التَّمَائِمِ وَ التَّوَلَةِ شُرْكٌ

(رواه احمد و ابوداؤد)

جھاڑ پھونک، تعویذ اور حُجّت کے اعمال سب شرک ہیں۔

سَقَمًا۔ بعد کسی قسم کی تکلیف باقی نہ ہے۔
اس روایت کو ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

قوله : إِنَّ الرُّقَى
مصنف رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہیں کہ:

هِيَ الْيَاقِ تُسَمَّى الْقَزَائِمَ
وَ خَصَّ مِنْهُ الدَّلِيلُ
مَا خَلَا مِنَ الشُّرُكِ
فَقَدْ رَخَّصَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ
لِللَّهِ مِنَ الْعَيْنِ
وَ الْحَقَّةِ
یہ وہی دم ہے جو عزائم کے نام سے
مشہور ہے۔ ان میں سے وہ قسم جس
سے شرک لازم نہ آتا ہو جائز ہے کیونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اور
بخار کے لیے دم کرنے کی اجازت
دی ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہی جھاڑ پھونک اور دم شرک ہے جس میں
غیر اللہ سے استعانت کی گئی ہو۔ البتہ وہ دم جس میں صرف اللہ تعالیٰ کے نام، اُس کی صفات اور
آیاتِ قرآنیہ تلاوت کی جائیں یا وہ دعائیں پڑھی جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں،
وہ محسن اور جائز ہے۔

ایسے ہی دم کے بارے میں صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا نَرُقِي فِي الْبَاهِلِيَّةِ
فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔
ہم نے اسے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



سَلَامٌ عَلَيْكَ كَيْفَ تَكُونِي
 فِي ذَلِكَ؟
 قَالَا: أَحْرَمْنَا عَلَيَّ
 دُمَاكَ لَا بَأْسَ
 يَا لَوْلَى مَا لَمْ تَكُنْ
 بِشَوْصَا
 سے سوال کیا کہ اس کے بائے میں
 آپ کا کیا حکم ہے؟
 تو آپ نے فرمایا کہ وہ دم میرے سامنے
 پیش کرو۔ اگر اس میں شرک کی
 آمیزش نہ ہو تو کوئی حرج کی بات
 نہیں ہے۔

اس مطلب کی احادیث کثرت سے ملتی ہیں کہ اگر دم میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو جائز ہے۔
 الخطابی رحمہ اللہ کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے:

”انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دم کیا ہے اور آپ کو بھی دم کیا گیا ہے
 اور آپ نے اس کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ دم کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اگر
 دم قرآنی آیات پر مثل ہو تو جائز ہے۔ البتہ ممانعت اس دم کی ہے جو عربی زبان
 میں نہ ہو کیونکہ بسا اوقات غیر عربی الفاظ کفریہ ہوتے ہیں یا ایسے الفاظ پر مثل
 ہوتا ہے جس میں شرکیہ کلمات پائے جاتے ہیں“

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ جاہلیت میں اس قسم کے تعویذ گنڈوں کے عادی تھے اور
 ان کا عقیدہ تھا کہ ان سے آفات وغیرہ دور رہتی ہیں اور ان پر جنات کا اثر ہوتا ہے۔ اسی قسم کا منہوم
 علامہ الخطابی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”مجمول اور غیر معروف اسماء سے دم نہیں کرنا چاہیے چہ جائیکہ ان الفاظ
 سے دُعا مانگی جائے اگرچہ ان اسماء اور الفاظ کے معنی معلوم ہی ہوں۔ اسی بنا
 پر غیر عربی الفاظ سے دُعا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں جو شخص عربی بالکل نہیں جانتا
 وہ دوسری زبان میں دُعا مانگ سکتا ہے۔ جی الفاظ کو شمار اور وظیفہ مقرر کر لینا
 دین اسلام میں جائز نہیں ہے۔“

لہ بعض جاہل صوفیائے غیر عربی وظائف کو اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے جیسے ”کر کن کر دن دھندہ“
 اصباتت ایسا شرعیہ مجربت وغیرہ۔

ان مشرک صوفیاء کا کہنا ہے کہ یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے وظائف کا دین اسلام سے

”الْتَمَائِمُ شَيْءٌ يُعَلَّقُ عَلَى
الْأَوْلَادِ مِنَ الْعَيْنِ لِكِنِّ إِذَا
كَانَ الْمُعَلَّقُ مِنَ الْقُرَابِ
فَرَحَّصَ فِيهِ بَعْضُ السَّلَفِ
وَبَعْضُهُمْ لَمْ يُرَحِّصْ فِيهِ، وَ يَجْعَلُهُ
مِنَ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ مِنْهُمْ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه“

تمام ان تعویذات کو کہا جاتا ہے جو نظر بد سے محفوظ رہنے کے لیے بچوں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ اگر یہ تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہوں تو بعض اہل علم نے ان کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے ناجائز۔ ناجائز قرار دینے والوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضي الله عنه شامل ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمته الله فرماتے ہیں کہ:

” علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ دم اور ترقیہ، جس میں منہ بجزیل تین شرائط پائی جائیں جائز ہے:

- ۱۔ وہ دم جو کلام اللہ، اسماء اللہ یا اُس کی صفات پر مبنی ہو۔
- ۲۔ وہ دم جو عربی زبان میں ہو، اس کے معنی بھی واضح اور مشہور ہوں اور مطابق شریعت اسلامی ہو۔
- ۳۔ یہ کہ دم کرنے والا اور کرنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ دم فی نفسہ

کوئی تعلق نہیں ہے بکریہ یہودیوں کی سازش تھی جو انھوں نے مسلمانوں کو ٹوکے ٹوکھے کرنے کے لیے تیار کیا تاکہ مسلمان شرک فی الاوثانیت اور شرک فی الزوہدیت میں مبتلا ہو کر جہنم کا ایندھن بنیں۔ انھوں نے سادہ لوح مسلمانوں نے اس سازش کو نہ سمجھا اور اس قسم کے شرکیہ وظائف میں مبتلا ہو کر روئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ



کوئی بااثر چیز نہیں ہے بلکہ سارا معاملہ اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اثر ہوگا۔“

قوله : اَلتَّمَاتِيَةُ شَيْءٌ يُعَلِّقُ عَلٰى الْاَوْلَادِ مِنَ الْعَيْنِ
علامہ غلغالی رحمۃ اللہ علیہ، تمام کی تشریح میں کہتے ہیں کہ:

تمام، تمیر کی جمع ہے۔ تمیر یہ ہے کہ نفعی مٹی کوڑیوں اور ٹہریوں کو ملا کر ایک ہار سا بنایا جاتا ہے جو بچوں کے گلوں میں اس لیے ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ نظر پر سے محفوظ رہیں۔ ایسے ہاروں کا پینا سخت منع ہے کیونکہ مصائب کو دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہر قسم کی موذی چیز سے تحفظ فقط اللہ تعالیٰ، اُس کے پاک نام اور اُس کی صفات کے ذریعہ سے ہی حاصل کرنا چاہیے۔“

قوله : لِكِنَّ اِذَا كَانَ الْمُعَلَّقُ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم میں سے بڑے بڑے اہل علم کے درمیان اس باب میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا وہ تعویذات جو قرآن کریم کی آیات یا اسما اللہ الحنی پر مشتمل ہوں، جائز ہیں یا ناجائز؟

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو جعفر الباقر رضی اللہ عنہم اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جائز ہیں۔ جن احادیث میں اس سے نہی منقول ہے، اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ وہ تعویذ جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں ناجائز ہیں۔ یہ حضرات، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تابعین کی کثیر تعداد، جن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگرد بھی شامل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کئی شاگردوں کا موقف بھی یہی ہے کہ یہ تعویذ ناجائز ہیں۔ اس کے لیے ان کی دلیل یہی زیر بحث حدیث ہے۔ بعض علمائے متاخرین کا رجحان بھی یہی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر، ابن عکیم اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے ظاہری الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

شائع کتاب التوحید فرماتے ہیں کہ کچھ تامل کے بعد مندرجہ ذیل تین وجوہ کی بنا پر دوسری صورت ہی زیادہ قرین صحت معلوم ہوتی۔



○ پہلی وجہ یہ ہے کہ نبی عام ہے، عموم کو خاص کرنے والی کوئی حدیث نہیں ہے۔
○ دوسری وجہ یہ ہے کہ شریک اور بدعہ تعویذات کا ذبیحہ بند کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ قرآن کی آیات سے ایسے تعویذ بھی لکھے جانے کا خطرہ ہے جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور انسان کو مشرک بنا دیتے ہیں۔

○ تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآنی آیات سے لکھے ہوئے تعویذات گلے میں ڈالنے والا لازمی طور پر بیت الخلاء میں بھی جلتے گا اور ان کو پسنے ہوئے استنجا وغیرہ بھی کرے گا۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے اسوہ پر غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت قارئین کرام پر واضح ہو جائے گی کہ ان تعویذات سے اسلام کو مجموعی طور پر نقصان ہی پہنچا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کے حالات پر اگر آپ نظر دوڑائیں گے تو پتا چلے گا کہ لوگوں نے کس طرح قبروں کی تعظیم کی، کس انداز سے قبروں پر چڑھنا کرنا شروع کیا۔ اپنے دلوں کو کتنی عاجزی اور انکساری سے اہل قبور کی طرف متوجہ کیا اور کیسے کیسے عجیب غریب اسلوب سے اہل قبور سے دعائیں اور حاجتیں طلب کیں اور لوگوں کے دلوں پر کتنی اہل قبور کا خوف و ہراس طاری ہوا۔ ان مختلف عبادات میں کس طرح لوگوں نے اہل قبور کو شریک کیا جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص تھیں۔ رب کریم کی توبہ ہدایت تھی کہ

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ الظَّالِمِينَ ○
اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تخفیف پہنچائے

بلکہ یہ قرآنی آیات کے ساتھ مذاق اور استہزاء ہے، کیونکہ قرآن کریم کے نزول کی غرض و حکمت یہ ہے کہ یہ لوگوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے، گنہگاروں اور مشرکوں کو سوائے خدا کے اور ناسیدی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔
تسلی کے لیے نصیحت ہے اور اس سے کافروں اور مشرکوں کو سوائے خدا کے اور ناسیدی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔
قرآن کریم کہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں نازل کیا تاکہ اس کے تعویذ لکھے بنالیے جائیں اور خواہشات نفسانی کے متبعین اس کی آیات کو کھیل تماشہ قرار دے لیں۔

وَالرُّقْبُ: هِيَ الْعَيْبُ
تَسْتَى الْعَزَائِمَ وَخَصَّ مِنْهُ الدَّلِيلُ
مَا خَلَا مِنَ الشِّرْكِ رَخَّصَ فِيهِ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحَصَةِ
وَالتَّوَلُّةُ شَيْءٌ يَصْنَعُونَهُ
يَزْعُمُونَ أَنَّهُ يُحِبُّ الْمَرْأَةَ إِلَى
زَوْجِهَا وَالرَّجُلَ إِلَى امْرَأَتِهِ -

رُقْبی اور عزائم دونوں ہم معنی ہیں۔ شرکیہ تعویذات کے علاوہ نظر بد اور میٹھے
کیرے کے کاٹنے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے رخصت دی ہے۔
تَوَلُّة وہ عمل ہے جسے اس خیال سے کیا کرتے تھے کہ اس سے مرد اور عورت
میں باہم الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

فَلَا تَكْشِفُ لَكَ إِلَّا هُوَ ○ تو اُس کے سوا اس کو دُور کرنے والا

کوئی نہیں۔

وَأَنْ يُؤَدِّكَ بِخَيْرٍ فَلَا ○ اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اُس کے

فَضْلٍ كَوَيْتٍ رُكْنَيْهِ وَاللَّيْلُ ○ فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ○ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا

هُوَ الْفَقِيرُ الرَّجِيمُ ○ ہے فائدہ اور بھلائی پہنچاتا ہے۔

(یونس - ۱۰۶، ۱۰۷) اور وہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

قرآن کریم میں اس مضمون کی آیات اتنی تعدد میں ہیں کہ ان کو شمار میں لانا مشکل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَكِيمٍ مَرْفُوعًا : مَنْ تَعَلَّقَ
شَيْئًا وَكِلَإِيهِ - (رواه احمد و الترمذي)

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گلے یا بازو میں کوئی تعویذ یا دھاگا لٹکاتا ہے تو اُس کی ذمہ داری اُسی تعویذ دھاگے کے سپرد کر دی جاتی ہے۔

قوله : التَّوَلَّاهُ
مصنف رضی اللہ عنہ نے خود ہی اس کی تعریف کی ہے ”جس سے ان کے نزدیک مرد عورت میں محبت بڑھ جاتی ہے“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، جو اس روایت کے راوی ہیں، انھوں نے بھی یہی تعریف کی ہے، جیسا کہ صحیح ابن حبان اور حاکم میں روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی کہ اے اباعبدالرحمن رضی اللہ عنہ! رتی اور تمام کو تو ہم جانتے ہیں لیکن التَّوَلَّاهُ کیا شے ہے؟
انھوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”یہ ایک تعویذ ہے جس کو یہ لوگ حُب کی غرض سے تیار کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے، عورت مرد کی نظروں میں اور مرد عورت کی نظروں میں محبوب ٹھہرتا ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

” التَّوَلَّاهُ جادو کی ایک قسم ہے جس کے ذریعے عورتیں اپنے شوہروں کی

نظر میں محبوب بننے کی سعی کرتی ہیں۔“

اس قسم کے جادو نے شرک اس لیے ہیں کہ ان کے ذریعے غیر اللہ سے کوئی نفع حاصل کرنے یا مصیبت دور کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

قوله : مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وَكِلَإِيهِ

حدیث میں جس ”تعلق“ کا ذکر ہے وہ دل سے بھی ہوتا ہے، عمل اور فعل سے بھی ہوتا ہے اور کبھی دل اور عمل دونوں سے ہوتا ہے، تینوں صورتوں میں کوئی صورت بھی ہو، جس شے

سے اس کا تعلق وابستہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اُس کی ذمہ داریوں کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے۔ سو جس شخص کے دل کا تعلق صرف اللہ کے ساتھ استوار ہو گیا اور اُس نے اپنی تمام حاجات کی ذمہ داری اللہ پر ڈال دی، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوا اور اپنے تمام معاملات اللہ ہی کو سونپ دیے تو اللہ تعالیٰ اُس کی تمام ضروریات کو خود پورا کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور اس کی جلد حاجات کا آپ کفیل بن جاتا ہے اور کامیابی کے بعید ترین امکانات کو قریب تر کر دیتا ہے اور ہر مشکل کو آسان بنا دیتا ہے۔

جس شخص نے اپنا تعلق غیر اللہ سے جوڑ لیا، اپنی رائے اور عقل پر بھروسہ کر لیا اور مختلف تعویذ دھاگے اور جاؤ لوٹنے سے وابستگی اختیار کر لی۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ انہی اشیاء کے سپرد کر دیتا ہے اُسے ذلیل و رسوا بنا دیتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت نصوص و تجربات سے ثابت شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق-۳)

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرے گا تو اللہ کریم اُس کے لیے کافی ہوگا۔

امام احمد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اپنی مسند میں یہ حدیث درج کرتے ہیں کہ:

حدثنا هشام بن القاسم حدثنا ابوسعيد المؤدب حدثنا من مع عطأ الحارثي

قَالَ: لَقِيتُ وَهَبَ بْنَ مُسَبِّهٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ: حَدِيثِي حَدِيثًا أَحْفَظُهُ عَنْكَ فِي مَقَامِي هَذَا وَأَوْجِزُ

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں وہب بن مسبہ کو طواف بیت اللہ کی حالت میں ملا تو میں نے کہا کہ اس مقام پر مجھے کوئی مختصر حدیث سنائیے جسے میں حفظ کروں!

قَالَ: نَعَمْ

أَوْحَى اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَيَّ دَاوُدَ يَا دَاوُدُ أَمَا وَعِزَّتِي وَعَظَمَتِي لَا يَعْتَصِمُ بِي عَبْدٌ سِوَاكَ

وہب نے کہا کہ ہاں سنو!

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم! میرے بندوں میں سے جو شخص بھی میرے ساتھ

رووی احمد عن رویفَع رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا رُوَيْفَعُ!

امام احمد رضی اللہ عنہ اپنی سند میں حضرت رویفَع رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، حضرت رویفَع رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رویفَع!

مَنْ عِبَادِي دُونَ خَلْقِي
أَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْ زَيْتِيمِ
فَتَكِيدُهُ السَّمُوتُ التَّبَعِ
وَمَنْ فِيهِنَّ وَالْأَرْضُونَ
التَّبَعِ وَمَنْ فِيهِنَّ
إِلَّا جَعَلْتُ لَهُ مِنْ بَيْنِهِنَّ
مَخْرَجًا

سب مخلوق کو چھوڑ کر اپنا دلی تعلق قائم کر لیتا ہے اور میں اس کو اس کے دل کی نسبت سے جانتا ہوں تو ایسے شخص کے خلاف اگر آسمان اور زمینیں اور ان میں بسنے والے سازش کرنا چاہیں تو میں اُس کے بچاؤ کے لیے کوئی نہ کوئی مخرج ضرور پیدا کر دوں گا۔

أَمَا وَعِزَّتِي وَعَظَمَتِي
لَا يَعْتَصِمُ عَبْدٌ مِنْ
عِبَادِي بِمَخْلُوقِي دُونِي
أَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْ زَيْتِيمِ
إِلَّا قَطَعْتُ أَسْبَابَ السَّمَاءِ
مِنْ يَدِيهِ وَاسْعَدْتُ
الْأَرْضَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ
ثُمَّ لَا أَبَالِي بِأَيِّ أَوْدِيَّتِهَا
مَلَكَ

مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم ا مجھے چھوڑ کر جو شخص دوسروں سے دلی تعلق قائم کر لے اور یہ بات مجھے اُس کی نیت سے معلوم ہو جاتی ہے، تو میں تمام آسمان سے متعلقہ تمام قسم کے اسباب و ذرائع کو ختم کر دوں گا اور زمین اس کے پاؤں تلے سے نکال دوں گا، پھر مجھے کوئی پڑا نہ ہو گی کہ وہ کس وادی میں جا کر تباہ ہوتا ہے۔

قوله : وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنْ رُوَيْفِعٍ

لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ فَأَخْبِرِ
النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحَيْتَهُ أَوْ
تَقَلَّدَ وَتَرًا أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ
دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا
بَرِيٌّ مِنْهُ -

مکن ہے تم زیادہ عرصہ تک جیو، لہذا لوگوں کو بتادینا کہ
جو شخص اپنی ڈالھی کے بالوں کو بٹ کر یا سمیٹ کر بانڈھے یا تانت وغیرہ کا
ٹارگلے میں ڈال لے، یا کسی چوپانے کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کرے۔
تو محمد رسول اللہ (ﷺ) اُس سے بیزار ہیں“

زیر بحث حدیث ام احمد رضی اللہ عنہا نے یحییٰ بن اسحاق اور حسن بن موسیٰ الاشیب سے روایت
کی ہے۔ یحییٰ اور حسن دونوں ابن ہبید سے روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث ایک طویل حدیث کا
ایک حصہ ہے۔ حسن کی روایت کے مطابق پوری حدیث یہ ہے:

كَانَ أَحَدَنَا فِي ذَمِّنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا كَانَ فِي
دَسُورِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَهْلِ بَدْرٍ
يَأْخُذُ جَمَلًا آتِيَهُ عَلَى
أَنْ يُطِيبَهُ النَّصْفَ مَعًا
يَقْنَعُ وَهُوَ النَّصْفُ حَتَّى
إِنَّ أَحَدَنَا لَيَعْبُدُ لَهُ
النَّصْلُ وَالرِّيشُ وَاللَّحْيُ
الْقَدْحُ ثُمَّ قَالَ لَيْفَ

میں ہم میں سے بعض افراد اپنے دوسرے
بھائی کا اونٹ اس شرط پر حاصل کر لیا
کرتے تھے کہ مال غنیمت آدھا آدھا بانٹ
لیں گے، حتیٰ کہ بعض اوقات ہم میں کا
ایک نیزے کے لہجے اور پیر کا بالک
بن جانا اور دوسرا بیالے کا۔
پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،



رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا لَيْ رَوَيْعُ!
رَوَيْعُ! الحديث

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے بھی روایت نقل کی ہے۔ وہ سند یہ ہے:

عن يعقوب بن عيلان حدثني الفضل حدثنا عياش بن عباس
أَنَّ شَيْعَةَ بْنَ بَيْتَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ شَيْبَانَ الْقُبَابِيَّ
أَهْلِي سَمْعٍ مِنْ ابْنِ لَمِيْعَةَ رَاوِيٍّ هُوَ جَسَّاسٌ ضَعِيفٌ قَرَأْتِيهِ هُنَا

دوسری سند میں شیبان القبابی ہے جس کے ہاے میں کہا گیا ہے کہ یہ معمول ہے۔ باقی سب
راوی ثمتہ ہیں۔

قَوْلُهُ : لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطْلُؤُكَ بِكَ

حضرت رویع رحمہ اللہ کی زندگی کے ہاے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طویل ہونے
کا ذکر فرمایا ہے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک تھا۔ پناچہ حضرت رویع رحمہ اللہ
۳۷ھ تک زندہ رہے اور بقرہ نامی شہر میں جو مصر کے علاقے میں واقع ہے عہدہ گورنری پر بھی
فائز رہے اور وہیں فوت ہوئے تھے۔ حضرت رویع رحمہ اللہ انصاری صحابی ہیں۔ بعض اہل سیر کا
خیال ہے کہ یہ ۳۷ھ میں فوت ہوئے تھے

قَوْلُهُ : فَأَخْبِرِ النَّاسَ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے پتا چلا کہ جس چیز کا کسی کو علم ہو، اس کے
دوسروں تک پہنچانا واجب ہے۔ اس کا وجوب ہر شخص کے لیے ہے، یہ صرف حضرت رویع رحمہ اللہ
کے ساتھ خاص نہ تھا اور اگر دونوں شخص علم میں برابر ہوں تو پھر یہ واجب نہیں بلکہ فرض کفایہ ہوگا۔
ابوداؤد کی شرح میں البزرع نے اسی طرح لکھا ہے۔

قَوْلُهُ : أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحَيْتِهِ

علامہ الخطابی رحمہ اللہ "عقد لحيته" کے ہاے میں فرماتے ہیں کہ اسی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ غیر عرب لوگ بحالتِ جنگ اپنی ڈاڑھیوں کو باٹ کر گانٹھ ماریتے تھے۔ یہ صورت
مکبر، عجب اور فخر و غرور پر دلالت کرتی تھی۔

۲۔ یہ عجم کے مکبرین کا عیش تھا اس لیے اس سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔



۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ڈاڑھی کے بالوں کو ایک خاص قسم کا تیل لگا کر بالوں کو کٹھا کر کے گانٹھ مار دی جائے تاکہ بال بکھرنے نہ پائیں۔ یہ عورتوں کا سنا عمل تھا۔

ابوزرعہ بن العزاقی کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ ”عقد لِحیہ“ کو نماز کی حالت پر قیاس کیا جائے جیسا کہ محمد بن ربیع کی روایت میں اسکی صراحت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ جَوْشَخْصَ نَمَازٍ فِي ابْنِي دَاوُدَ هِيَ كَوَ گَانِطِ
فِي الصَّلَاةِ دیتا ہے۔

قَوْلُهُ : أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرَأَ

یعنی وتر اور تانت کا بار بنا کر اپنی گردن یا کسی چارپائے کی گردن میں ڈال دے۔

محمد بن الربیع کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرَأَ يُرِيدُ جَوْشَخْصَ تَانَتٍ لَگے میں ڈال لئے اس سے لڑ
تَانَتٍ كَوَ لِبَطُورِ تَعْوِيدِ كَ اسْتِعْمَالِ كَرَانَا هِے

مندرجہ بالا دو عمید اس شخص کے بالے میں ہے جو اپنی زندگی میں تعوید دھاگہ اور جاؤ ڈونپا پر اعتماد کر بیٹھے۔ پس اس شخص کا کیا حشر ہوگا جو اپنا تعلق مردوں سے جوڑ لے اور مردوں سے اپنی حاجات طلب کرے اور اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لیے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے جس کی نہی صریح اور حکم آیات قرآنیہ میں وارد ہو چکی ہے؟

قَوْلُهُ : أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيْعٍ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّداً بَرِيءٌ مِّنْهُ
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اس کا معنی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کے

اس فعل سے بری الذمہ ہیں۔“

امام نووی رحمہ اللہ کا یہ مطلب بیان کرنا حدیث کے ظاہری الفاظ کے مفہوم کے خلاف ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے، اُن کی یہ عادت ہے کہ وہ ظاہری احادیث کے مفہوم کی تاویل کر کے دور کے معنی مراد لے لیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ:

و عن سعيد بن جبیر قال : مَنْ قَطَعَ

تَيْمَةً مِنْ إِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ -

ولہ عن ابراہیم قال : كَانُوا يَكْرَهُونَ

السَّمَاءَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ وَ غَيْرِ

الْقُرْآنِ - (رواہ وکیع)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے گلے سے تعویذ وغیرہ کاٹ لے تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

ابراہیم بن زید نخعی کوئی جگہ کہتے ہیں کہ بہت سے علماء اور فقہاء تعویذات کو، وہ قرآن کریم کی آیات پر مشتمل ہوں یا غیر قرآن پر، مکروہ قرار دیتے ہیں۔

لَا تَسْتَنْجُوا بِالْوَدِثِ وَ

لَا الْعِظَامَ فَإِنَّهُ زَادُ

إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ خوراک ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق گوبر اور ہڈی سے استنجا کفایت نہیں کرے گا کیونکہ

اس سلسلے میں ابن خزمیر اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَهْدِيَ

أَنْ يُسْتَنْجَى بِعَظْمٍ أَوْ

رَدْوٍ وَقَالَ إِنَّهُمَا لَا يَهْدِيَانِ وَأَمَّا مَا كَرِهَ مِنْهُ

لَا يُطَهِّرَانِ حاصل نہیں ہوتی۔

قوله : عن سعيد بن جبیر رضی اللہ عنہ

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول امام وکیع نے ذکر کیا ہے، شامی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ:

اہل علم کے نزدیک یہ قول مرفوع کا حکم رکھتا ہے، کیونکہ ایسی بات رائے سے نہیں کی جاتی اور یہ سہل شمار ہوگی

کیونکہ سیدہ تابلی ہیں، اس کلام سے تعویذات وغیرہ کے کاٹ لینے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ شکر ہے

قوله : ذَوَاهُ وَكَيْعِجٍ

وکیع کا پورا نام یہ ہے : وکیع بن الجراح الکوفی۔

حضرت وکیع ثقہ راویوں میں سے تھے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی سب سے مشہور کتاب الجامع ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے طبقہ کے اہل علم نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ ۱۹۷ھ میں فوت ہوئے۔

زیر بحث حدیث میں ہر قسم کے تعویذات اتار پھینکنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے کہ یہ بھی شکر ہے۔

قوله : عَنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ :

ابراہیم کا پورا نام یہ ہے۔ امام ابراہیم بن یزید انضی الکوفی۔ ان کی کنیت ابو عمران تھی۔ یہ اپنے زمانے کے کبار فقہاء میں سے تھے اور ثقہ راویوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

البرقی کا کنا ہے کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے لیکن اُن کا اُم المؤمنین سے سماع ثابت نہیں۔ یہ جلیل القدر تابعی ۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ اُس وقت ان کی عمر تقریباً پچاس سال تھی۔

قوله : كَانُوا يَكْرَهُونَ التَّمَاثُحَ كُلَّهَا

یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت علقمہ، اسود، حارث بن سوید، البردائل، عبیدۃ السمانی، مسروق، ربیع، ابن عقیم، سوید بن غنمہ رضی اللہ عنہم وغیرہ مراد ہیں۔ یہ تمام حضرات عظیم المرتبت تابعین میں سے تھے۔

اور اس صیغہ کو ابراہیم رحمہ اللہ (عبداللہ بن مسعود) کے شاگردوں کے اقوال کے تذکرہ کے وقت استعمال کرتے تھے، جیسا کہ کئی حافظوں مثلاً حافظ عراقی رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔



مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تَفْسِيرُ الرَّقِيِّ وَ التَّمَائِمِ -

① رُقيہ اور تمیمہ کی تشریح -

الثانیہ: تَفْسِيرُ التَّوَلَةِ -

② تَوَلَّه کے مفہوم کی وضاحت -

الثالثہ: اَنَّ هَذِهِ الثَّلَاثَ كُلَّهَا

مِنَ الشِّرْكِ مِنْ غَيْرِ اِسْتِثْنَاءٍ -

③ رُقيہ، تمیمہ اور تَوَلَّه بلا استثناء تینوں شرک ہیں -

الرابعہ: اَنَّ الرَّقِيَةَ بِالْكَلامِ الْحَقِّ

مِنَ الْعَيْنِ وَ الْحُمَةِ لَيْسَ

مِنَ ذَلِكَ -

④ وہ رُقيہ جو صحیح الفاظ پر مشتمل ہو اور نظر بد اور بخار کی وجہ سے کیا جائے وہ

شِرْک نہ ہوگا -

الخامسہ: اَنَّ التَّمِيمَةَ اِذَا كَانَتْ

مِنَ الْقُرْآنِ فَقَدْ اِخْتَلَفَ

الْعُلَمَاءُ هَلْ هِيَ مِنْ ذَلِكَ

أَمْ لَا ؟

⑤ وہ تعویذ جو قرآنی آیات پر مشتمل ہو اُس کی ممانعت و عدم ممانعت میں علماء کے اختلاف کی وضاحت۔

السابعة أَنَّ تَعْلِيْقَ الْأَوْتَارِ عَلَى

الدَّوَابِّ عَنِ الْعَيْنِ مِنْ ذَلِكَ

⑥ نظریہ سے بچاؤ کی خاطر چوپایوں کی گردنوں میں تانت ڈالنا شرک ہے۔

السابعة أَلْوَعِيدُ الشَّدِيدِ عَلَى

مَنْ تَعَلَّقَ وَتَرًا -

⑦ جو شخص تانت وغیرہ کا ہار گلے میں ڈالے اُس کے لیے سخت ترین وعید۔

الثامنة فَضْلُ ثَوَابٍ مِنْ قَطْعِ

تَمِيمَةٍ مِنْ إِنْسَانٍ

⑧ جو کسی دوسرے شخص کے گلے سے تعویذ اتار پھینکے، اُس کے لیے

اجرِ جنیل کا وعدہ۔

التاسعة أَنَّ كَلَامَ إِبْرَاهِيمَ

لَا يُخَالِفُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

الِإِخْتِلَافِ لِأَنَّ مُرَادَهُ أَصْحَابُ

عَبْدِ اللَّهِ -

⑨ ابراہیم بن یزید کوئی رضی اللہ عنہ کا کلام علماء کے اختلاف کے منافی نہیں ہے

کیونکہ اُن کے کلام سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد مراد ہیں۔



باب
بین الشجر و جوهیا



اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو
شخص درخت، پتھر یا قبر وغیرہ سے برکت
حاصل کرتا ہے، اس کے متعلق شریعت
کا فیصلہ کیا ہے۔

قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۙ

وَ مَنَاةَ الثَّلَاثَةَ الْأُخْرَى ۝ (النجم- ۱۹)

اب ذرا بتاؤ، تم نے کبھی اس لات اور اس عزی اور میسرے ایک اور دیوی
منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا؟

قوله : أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ :

لات — بتوں کی دیوی کا نام ہے۔

عزی — بتوں کا نام اور قریش کی مشرک معبودہ تھی۔

مناة — اس کا تعلق بنو ہلال سے تھا۔

ابن ہشام کے قول کے مطابق مناة، ہذیل اور خزاعہ کی مشرک حاجت روا دیوی کا نام تھا۔
اللآت :

۱ — بعض محققین اہل علم نے اللآت کی ت کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

۲ — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن جریر، مجاہد، حمید، ابوصالح اور رويس

رضی اللہ عنہ نے یعقوب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اللآت کی ت کو مشدّد پڑھا ہے، جیسے لآت۔

پہلی صورت میں اعمش کا کہنا ہے کہ مشرکین عرب اللآت کو اللہ سے اور العززی کو

کو العزیز سے مشقّ کر دیتے تھے۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشرکین عرب اللآت کو لفظ اللہ سے مشقّ سمجھا۔ ان کا عقیدہ

تھا کہ اللآت اللہ تعالیٰ کی موثّق دیوی ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ عَنْ قَوْلِهِمْ عَلَوْا كَيْدًا۔ اسی طرح

العززی کو العزیز سے مشقّ قرار دیتے تھے۔

علامہ ابن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

” اللآت ایک سفید پتھر تھا جس پر خوب نقش و نگار کیا گیا تھا۔ اُس کو ایک

مکان میں سجایا کر رکھا گیا اور اس مکان کے ارد گرد بہت بڑی اور مضبوط چار دیواری

بنائی گئی تھی جس کو خوبصورت پردوں سے سجایا گیا تھا اور اس کے باقاعدہ پوجاری

اور پروہت بھی تھے۔ یہ تھا اہل طائف یعنی بنو ثقیف کا بت۔ اس کی وجہ سے بنو ثقیف قریش کے علاوہ تمام عرب قبائل پر اپنے آپ کو قابلِ فخر گردانتے تھے۔

بروایت ابن ہشام، آنحضرت ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو اس کے گرانے کے لیے بھیجا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما گئے، پہلے تو انھوں نے اس کو سہارا کیا اور پھر آگ لگا کر جلا دیا۔

دوسری صورت میں یعنی جب کہ اللات کی ت کو مشدد پڑھیں تو اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

كَانَ رَجُلًا يَلْتُمُ اللّٰتِ اِيْضًا شَخْصًا تَحَابَّوْا حِجَابًا كَرَامًا كُوْسُوْهُ
السَّوِيْقَ لِلْحَاجِّ فَلَمَّا كَهْلُوْا كَرِهَتْهَا جَبَّ يَرْفُوتُ هُوَ يَغِيَا
مَاتَ عَكْفُوًّا عَلٰى قَبْرِهٖ تَوَلَّوْا اس كِي قَبْرِهٖ كِي پَاسِئِ چلے
(بخاری)، کھینچنے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مزید فرماتے ہیں کہ

كَانَ يَمِيْعُ السَّوِيْقَ اِيْضًا شَخْصًا تَحَابَّوْا حِجَابًا كَرَامًا كُوْسُوْهُ
وَالْتَمَنَ عِنْدَ صَخْرَةٍ صَافٍ كَرَّهِيْهَا كَرِهَتْهَا جَبَّ يَرْفُوتُ هُوَ يَغِيَا
وَيَسْتَوِيْهَا عَلِيْهَا فَلَمَّا اس پَتْرُكِيْ پُوْجَا شَرْوَعُ كَرْدِيْ كِيُوْنِكُوْ اس
مَاتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبَدَتْ پَتْرُكِيْ اس بَرْدُكُوْ نِيْ اِسْمِيْ زَنْدُكِي
يَقِيْفُ نِيْكَ الصَّخْرَةَ اِعْقَابًا لِصَاحِبِ السَّوِيْقِ كُوْرَا يَحِيْ

ایسی ہی روایت مجاہد رضی اللہ عنہ سے سعید بن منصور نے ذکر کی ہے جس میں ہے کہ
فَلَمَّا مَاتَ عَبَدُوْهُ جَبَّ يَرْفُوتُ هُوَ يَغِيَا تَوَلَّوْا اس كِي پَاسِئِ چلے
پُوْجَا شَرْوَعُ كَرْدِيْ۔

اسی طرح ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے اور ایسا ہی

اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے۔

شارح رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں تضاد اور منافات نہیں کیونکہ بنو ثقیف نے



پتھر اور قبر دونوں کی اہمیت کو نظر رکھتے ہوئے ان کی عبادت شروع کر دی۔

اسی مشابہت کی وجہ سے آج کل لوگ قبروں پر بڑے بڑے قبے اور عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور ان کو وٹن بنا لیتے ہیں۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ صالحین اور صائمین، سب کی عبادت کرتے تھے۔

العزّی کے باپے میں علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”عزّی ایک درخت تھا جس کو چار دیواری میں گھیر لیا گیا تھا اور اس کو بہت خوبصورت پردوں سے مُزین کیا گیا تھا۔ یہ درخت مکہ المکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی نخلہ میں تھا۔ قریش مکہ اس درخت کی بے انتہا عزت و توقیر کرتے تھے۔“

اسی عزّی کے متعلق ابرسفیان نے جنگ اُحد کے موقع پر کہا تھا کہ:

”لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ“

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کو جواب دو کہ:

”اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ“

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ ابی الطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ المکرمہ کو فتح کر لیا تو حضرت خالد

بن ولید رضی اللہ عنہ کو وادی نخلہ کی طرف بھیجا کہ جا کر عزّی کو کاٹ دو۔ چنانچہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب وادی نخلہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں تین درخت تھے

اور تینوں کو کاٹ دیا اور مکان کو بالکل مسمار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر آپ کو ساری بات سے مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دوبارہ جاؤ، تم کوئی کام نہیں کر کے آئے چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ دوبارہ نخلہ

پہنچے تو عزّی کے پجاریوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی پہاڑ کی طرف

پناہ لی اور ”یا عزّی! یا عزّی! کے نعرے بلند کرنے لگے۔“

سلطہ وادی نخلہ کو آج کل اسیل اکیر کہتے ہیں۔ یہ مکہ المکرمہ سے تقریباً ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس تمام کے قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت بالکل برہنہ حالت میں ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈال رہی ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی عورت عورتی تھی۔“

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی صورت حال یا اس سے بھی بڑھ کر آج کل اولیاء کی قبروں اور مزاروں پر دکھائی دیتی ہے۔

مناتہ :

مکہ المکرمہ اور المدینہ المنورہ کے درمیان قدید نامی علاقہ میں ایک جگہ مشلل ہے۔ یہاں مناتہ دیوی کا بت نصب تھا۔

غزاعہ، اوس اور خزرج، تینوں قبیلوں کا یہ مشترکہ بت تھا۔ یہ تینوں قبیلے اُس کی سجد تعلیم اور بہت ہی توقیر کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ حج کے لیے احرام بھی یہیں سے باندھا کرتے تھے۔ مناتہ : اس کو وہ اللہ تعالیٰ کے نام المنان سے مشتق سمجھتے تھے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ چونکہ مشرکین اس مقام پر آکر بطور تبرک جانور ذبح کرتے تھے اور خون گراتے اور بہاتے تھے، اس لیے اس کو مناتہ کہا جاتا تھا۔

امام الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بروایت حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت نقل کرتے ہیں۔

إِنَّهَا صَنَعَتْ بَيْنَ مَكَّةَ يَبُتُّ مَكَّةَ الْمَكْرَمَةَ أَوَّلَ مَدِينَةِ طَيْبَةَ
وَالْمَدِينَةَ
درمیان واقع تھا۔

مشہور مؤرخ ابن ہشام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

” فتح مکہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

اس کے گرانے کے لیے بھیجا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منہم کر دیا۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ زیر بحث آیت کریمہ میں ان الفاظ کو محذوف قرار دیتے ہیں اَفْوَاتِمْ

هَذِهِ الْأِلَهَةُ : أَنْفَعَتْ أَوْ صَنَرَتْ حَتَّى تَكُونَ شُرَكَاءَ لِلَّهِ تَعَالَى ؟ ان العناظ کا ترجمہ یہ ہے :

”کیا تم ان معبودوں کو نفع مند یا نقصان دہندہ سمجھتے ہو جو ان کو اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہو؟“

قوله : قول الله تعالى: الْكُفْرُ الذَّكْرُ وَ لَمْ الْأُنثَى :

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ :

”اے مشرکین! تم نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا اور پھر طرف

یہ کر لینے کے لیے توڑ کے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکیاں منسوب کتے ہو

تِلْكَ إِذَا قَسَمَ ضَيْرِي ۝

یہ تقسیم تو غیر منصفانہ ہے، یہ بہت بڑا ظلم اور ٹھوٹ ہے۔ یہ کیسی عجیب تقسیم

ہے؟ اگر تم آپس میں بھی یہ تقسیم کرنا چاہو تو اپنے لیے توڑ کے ہی لڑکے پسند کرو

گے اور دوسرے فریق کے لیے لڑکیاں۔ اس سے بڑی حماقت اور ظلم کیا ہوگا

کہ اپنے لیے توڑکیاں پسند نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف لڑکیوں کو

منسوب کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرو۔

إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمِيَتْهُمَا

اور تمہارے آباؤ اجداد نے تجویز کیا ہے :

أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ

یہ تمہاری اپنی بنائی باتیں ہیں ورنہ

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

دلیل نازل نہیں فرمائی۔

سُلْطَانٍ ۝

قوله : إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

یعنی اس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ یہ تمہارا صرف اپنے آباؤ اجداد کے بائے میں

حرج ظن ہے جس باطل راستے پر وہ چلتے رہے تم بھی اسی راستے پر قدم فرماؤ۔

قوله : وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ

اِس میں صرف تمہارے آباؤ اجداد کی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے علاوہ کوئی معقولیت نہیں۔



عَنْ أَبِي وَقَدِرٍ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ -

حضرت ابو وقاد لیسٹی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگِ حنین کے موقع پر
رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تمام حنین کی طرف جا رہے تھے۔

قوله : وَ لَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ رَبِّهِمْ الْهُدَى

یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر سب سے بڑا کرم یہ ہوا کہ اُس نے تمہاری طرف اپنے پیغمبر
بھیجے جنھوں نے تم کو سبھی برحق اور روشن دین دیا اور حجتِ قاطعِ عطا کی، لیکن
تمہاری بدبختی اور شقاوتِ قلبی کا یہ عالم ہے کہ تم نے اس دین اور پیغمبروں کی کوئی
پرہیز نہ کی، ان کی اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے اُنٹا اُن کی تکذیب کی، اور
اُن کے ستانے اور تنگ کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔“

آیات کی باب سے مطابقت

لالت و مناة کے پجاری ان کی عزت و توقیر کرتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے
پاس اگر جانوروں کو ذبح کرنا باعثِ برکت ہے۔ اُن کے پاس اگر دعائیں مانگتے اور ان سے امداد
چاہتے تھے۔ اپنی حوائج کی تکمیل کے لیے ان پر اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے، ان سے سفارش اور
برکت کی اُمیدیں رکھتے تھے۔ یہ تمام مشرکین عرب کا عقیدہ۔

پس صالحین کی قبروں پر جا کر تبرکِ حاصل کرنا جس طرح کہ لالت کے پجاری کرتے تھے یا
دختوں اور پتھروں سے برکت حاصل کرنا جیسے غوثی اور مناة کے پرستاروں کا شیوہ تھا، یکساں نوعیت
کا تبرک ہے لہذا جو شخص اس دور میں صلحاء کی قبروں سے اسی طرح کی توقعات رکھتا ہے یا کسی درخت
اور پتھر کی توقیر کرتا ہے اور اُس سے مدد کا طالب ہوتا ہے اُس نے بھی گویا مشرکین عرب ایسا فعل کیا
یہی نہیں بلکہ اس زمانے کے مسلمان اس سلسلے میں تو مشرکین عرب سے کہیں آگے بڑھ گئے ہیں۔

فَاللَّهُ السَّمِيعُ

قوله : عَنْ أَبِي وَقَدِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

وَ نَحْنُ حَدَثًا عَهْدٍ بِكُفْرٍ

اور ہزارا مانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا۔

بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا نام حارث بن عوف ہے۔ اس روایت کو امام احمد، ابویعلیٰ، ابن ابی شیبہ، امام نسائی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

یہ جلیل القدر صحابی رسول تھے۔ ۸۵ برس کی عمر پا کر ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ اس ضمن میں، بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسریہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔

قوله : **وَ نَحْنُ حَدَثًا عَهْدٍ عَ دَسْوَلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى حُنَيْنٍ**
ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہم نے عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے یوں روایت نقل کی ہے کہ

فَعَزَّوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ
لِللّٰهِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ
نَحْنُ اَلْفٌ وَ يَتَفَجَّرُ
حَتّٰى اِذَا كُنَّا بَيْنَ
حُنَيْنٍ وَ الطَّائِفِ
تو.....

قوله : **وَ نَحْنُ حَدَثًا عَهْدٍ بِكُفْرٍ**
اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو اسلام قبول کیے کافی عرصہ گزر چکا تھا، وہ اس مسئلہ سے ناواقف نہ تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جو لوگ بھل چھوڑ کر آجائیں ان سے بعید نہیں کہ ان کے دل میں ذورجاہلیت کی رسوم و عوائد عادات اور اطوار جو ان کے دلوں میں بٹھ چکے تھے، ان کے نشانات ابھی باقی ہوں



وَاللُّشْرِكِينَ سِدْرَةَ يَعْكِفُونَ عِنْدَهَا
وَيَنْوُطُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا

ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ -

فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ! اجْعَلْ لَنَا
ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ أَكْبَرُ -

راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذاتِ انواط کہا جاتا تھا۔
مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعثِ برکت خیال کرتے تھے اور اپنے
ہتھیار بھی برکت کے لیے اس درخت پر لٹکایا کرتے تھے۔

حضرت ابوقحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چلتے چلتے ہم ایک بیری کے درخت
کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ سے عرض کی کہ جیسے ان مشرکین کیلئے
ذاتِ انواط ہے، آپ ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر فرما دیجئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہُ اکبر کہا اور فرمایا۔

قوله : وَاللُّشْرِكِينَ سِدْرَةَ يَعْكِفُونَ عِنْدَهَا
العكوف کے معنی ہیں کسی چیز کے پاس سکونت اختیار کر لینا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
کہا تھا کہ :

مَا هَذِهِ التَّمَائِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ يَوْمُورْتِينَ كَيْسِي هِيَ جَنِّ كَمَا تَمُورُ لَوْ كَرُويدَه

لَهَا عَاكِفُونَ ○ (الانبیاء - ۵۲) ہورہے ہو؟

مشرکین اس درخت کی عظمت و جلالت کے پیش نظر اس کے پاس بیٹھنا باعثِ برکت

سمجھتے تھے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ
 كَانَ يُنَاطُ بِهَا السَّخَّاحُ اس بیری کے درخت پر تبرک کے لیے
 فَسَمِيَتْ ذَاتَ أَنْوَاطٍ ہتھیار لٹکائے جاتے تھے۔ اسی وجہ
 وَكَانَتْ تُعْبَدُ مِنْ سِوَا اس کی عبادت بھی کی جاتی تھی
 دُونَ اللّٰهِ اللہ کے سوا اس کی عبادت بھی کی جاتی تھی

قَوْلُهُ : يَمُوتُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ

یعنی برکت حاصل کرنے کی نیت سے اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مشرکین عرب

○ اس کی تعظیم کرتے،

○ دلوں قیام پذیر ہوتے اور

○ برکت حاصل کرنے کی غرض سے اس کی عبادت کرتے تھے۔

ان تین وجوہ کی بنا پر ہی اشجار وغیرہ کی عبادت کا سلسلہ شروع ہوا۔

قَوْلُهُ : فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ إِنَّا جَعَلْنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ
 انوار جمع نوط کی ہے۔ نوط مصدر ہے یعنی المنوط۔

مطلب یہ ہے کہ ان چند صحابہ کرام رضو اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش ظاہر
 کی کہ ہم اے لیے بھی ایک ذات انوار مقرر فرمادیں۔

ابو السعادات رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام رضو اللہ عنہم نے یہ اس لیے کہا کہ ان کے ذہن
 میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ بھی عند اللہ پندیدہ عمل ہے لہذا ہم بھی تبرک حاصل کیا کریں۔ اگر ان کو یہ علم
 ہوتا کہ یہ تبرک ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی کیسے جرات کر سکتے تھے؟

قَوْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ إِنَّا جَعَلْنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ

ایک روایت میں ”سبحان اللہ“ کے الفاظ ہیں۔ ”اللہ اکبر“ جو یا ”سبحان اللہ“ دونوں کا

مقصد ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے شرک سے پاک اور منزہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جب کوئی ایسی بات اور گفتگو سنتے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو اور توحید لہو بہتیت اور توحید
 ربوبیت کے منافی ہو تو اس موقع پر ازراہ تعجب یہ الفاظ استعمال فرماتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت
 اور توحید کا نقش ان میں نمایاں ہو۔

إِنهَا السُّنَنُ قُلْتُمْ وَ الذِّعِ
نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ
لِمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ
أَلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ

بخدا! تم بالکل وہی بات کہہ رہے ہو جو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام سے کہی تھی کہ ”اے موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔“ موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا ”تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔“

قَوْلُهُ : السُّنَنُ

طریقے

قَوْلُهُ : قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى :

آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ کی اس بات کو بنو اسرائیل کے قول سے مشابہ قرار دیا ہے کیونکہ دونوں نے اللہ طلب کیا تھا جس کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کریں۔ دونوں کے مطالبہ کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں تاہم معنی ایک ہی ہیں کیونکہ الفاظ کی تبدیلی سے حقیقت تو تبدیل نہیں ہوتی زیر بحث حدیث میں شرک سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ بسا اوقات انسان کسی کام کو بہتر سمجھ کر سرانجام دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا، لیکن حقیقت وہ عمل انسان کو، اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت سے دُور اور اس کی ناراضگی اور غضب کو قریب کر رہا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے علماء، سوا، عُبادِ قُبُور، اس میں غلو کرنے والوں اور ان کی عبادت کرنے والوں کو غور سے دیکھا ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہتر اعمال سرانجام دے رہے ہیں حالانکہ وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہیں جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔

حافظ ابو محمد عبدالرحمان بن اسمعیل الشافعی المعروف بابن ابی شامہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اپنی تصنیف ”کتاب

البدع والحوادث میں رقمطراز ہیں کہ

” اہلیس نے بعض دیویوں، ستونوں اور بعض ایسے مقامات کو جن پر چراغاں کیا جاتا ہے اس انداز سے سادہ لوح عوام کے سامنے بنا سنوار کر پیش کیا ہے کہ ان کی بہت بڑی تعداد اس کی گرفت میں آگئی ہے اور شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئی ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ کوئی بات مشہور کر دیتا ہے کہ اس نے خواب میں اس جگہ فلاں بزرگ کو یاد لی کہ دیکھا ہے لہذا اس جگہ کی عظمت و توقیر کرنا ایک سچے مسلمان کی علامت ہے اور پھر عوام کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ اس مقام کو بہت ہی احترام سے دیکھتے ہیں اور ان کی عقیدت اور محبت میں اپنا پورا وقت ضائع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ سنن اور فرائض تک کی بھی پروا نہیں کرتے اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ تقرب الی اللہ کے حصول میں مشغول ہیں۔

بعض اوقات تو ان مقامات کی اس درجہ عظمت ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے کہ وہ یہاں اپنے مریضوں کی شفا یابی اور قضائے حوائج کے لیے نذر نیاز بھی پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے چشمے، درخت، پتھر اور دیواریں تعمیر کیا ہر شہر میں پائی جاتی ہیں، خصوصاً دمشق شہر میں تو ایسے متعدد مقامات ہیں۔ جیسے بابِ توامکے باہر عونینۃ الحمی، باب الصغیر میں ایک بہت ہی پرانا ستون ہے، باب النصر کے باہر بزرگ کے عین وسط میں ایک ٹہٹ ہی پرانا درخت ہے، لوگ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ جتنی مشرکین عرب ذات انوار وغیرہ کی کرتے تھے بلکہ اس سے کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جلد کوئی موحد انسان پیدا کرے جس کے ہاتھوں سے یہ بُت خانے اور مشرک کی جگہیں ختم ہوں۔ آمین!

جس طرح ابو شامہ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے اسی طرح علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

” مشرکین غیر اللہ کو معبود بنانے میں جلد باز ہیں، خواہ یہ معبود حجر و شجر کی صورت میں ہوں یا کسی ستون اور چشمے کی شکل میں یا کسی ولی اور بزرگ کی قبر کی شکل میں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہماری نذر دنیا ز اور عبادات کو ان

مقامات پر بہت جلد شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ نذرمانشاہی ایک عبادت ہے، اس کے ذریعے نذرمانے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کی اُس نے نذرمانی ہے، اُس کا قرب اسے حاصل ہو جائے گا۔

مسئلہ کی مزید تشریح، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کہ ”اللہ لا تجعل قبری و ثنا یعبد“ کے تحت آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ۔

رسول اکرم ﷺ کے زیر بحث ارشادِ گرامی سے مندرجہ ذیل مسائل مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔ جو شخص اولیائے کرام کی قبروں پر اعتکاف کرتا یا کسی شہر و حجر کے پاس جا کر بیٹھتا اور وہاں جانور ذبح کرنے کو تترک خیال کرتا ہے وہ شرک میں مبتلا ہے۔

کوئی شخص بھی عوام کے عقائد پر غرہ نہ کرے اور نہ مسلمانوں میں شرک میں مبتلا ہونے کو مستبعد سمجھے کیونکہ جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو بہتر اور مستبرک سمجھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرنے کی ضرورت محسوس کی کہ ہمارے لیے بھی کوئی ذاتِ انواط ایسا مرکز عبادت مقرر فرمادیتے، اور اس کے جواب میں رسول اکرم ﷺ نے غیر مبہم الفاظ میں کہنا پڑا کہ تمہارا یہ سوال ایسا ہی غلط اور گمراہ کن ہے جیسا کہ بنو اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا کہ ”اجعل لنا الہاکما لہم الہة“

انذازہ کیجئے جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں علم و فضل، تقویٰ اور پرہیزگاری میں کہیں کم تر ہے اور اُنہوں نے عند نبوت بھی نہیں پایا وہ کیونکر اس قسم کے توہمات سے بچ سکتا ہے؟ اب تو حالت یہ ہے کہ توحید الٰہیت اور توحید ربوبیت کے واضح نشانات بھی اہل علم سے مخفی ہو چکے ہیں اور لوگ تقرب الی اللہ اور تبرک سمجھتے ہوئے بالعموم شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ میں معافی کا اعتبار ہے الفاظ کا نہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطالبے کو بنو اسرائیل کے مطالبہ کے ساتھ مشابہ اور مماثل قرار دیا اور آپ نے اس بات کی کوئی پروا نہیں کی کہ اس کا نام اُنھوں نے ذاتِ انواط رکھا ہے کیونکہ شرک کا کوئی بھی نام رکھ لیا جائے وہ شرک ہی رہے گا چاہے مُردوں کو پکارنے، اُن کے نام کی نذر و نیاز دینے اور اُن کے نام کا جانور ذبح کرنے کو کوئی محبت اور تعظیم کا نام دے لے، یہ بہر حال شرک ہی کہلاتے گا۔

لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

(رداء الترمذی و صحیحہ)

(پھر فرمایا) تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔

اسی پر دوسرے اعمال کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

قَوْلُهُ : لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ۗ

لفظ سُنَنَ میں سن پر اگر ضمہ ہو تو یہ جمع ہوگا اور اگر فتح ہو تو منفرد ہوگا، یعنی طریقہ، راستہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد و گرامی کا مطلب واضح ہے کہ میری امت کے بعض افراد بھی یہود و نصاریٰ جیسے اعمال و افعال کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ثابت ہو رہا ہے اور امت کے بہت سے افراد اس میں مبتلا ہیں۔ اعلام نبوت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا، امت کی کثیر تعداد پر وہ صادق آرہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ایک مسلمان کو زمانہ جاہلیت اور تشبہ باہل کتاب سے بچنا چاہیے، البتہ جس بات کی تصدیق آنحضرت ﷺ فرمادیں، اس میں اگر تشبہ پیدا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بعض متاخرین نے جو آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے تو یہ بوجہ غلط ہے

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ تبرک جن جن ذرائع سے اعمالِ انسانی میں داخل ہوتا ہے، ان

ذرائع کا انسداد بہت ضروری ہے اور سب سے بڑا ذریعہ صلحائے امت کے آثار اور ان کی قبور سے حصول

تبرک ہے۔ پھر آہستہ آہستہ انسان ان سے استمداد بھی کرنا شروع کر دیتا ہے، لہذا ان آثار سے مجتنب

رہنا چاہیے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ذرا قبل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے آنحضرت

ﷺ کے علاوہ کسی شخص سے تبرک کا معاملہ نہیں کیا اور اگر تبرک حاصل کرنا کوئی عملِ صالح ہوتا تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت

لے یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ تَفْسِيرُ آيَةِ التَّجْمِ

① سورة النجم کی آیت کی تفسیر

الثانیة مَعْرِفَةُ صُورَةِ الْأَمْرِ الَّذِي

طَلَبُوا۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو سوال کیا تھا اُس کی صحیح توجیہ و معرفت۔

الثالثة كَوْنِهِمْ لَمْ يَفْعَلُوا

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس چیز کے بارے میں سوال کیا تھا اُس کو

عملی جامہ نہیں پہنایا بلکہ معاملہ صرف سوال کی حد تک ہی رہا۔

الرابعة كَوْنِهِمْ قَصَدُوا التَّقَرُّبَ

إِلَى اللَّهِ بِذَلِكَ لِظَنِّهِمْ
أَنَّهُ يُجِبُّهُ۔

علی رضی اللہ عنہم، جن کے بارے میں اصحاب جنت ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گواہی دی، ان کے آثار اور ان کی قبروں پر جا کر بعض دوسرے صحابہ، تابعین یا تبع تابعین ضرورتاً تبرک حاصل کرتے لیکن ان سابقین الاقلین سے کوئی ایسا عمل ثابت نہیں ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر، آپ کی اُمت میں سے کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ آپ کو زندگی میں ایسی خصوصیات حاصل تھیں جن میں اور کوئی شریک نہ تھا۔ اس بنا پر اگر آپ کی ذات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرک و حصولِ سعادت کا معاملہ کیا تو یہ جُبدِ گانہ بات ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا تھا اس کے سوا کچھ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے۔

الخامس: أَنَّهُمْ إِذَا جَهِلُوا هَذَا
فَغَيَّرَهُمْ أَوْلَىٰ بِالْجَهْلِ -

⑤ جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شرک کی یہ نوعیت مخفی رہی تو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے علم کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

السادس: أَنْتَ لَهُمْ مِنَ الْحَسَنَاتِ
وَالْوَعْدِ بِالْمَغْفِرَةِ مَا لَيْسَ
لِغَيْرِهِمْ -

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال صالحہ کے بدلے مغفرت کا جو وعدہ دیا گیا ہے وہ دوسرے لوگوں کو میسر نہیں ہے۔

السابع: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُعْذِرْهُمْ
الْأَمْرَ بَلْ رَدَّ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ
اللَّهُ أَكْبَرُ أَتَمَّهَا السُّنَنُ
لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ فَغَلَطَ الْأَمْرَ بِهَذِهِ
الثَّلَاثِ -

⑦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس معاملے میں معذور

نہیں سمجھا بلکہ ان کی تردید کی اور فرمایا کہ ”اللہ اکبر“ یہی تو وہ راستے ہیں، تم بھی اپنے پہلوں کے راستے کی پیروی کرو گے۔ پس ان تین امور سے معاملہ کی سختی اور اہمیت واضح فرمائی۔

الْأَمْرُ الْكَبِيرُ وَهُوَ الْمَقْصُودُ
أَنَّهُ أَخْبَرَاتٌ طَلَبَتْهُمُ
كَطَلْبَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ
لَمَّا قَالُوا لِمُوسَى اجْعَلْ
لَنَا إِلَهًا -

الثامنة

⑧ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی فرمائش کو بنی اسرائیل کی فرمائش جیسی قرار دیا جبکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ”ہمارے لیے بھی کوئی معبود ہے“

أَنَّ نَفِي هَذَا مِنْ مَعْنَى
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَعَ دِقَّتِهِ
وَخِفَائِهِ عَلَى أَوْلِيَّكَ -

التاسعة

⑨ اس قسم کے تیزک کا انکار بھی لا الہ الا اللہ کے معنی میں داخل ہے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں سے بھی اپنی باریکی کی وجہ سے پوشیدہ رہا۔

أَنَّهُ حَلَفَ عَلَى الْفُتْيَا ،
وَ هُوَ لَا يَحْلِفُ إِلَّا لِمَصْلِحَةٍ -

العاشر

⑩ رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ ہرگز یہ نہ تھی کہ آپ خواہ مخواہ

قسم کھائیں لیکن بایں ہمہ آپؐ کسی خاص مصلحت و ضرورت کے موقع پر اور
اہم کام میں قسم کھالیا کرتے تھے جیسا کہ آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال
کے جواب میں قسم کھائی ہے۔

للحادی عشرۃ **أَنَّ الشِّرْكَ فِيهِ أَكْبَرُ
وَ أَصْفَرُ لِأَنَّ لَهُمْ لَمْ يَرْتَدُّوا
بِهَذَا۔**

⑪ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال پر چونکہ ان کو ترد نہیں سمجھا گیا، جس سے
پتا چلا کہ شرک کی دو قسمیں ہیں: ○ شرک اکبر ○ شرک صغیر۔

الثانی عشرۃ **قَوْلُهُمْ "وَنَحْنُ حُدَثَاءُ
عَهْدٍ بِكُفْرٍ فِيهِ أَنْ غَيْرَهُمْ
لَا يَجْهَلُ ذَلِكَ۔**

⑫ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ کہنا کہ ”ہمارا زمانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا“ سے
پتا چلا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سابقین اولین میں شمار ہوتے ہیں ان کو
مسئلے کی نوعیت کا علم تھا۔

الثالث عشرۃ **أَلْتَكْبِيرُ عِنْدَ التَّعَجُّبِ خِلَافًا
لِمَنْ كَرِهَهُ۔**

⑬ بوقت تعجب اللہ اکبر کہنا۔ رسول اکرم ﷺ کے اللہ اکبر
کہنے سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو اس کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔

الرابع عشرۃ **سَدُّ الدَّرَائِعِ۔**

⑬ شرک و بدعت کے ذرائع بند کرنا۔

لِلْأَسْعَدِ عَشْرَةَ ۖ
أَلْتَهَىٰ عَنِ الشَّيْءِ بِأَهْلِ
الْجَاهِلِيَّةِ۔

⑭ اہل جاہلیت کے رسم و رواج اپنانے کی ممانعت۔

السَّادِعَشْرَةَ ۖ
أَلْفَضُّ عِنْدَ التَّعْلِيمِ۔

⑮ دورانِ تعلیم استاد کا شاگرد پر ناراض ہونے کا ثبوت۔

السَّابِعَةَ عَشْرَةَ ۖ
أَلْفَاعِدَةُ الْكَلِمَةِ لِقَوْلِهِ :
أَنَّهَا السُّنُّنُ ۔

⑯ رسولِ اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے کہ ”إِنَّهَا السُّنُّنُ“

ایک عمومی قاعدہ بیان کرنا مقصود ہے۔

الثَّامِنَةَ عَشْرَةَ ۖ
أَنَّ هَذَا عِلْمٌ مِنْ أَعْلَامِ
السُّبُوءَةِ لِيَكُونَ وَقَعٌ كَمَا
أَخْبَرَ ۔

⑰ علاماتِ نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس طرح کپڑے

نے فرمایا حرف بحرف اسی طرح ہو رہا ہے۔

التَّاسِعَةَ عَشْرَةَ ۖ
أَنَّ مَا ذَمَّ اللَّهُ بِهِ الْيَهُودَ
وَ النَّصَارَىٰ فِي الْقُرْآنِ
فَإِنَّهُ قَالَهُ لَنَا لِنَحْذَرَهُ ۔

⑱ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جن اعمال و افعال پر یہود و نصاریٰ

کی نذمت فرمائی ہے وہ حقیقت میں ہمارے لیے ایک تنبیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں ہم بھی اس میں مبتلا ہو جائیں۔

العشرون

أَنَّهُ مُتَقَرَّرٌ عِنْدَهُمْ أَنَّ
الْعِبَادَاتِ مَبْنَاهَا عَلَى الْأَمْرِ
فَصَارَ فِيهِ التَّنْبِيهُ عَلَى
مَسَائِلِ الْقَبْرِ.

أَمَّا "مَنْ رَبُّكَ" فَوَاضِحٌ
وَأَمَّا "مَنْ نَبِيِّكَ" فَمِنْ أَخْبَارِهِ
بِأَنْبَاءِ الْغَيْبِ -

وَأَمَّا مَا دِينَكَ فَمِنْ قَوْلِهِمْ
"إِجْعَلْ لَنَا إِلَهًا" إِلَى آخِرِهِ

⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ مانا ہوا اصول تھا کہ عبادت کی اس اس
اور بنیاد حکم اور امر ہے، اس سے ان سوالات کی طرف بھی اشارہ ہوتا
ہے جو قبر میں کیے جائیں گے۔ مثلاً

۱۔ تیرا رب کون ہے؟ — سوال کی نوعیت واضح ہے۔

۲۔ تیرا نبی کون ہے؟ — اس کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اس اطلاع سے ہے جو غیب کے بارے میں ہے۔

۳۔ تیرا مذہب کیا ہے؟ — اس پر "إِجْعَلْ لَنَا إِلَهًا"

دلالت کرتا ہے۔

الحادية والعشرون **أَنَّ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ
مَذْمُومَةٌ كَسُنَّةِ الْمُشْرِكِينَ**

۲۱) اہل کتاب کا مذہب اور طریقہ بھی اسی طرح ناقابل عمل اور مذموم ہے جس طرح مشرکین کا طریقہ اور مذہب۔

الثانية والعشرون **أَنَّ الْمُنْتَقَلَ مِنَ الْبَاطِلِ
الَّذِي إِعْتَادَهُ قَلْبُهُ لَا
يُؤْمِنُ أَنَّ يَكُونَ فِي
قَلْبِهِ بَقِيَّةٌ مِّنْ تِلْكَ الْعَادَةِ
لِقَوْلِهِمْ " وَنَحْنُ حُدُثَاءُ
عِنْدَ بَكْفَرٍ "**

۲۲) جو شخص بھی نیا نیا مسلمان ہوا ہو اس کے دل میں کفر و شرک کے دور کی عادات و اطوار کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں ہے جیسا کہ زیر بحث واقعہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس قول سے واضح ہے کہ " وَنَحْنُ حُدُثَاءُ عِنْدَ بَكْفَرٍ " ہمارا زمانہ کفر بھی نیا نیا گزر رہا ہے۔





بَابُ مَا جَاءَ

فِي النَّجِّ لِعَبْرِ اللَّهِ



اس باب میں

یہ بتایا گیا ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتے
اس کے بارے میں شریعتِ اسلامی میں کیا حکم ہے ؟

﴿قَوْلُهُ تَعَالَى﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي
وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ ۗ وَ بِذَلِكَ أُمِرْتُ

کہو! میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ
اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

قوله : قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ،

” اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکین کو
جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام سے جانور ذبح کرتے ہیں، خبردار کر
دیں کہ میں نے اپنی نمازوں کی اوائلی اور جانوروں کے ذبح کرنے کو صرف اللہ تعالیٰ
کے لیے خاص کر لیا ہے اور میں نے یہ محض اس لیے کیا ہے کہ مشرکین بتوں کی
پوجا کرتے اور ان کے نام سے جانور ذبح کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عمل کی مخالفت اور ان کے کردار سے دامن بچا کر
رکھنے کا حکم دیا ہے۔“

جہاد رحمۃ اللہ علیہ نے ”شُكَّ“ سے صرف حج اور عمرہ میں جانور ذبح کرنا مراد لیا ہے۔
ثوری رحمۃ اللہ علیہ بواسطہ ہدیٰ بن حبیب بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہ اس سے میرا ذبح
کرنا مقصود ہے اور یہی صحاح رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

قوله : وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي

یعنی میں اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کروں گا اور جس ایمان و عقیدہ پر میری موت واقع ہوگی
اُس کا تعلق اللہ سے ہوگا۔

قوله : لَا شَرِيكَ لَهُ

اُس کا کوئی شریک اور سا جھی نہیں ہے۔

قوله : وَ بِذَلِكَ أُمِرْتُ

وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

اور سب سے پہلے سِرِّ اطاعت بھگانے والائیں ہوں۔

اور مجھے اسی اخلاص کی تعلیم دی گئی ہے۔

قوله : وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

سب سے پہلے سِرِّ تسلیمِ خم کرنے کے معنی اُمتِ مسلمہ میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے کے ہیں۔ اس وضاحت کی ضرورت اس لیے ہے کہ اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کا مذہب ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اسلام ہی کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور وہ اسلام یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، اس کو ایک مانا جائے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ دُؤُولٍ إِلَّا نُوحِيَتْ
إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنَا فَاعْبُدُونِ ○ (الانبیاء-۲۵) ہی بندگی کرو۔“

اس مقام پر اس مفرم کی بہت سی آیات حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں۔

زیر بحث آیات کا باب سے تعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کہا ہے کہ جیسے وہ نماز، روزہ وغیرہ احکام پر عمل کر کے تقرب الی اللہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح وہ جائز وغیرہ کو بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کر کے تقرب حاصل کریں۔ مقصد یہ ہے کہ تمام قسم کی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر لیں کیونکہ جب وہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے جائز وغیرہ ذبح کریں گے تو اس کا مطلب صاف یہ ہوگا کہ انھوں نے اس عبادت میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک ٹھہرایا ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرِ

پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

اور لفظ لاشریک لے اس کی کھل کر تردید کر رہا ہے۔

قوله : فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرِ

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تشریح میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

” اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ نماز اور قربانی، دونوں عبادتوں کو جمع کریں اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، کیونکہ یہ دونوں عبادتیں قربت تواضع، افتقار، اللہ سے حسن ظن، اللہ پر قوت یقین اور اطمینان قلب کی نظر ٹھیک ٹھیک رہنمائی کرتی ہیں۔ اہل کبر اور اہل نخوت اور مالدار لوگ ان صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ کو خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ وہ نماز روزہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور تنگدستی، فقر و مسکنت کے ڈر سے قربانی وغیرہ کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی اور خوشنودی کو ان دو عبادات پر منحصر فرماتے ہوئے ان کو ایک ہی جگہ اور ایک ہی آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ دونوں عبادتیں سرفہرست ہیں کیونکہ

○ بدنی اور جسمانی عبادات میں نماز کو اور

○ مالی عبادات میں قربانی اور نحر کو اولیت حاصل ہے۔

وہ نفوسِ قدسیہ جن کے دل زندہ ہیں ان کو نماز میں وہ سرور اور اطمینان

حاصل ہوتا ہے جو دوسری کسی عبادت میں ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ لوگ جب ایمان اور

لے زیر بحث آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ انسان کے اقوال و اعمال ظاہری ہوں یا باطنی، ان کا غیر اللہ کی طرف منسوب ہونا جائز نہیں ہے اور ہر شخص نے غیر اللہ کی طرف نسبت کی تو جس شکر سے اُسے روکا گیا تھا، اس میں وہ مبتلا ہو گیا۔ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ کے الفاظ اسی مسئلہ کے وضاحت کن ہیں۔

و عن عليّ رضي الله عنه قَالَ حَدَّثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلوات الله عليه بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ

حضرت علی رضي الله عنه سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلوات الله عليه نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائیں:

اخلاص کے جذبات سے قربانی کرتے ہیں تو ان کے شُرُنِ نَمَن اور یقینِ عمک کی غیب
کیفیت ہوتی ہے۔

اگر ہم رسولِ اکرم صلوات الله عليه کی سیرت پر غور کریں تو آپ کی زندگی میں یہی
دو عبادتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔“

شراح کا کہنا ہے کہ آپ نماز ہی کو لیجئے، اس میں ایک عبادت کے ادا کرنے میں متعدد عبادتیں
آجاتی ہیں؛ مثلاً:-

تکبیر ○ دعا ○ تسبیح ○ تلاوتِ قرآن ○ سماعتِ قرآن ○ حمدِ الہی ،
○ ثنائے خداوندی ○ قیام ○ رکوع ○ سجود ○ اعتدال ○ اللہ تعلقے کے سامنے
عاجزانه قیام ○ دل کو پوری توجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منبذول کرنا۔
یہ تمام امور فی نفسہم عبادت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا
ناجائز ہے۔

نسک اور قربانی کرنا بھی اپنے اندر پیشمار عبادات کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسا کہ شیخ الاسلام
امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔

قَوْلُهُ : وَ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه

اس سے امیر المؤمنین ابو الحسن الہاشمی، آنحضرت صلوات الله عليه کے چچا زاد بھائی مراد ہیں۔ وہ
آنحضرت صلوات الله عليه کی محنت جگر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی رضي الله عنه بن ابی طالب
ہیں جو سابقین الاولین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جنگ بدر اور معیتِ رضوان میں شریک تھے۔ اُن دس
خوش نصیب صحابہ عظام میں سے ایک ہیں جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ خلفائے

لَعْنَهُ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ -

۱۔ جو شخص غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

ان کو ابنِ مہم خارجی نے ماہِ رمضان المبارک ۳۰۰ھ میں شہید کیا۔

قولہ : حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَذْبَحِ كَلِمَاتٍ

امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں ایک خاص واقعہ بھی نقل فرمایا ہے۔ امام صاحب، ابو یوسف

سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ :

قُلْنَا لِعَلِيٍّ رضي الله عنه أَخْبَرَنَا بِئْسَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْكُمْ

آسَؤُهُ أَيْلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

لَقَدْ قَالَ مَا آسَأَ رَسُولَ اللهِ ﷺ

إِلَّا شَيْئًا كَتَمَهُ النَّاسُ

آپ کو بتائی ہو۔ حضرت علی رضي الله عنه

کننے لگے کہ آپ نے مجھے کوئی ایسی بات

نہیں بتائی جو تمام مسلمانوں کو نہ بتائی ہو۔

البتہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے ضرور سنا

ہے کہ جو شخص غیر اللہ کے نام پر کوئی جانور

ذبح کرے اُس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو

بھی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت

ہو اور جو اپنے والدین کو ملعون قرار دے ،

اُس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو زمین کے

نشانات اور علامات کو مٹائے اُس پر بھی اللہ

کی لعنت ہو۔

قولہ : لَعْنَهُ اللهُ



مقامات و مواطن رحمت سے دُوری اور بُعد کا نام لعنت ہے۔

لعین یا لعون اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے لیے بددعا کی جائے یا جس پر لعنت متحقّق

ہو چکی ہو۔

البراسعادات ﷺ کہتے ہیں کہ اہل میں لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُوری اور مخلوق خدا سے بددعا یا گالی کا نام ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے خاص بندوں پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اسی طرح

وہ مبغوض اور ناپسندیدہ اشخاص پر لعنت کرتا ہے جیسا کہ اُس کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهُ يُخْرِجُكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ نَجِيْمًا نَّحِيْتُهُمْ يَوْمَ يَقْبُورُهُمْ سَلَامًا

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے طلبِ رحمت کی دعائیں کہتے ہیں تاکہ اللہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے جسے وہ ان سے ملیں گے

انکا تحفہ (خدا کی طرف سے) سلام ہوگا۔ (الاحزاب - ۴۲، ۴۳)

اور کافروں کے بارے میں فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا

بہر حال یہ یقینی امر ہے کہ اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر دی ہے۔

(الاحزاب - ۶۳)

مَلْعُوْنِيْنَ فِيْ اٰیٰتِنَا نَقْتُلُوْا اٰخِذُوْا وَقْتِيْلًا

اُن پر ہر طرف سے لعنت کی بوجھاڑ ہوگی جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے۔

(الاحزاب - ۶۱)

قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کیا گیا

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے من و عن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات

میں آ رہی ہے۔

لَعْنَهُ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ -
لَعْنَهُ اللَّهُ مَنْ أَوْى مُحَدَّثًا -

- ۲۔ جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔
۳۔ جو شخص مُحَدَّث کو پناہ دے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

میں ہیں اور ان کا ذبیحہ کھانا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، اس کی حرمت کی بڑی وجہ دو ہیں :

- ۱۔ ایک یہ کہ یہ غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔
۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مُرْتَد کا ذبیحہ ہے۔
کہہ المکرمہ میں اہل جاہلیت اسی طرح جنات کے لیے ذبح کرتے تھے۔
آنحضرت ﷺ سے یہ بات منقول ہے کہ آپ نے جنات کے لیے ذبح کیے گئے جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔
علامہ زغشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

”اہل جاہلیت جب کوئی مکان خریدتے، نیا مکان تعمیر کرتے یا کوئی چیمہ وغیرہ کھودتے تو جنات کے خوف کی وجہ سے اور ان کی شرارتوں سے بچنے کے لیے ایک جانور ذبح کرتے تھے۔ پس اسی بنا پر یہ ذبیحہ جنات کی طرف منسوب کر دیا گیا۔“

ابراہیم المرزوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

”کبھی سلطان کی آمد پر اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو جانور ذبح کیا جاتا اس کے متعلق فقہائے بخارا اور اہل علم نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ بھی غیر اللہ کی رضا کے لیے پکایا جاتا ہے۔“

قوله : لَعْنَهُ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ

”والدین“ سے ماں باپ مراد ہیں۔ خواہ وہ اُوپر کی پشتوں کے ہوں۔

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ :

مِنْ الْكِبَارِ شَتَمَ الرَّجُلِ
وَالَّذِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
(ﷺ) وَ هَلْ يَشْتُمُ
الرَّجُلُ وَالَّذِي؟

مجبور گناہوں میں سے ایک ہے کہ انسان اپنے
ماں باپ گالی دے صحابہؓ نے عرض کی کہ
یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شخص اپنے
ماں باپ بھی گالی دے سکتا ہے؟

قَالَ نَعَمْ. يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ
فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ
فَيَسُبُّ أُمَّهُ لَهُ

اُس نے فرمایا کہ ہاں جب تک کسی شخص کو کسی
کے ماں باپ گالی دیتا ہے تو وہ بھی جواب میں
اسکے ماں باپ گالی دیتا ہے (تو قبل میں
پہلے شخص نے اپنے ہی ماں باپ گالی دی)

قوله: لَعَنَّ اللَّهُ مَنْ أَلْفَى مُحَدَّثًا

یعنی ظالم پر چند نافرمان ہونے دے۔ آوی الف پر نہ کہ ساتھ۔ اس کو بچالے اور اس کی حمایت پر اُڑ گئے
لفظ مُحَدَّثًا میں حرف دال کی فتح اور کسرہ دونوں طرح جائز ہے۔
ابو سعادات کا کہنا ہے،

أُوتِيَ إِلَى الْمَنْزِلِ فِي نَزْلِ كَارِخَ بِنَا، أُوتِيَ غَيْرِي فِي نَزْلِ دُوسَرَةَ كُورِنَا
دی۔ اس میں آویہ بھی مستقل ہے یعنی متعدی نہ کہ ساتھ استعمال ہوتا ہے اور بغیرہ کے بھی لیکن بعض لوگوں
نے بغیرہ کے متعدی کا انکار کیا ہے۔

السبتة مُحَدَّثًا " کا لفظ، تو اس کے متعلق ابو سعادات کا کہنا ہے کہ دال کے کسر اور فتح
دونوں سے مروی ہے، یعنی فاعل اور مفعول، کسر کی شکل میں معنی یوں ہوگا۔

کہ جس نے مجرم کی مدد کی، اُس کو جگہ دی اور اُسے اس سے مقابلہ کرنے کے لیے سے بچایا اور اس
سے قصاص لینے میں حائل ہو گیا (وہ ملعون ہے)
فتح کی شکل میں معنی یہ ہے۔

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ کام مراد ہے جو کہ خود بدعت ہے اور جگہ دینے سے مراد اس ضرورت میں اس بدعت سے
رضامندی اور اس پر صبر کرنا ہے، کیونکہ جب وہ بدعت پر راضی ہو گیا اور اس کے فاعل پر اقرار کیا
اور انکار نہ کیا تو اس نے بدعت کو جگہ دے دی۔

لے والدین کے بارے میں ترجمہ کی کتاب عظمت والدین کا مطالعہ کرنا عظیم فائدہ کا حامل ہوگا۔ (انشاء اللہ)

لَعْنَةُ اللَّهِ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ -

(رواہ مسلم)

۴۔ جو شخص زمین کے نشانات کو مٹائے اُس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”یہ گناہ کبیرہ اپنے مراتبِ فعل کے لحاظ سے کبیرہ بھی ہو سکتا ہے اور صغیرہ بھی۔ اگر عمل فی نفسہ بڑا ہوگا تو یہ کبیرہ کہلائے گا ورنہ صغیرہ ہوگا۔“

قَوْلُهُ : لَعْنَةُ اللَّهِ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ

مَنَارٌ : بفتح الميم، زمین کی حد بندی کے لیے جو نشان لگایا جاتا ہے اُسکو منار کہتے ہیں۔

ابو السعادات رحمۃ اللہ علیہ، ”نسایہ“ میں لکھتے ہیں کہ:

”تعنوم بفتح التاء ہے۔ یہ واحد ہے، اس کی جمع تُعْنُو ہے۔ لضم التاء والخاء۔“

”تعنوم اور منار دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔“

بعض علمائے یہاں حد و حرم مراد لی ہیں اور بعض علماء کے نزدیک اس سے ہر جگہ کی

حد و مراد ہیں۔

اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے مُعَالَم کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، یعنی مرکز پر وہ علامات،

جن سے مسافت معلوم ہوتی ہے ان کو معالم بھی کہتے ہیں۔

جو شخص دوسرے کی زمین ہتھیانے کے لیے نشانات کو مٹائے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے

تغیر کے معنی ہیں نشان کو آگے پیچھے کرنا۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ ظَلَعَ شَيْئًا مِّنَ الْأَرْضِ

طَوَّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ

سَبْعِ آرْضِينَ لَهُ

لہ بخاری، مسلم، مسند احمد۔ ڈال دی جائیں گی۔

اس حدیث سے ظالم کا نام لیے بغیر اُس کو ملعون قرار دینے کا جواز پیدا ہوتا ہے تاہم فاسق

آدی کا نام لے کر اسے فاسق کہنے میں دو مسلک ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اُس کا نام لے کر فاسق کہا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اسی

کے قائل ہیں۔

و عن طارق بن شهاب رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ وَ دَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ - قَالُوا وَ كَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

حضرت طارق بن شهاب رضي الله عنه سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص صرف مکھی کی وجہ سے جنت میں جا پہنچا اور ایک جہنم میں چلا گیا صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے؟

۲- دوسرا مسلک یہ ہے کہ کسی کا نام لے کر اُس کو فاسق نہیں کہنا چاہیے۔ ابو بکر عبدالعزیز اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔

قوله : وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ رضي الله عنه

ابو عبداللہ طارق بن شہاب الجعفی الاحمسی صحابی رسول ہیں۔ انہوں نے جوانی کی حالت میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے۔ امام لغوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق طارق بن شہاب رضي الله عنه نے کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں طارق بن شہاب رضي الله عنه نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو ضرور ہے، لیکن آپ ﷺ سے سماع ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

”آنحضرت ﷺ سے اُن کی ملاقات ثابت ہونے سے پتا چلا کہ

یہ صحابی ہیں اور حدیث کے سماع نہ کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کی تمام روایات صحابی کی سرل ہیں، اس صورت میں راجح قول یہ ہے کہ وہ حدیث قابل قبول لگی بقول ابن جہان، طارق بن شہاب رضي الله عنه سلمہ میں فوت ہوئے تھے۔“

قوله : دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ



قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ
لَهُمْ صَمٌّ لَا يُجَاوِزُهُ أَحَدٌ حَتَّى
يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا فَقَالُوا لِأَحَدِهِمَا قَرِيبٌ
قَالَ لَيْسَ عِنْدِي شَيْءٌ أَقْرَبُ
قَالُوا لَهُ قَرِيبٌ وَ لَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ
ذُبَابًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَدَخَلَ النَّارَ -

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو شخص چلتے چلتے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے اور اس قبیلے کا ایک بہت بڑا بت تھا۔ وہاں سے کوئی شخص بغیر چڑھاوا چڑھائے نہ گزر سکتا تھا چنانچہ ان میں سے ایک کو کہا گیا کہ یہاں ہمارے بت پر چڑھاوا چڑھاؤ۔ اُس نے معذرت کی کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں یہ عمل ضرور کرنا ہوگا اگرچہ ایک مکھی پکڑ کر ہی چڑھاؤ۔ اُس مسافر نے مکھی پکڑ کر چڑھاوا اُس کی بھینٹ کر دیا اور انہوں نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اس مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

یعنی مکھی کی وجہ سے دونوں میں سے ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں جاگرا۔

قوله : قَالُوا وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو معمولی عمل خیال کیا اور اس پر تعجب کا اظہار کیا چنانچہ آنحضرت نے اس کی وضاحت فرمائی کہ یہ معمولی اور حقیر عمل کس طرح ان کے نزدیک ہے اور یہ عظیم عمل ہو گیا کہ ایک شخص اس کی وجہ سے جنت کا مستحق قرار دیا گیا اور دوسرا مستوجبِ دوزخ ٹھہرا۔

قوله : مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ لَهُمْ صَمٌّ

صمّ : پتھر کی اُس مُورتی کو کہتے ہیں جسے کسی جاندار چیز کے ہم شکل وہم صورت بنا دیا

وَقَالُوا لِأَخْذِ قَرِيبٍ - فَقَالَ مَا
كُنْتُ لِأَقْتَرِبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُونَ
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَضَرَبُوا عُنُقَهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ -

(رواه احمد)

دوسرے شخص سے کہنے لگے کہ تم بھی کسی چیز کا چڑھاؤ اور چڑھاؤ تو اُس اللہ کے
بندے نے جواب دیا کہ میں غیر اللہ کے نام پر کوئی چڑھاؤ انہیں چڑھا سکتا۔ یہ جو آپ
سُننے ہی انہوں نے اس مرد مومن کو شہید کر دیا تو یہ سیدھا جنت میں پہنچا۔

گیا ہو، اس پر وہ سن کا لفظ بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

قَوْلُهُ : لَا يُجَاوِزُهُ

یعنی کوئی شخص بغیر چڑھاوے کے یہاں سے نہیں گزر سکتا تھا اگرچہ چڑھاوے کے لیے کوئی

معمولی چیز نہ ہو۔

قَوْلُهُ : قَالُوا لَهُ قَرِيبٌ

حدیث کے ان الفاظ میں شرک کو جہنم کا سبب بتایا گیا ہے اگرچہ شرک بالکل معمولی درجے کا اور

ہلکا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

إِنَّمَا مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ

حَدَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

وَمَا وَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

إِنَّ أَنْصَارَهُ (المائدہ - ۷۲) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اس حدیث میں شرک سے گھٹتا بچنے اور اس سے ڈرتے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، کیونکہ

بعض اوقات انسان ایسا عمل کر گزرتا ہے جس کے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ یہ عمل شرک نہیں ہے، اور وہ اس

عمل کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تَفْسِيرُ اِنْ صَلَّاتِي وَنَسِيْتُ

① آیت ” ان صلاتی ونسیت“ کی تفسیر و توضیح۔

الثانیہ: تَفْسِيرُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَر

② آیت ” فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَر ” کی تشریح و تفسیر

الثالثہ: اَلْبَدَاةُ بِلَعْنَةِ مَنْ ذَبَحَ

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔

③ جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس کا پہلے ذکر اور اسے ملعون

تسار دینا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مسافر کا قصد شریک نہ تھا بلکہ اہل جہنم کے شر سے نجات حاصل کرنا مقصود تھا لیکن اس کے باوجود وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔

یہ بھی پتا چلا کہ یہ دونوں مسافر مسلمان تھے، اگر وہ مسلمان نہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے التَّارَ فِيْ ذُبَابٍ نہ فرماتے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کے ہاں جو کچھ کھینٹ تیلی ہی تصورِ عظیم ہوتی ہے۔ مصنف علیہ السلام نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

قَوْلُهُ : وَ قَالُوا لَلْاٰخِرِ قِيَّتْ

حدیث کے ان الفاظ سے توحید اور اخلاص کی عظمت و فضیلت واضح ہوتی ہے۔

الرابعة

لَعْنٌ مِّنْ لَعْنِ وَالِدَيْهِ، وَمِنْهُ
أَنْ تَلْعَنَ وَالِدَيْ
الرَّجُلِ فَيَلْعَنَ وَالِدَيْكَ.

④ جو شخص اپنے والدین کو ملعون کہے وہ خود ملعون ہے۔ اور یہ کہ اگر تم کسی کے والدین کو ملعون کہو گے تو لازمی طور پر وہ تمہارے والدین کو ملعون قرار دے گا، اس طرح تم خود اپنے ہی والدین کو ملعون ٹھہرتے ہو۔

الخامسة

لَعْنٌ مِّنْ أَوْىٰ مُّحَدِّثًا
وَ هُوَ الرَّجُلُ يُحَدِّثُ شَيْئًا
يَجِبُ فِيهِ حَقُّ اللَّهِ فَيَلْتَجِي
إِلَىٰ مَنْ يُّحِيرُهُ مِنْ ذَلِكَ.

⑤ جو شخص مُّحَدِّث کو پناہ دے اُس پر لعنت، یہ وہ شخص ہے جو کسی ظلم کا ارتکاب کرے اور پھر پناہ کا متلاشی ہو تاکہ اس سے اس ظلم کا بدلہ نہ لیا جاسکے۔

السادسة

لَعْنٌ مِّنْ غَيْرِ مَنَارِ الْأَرْضِ
وَ هِيَ الْمَرَّاسِيْمُ الَّتِي تَفْرِقُ
بَيْنَ حَقِّكَ وَ حَقِّ جَارِكَ
فَتُعْتَبَرُهَا بِتَقْدِيمِ أَوْ تَأْخِيرِ.

④ جو شخص علاماتِ زمین کو بدلتا ہے اُس پر لعنت۔ منار سے وہ نشانات مراد ہیں جو کسی شخص کے پڑوسی کی حدود کو متعین کرتے ہیں ان نشانات کو

کو آگے پیچھے کر کے اپنے پڑوسی کا حق مارنا مقصود ہو۔

الساجد:
الْفَرْتُ بَيْنَ لَعْنِ الْمُعَيَّنِ
وَلَعْنِ أَهْلِ الْمَعَاصِبِ عَلَى
سَبِيلِ الْعُمُومِ -

⑤ کسی خاص شخص کو اور بدکاروں کی جماعت پر عموماً لعنت میں فرق کی وضاحت۔

الثامن:
هَذِهِ الْقِصَّةُ الْعَظِيمَةُ وَهِيَ
قِصَّةُ الذُّبَابِ -

⑧ وہ قصہ عظیم ہے جو قصہ ذباب ہے۔

التاسع:
كَوْنُهُ دَخَلَ النَّارَ بِسَبَبِ
ذَلِكَ الذُّبَابِ الَّذِي لَمْ
يَقْصِدْهُ بَلْ فَعَلَهُ تَخْلُصًا
مِّنْ شَرِّهِمْ -

⑨ ایک شخص مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا حالانکہ اس کا مقصد صرف اہل منعم کے شر سے نجات حاصل کرنا تھا نہ کہ شرک کرنا۔

العاشر:
مَعْرِفَةُ وَتَدْرِ الشَّرِكِ فِي تُلُوبِ
الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ صَبَرَ ذَلِكَ عَلَى الْقَتْلِ
عَلَى الْقَتْلِ وَ لَمْ يُوَافِقْهُمْ
عَلَى طَلَبَتِهِمْ مَعَ كَوْنِهِمْ
لَمْ يَطْلُبُوا إِلَّا الْعَمَلَ الظَّاهِرَ

⑩ ایک مومن کے دل میں شرک کتنا سنگین جرم ہے اس کا اندازہ آپ بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُس نے ایک ظاہری عمل کی مخالفت محکمے اپنی جان کی بازی لگادی لیکن وہ ادنیٰ شرک کرنے پر تیار نہ ہوا کیونکہ اہل صنم نے صرف ظاہری عمل کرنے کو کہا تھا۔

الحادی عشرہ

إِنَّ الذَّيْبَ دَخَلَ النَّارَ
مُسْلِمًا، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ كَافِرًا
لَمْ يَقُلْ دَخَلَ النَّارَ فِي ذُبَابٍ -

⑪ جو شرک کر کے جہنم کا سزاوار ٹھہرا وہ مسلمان تھا کیونکہ اگر وہ کافر ہوتا تو آنحضرت ﷺ نے فرماتے کہ ”ایک مکھی کے عوض جہنم میں گیا۔“

الثانی عشرہ

فِيهِ شَاهِدٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ
الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَيَّ أَحَدِكُمْ مِنْ
شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ -

⑫ زبیر بن جراح نے ایک دوسری صحیح حدیث کے ہم معنی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”جنت اور دوزخ انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔“

الثالث عشرہ

مَعْرِفَةُ أَنْتَ عَمَلِ الْفَتَلِ
هُوَ الْمَقْصُودُ الْأَعْظَمُ حَتَّى عِنْدَ
عَبْدَةِ الْأَوْثَانِ -

⑬ دلی کیفیت کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عند اللہ اسی کی مناسبت سے بدلہ ملے گا اور اس حقیقت کو جان لینا کہ بتوں کے پجاریوں کے ہاں بھی دل کی کیفیت ہی مقصود و مطلوب تھی۔

باب

لَا يَذْبَحُ لِلَّهِ بَهَائِمًا

يَذْبَحُ فِيهَا لِلَّهِ



اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس جگہ غیر اللہ کے
نام پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں وہاں صرف اللہ کے نام پر جانور
ذبح کرنا ناجائز ہے۔

قَوْلَهُ تَعَالَى لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدَ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ -

تم ہرگز اس عمارت میں نہ کھڑے ہونا۔ جو مسجد روزِ اول سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی تو یہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو۔

قَوْلُهُ : لَا تَقُومُ فِيهِ أَبَدًا

یہاں "لا" نافیہ ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ "لا" نہی کے لیے ہو اور یہ زیادہ واضح ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مسجدِ ضرار میں نماز پڑھنے سے روک دیا تھا اور اس مانعیت میں آپ کے ساتھ اُمت بھی شامل ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجدِ قبا میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی جس کی تاسیس یومِ اول ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت اور تمام مسلمانوں کا ایک ہی بات پر اتفاق نہایت ضروری ہے تاکہ سب میں اتحاد و یکجہتی کا جذبہ پیدا ہو اور اسلام اور اہل اسلام کی اندرونی قوت و طاقت مضبوط اور محکم ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا

صَلُّوا فِي مَسْجِدِي فَإِنِّي مَعَكُمْ قَبَا كِي زيارت کو ساری اور پیدل دونوں صورتوں میں کیا کرتے تھے زیر بحث آیتِ کریمہ میں جس مسجد کا ذکر ہے اس کے بارے میں علمائے سلف مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت عطیہ، امام شعبی اور امام سنن رحمہم اللہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ وہ مسجدِ قبا ہے، شاح فرماتے ہیں، اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے، کہ

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَمَطَّوْا (التوبة - ۱۰۸) پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔
حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

تَمَّاعَى رَجُلَانِ فِي الْمَسْجِدِ
الَّذِي أُتِسَّ عَلَى التَّقْوَى
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ
قرآن کریم میں جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے
تقویٰ پر رکھے جانے کا ذکر ہے، اس کے تعلق
دو شخص آپس میں ایک دوسرے سے
مباحثہ کر رہے تھے۔

فَقَالَ رَجُلٌ: هُوَ مَسْجِدٌ قُبَلَهُ
وَقَالَ الْآخَرُ: هُوَ مَسْجِدُ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ
الْآخَرُ: هُوَ مَسْجِدِي
هَذَا (مسلم)

ایک کا کہنا یہ تھا کہ وہ مسجد قبائے۔
دوسرے شخص کا موقف یہ تھا کہ اس مسجد
سے مسجد نبوی مراد ہے۔ اس پر
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
وہ میری یہ مسجد ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اس سے مسجد نبوی مراد لینا ہی صحیح ہے اور یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ
آیت اور حدیث میں کوئی منافات اور تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ جب
مسجد قبائے کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی تو مسجد نبوی کی بنیاد تو بطریق اولیٰ تقویٰ پر تھی بخلاف
مسجد بصرہ کے کہ اس کی بنیاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر رکھی گئی تھی جیسا کہ خود قرآن کریم
کہتا ہے کہ:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا
رِضْوَانًا وَكُفْرًا وَتَقْرِيفًا
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی،
اس غرض کیلئے کہ (دعوت حق کو) نقصان
پنچائیں اور (خدا کی بندگی کھنسنے کے بجائے)

کمز کریں اور اہل ایمان میں مچھوٹ ڈالیں۔
اور (اس لٹا ہر عبادت گاہ کو) اس شخص کیلئے
حَارَبَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
کھین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے

مِنْ قَبْلُ، وَيَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ كَلِمَاتٍ بِرَسُولٍ يَكْفُرُ بِمَا هُوَ دُونَ
 آدِنَا إِلَّا الْحَسَنُ، وَاللَّهُ شَهِدٌ لَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ○ بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا مگر
 (التوبة - ۱۰۴) اللہ گواہ ہے کہ وہ طبعی جھوٹے ہیں۔

آیت کریمہ میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے انہی کے پیش نظر مسجد ضرار میں نماز پڑھنے سے
 آنحضرت ﷺ کو روکا گیا تھا۔

مسجد ضرار کے بانیوں نے جب مسجد مکمل کر لی تو آنحضرت ﷺ کے غزوہ تبوک پر روانہ ہونے
 سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ تشریف لا کر
 اس مسجد میں نماز پڑھادیں تو ہماری خوش قسمتی ہوگی۔ ہم نے یہ مسجد محض اس لیے تعمیر کی ہے کہ کزدرد و بیماریاں
 لوگ یا جو کسی اور تکلیف میں مبتلا ہوں یا سردی کی راتوں میں اس میں نماز پڑھ لیا کریں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب تو ہم غزوہ تبوک کی تیاری میں مصروف ہیں، البتہ
 واپسی پر انشاء اللہ آئیں گے اور نماز بھی پڑھیں گے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے اور آنحضرت
 ﷺ اور مسجد ضرار کے درمیان صرف ایک دن یا ایک دن کے کچھ حصہ کی مسافت باقی تھی
 تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسجد ضرار کی اصل غرض و غایت کے بارے میں وحی نازل ہوئی اور اس کے
 بعد آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی مسجد ضرار کو منہدم کر دیا۔

سوال — زیر بحث آیت کریمہ کا، جس میں مسجد ضرار کے گرائے جانے کا ذکر ہے،

اس باب سے کیا تعلق ہے؟

جواب — وہ مقام، جہاں غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہاں خالص اللہ
 تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کرنے سے بچنا چاہیے؛ بالکل اسی طرح، جس طرح کہ مسجد ضرار کی تعمیر اللہ تعالیٰ کی
 نافرمانی کی بنا پر کی گئی تھی؛ لہذا یہ مسجد اللہ تعالیٰ کے غضب کی جگہ ٹھہری جس میں نماز جائز نہیں۔
 اسی طرح جہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے لیے جانور
 ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

قیاس کا یہ اسلوب صحیح ہے، اس کی تائید حضرت ثابت بن الضحاک کی روایت سے ہوتی ہے
 جو اصل کتاب میں آگے آرہی ہے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا

وَ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ○ (التوبة : ١٠٨)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔

قولہ : فِيهِ رِجَالٌ

امام احمد رضی اللہ عنہ اور ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے عیوم بن ساعدہ انصاری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ سجدہ قبا میں تشریف لائے اور اہل مسجد سے سوال کیا کہ :

إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحْسَنَ عَلَيْكُمْ
التَّهْنَةَ بِالطُّهُورِ فِي قَعْتِهِ
مَسْجِدِكُمْ قَمَا هَذَا الطُّهُورُ
الَّذِي تَطَهَّرُونَ بِهِ ؟

فَقَالُوا : وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ
لَللَّهِ عِلْمٌ مَا نَعْلَمُ شَيْئًا
إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لَنَا
يَجْعَلُ مِنَّا الْيَهُودَ فَكَانُوا
يَفْسِلُونَ آبَاءَهُمْ مِنَ
الْعَائِطِ فَفَعَلْنَا كَمَا عَسَلُوا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

”هُوَ ذَلِكَ فَعَلَيْكُمْ“
جس پاکیزگی کا اللہ نے ذکر کیا ہے، وہ
یہی ہے، اس پر ضرور عمل کرتے رہنا۔

عن ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ قَالَ : نَذَرَ رَجُلٌ
 أَنَّهُ يَنْحَرُ إِبِلًا بِسَوَانَةَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ
 ﷺ فَقَالَ : هَلْ كَانَ فِيهَا وَشٌّ
 مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ ؟ قَالُوا لَا -
 قَالَ : فَهَلْ كَانَ فِيهَا عَيْدٌ مِنْ
 أَعْيَادِهِمْ ؟ قَالُوا لَا -

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
 ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی تمھام پر جا کر چند اونٹ ذبح کرے گا
 اس نذر کے ماننے والے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا
 صحیح ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا وہاں کوئی بت تھی
 جس کی مشرک پوجا کرتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا کہ کیا وہاں مشرکین کا میلہ لگتا تھا؟ صحابہ نے
 کہا کہ نہیں۔

ان الفاظ کو ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور حاکم رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔
 قولہ : وَاللَّهِ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ
 البر العالیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

” طہارت کے لیے پانی کا استعمال یقیناً اچھی بات ہے لیکن یہاں جس
 طہارت کا ذکر ہے اس کا تعلق معاصی اور گناہوں سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔
 مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ وہ نہیں جو اخلاقی پاکیزگی کی بنا پر عند اللہ ”مطہرین“ کے

زمرہ میں شامل ہیں۔“

اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ محبت کا اثبات ہوتا ہے اور یہ بات اشاعرہ وغیرہ کے مذہب کے خلاف ہے۔

قوله : عن ثابت بن العنصاك رضي الله عنه

حضرت ثابت رضي الله عنه مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ البرقلاہ وغیرہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ اس جلیل القدر صحابی نے رضي الله عنه میں وفات پائی۔

قوله : بِمَوَانَةٍ

بروانہ، یعنی ابنا بھی ہے اور بیعت ابنا بھی۔ بغزی رضي الله عنه کے مطابق صحیح الحدیث سے ملکہ کثیر ہیں تو اس کے میں نشیب میں بروانہ واقع ہے۔

صاحب نہایہ علامہ ابوالسعادات رضي الله عنه لکھتے ہیں کہ:

” بروانہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو بیعت کے مقام سے پرے واقع ہے۔“

قوله : هَلْ كَانَ فِيهَا وَنَّ مِنْ أُمَّتَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ

اس سے معلوم ہوا کہ جس مقام پر کسی بت وغیرہ کی پرستش ہوتی ہو وہاں جا کر نذر کو پورا کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہاں سے بت وغیرہ ہٹا دیا گیا ہو۔

قوله : فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَيْسَادِهِمْ

حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمته الله فرماتے ہیں کہ:

” عید اُس عام اجتماع اور میلے کا نام ہے جو بار بار آئے یا بار بار منعقد ہو“

چاہے اس اجتماع کا انعقاد سالانہ کیا جاتا ہو یا ماہانہ کیا جاتا ہو یا ہفت روزہ۔

زیر بحث حدیث میں ”عید“ سے مراد اہل جاہلیت کا یہ مخصوص اجتماع ہے

عید کسی معانی کو متضمن ہے، بار بار آنا جیسے،

○ یوم النضر یا یوم الجمعہ۔

○ اجتماع اور اس سے متعلقہ عبادات و رسوم۔

○ اُس مقام کو بھی عید کہتے ہیں جس مقام پر اس طرح کا اجتماع ہوتا ہو۔

○ کبھی مطلق خوشی کو بھی عید کہتے ہیں۔

ان مذکورہ بالاتمام امور پر لفظ عید کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱— بار بار باعتبار زمانہ آنے والا اجتماع جیسے جمعہ کا دن۔ حدیث میں ہے:

إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدْ جَعَلَهُ يَوْمَ جَمْعِ كَرِهُهُ تَعَالَى لِنَسْلَانِ كَيْسَلَهُ
اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيْدًا
عید کا دن مقرر فرمایا ہے۔

۲— عبادات و رسوم پر اطلاق کی مثال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ:

شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عِبَادَتِهِ فِي يَوْمِ عِيدِ كَرِهُهُ تَعَالَى لِنَسْلَانِ كَيْسَلَهُ
اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيْدًا
میں عید کی عبادت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔

۳— مکان اور جگہ کو عید کہنے کی مثال آنحضرت ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ:

لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِِيْ عِيْدًا
میرے قبر کو میلے پھیلے کی جگہ نہ بنا لینا۔
بعض اوقات دن اور اس سے متعلقہ عمل دونوں کو عید کہتے ہیں، جیسے

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ:

دَعُهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ!
لَعَلَّ الْوَبْكَرُ! اِنَّ سَمِيَّ كَرِهُهُ تَعَالَى لِنَسْلَانِ كَيْسَلَهُ
فَاِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا
کے لیے کوئی نہ کوئی دن عید کا ضرور ہوتا ہے
مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

” اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منہی کو اوقات سے پہلے تمام تفصیلات معلوم کر لینا چاہئیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جاہلیت کے اُن مقامات پر جہاں وہ اجتماع کیا کرتے تھے اگرچہ اب وہاں اجتماع نہ بھی ہوتے ہوں تب بھی وہاں نذر وغیرہ کا پورا کرنا منع ہے۔“

شراح رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:

” اس حدیث سے باب سد ذرائع کا بھی استنباط ہوتا ہے نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین سے کسی پہلو سے بھی مشابہت نہیں ہونی چاہیے اور ان لوگوں سے بچنا چاہیے جن سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مشرکین سے مشابہت کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتے ہیں۔“

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْفِ بِنَذْرِكَ
فَاتَهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرِي فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ -
وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ -

(درواہ ابوداؤد و اسنادہ علی شریطہا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا درست نہیں ہے۔
اور نہ وہ نذر پوری کرنا صحیح ہے جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔

قوله : فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

” یہ حدیث اس بات کی تین دلیل ہے کہ جس مقام پر مشرکین کا میلہ لگتا ہو یا اُس مقام پر اُن کا کوئی بُت وغیرہ نصب ہو اگرچہ اُس مقام پر اپنے میلے کا اہتمام ہوتا ہو اور نہ بُت ہی نصب ہو۔ تاہم اِس مقام پر اللہ تعالیٰ کے لیے کسی جانور کو ذبح کرنا ممنوع ہے اور مصیبت کے وارے میں داخل ہے کیونکہ مشرکین کا کسی جگہ پر میلہ لگانا یا کسی مقام پر اُن کا غیر اللہ کی عبادت کرنا، خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کرنے اور نذر پورا کرنے کے لیے مانع اور رکاوٹ ہے۔“

قوله : فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرِي فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ

حدیث پاک کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ غلط مقام پر صحیح نذر کو پورا کرنا بھی مصیبت ہے اور اُسکا پورا کرنا بالاجماع ممنوع ہے، اِس میں اختلاف ہے کہ اِس سلسلے میں کفارہ عین ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اِس میں دو قول ہیں اور یہ دونوں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول دو روایات پر مبنی ہیں۔

ا — ایک روایت یہ ہے کہ کفارہ ادا کرنا واجب ہے، یہی بات درست ہے جو حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ان کی دلیل حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا تَذَرُ فِي مَعْصِيَةٍ وَ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ تَأْتِيَهُ مِنْ كَيْفِ نَذْرِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا
كَفَارَةٌ كَفَّارَةٌ يَمِينٍ كَوْنًا جَائِزًا نَحْنُ أَدْرَأْسُ كَالْكَفَّارَةِ وَهِيَ بَعْدَ
بِقَوْمِ كَابِئَةٍ

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور خود امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو قابلِ محبت گردانا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ابن من نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

۲ — دوسری روایت یہ ہے کہ اس طرح نذر پورا نہ کرنے پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

مسروق، امام شعبی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے کیونکہ اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے کفارہ نہ ہوگا۔

ان ائمہ کرام کے اس فرمان کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں کفارہ کا ذکر موجود ہے لہذا مطلق حدیث کو مقتید حدیث پر معمول کیا جائے گا۔

قوله: : وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ

صاحب شرح الصحاح، اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ:

”اگر انسان ایسی شے کی نذر مانے جس کا وہ مالک نہیں ہے، مثلاً وہ کہے کہ ”اگر میرے مریض کو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی تو میں فلاں کے غلام کو آزاد کروں گا“ وغیرہ تو اس کا ایفا ضروری نہیں۔ لیکن اگر ایسی چیز کی نذر مانتا ہے جو اُسکے ذمہ یا دائرہ اختیار میں داخل ہو اور یوں کہے کہ ”اگر میرے مریض کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی تو میں اللہ کے لیے ایک غلام آزاد کروں گا“۔ یہ کہتے وقت بے شک اس کے پاس کوئی غلام نہ ہو، تب بھی اُس کے ذمے غلام آزاد کرنا باقی ہے گا۔“

قوله: : ذَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ عَلَى شَرِّ طَبَقَاتِنَا

صحا کی ضمیر کا مرجع، صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام یہ ہے:

سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد الأزدي السجستاني۔ یہ امام احمد کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ یہ سنن ابو داؤد اور مراسل وغیرہ کے مصنف ہیں۔ اپنے وقت کے ثبوت امام، حافظ الحدیث اور کبار علماء میں سے تھے۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

فہرست مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاول: تَفْسِيرُ قَوْلِهِ : " لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا " -

① آیت " لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا " کی تفسیر

الثانية: أَبَّ الْمَعْصِيَةِ قَدْ تُوْشِرُ فِي الْأَرْضِ وَكَذَلِكَ الطَّاعَةُ

② اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کا اثر زمین پر بھی ہوتا ہے

الثالثة: رَدُّ الْمَسْئَلَةِ الْمُسْكَلَةِ إِلَى الْمَسْئَلَةِ الْبَيِّنَةِ لِيُزُولَ الْأَشْكَالُ

③ مشکل مسئلہ کو پوری وضاحت سے سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

الرابعة: اسْتِفْصَالُ الْمُفْتَى إِذَا أَحْتَاجَ

إِلَى ذَلِكَ -

④ اگر مفتی مناسب سمجھے تو متعلقہ مسئلہ کی تفصیلات دریافت کر

سکتا ہے۔

الخامسة

لَا تَخْصِيصَ الْبُقْعَةَ بِالنَّذْرِ
لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا خَلَا مِنْ
الْمَوَاقِعِ -

⑤ اگر کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو نذر کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی جگہ کو مخصوص کیا جاسکتا ہے۔

السادسة

الْمَنْعُ مِنْهُ إِذَا كَانَ فِيهِ وَشْنٌ
مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ لَوْ
بَعْدَ زَوَالِهِ

④ جس مقام پر دورِ جاہلیت کے اوثان میں سے کوئی وشن ہو، اگرچہ اس کو ختم ہی کر دیا گیا ہو تاہم ایسی جگہ کو نذر پورا کرنے کیلئے منتخب نہیں کرنا چاہیے

السابعة

الْمَنْعُ مِنْهُ إِذَا كَانَ فِيهِ عِيدٌ
مِنْ أَعْيَادِهِمْ وَ لَوْ بَعْدَ زَوَالِهِ -

⑤ مشرکین کی عید کی جگہوں پر نذر پوری کرنے سے باز رہنا چاہیے اگرچہ مشرکین کے عید منانے کا سلسلہ ختم ہی ہو چکا ہو۔

الثامنة

أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْوَفَاءُ بِمَا نَذَرَ
فِي تِلْكَ الْبُقْعَةِ لِأَنَّهُ نَذْرٌ
مَعْصِيَةٌ -

۸) مذکورہ الصدر ایسی جگہوں میں نذر مانی گئی ہو تو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ نذر معصیت کی نذر کہلائے گی۔

التاسعة **الْحَذَرُ مِنْ مِثَابَةِ الْمُشْرِكِينَ فِي أَعْيَادِهِمْ وَ لَوْلَوْ يَقْضَاهُ**

۹) مشرکین کی عید کے دن کی مشابہت سے بچنا چاہیے اگرچہ ان کے ساتھ عید منانا مقصود نہ بھی ہو۔

العاشر **لَا نَذَرَ فِي مَعْصِيَةٍ**

۱۰) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سلسلے کی نذر باطل ہے۔

الحادية عشرة **لَا نَذَرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ**

۱۱) انسان جس کا خود مالک نہیں ہے اس کی نذر ماننا غلط ہے۔





باب

من الشُّرَكَ النَّذْرُ خَيْرٌ لِلَّهِ



اس باب میں یہ بیٹیان کیا گئی ہیں کہ
عَنْبِ اللّٰهِ شُرَكَ نَمِ كِي نَذْرٌ و نِيَا ز دِيْنَا
شُرَكَ هِيَ .

يُؤْفُونَ بِالذِّرِّ وَ يَخَافُونَ
 قَوْلَهُ مَا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا (الدھر: ۷)
 قَوْلَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ
 أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ
 يَعْلَمُهَا (البقرہ: ۲۷)

یہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔
 تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہو، اور جو نذر بھی مانی ہو اللہ کو اُس کا علم ہے۔

قَوْلَهُ : يُؤْفُونَ بِالذِّرِّ

یہ آیت کریمہ نذر پوری کرنے کے وجوب پر دلالت کناں ہے کیونکہ نذر کا پورا کرنا عبادت کے قبیل سے ہے اور اس کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح موجود ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننا شرک ہے اور یہ کہ جو شخص خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانتا ہے اور اسے پورا بھی کرتا ہے، وہ لائق تعریف ہے۔

قَوْلَهُ : وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ :

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

” اللہ اپنی تمام مخلوق کے افعال و اعمال، خیرات و حسنات اور نفقات“

منذورات سے خوب آگاہ ہے۔ یہ آیت کریمہ اسی مفہوم کو شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ

اُن افراد کو، جو صرف اُس کی رضا کے لیے خرچ کریں اور نذر مانیں، انہیں بڑھ چڑھ

کو صلہ دے گا۔“

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یہ امر واضح ہو گیا کہ وہ نذیر جو عتباتِ قبور، اہل قبور سے

تقرب حاصل کرنے کی غرض سے مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصحابِ القبور ان کی حاجات پوری کریں اور

ان کے سفارشی بنیں، تو یہ سب بلازیم و شک شرک فی العبادت ہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے :

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ



یہی صورت حال اُس مال کی ہوگی جو صاحبِ قبر یا مجاورین کو خوش کرنے کیلئے بطور نذر مانا گیا ہو، کیونکہ یہ مجاورین ان لوگوں سے ملنے جلتے ہیں جو کہ لات، عڑھی اور مناتہ کے مجاور تھے۔ وہ بھی ناجائز اگر ان کا مال کھاتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ آج کے محبِ اوروں کا بھی یہی حال ہے، یہ بھی عموم الناس کا مال ہے دریاغ کھاتے ہیں اور سب سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ یہ لوگ صراطِ مستقیم سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل وہی ہے جس کے بارے میں اللہ کے خلیل نے فرمایا تھا:

مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي
أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ○ بیٹھے رہتے ہو؟

نیز ان قبروں کے مجاوروں کی حیثیت اُن لوگوں کی سی ہے جن کے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا گزر ہوا تھا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید

ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُنَّ سُرُورًا مِّنْ
الْبَحْرِ فَاتَوَا عَلَىٰ قَعْوٍ
يَمْكُفُونَ عَلَىٰ آصْنَامٍ لَهُمْ *
کی گردیدہ بنی ہوئی تھی۔ (الاعراف - ۱۳۸)

قبروں کے ان محافظوں اور مجاوروں کو نذر پیش کرنے کی حیثیت عیسائیوں کی صلیب کے محافظوں اور پھرے داروں کی سی ہے، یا پھر ہندوستان میں بڑھ کے معبدوں کے اُن پجاریوں کی ہے جو اپنے بتوں کی حفاظت کی خاطر یہاں دھرنے کر بیٹھے رہتے ہیں۔

امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ، ”شرح المنہاج“ میں لکھتے ہیں کہ:

”کسی نبی، ولی، بزرگ، عالم، پیروغیرہ کی قبر پر جا کر نذر ماننا کہ یہ جگہ بہت مقدس اور پاک ہے یا اُس کے نواح اور ان علاقوں میں اولیاء اللہ اور صاحبین کا آنا جانا ہے۔ نذر ماننے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس علاقے، اس

مشہد یا اس زاویہ کا اکرام کرنے یا نذر ماننے یا اس صاحبِ قبر کی تعظیم بجالانے سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب عقائد و افعالِ معصیت ہیں اور نذر دینِ باطل ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ان مقامات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر نذر ماننے سے مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا، رزق میں فراخی ہوگی، منافع حاصل ہوں گے اور مریض کو جلد شفا ہوگی۔

بعض لوگ اس سلسلے میں یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ کسی پھنسر پر جا کے نذر مان لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر منیلاں ولی یا بزرگ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ بعض قبروں پر چسراغ، سوم تیاں اور تیل جلاتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ فلاں قبر یا فلاں مکان پر نذر و نیاز فوراً قبول ہوتی ہے۔ اس سے ان کی مُراد یہ ہوتی ہے کہ یہاں چراغاں کرنے سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے، گم شدہ واپس آ جاتا ہے، غائب حاضر ہو جاتا ہے، مُسافر بخیریت گھر آ جاتا ہے، سرفرد شدہ چیز سلامت واپس آ جاتی ہے۔

اس قسم کے ہم عمل اور نذریں باطل ہیں اور قبروں پر چراغاں کرنا شریعت کے منافی ہے۔

بہت سے لوگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر بڑی بڑی شمعیں لے کر جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحاءِ عظام کی قبروں پر اسی طرح کے چڑھاوے چڑھاتے اور نذریں پیش کرتے ہیں۔ اس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے صاحبِ قبر کا تقرب حاصل ہوگا اور اس کی تعظیم و تکریم کے پہلو نکلیں گے اور یہ چیز باعثِ برکت ثابت ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ وہ حرکات ہیں جو بلاشبہ باطل ہیں اور اس انداز سے چراغاں وغیرہ کرنا مطلق حرام ہے، یہ افعال و اعمال نفع رساں ہوں یا نہ ہوں بہر حال دونوں صورتوں میں اسلام کی رُو سے غلط ہیں۔“

اس سلسلے میں اب ایک حنفی عالم ایشیہ قاسم علیہ السلام کی رٹے بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ اپنی کتاب ”شرح درالجمار“ میں لکھتے ہیں کہ:

” دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ کسی ولی یا بزرگ کی قبر پر اس کے سر ہانے کھڑے ہو کر نذر مانتے ہیں اور ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جناب! اگر میرا گمشدہ بھائی مل جائے یا میرا مریض اچھا ہو جائے یا اپنی کسی حاجت کا نام لے کر کہتا ہے کہ میری یہ ضرورت اور حاجت پوری کر دے گا تو میں اتنا سونا یا اتنی چاندی تیری نذر کروں گا یا اتنا کھانا یا اتنا دودھ یا فلاں فلاں شے اتنی مقدار میں تجھے دوں گا یا اتنا تیل تیری قبر پر جلاؤں گا۔ یاد رکھیے یہ نذر بالاجماع باطل قرار پائے گی جس کی کئی وجوہ ہیں :

۱— ایک جبریبہ کہ یہ نذر مخلوق کے لیے ہے اور مخلوق کے لیے نذر ماننا ناجائز ہے کیونکہ نذر بھی ایک قسم کی عبادت کا نام ہے اور عبادت اگرچہ کسی قسم کی ہو کسی مخلوق کے لیے نہیں کی جاسکتی۔

۲— دوسری وجہ یہ ہے کہ نذر میت کے لیے بانی گئی ہے اور میت کو کسی چیز پر بھی قدرت اور تصرف حاصل نہیں ہے۔

۳— تیسری وجہ یہ ہے کہ نذر ماننے والے نے یہ خیال کیا کہ میت کو معاملات میں تصرف حاصل ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

علامہ قاسم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ :

” مندرجہ بالا دلائل معلوم ہونے کے بعد جو شخص نقدی یا شمع یا تیل وغیرہ اولیاء اللہ کی قبر پر اس لیے لے جاتا ہے کہ وہاں سے تبرک حاصل کرے گا تو یہ فعل اور عمل باجماع المسلمین حرام ہے۔“

اس عبارت کو علامہ ابو نعیم ابن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں اور

علامہ مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تذکرہ میں بھی نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

” آج کل اس قسم کی نذر و نیاز اور شکر کیہ اعمال میں عوام مبتلا ہو گئے ہیں،

اور اسی طرح کر رہے ہیں جیسے مصر میں احمد بدوی کی قبر پر کر رہے ہیں۔“

اس سلسلے میں ایک اور حنفی عالم شیخ صنع اللہ کلی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

لوگوں کا جو ذبح وغیر اللہ اور نذر اولیاء کے قائل ہیں، روکتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

وفي الصحيح عن عائشة رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ قَالَ

صحيح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضي الله عنها سے روایت ہے۔ رسول اکرم
ﷺ نے فرمایا کہ

”اویاتے کرام کے نام پر جانور ذبح کرنا، نذیریں اور مفتیں ماننا سب غیر اللہ
میں شامل ہیں لہذا باطل ہیں، قرآن کا ارشاد ہے :

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا كَفَرَ
بِاسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ
يَذُكَّرُ أَسْمَاءُ اللَّهِ عَلَيْهِ

(الانعام - ۱۲۱)

یہ بھی ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنْ مَلَاقِي وَنُسُكِي
وَعَيْشِي وَمَعَاقِي لِلَّهِ
دِيْتِ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ

(الانعام - ۱۳۲) جس کا کوئی شریک نہیں۔

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا لینے کے
متبادل ہے۔ بالکل اسی طرح، جس طرح کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے

قوله : فِي الصَّحِيحِ

اس سے صحیح بخاری مراد ہے۔

قوله : عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضي الله عنها، آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ
اور صدیق اکبر رضي الله عنه کی بیٹی مراد ہیں۔ حضرت عائشہ رضي الله عنها کا سات سال کی عمر میں نکاح ہوا
اور نو سال کی عمر تھی کہ آنحضرت ﷺ کے گھر تشریف لے گئیں۔

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ -

وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ -

جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ کسی معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرے گا تو اُسے اپنی یہ نذر پوری کرنی چاہیے۔

اور جو شخص ایسی نذر مانے جو اللہ کی نافرمانی پر منتج ہو تو اُس کو پورا کر کے اللہ کا نافرمان نہ بنے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے سوا تمام ازواج مطہرات پر فضیلت رکھتی تھیں۔

صحیح قول کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سنة میں فوت ہوئیں
 قولہ : مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جو نذر مانا ہے اُس کو پورا کرے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو نذر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مانا گئی ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرے مریض کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی تو میں اتنا مال صدقہ کروں گا، تو ایسی نذر کو پورا کرنا واجب ہے اگر اس نے کسی چیز کے حصول پر ایسا نذر کو معنی رکھا تو اس کے جاہل ہونے کے بعد نذر پوری کرے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نذر وہی واجب ہے جس میں عمل شرعی اصول کے مطابق واجب ہے جیسا کہ روزہ اور جو واجب نہیں جیسا کہ اشکاف تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں۔
 قولہ : وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ -

علامہ محمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے آگے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے : وَلْيَكْفُرْ عَنْ يَعْصِيهِ
 علمائے اُمت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ معصیت پر معنی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

”وہ نذر جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہو اُس کے حرام ہونے میں تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ایسی نذر کا کفارہ ادا کیا جائے یا نہ کیا جائے۔“

اس اختلاف کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

زیر بحث حدیث سے نذر کی اس صورت کے جائز ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، جو امرِ مباح سے متعلق ہو، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہے۔ اس کی مزید تائید حدیثِ عمرو بن شعیب رحمہ اللہ عن ابیہ عن جده سے ہوتی ہے جسے ابوداؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت بریدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ:

إِنَّ أُمَّرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلَكَ مِنْ عَائِشَةَ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنِ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا نَذَرْتَ نَذْرًا عَلَى رَأْسِكَ بِاللَّيْلِ فَقَالَ: أَوْفِي بِنَذْرِكَ.

عورت نے آکر کہا کہ میں نے اس بات کی نذر مانی تھی کہ میں آپ کے سامنے نمازوں کی آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرے۔

البتہ جو نذر غصے اور لڑائی جھگڑے کی حالت میں مانی گئی ہو، اُس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی حیثیت قسم کی ہوگی، اس میں نذر ماننے والے کو اختیار ہوگا کہ یا تو نذر پوری کرے یا اس کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ عمران بن حصین کی مرفوع حدیث میں ہے کہ:

لَا تَذَرُ فِي غَضَبٍ وَ كَفَّارَتُهُ كَقَدَارَةِ يَمِينٍ

غصے کی حالت میں مانی ہوئی نذر نذر نہیں ہے۔ اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

(رواہ سعید بن منصور و احمد و النسائی)

اگر کسی فعلِ مکروہ کی نذر مانے، جیسے طلاق وغیرہ کی تو اس میں بہتر اور مستحب یہ ہے کہ کفارہ ادا کرے، نذر پوری نہ کرے۔



مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① **الاولیٰ** وَجُوبُ الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ-

① نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

② **الثانیہ** إِذَا ثَبَّتَ كَوْنَهُ عِبَادَةً لِلَّهِ فَصَرَفَهُ إِلَىٰ غَيْرِهِ شِرْكٌ

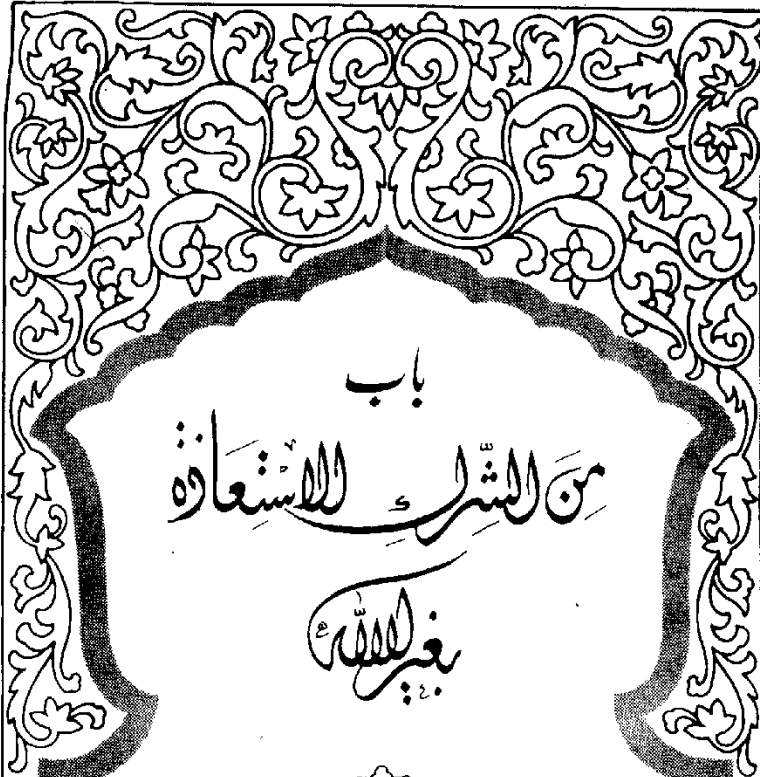
② جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نذر اللہ کی ایک عبادت ہے تو اس عبادت کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک ہوا۔

③ **الثالثہ** أَنْ نَذَرَ الْمَعْصِيَةَ لَا يَجُوزُ الْوَفَاءُ

بہ۔

③ جو نذر مبینی بر معصیت ہو اسے پورا کرنا جائز نہیں۔





باب
مِنَ الشِّرْكِ لِلشَّعَائِفِ

بِغَيْرِ اللَّهِ



اس باب میں
یہ بیان کیا گیا ہے کہ عنقریب اللہ کی
پناہ طلب کرنا مشرک کے دائرہ میں داخل ہے

بَابٌ مِّنَ الشِّرْكِ الْإِسْتِعَاذَةُ بِغَيْرِ اللَّهِ-

غیر اللہ سے پناہ طلب کرنا شریک کے دائرہ میں داخل ہے۔

قوله: مِنَ الشِّرْكِ الْإِسْتِعَاذَةُ بِغَيْرِ اللَّهِ:

استعاذہ کے بارے میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
”کسی کو اپنا لجاج و مادی مان لینے اور اسے مضبوطی سے تھام لینے کو استعاذہ
کہا جاتا ہے“

سو جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا لجاج و مادی قرار دے لے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص
ہر موزی اور مملک شئی سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہتا ہے۔

اسلوب بیان کی یہ نوعیت محض ایک تمثیل ہے۔ ورنہ قلب و جگر کی وہ کیفیت جس سے
ایک مومن بندہ اللہ کی پناہ میں آتا ہے۔ اس سے استواری کا طالب ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے
اپنی احتیاج کا اظہار کرتا ہے۔ اور تذل سے پیش آتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس کا لفظ احاطہ نہیں
کر سکتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ استعاذہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”ہر قسم کی موزی، مملک اور شریر اشیاء سے بچاؤ کے لیے صرف
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا رخ کرنے اور اسی کو اپنا لجاج و مادی قرار دینے کو استعاذہ
کہتے ہیں یہ استعاذہ کبھی تو کسی کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی
کسی بھلائی کی طلب کے لیے“

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ عبادات ہیں جن کو اخلاص کے ساتھ انجام دینے کے
لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے جیسے فرمایا

وَأَمَّا يَتُوغَّثَكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزَعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (۳ العنكبوت - ۲۶)

اور اگر چوک لگے آپ کو شیطان کے
چوکنے سے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیے
کیونکہ وہی ہے سُننے اور جاننے والا۔

پھر فرمایا کہ

قُلْ أَعُوذُ بِعَوْتِ الْفَلَقِ ۝ کہو۔ میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی
ایک اور جگہ یوں فرمایا

قُلْ أَعُوذُ بِعَوْتِ الْمَلِئِیْنِ ۝ کہو۔ میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی
اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں بے شمار ہیں

جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو، اُسے کسی دوسرے کے لیے انجام دینا شرک
فی العبادۃ کہلاتا ہے۔

اور جس شخص نے ان عبادات میں سے کسی ایک عبادت کو بھی غیر اللہ کی طرف منسوب
کیا، اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔، یوں سمجھو کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی اُوہ میت کو
دوسرے میں ثابت کیا جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتا ہے۔ اگر اس نے کسی دوسرے
کے لیے نماز پڑھی تو اس نے عزیز اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس کے لیے نماز پڑھی، اس میں
اور مندرجہ بالا عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے اس کی مزید تشریح ان شاء اللہ آئندہ صفحات
میں آئے گی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

”جنات نے یہ خیال کیا کہ ہم انسانوں سے افضل اور اعلیٰ مقام کے
مالک ہیں۔ کیونکہ انسان ہماری پناہ کی تلاش و جستجو میں رہتے ہیں۔

یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کسی ایسی وادی میں مقیم ہوتے جہاں کوئی
خطرہ ہو یا کسی جگہ میں ٹھہرتے جہاں تو حش کا سماں ہو، تو اس جگہ اور وادی کے
سب سے بڑے جن کی پناہ طلب کرتے کہ کہیں ہمیں کوئی چیز تکلیف نہ پہنچائے،
جیسے اگر کوئی شخص کسی ٹھن کے ملک میں جاتے تو اس صورت میں کسی بہت
بڑے آدمی کی پناہ حاصل کرتا ہے۔

چنانچہ جب جنات نے محسوس کیا کہ انسان ڈر کر ہماری پناہ میں آتا ہے
تو انہوں نے اپنا زعب، دیدہ اور خوف و خطر کو ان پر اور زیادہ مسلط کر دیا جتنی کہ
اُس زمانے میں انسان سب سے زیادہ خوف جنات ہی سے کھاتے لگا۔

﴿تَوَالِدٌ مِّمَّالٍ﴾ وَ أَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ
الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ
فَزَادَهُمْ رَهْمَةً ۖ

الجن : ۶

انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں بعض لوگوں کی پناہ مانگتے تھے۔
اس طرح انھوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔

ابوالعالیہ، الرزیع، اور زید بن اسلم نے رہنما کا ترجمہ خوفناک کیا ہے۔ اور
العربی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رہنما کا ترجمہ اٹھانا نقل کیا
ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ رہنما اٹھانا یعنی گناہ کے معنی
میں آیا ہے۔

قدیم اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کسی خطرناک مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو یہ کہا کرتے تھے۔
أَعُوذُ بِسَيِّدِ هَذَا الْوَادِيِ کہ میں اس وادی کے سرور کی پناہ میں
آتا ہوں۔

علماء کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ غیر اللہ سے استعاذہ ممنوع اور حرام ہے۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ استعاذہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

”جنات وغیرہ سے استعاذہ کرنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور اس فعل پر
اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کی مذمت فرمائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا (اور
يَمْخَشَرُ الْجِنَّ قَدْ فرمائے گا کہ) لے کر وہ جنات! تم نے
أَسْتَكْذَرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ انسانوں سے بہت فائدے حاصل
وَقَالَ أَوْلِيُّهُمْ مِّنَ کیے توجو انسانوں میں ان کے دوستدار
الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ ہوں گے وہ کہیں گے کہ پروردگار!

وعن خولة بنت حكيم رضي الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا
فَقَالَ -

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی جگہ میں ٹھہرے اور یہ کلمات کہہ لے کہ

بَصْمُنَا يَبْعِينِ وَ بَلَفْنَا
أَجَلْنَا الَّذِي أَجَلْتَنَا
قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَلِيدِينَ
فِيهَا رِالًا مَا شَاءَ اللَّهُ
إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ
ہم ایک دوسرے سے فائدہ حاصل
کرتے رہے اور آخر اس وقت کو پہنچ
گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔
خدا فرمائے گا کہ اب تمہارا ٹھکانا دوزخ
ہے ہمیشہ اس میں جلتے رہو گے مگر جو
خدا چاہے بے شک تمہارا پروردگار
(الانعام - ۱۲۸)

وانا اور خبردار ہے۔

جنت سے فائدہ حاصل کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اپنی کوئی ضرورت
پوری کرالے یا اپنا کوئی حکم منوالے۔ یا کسی نامعلوم اور مقام بعید کی خبر حاصل کرلے۔
وغیرہ وغیرہ۔
اور جنت کے انسانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی صورت یہ ہو سکتی ہے
کہ ان سے اپنی تعظیم کرالے۔ یا اس کو استعاذہ پر مجبور کر دے، یا اپنے سامنے
اس کو کسی کام کے لیے مجبور کر دے وغیرہ۔
مصنف رضی اللہ عنہ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

” اس استعاذہ سے اگر کوئی دنیوی فائدہ حاصل ہو بھی جائے تو اس
کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ شرک نہیں ہے۔ بلکہ یہ شرک ہی رہے گا“
قَوْلُهُ : عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ :

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ -

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اُس کے مَکمل اور بے عیب کلمات کے ساتھ،
تمام مخلوق کے شر سے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو اُمّ شریک کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب حضرت عثمان فوت ہو گئے تو بعض کا کہنا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح نہیں کیا

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”یہ بہت ہی پارسا، اور صالحہ خاتون تھیں۔ اور ان کو پوری طرح کتاب و سنت کا علم حاصل تھا“

قولہ : أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان مقدس کلمات کی اس لیے تعلیم دی کہ ان سے استعاذہ کیا کریں۔ اور جاہلیت کے دور میں جو جنابت وغیرہ سے استعاذہ کیا جاتا تھا اُسے ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کو اپنے نام اور صفات سے استعاذہ کے لیے ہدایت کی۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”اتمامات کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایسے کامل ترین کلمات ہیں جن میں اس

طرح نقص پایا جانا ناممکن ہے جس طرح کہ انسان کے کلام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کلمات نقص سے بالکل مبرا اور بے عیب ہیں۔

○ بعض علماء نے اس کے یہ معنی بھی کیے ہیں کہ یہ کلمات شافی اور

کفایت کر لے والے ہیں۔

○ بعض علماء نے یہاں قرآن کریم مراد لیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ہے کہ "یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے" ان کلمات کی حیثیت ایک رہنما کی ہے، جس سے انسان مؤذی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ استعاذہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ انتہائی پسندیدہ عمل ہے لہذا ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اُس کی صفات سے استعاذہ کرے۔ اولادِ نبیؐ آرزوئوں کو صدقِ دل سے اس کے سامنے پیش کرنے استعاذہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھے اور اس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اتارے جب کسی شخص میں یہ صفات پیدا ہو جائیں گی تو ان شاء اللہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا، اپنی مراد، اور خواہش کو پالے گا، اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بہت سے ائمہ کرام نے جن میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں، اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ مخلوق میں سے کسی سے بھی استعاذہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی سے ان ائمہ نے قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے کا استدلال کیا ہے تمام ائمہ نے یہ لکھا اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ نے اللہ کے کلمات سے استعاذہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور خود بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اسی بنا پر علمائے ایسے تعویذات سے سختی سے منع فرمایا ہے جن کے معانی کا علم نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبادا ان میں شرکیہ کلمات ہوں۔"

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جو شخص کسی شیطان کے لیے کوئی جانور ذبح کرے اس کو پکارے، اس سے استعاذہ کرے اور اپنی محبوب چیز کے حصول کی غرض سے اس کا تقرب حاصل کرے تو یوں سمجھے کہ اس شخص نے شیطان کی عبادت کی ہے۔ اگرچہ وہ شخص اس کو عبادت کے نام سے موسوم نہ کرے بلکہ خدمت

لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّىٰ يَرْحَلَ مِنْ مَنَزِلِهِ ذَلِكَ - رواه مسلم

مذکورہ دعا پڑھنے سے اس مقام سے کوچ کرنے کے وقت تک اسے
کوئی چیز تکلیف نہ دے سکے گی۔

ہی کے نام سے کیوں نہ تعبیر کرے۔ شیطان پر اعتماد کر کے ہی تو اس سے
خدمت لی جاسکتی ہے۔ اس فعل سے انسان شیطان کے غلاموں اور بجاویں
میں شمار ہوگا۔ اسی وجہ سے شیطان انسان کی خدمت کرتا ہے۔

لیکن شیطان کے انسان کی خدمت کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ
شیطان نے انسان کی عبادت کی ہے۔ کیونکہ شیطان تو کسی کے سامنے نہ جھکتا
ہے نہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ بخلاف انسان کے کہ وہ شیطان کے سامنے
جھکتا بھی ہے اور اُس کی عبادت بھی کرتا ہے۔

قوله : مَنْ شِئَ مَا خَلَقَ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”یعنی ہر شے سے، وہ جس مخلوق میں بھی پایا جائے وہ مخلوق حیوان ہو یا خیر

حیوان۔ جن ہو یا انسان چو یا یہ ہو یا کوئی زہریلا کیڑا، ہوا میں ہو یا رعد و بجلی میں غرض

دُنیا اور آخرت کی کسی چیز میں بھی شر ہو اُس سے پناہ چاہنا۔“

اس میں ”ما“ موصولہ ہے۔ اس سے عموم مطلق مراد نہیں ہے۔ بلکہ تقید و صنفی مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں ہر اُس مخلوق سے پناہ چاہتا ہوں جس میں شر کا

مادہ پایا جاتا ہو۔

اس میں جنت، ملائکہ، اور انبیاء شامل نہیں ہیں کیونکہ ان میں شر نہیں ہوتا۔

شر کا لفظ دو چیزوں پر بولا جاتا ہے۔

۱۔ تکلیف اور مصیبت پر۔

۲۔ اور ہر اُس چیز پر جو تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کر سکتی ہو۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

① الأولى: تَفْسِيرُ آيَةِ الْجِنِّ -

① سورة جن کی آیت کی تفسیر

② الثانية: كَوْنُهُ مِنْ الشِّرْكِ -

② غیر اللہ سے استعاذہ کرنے کا شرک ہونا۔

③ الثالثة: الْإِسْتِدْلَالُ عَلَى ذَلِكَ بِالْحَدِيثِ

لَأَنَّ الْعُلَمَاءَ يَسْتَدِلُّونَ بِهِ
عَلَى أَنَّ كَلِمَاتِ اللَّهِ غَيْرُ
مَخْلُوقَةٍ قَالُوا لِأَنَّ الْإِسْتِعَاذَةَ
بِالْمَخْلُوقِ شِرْكٌ -

قوله: لَمْ يَخْلُقْهُ سُبْحَانَهُ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

” یہ خبر صحیح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بالکل درست ہے۔ ہم نے اس کی سچائی کو تجربہ سے بھی حاصل کیا ہے۔ کیونکہ جب سے میں نے اس ارشاد گرامی کو سنا ہے، اُسی وقت سے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ مجھے کسی وقت بھی کسی چیز نے تکلیف نہیں دی۔ ایک دفعہ البتہ مجھے بھٹونے کا ٹاٹھا میں نے غور کیا تو پتا چلا کہ میں یہ کلمات کہنا بھول گیا تھا۔“

③ غیر اللہ سے استعاذہ کے شرک ہونے پر حدیث سے استدلال، کیونکہ علمائے کرام اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے کلمات مخلوق نہیں ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ مخلوق سے استعاذہ کرنا شرک ہے۔ اگر کلمات اللہ مخلوق ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ان سے استعاذہ کی اجازت نہ دیتے۔

الراجحہ **فَضِيلَةُ هَذَا الدُّعَاءِ مَعَ إِخْتِصَارِهِ**
 ④ اس دعا کے مختصر ہونے کے باوجود اس کی فضیلت۔

الخامسة **أَنَّ كَوْنَ الشَّيْءِ يَحْصُلُ بِهِ مَنَّفَعَةٌ دُنْيَوِيَّةٌ مِّنْ كَفِّ شَرٍّ أَوْ جَلْبِ نَفْعٍ لَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الشِّرْكِ**

⑤ کسی عمل سے اگر دنیاوی فائدہ حاصل ہو جائے، مثلاً کسی کی شرارت سے محفوظ رہنا یا کوئی نفع حاصل ہو جائے تو یہ فائدہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ عمل شرک نہیں ہے۔



باب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ
غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا
ہونا شرک ہے۔

بَابٌ مِنَ الشِّرْكِ أَنْ يَسْتَعِيْثَ بِغَيْرِ اللَّهِ أَوْ يَدْعُوَ غَيْرَهُ -

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”کسی سے مدد طلب کرنے کو استغاثہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس سختی میں کوئی مبتلا ہو اس کا ازالہ ہو جانا۔ استغاثہ کے معنی بالکل اسی طرح امداد طلب کرنا ہیں جس طرح استنصار کا معنی نصرت طلب کرنا اور استعانت کے معنی اُمت طلب کرنا ہیں۔“

بعض علماء نے استغاثہ اور دعائیں فرق کیا ہے اور وہ یہ کہ استغاثہ میں شرط ہے کہ استغاثہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور دعا عام ہے، کسی مصیبت میں مبتلا ہو یا نہ ہو دعا ہر وقت مانگی جاسکتی ہے عبادت میں دعا کا عطف استغاثہ پر ہے۔ اس کو عطف عام علی الخاص کہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یہ دونوں اصل میں مجتمع ہو جاتے ہیں اور دعا اس سے اصل میں منفرد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہر استغاثہ کا اطلاق تو دعا پر ہوتا ہے لیکن ہر دعا استغاثہ نہیں کہلاتی۔

قولہ: او يدعو غيره :

دعا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسئلہ

قرآن کریم میں یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوئی ہیں اور بعض اوقات بیک وقت دونوں مقصود ہوتی ہیں۔

دعائے مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی تکلیف اور مشکل سے نجات کا طلبگار ہو یا کسی منافع کا

خواہشمند ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کی سخت مذمت فرمائی ہے جو اللہ کے علاوہ ایسے افراد سے طالبِ دعا ہو جو کسی نفع یا نقصان کے قطعاً مجاز نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:

قُلْ اَعْبُدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ سَأَلْتُمْ اللّٰهَ كَيْفَ يَنْصُرُكُمْ سَأَلْتُمْ اللّٰهَ كَيْفَ يَنْصُرُكُمْ سَأَلْتُمْ اللّٰهَ كَيْفَ يَنْصُرُكُمْ
مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا

وَلَا تَقْعَاذَ وَاللَّهُ هُوَ
التَّيَّعُ الْمَلِيْعُ ﴿المائدہ-۶۶﴾
ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے،
قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَّلَا
يَضُرُّنَا وَّنُشْرِكُ بِحَلٰلٍ
اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا
اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ
الشَّيْطٰنُ فِي الْاَرْضِ
حٰدِثًا مِّنْ لَّهٖ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَہٗ
اِلٰی الْہُدٰی اٰتِيْنًا
اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا۔ حالانکہ سب کی
سننے والا اور سب کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے
اے محمد! ان سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر
ان کو پکارتیں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ
نقصان؟ اور جبکہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا
چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟
کیا ہم اپنا حال اُس شخص کا سا کر لیں جسے
شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا جو اور وہ
حیران و سرگرداں پھر رہا جو دریاں طالعے کہ
اُس کے ساتھی اُسے پکار رہے ہوں کہ
ادھر آئیے سیدھی راہ موجود ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدٰی اللّٰهِ هُوَ
الْہُدٰی وَاٰمِرًا لِّنُسَلِّمَ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿
(الانعام - ۶۱)
کہ حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ
ہی کی رہنمائی ہے اور اُس کی طرف ہمیں
یہ حکم ملے کہ مالک کائنات کے آگے سزا و عاقبت
ختم کر دو۔

پھر ارشاد فرمایا ہے کہ:
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَا لَا يَنْفَعُكَ وَّلَا يَضُرُّكَ
فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿یونس - ۱۰۶﴾ میں سے ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:
”ہر دعا عبادت ہے جو مستلزم ہے دعائے سوال کو اور ہر دعا سوال ہے
جو مستلزم ہے دعائے عبادت کو، جیسا کہ دعائے سوال کے بارے میں قرآن کریم
کہتا ہے،

اپنے رب کو پکارو گورگڑا تے ہونے اور پچکے
پچکے۔ یعنی سناؤ مدد سے گزرنے والوں کو
پسند نہیں کرتا۔

الْمُقْتَدِرِينَ ۝ (الاعراف - ۵۵)

پھر فرمایا ہے

ذرا غور کر کے بناؤ، اگر کبھی تم پر اللہ
کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی
ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیسا
تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟
بولو اگر تم چتھے ہو۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ
عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمْ
السَّاعَةُ أَعْبَدُوا اللَّهَ تَدْعُونَ
إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ۝

بل ایتاہ تدعون فیکشف
ما تدعون لآئہ ان شاء
وتتسبون ما تشرکون ۝

(الاضمام - ۲۱، ۲۰)

پھر ارشاد ہے

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں
لہذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور
کو نہ پکارو۔

(الجن - ۱۸)

پھر فرمایا

اُسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دُور
مہستیاں جنہیں اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے
ہیں وہ اُن کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں
دے سکتیں۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے
کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اُس سے
دعوات کرتے کہ تو میرے مزہ متکت پہنچ جا

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا
يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا
كِبَاسٌ مَّكْتَبٌ إِلَى الْمَاءِ
يَسْبُلُغُ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِيهِمْ
وَمَا دَعَا الْكُفْرِينَ إِلَّا رَفِي

سؤال ۱۴

حالانکہ پانی اُس تک پہنچنے والا نہیں ہے

(الرعد - ۱۴) اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں

مگر ایک تیرے ہوتے۔

دعائے سوال کے بارے میں قرآن کریم میں بیسار آیات موجود ہیں۔ یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ یہ دعائے سوال کے بارے میں آیات، دلائل عبادت کو بھی متفقین ہیں کیونکہ سائل نے اپنا سوال فقط اللہ ہی کے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دعائے عبادت ایک ایسا عمل ہے جو تمام عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہی حالت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے والے کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے اور دوسری عبادت میں مشغول رہنے والے کی ہے کیونکہ وہ حقیقی اور معنوی طور پر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے۔ لہذا دعا کرنے والا بھی، عبادت گزار ہی ٹھہرا۔“

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا بات سے واضح ہوا کہ دعائے عبادت (ایسی دعا جو عبادت کے ہم معنی ہے) دعائے سوال کو مستلزم ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ دعائے سوال (ایسی دعا جو سوال کے ہم معنی ہے) دعائے عبادت کو متفقین ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَادْعُوا
رَبَّكُمْ بِحَسْبِ عَسَىٰ آلَاءِ كُونِ
يُدْعَا رَبِّي شَقِيحًا ۝
میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور
اُن ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ خدا کو
چھوڑ کر پکارتے ہو۔ میں تو اپنے رب ہی کو
پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کو
پکار کے نامزد نہ رہوں گا۔

فَلَمَّا أَعْتَدْتَهُمْ وَمَا يَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ
إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ وَكُلًّا
جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ (مريم - ۴۸، ۴۹)
پس جب وہ اُن لوگوں سے اور اُن کے
معبودان غیر اللہ سے جدا ہو گئے تو
ہم نے اُس کو اسحاق اور یعقوب جیسی
اولاد دی اور ہر ایک کو نبی بنایا۔

”جب آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں اسلام کی طرف تہمت لگنے والے بعض افراد بڑی بڑی عبادات ادا کرنے کے باوجود دائرۃ اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں تو آج کا مسلمان بدرجہ اولیٰ دائرۃ اسلام سے باہر نکل سکتا ہے اور اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

مشائخ کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز اور غلو کر جانا جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض لوگ حد سے تجاوز کر گئے اور اسی طرح حضرت یسوع علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں نے انتہائی غلو سے کام لیا۔ پس ہر وہ شخص جو کسی نبی، رسول یا کسی صالح انسان کے بارے میں غلو سے کام لیتا ہے اور اُلوہیت کا کوئی انداز اس میں تصور کرتا ہے، مثلاً یہ کہتا ہے کہ:

يَا سَيِّدِي فُلَانُ اَنْصُرْنِي اے حضرت! میری مدد کیجئے،
 اَوْ اَعِشْنِي اَوْ اُزِقْنِي اَوْ يَا مِيرِي فِرْيَادِرْسِي كَيْفَ يَأْتِي رِزْقِي دیکھئے
 اَنَا فِي حَسْبِكَ یا میں تیری پناہ میں آتا ہوں!
 اور اسی قسم کے دوسرے اقوال۔

پس یہ سب شرک اور ضلالت ہے۔ اس قسم کے الفاظ کہنے والے سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر یہ توبہ کر لے تو فیہا ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اسی لیے تو انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا اور کتابیں نازل فرمائی کہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کی جائے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اُس کے علاوہ کسی اور کو اللہ نہ پکارا جائے۔

سوجو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو الٰہ قرار دیتے تھے مثلاً حضرت یسوع علیہ السلام، ملائکہ اور اصنام وغیرہ کو، تو ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ یہ کسی مخلوق کو پیدا کرتے ہیں یا بارش برساتے ہیں یا انگوری وغیرہ اُگاتے ہیں بلکہ وہ یا تو ان کی عبادت کرتے تھے یا اُن کی قبروں کو پوجتے تھے یا ان کی تصویروں کے سامنے جھکتے تھے اور یہ کیوں کرتے تھے؟ قرآن مجید اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا عَلَيْنَا
إِلَى اللَّهِ ذُلْفَىٰ ط
ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے
کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری راہی
(الزمر - ۲) کوادیں۔

وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا
عِنْدَ اللَّهِ (يونس - ۱۸) ہاں پہلے صرف سفارشی ہیں۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرما کر لوگوں کو اس بات سے
روکا کہ وہ کسی دوسرے کو نہ پکارا کریں، نہ دعائے عبادت کی صورت میں اور نہ
دعائے استغاثہ کے انداز میں۔“

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:
”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان کسی بھی غیر اللہ کو وسیلہ بنائے،
ان پر بھروسہ کرے، ان کو پکارتے اور ان سے سوال کرے وہ شخص بالاجتماع
کافر ہے۔“

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ صاحب الفروع، صاحب الانصاف اور صاحب الاقناع
نے بھی اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔ مسئلہ وسائل کے بارے میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر عسقلانی
کا رد کیا ہے جس سے ہم نے یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔

جو لوگ اولیاء اللہ کے تصرفات کے قائل ہیں ان کی تردید

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:
”شُرک کی اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان اپنی ضروریات
فوت شدہ اولیاء اللہ سے طلب کرے، ان کے نام سے استغاثہ کرے اور ان کی
طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی شُرک کی جڑ ہے۔
جو شخص فوت ہو چکا، اُس کے اعمال منقطع ہو چکے، وہ تو اب خود اپنی ذات
کے نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتا چہ جائیکہ دوسروں کی ضروریات میں
کام آئے، ان کی فریاد سُننے یا یہ کہے کہ وہ اللہ سے اس کی سفارش کرے گا۔“



یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ طالب و مطلوب اور شافع و مشنوع دونوں برابر ہیں۔“

باب الشفاعة میں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی مزید توضیح کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

محمد بن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ، سبکی کے اس قول کو رد کرتے ہیں کہ:

إِنَّ الْمَبَالَغَةَ فِي تَقْلِيمِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَالْعَظِيمِ وَتَوْقِيرِ وَاجِبَةٍ
میں مبالغہ سے کام لینا واجب ہے۔

اور رد میں فرماتے ہیں کہ

” اگر یہاں مبالغہ کا مطلب یہ ہو کہ کوئی شخص اپنے خیال کے مطابق اس کو جائز قرار دے کہ:

- — آپ کی قبر کا حج کیا جائے۔
- — آپ کی قبر کو سجدہ کیا جائے۔
- — آپ کی قبر کا طواف کیا جائے۔
- — آپ کے بارے میں یہ تصور کیا جائے کہ آپ علم غیب جانتے تھے۔
- — آپ کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ عطا اور منع پر قادر ہیں۔
- — آپ سے اللہ کے سوا استغاثہ کیا جائے تو آپ مشکلات کو دور بھی فرما سکتے ہیں اور نفع بھی پہنچا سکتے ہیں۔
- — آپ سائلین کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں۔
- — آپ کربات سے نجات دلا سکتے ہیں۔
- — آپ جس کی چاہیں سفارش کر سکتے ہیں۔
- — آپ جس کو چاہیں جنت میں داخل کر سکتے ہیں۔

تو بلاشبہ اس قدر غلو اور مبالغہ، ٹرک اور انحراف کے مترادف ہے۔“

احناف کی مشہور کتاب ”فتاویٰ الیزازیہ“ میں لکھا ہے کہ:

قَالَ عَلَمَانَا: مَنْ قَالَ جَوْشَخُصْ يَهْ عَقِيدَه رَكْمَتَا هِ كَه بَزْ كَا بِنِ دِينِ اَو
اَدْوَا حِ الْمَشَايِخِ حَا صِرَةً مَشَايِخِ كِي رُو عِي نِ حَا صِرِي نِ اَو سَهْلَه بَا نَه

تَعْلَمَهُ يَكْفُرُ میں علم رکھتی ہیں، وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شیخ صنع اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الرد علی من ادعی ان اللہ اولیاء تصرفات فی الحیات وبعد الحیات علی سبیل الکرامة“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”دور حاضر میں مسلمانوں میں کچھ گروہ اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو اپنی زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی اس عالم میں قدرت تصرف حاصل ہے اور شہادت و بلیات میں ان سے استغاثہ اور استعانت کی جا سکتی ہے کیونکہ ان کی سعی و مہمت سے مشکلات رفع ہوتی ہیں۔

لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ان کی قبروں پر آتے اور ان سے حاجات رفع کرنے کی درخواست کرتے ہیں کہ یہ اصحاب کرامت تھے۔ وہ ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ان میں ابدال بھی تھے اور نقاب۔ بھی اوتاد بھی تھے اور نجار بھی ان کی تعداد ۷۷ یا ۷۷ تک پہنچی ہے قطب وہ ہیں جو لوگوں کی فریادیں سنتے ہیں اور ان ہی پر اس نظام کا دار و مدار ہے۔ ان کے نام کی نذر و نیاز بھی دیتے ہیں، جانور بھی ذبح کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے وہ اولیاء ان کہ مستحق اجر گردانتے ہیں“

شیخ صنع اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مزید فرماتے ہیں کہ:

”یہ وہ عقیدہ ہے جس میں نہ صرف افراط و تفریط ہی پائی جاتی ہے بلکہ اس میں ہلاکت ابدی اور عذاب سردی بھی ہے کیونکہ اس میں خالص شریک کی بُرائی ہے جو کتاب اللہ کے صحیح اور واضح احکام کے صریح خلاف ہے، تمام ائمہ کرام کے عقائد سے متصادم ہے اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔ قرآنِ کیم یہ کہتا ہے کہ

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
نُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ

جو شخص رسول کی مخالفت پر کر رہے ہو
اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور
روش پر چلے اور آلِ حاکمہ اس پر راہِ راست
واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف

جہنمہ و سَلٰتٍ مَّصِيْدًا ○ چلائیں گے جدرہ خود پھر گیا اور اُسے
 جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جانے والے ہے۔ (النسارہ - ۱۵)
 علامہ موصوف کہتے ہیں کہ:

” ان کی اس بات کی کہ اولیاء اللہ کو زندگی اور موت کے بعد تصرفات پر قدرت حاصل ہے، قرآن کریم کی ان آیات سے تردید ہوتی ہے:

اَمَنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا
 دَعَاہُ وَ یَكْفِیُ السُّوْءَ وَ
 یَجْعَلُکُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ
 ؕ اِلٰہِ مَعَ اللّٰہِ ط قَلِيْلًا
 مَا تَدَّكُرُوْنَ ○
 اَمَنْ یَّهْدِیْکُمْ فِی
 ظُلُمٰتِ الْبَیْرِ وَ الْبَحْرِ
 وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیْحَ بُشْرًا
 بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ؕ اِلٰہِ
 مَعَ اللّٰہِ ط تَعٰلٰی اللّٰہُ عَمَّا
 یُشْرِکُوْنَ ○

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے
 جب کہ وہ اسے پکالے اور کون اس کی
 تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں
 زمین کا خلیفہ بنا تا ہے کیا اللہ کے ساتھ
 کوئی اور خدا بھی یہ کام کرنے والا ہے؟
 تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

اور کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں
 تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے
 آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے کیا
 اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا بھی یہ کام کرتا ہے؟
 بہت بالاتر ہے اللہ اُس شرک سے جو
 یہ لوگ کرتے ہیں۔

اَمَنْ یَّبْدُوْا الْعَلَقَ نُتْعَ
 یُعِيْدُہٗ وَ مَنْ یُّنَزِّلُکُمْ
 مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
 ؕ اِلٰہِ مَعَ اللّٰہِ ط قُلْ هَاتُوْا
 بُرْہَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ
 صٰدِقِیْنَ ○
 دلائل اگر تم سچے ہو؟

اور کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اسکا
 اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان و زمین
 سے رزق دیتا ہے؟
 کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے جو
 ان کاموں میں حصہ دار ہے۔ لاؤ اپنی

ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ
إِلَّا اللَّهُ ۗ وَمَا يَشْعُرُونَ
آيَاتَ يُبْعَثُونَ ۝ (النحل-۶۳-۶۵)

زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ
نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے؟
درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے
آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا
پھر عرش پر مستوی ہوا۔ جو رات کو دن پر
ڈھاکے تیا ہے اور پھر دن رات کے چھپے
دوڑاتا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند
اور تارے پیدا کیے سب اسکے فرمان کے تابع
ہیں۔ خبردار رہو، اسی کی خلق ہے اور اسی کا
امر ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں
کا مالک و پروردگار۔ (الاعراف-۵۳)

یہ تمام آیات قرآنی اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو
اپنی مخلوق کے لیے تدبیر، تصرف اور تقدیر کا اختیار حاصل ہے۔ اس میں کسی بھی غیر
کو ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔ تمام کائنات اُس کے قبضہ قدرت، اس کی تغیر اور
اُس کے تصرف میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زندگی، موت اور پیدائش
اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ یہ تمام امور فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں
ہیں، اس لیے اس کی تعریف و ثناء میں بہت سی آیات موجود ہیں، مثلاً:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۗ أَحْسَنُ مَا أَذْكُرُونَ ۖ وَنُحَمِّدُ
اللَّهَ عَلَيْهِمْ ۗ هَلْ مِنْ خَالِقٍ
غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنْ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ ۗ فَآيَ مَنْ تَدْعُونَ ۚ (فلق-۱۲)

کہاں سے دھوکا کھا ہے ہو؟
اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو

مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۚ
 إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا
 دَعْوَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا
 مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَبِئْسَ
 الْأَفْئِمَّةَ ۚ جَوَابَ نَبِيِّ
 وَهُوَ تَهْلِكُ فِيهِ الْكَافِرُ
 كَمَا يَهْلِكُ فِيهِ الْغَافِقُ
 ۚ وَبِئْسَ
 الْمَثَلُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
 فِي مَثَلِ نَارِ
 السُّعْيَةِ ۗ

وہ ایک پرکاوہ کے مالک بھی نہیں ہیں،
 انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن
 نہیں سکتے اور سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی
 جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز
 وہ تمہارے شرک کا انکار کر دینگے جیسے
 حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبر داکے
 سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ (فاطر - ۱۳-۱۴)

علامہ موصوف نے یہاں بہت سی آیات نقل کی ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ:
 ”تمام آیات میں لفظ ”ذوقہ“ سے مراد غیر اللہ مراد ہے جس کے متعلق یہ
 عقیدہ رکھا جائے کہ وہ استمداد کے قابل ہے، چاہے وہ ولی ہو یا کوئی شیطانی
 طاقت جو خود تو اپنی مدد نہیں کر سکتا، وہ بھلا دوسروں کی کیا امداد کرے گا؟“
 علامہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”یہ بات بے دلیل اور غلط ہے اور اس پر طرہ یہ کہ شرک عظیم ہے۔“

وہ مزید کہتے ہیں کہ:

”یہ خیال کرنا کہ اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد کسی قسم کے تعارف پر کوئی قدرت
 حاصل ہے، یہ ان کی زندگی میں تعارفات کا عقیدہ رکھنے سے بھی زیادہ شنیع اور جہمی
 عقیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ کے متعلق فرماتا ہے کہ:

إِنَّكَ يَتَىٰ وَإِنَّهُمْ يَمْتَنُونَ ۚ
 (الزمر - ۲۰)

آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور
 یہ لوگ بھی فوت ہونے والے ہیں۔

اللَّهُ يَتَوَكَّلُ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينِ
 مَوْتِهِمَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ
 فِي مَسَامِيهَا ۚ يَتَّبِعُكَ
 الْقَتْلَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتُ وَ
 يُؤَسِّلُ الْأَخْرَىٰ رَأَىٰ آجِلِ
 مَسْعَىٰ ۗ (الزمر - ۲۲)

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت
 رُو میں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں رہا ہے
 اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جس
 پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اُسے دک لیتا
 ہے اور دوسروں کی رُو میں ایک دم تیز
 کے لیے واپس بھیج دیتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
 ہر جاندار چیز نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔
 (آل عمران - ۱۸۵)

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
 ہر نفس اپنے کرمات میں پھنسا ہوا ہے۔
 رَهِيْنَةٌ ۝ (المائدہ - ۳۸)
 اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ
 انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام
 عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ
 اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ البستہ تین
 (المحدث) کاموں کا اجر جاری رہتا ہے.....

یہ اور اس کے علاوہ دوسری آیات و احادیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ موت کے بعد انسان کی حرکت و حسیں منقطع اور ختم ہو جاتی ہے۔ ان کی ارواح اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوتی ہیں اور ان کے اعمال میں کمی بیشی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ میت کو تو اپنی ذات پر بھی کسی قسم کے تصرف کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تو وہ دوسروں کے معاملات میں کس طرح تصرف کیگی؟ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ ارواح قطعی طور پر میرے قبضے میں ہیں اور محمد و اصحاب بدعت یہ کہتے ہیں کہ ان کو علی الاطلاق تصرفات حاصل ہیں
 قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُوْا اَمَّ اللّٰهُ
 کہو، تم زیادہ جانتے ہو
 (البقرة - ۱۴۰) یا اللہ؟

علامہ مزید فرماتے ہیں کہ:

” ان کا یہ عقیدہ کہ یہ تصرفات ان ارواح اولیاء کی کرامت ہیں، تو یہ ایک مغالطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کرامت تو من جانب اللہ اولیائے کرام کے لیے ایک ایسا اعزاز ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے کبھی ولی اللہ کے ذریعے ظہور پذیر ہوتا ہے، کسی شخص کو اس میں نہ کوئی دخل ہوتا ہے نہ علم ہوتا ہے اور نہ اس کے اظہار پر قدرت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ

لہ مسلم، البرذاذ، ترمذی، نسائی۔ (عن ابن ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

مریم بنت عمران عَلَیْهَا السَّلَامُ، اسید بن حضیر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اور ابوسعید الخدرانی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جیسی شخصیتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔

البتہ ان کا یہ کہنا کہ "شہائد و مشکلات میں اُن سے استمداد و استغاثہ کرنا چاہیے" تو یاد رہے کہ یہ عقیدہ اپنے اندر پہلے عقائے سے بھی زیادہ بدعت و قباحت کے آثار لیے ہوئے ہے کیونکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی صریح، صاف اور واضح آیات سے متصادم ہے۔ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ:

أَقْرَنَ يُجِيبُ الْمُنْظَرِ إِذَا كُنَّ بِرَبِّكَ رَاكِبَةً وَجِبَدُهَا لَمْ يَكُنْ يَكْفِيكَ رَفْعُ كِتَابِهِ
دَعَاؤُهَا وَتَخْفِيفُ السُّوءِ وَ يَجْمَعُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ
أَرْأَيْتُمْ كَيْفَ يَجْمَعُهُمُ اللَّهُ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝
کون ہے جو تیرا رکاب رکھتا ہے جبکہ وہ اسے چمکائے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی یہ کام کرنے والا ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔ (الزل - ۶۲)

قُلْ مَنْ يُنْجِيكُمْ مِّنْ خَلْقِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ لَّيْنًا أَنَّمَا مِنْ هَذِهِ لَنُكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ قُلْ اللَّهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَيْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُشْكِرُونَ ۝ (الانعام - ۶۲/۶۳)

اے محمد! ان سے پوچھو، صحر اور سمندر کی تارکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے کون ہے جس سے تم گوارا کرو اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچایا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ کوئی اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

اس مقام پر بہت سی آیات نقل کرنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے یہ بات بار بار بیان فرمائی ہے کہ مصائب و مشکلات کو دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمہا وہی مصیبت زدہ اور مضطر لوگوں کی التجار و دعا کو سنتا اور شرف قبولیت بخشا ہے، اسی سے استغاثہ کیا

جاتا ہے، وہی تمام کائنات کا فریاد رس ہے، وہی مصائب و بلیات کو دُور کرنے پر قادر ہے۔ کسی کی خیر خواہی اس کو مقصود ہو تو وہی اصل خیر خواہ ہے، وہی خیر و برکت کا مالک اور تقسیم کرنے والا ہے، توہی اکیلا بلا شرکت غیرے سبک نام انجام دیتا ہے۔

سوجب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمام امور فقط اسی ایک اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہیں تو اس سے انبیاء و اولیاء اور ملائکہ سب کے متصرف اور فریاد رس بننے کی نفی ہو گئی۔
علامہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”ظاہری اور روزمرہ کے عادی معاملات میں جو امور حسبیہ میں سے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور باہم ایک دوسرے سے تعاون طلب کرنا جائز اور مباح ہے، جیسے جنگ کے موقع پر یا دشمن کے حملے کے وقت یا کسی درندے سے بچاؤ کے لیے ایک دوسرے کی امداد اور نصرت حاصل کرنا اور ایسے مواقع پر یا زیند یا الشیطان تاکہ کر پکارنا، یہ سب افعال ظاہریہ میں سے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ یہ سمجھنا کہ دوسرے انسان کی مدد اور اس کا تعاون معنوی لحاظ سے اثر انداز ہوتا ہے اور اپنے اندر کوئی خاص قوت و تاثیر رکھتا ہے جیسے شائد و سگلا کا دور ہو جانا یا کسی مریض کا صحت یاب ہو جانا یا کسی کے خوف سے نجات پا جانا یا غرق ہونے سے محفوظ رہنا یا تنگی اور فقر و فاقہ سے نجات پا جانا یا طلب لائق وغیرہ کرنا۔ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں، ان کے لیے کسی غیر اللہ کے آگے دست طلب واز نہیں کرنا چاہیے۔“

علامہ موصوف اس سے آگے فرماتے ہیں کہ:

”یہ عقیدہ رکھنا کہ غیر اللہ کو بلیات و شدائد کو رفع کرنے اور حاجات کے پورا ہونے میں کچھ اثر اور قدرت حاصل ہے، جیسا کہ دور جاہلیت کے عرب کہتے تھے یا اس دور کے جمال صوفیاء کا عقیدہ ہے اور وہ ان کو پکارتے بھی ہیں۔ یہ عقیدہ سراسر باطل اور منکرات میں سے ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ غیر اللہ میں سے اللہ کے کسی نبی یا ولی یا کسی روح کو کسی کرب و مصیبت کے دور کرنے یا حاجت رسانی

کرنے کی طاقت حاصل ہے یا وہ کسی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں یا اس باب میں اُن کو کوئی اثر و نفوذ حاصل ہے تو ایسا شخص جہالت کی خطرناک وادی میں گامزن ہے اور دوزخ کے کنارے کھڑا ہے۔

ان کا یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ صرف کرامات ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے کہ اس کے اولیاء میں اس قسم کی کوئی طاقت موجود ہو۔ یہ تو اصنام و اوثان کے پجاریوں کا عقیدہ ہے۔ اس کی نشاندہی خود قرآن کریم نے کی ہے کہ وہ غیر شہ کو صرف سفارشی اور صاحب کرامت سمجھتے تھے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں کہ:

هُؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۗ يَهْتَدُونَ سَفَرَشِي هِيں۔

(یونس - ۱۸)

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (النور - ۲)

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک پہنچانے کی راہیں دکھائیں۔

مَا آتَيْنَاهُم مِّن دُونِ الْهَدْيِ ۗ إِن يُرِيدِ الرَّحْمَنُ بِضَيْفٍ لَّا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۚ

کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لوں؟ حالانکہ اگر خدا نے چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔

(یس - ۲۳)

اس بنا پر کسی نبی یا ولی کو نافع اور ضرر خیال کرنا جبکہ ان کے بس کی بات نہیں، اصلی اور حقیقی شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ذات میں مصیبت کو دور کرنے کی قدرت و طاقت نہیں ہے اور نہ کسی میں نفع اور خیر پہنچانے کی قوت و طاقت موجود ہے، یہ سب طاقتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں۔

باقی رہا اُن کا یہ کہنا کہ یہ ابدال، نقباء، اوتاد اور نجباء وغیرہ لوگوں کے فریادرس ہیں جو باعتبار تعداد کے ۷۷ اور ۴۴ تک پہنچتے ہیں، تو جیسا کہ صاحب سراج الترمذین نے لکھا ہے، یہ ان کا انک اور کذب بیانی ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن جوزی رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

﴿قَوْلُهُ تَدْعُ﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنِ
فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾ (روض: ۱۰۶)

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسی مہتی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔

اس پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان عقائد شرکیہ سے علمائے حق ہمیشہ لوگوں کو روکتے رہے ہیں جس کی تباہ کاریوں نے عوام کی اکثریت کو گھیر رکھا ہے اور بندگانِ اہول نے اس کو عقائد کے اصول قرار دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اگر علمائے حق کی پوری عبارتیں یہاں نقل کریں جس میں انھوں نے ان عقائد کا ابطال کیا ہے تو کتاب بہت پھیل جائے گی، لیکن ایک عقلمند و شائستہ انسان تو پہلی دلیل ہی سے حق کی تمہ کو پہنچ جاتا ہے اور جو شخص دلیل و برہان سے بے نیاز ہو کر بات کرتا ہے اس کا باطل اور غلط ہو جانا بالکل ظاہر ہے۔ یہ انداز، ان اہل علم اور اصحابِ ایمان حضرات کے موقف سے قطعی مختلف ہے جن کی زندگی کا لائحہ عمل ہی یہ ہے کہ وہ صرف قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اسی کو حجت مانتے ہیں اور داعی حق و ایمان کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریتے ہیں۔

والله المستعان وعليه التكلان

قوله: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اس آیت کریمہ میں ”وَلَا تَدْعُ“ کا عطف لفظ ”أَقْرَبُ“ سے متعلق ہے جس

کے معنی یہ ہیں کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے لہذا ان

افراد امت کو تو بالاولیٰ اس سے دامن کشاں رہنا چاہیے۔ یعنی یہاں اگرچہ خطاب

خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن عمومی طور پر پوری امت اس

خطاب میں شامل ہے۔“

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

” اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لے محمد! اپنے خالق، مالک اور معبودِ حقیقی کے علاوہ کسی صنم اور اللہ کو نہ پکارنا کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے اور نہ آپ کا کچھ بگاڑ سکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے کسی نفع کی توقع رکھ کر یا کسی تکلیف سے ڈر کر ان کی عبادت نہ کرنا۔ ان کے اختیار میں نہ نفع ہے اور نہ ضرر۔ اگر آپ سے ایسا فعل سرزد ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے غیر اللہ کو پکارا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اس مشرک گروہ میں سے ہو جائیں گے جو اپنی ذات پر ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔“

زیر بحث آیت کریمہ کی ہم معنی اور ہم مطلب بہت سی آیات ہیں مثلاً:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا ۖ لَيْسَ لَكَ بِهِ سُلْطَانٌ ۚ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَمُوتُ مِمَّا قَتَلْتُمْ مِنْهُمْ ۖ فَتَكُونُ مِنَ الْمَلْذُومِينَ ۚ (الشعراء - ۲۱۳)

والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ هُوَ الْقَدِيمُ الْعَلِيمُ ۚ (التقصم - ۸۸)

پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ان دو آیات میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جس کو پکارا جائے گا وہ اللہ قرار دیا جائیگا اور اگر بہتیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ اس میں غیر اللہ کا قطعاً کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

لے اس آیت کریمہ میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ کریم اپنے بندے حضرت نعمان علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو نصیحت نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَسْتَعِي لَآ تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۚ (نعمان - ۱۳)

بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس کو اعظم الظلم کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

” أَظْلَمُ الظُّلْمِ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدَاءً وَهُوَ خَلَقَكَ “

کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم پلہ بنانے کا مطلب یہی ہے جو ہے کہ مختلف قسم کی عبادات جیسے دُعائے نذر، ہتافشا، استسماں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بندے کی طرف پھیرنا جس کا وہ برگزشتہ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی قدرت و طاقت ہے۔

ایک تمام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ
وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ
دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ
اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ سب باطل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بالادست اور بزرگ ہے۔

(المع - ۶۲)

یہی وہ توحید ہے جس کو واضح کرنے کے لیے اور لوگوں کے ذہنوں میں ترم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ شروع فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:

وَمَا أُمِرُوا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا
اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الَّذِيْنَ
كُوْنُوْنَ عَلَيْهِ حَيَاتِهِمْ
اِنَّ اِسْمَ رَبِّهِمْ اَلْحَمْدُ ۝

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے۔

(البقرہ - ۱۷۵)

ظاہری اور باطنی تمام عبادات کا نام "دین" ہے۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دعا ہی کو عبادت گردانا ہے اور کہا ہے کہ عبادات میں سے ایک عبادت دعا ہے۔

مفسرین کرام کی یہ عادت ہے کہ وہ آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں اس کے بعض اہم اور اہم متضمنات کو مراد لیتے ہیں۔ جیسے یہاں مثلاً دعا کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی ایک عبادت کو قبر یا منبر یا دُشَن وغیرہ کی طرف منسوب کیا تو گویا اُس نے ایسے معبود سمجھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک ٹھہرایا جس کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس کو تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ مِنَ
الْكَافِرِيْنَ ۝

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارتے جس کے لیے اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اُس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے کافر کہی

(المؤمنون - ۱۱۷)

فلاح نہیں پاسکتے۔



وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ
فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ
يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۗ

اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو اُس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو نال دے اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے اور اس قسم کی دوسری آیات سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا کفر و شرک اور ضلالت ہے۔

قَوْلُهُ : وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ

لہ یہ اُس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ سے استغاثہ اور فریاد کرے۔ اس ارشادِ خداوندی میں بتایا گیا ہے کہ جس خوش نصیب پر رب کریم احسانات کرنا چاہے تو ان احسانات کو کوئی شخص روک نہیں سکتا۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ:

فَاعْلَمُوا أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلَيَّ
أَنْ يَنْفَعُواكَ بِشَيْءٍ لَا يَنْفَعُوكَ إِلَّا
بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ

اس بات کو ابھی طرح سمجھ لو کہ اگر ساری مخلوق خدا تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو نہ پہنچا سکے گی۔ بل صرف اتنا فائدہ پہنچے گا جتنا اللہ کریم نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

زیرِ بحث آیتِ کریمہ کے معنوم پر غور و فکر کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مصائب و مشکلات کے وقت غیر اللہ کو پکارنا بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ ایسا شرک ہے جسے اللہ کریم کبھی بھی معاف نہ کرے گا کیونکہ جو شخص غیر اللہ کو پکارتا ہے اس نے ایسی چیز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس کی لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نفی اور تردید کرتا ہے۔ اسے دوسرے لفظوں میں شرک فی اللوہیت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کا نام دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم ترین حکم یہ ہے کہ انسان توحید کو اپنائے اور اپنے تمام اعمال و افعال میں صرف رضائے الہی کو ملحوظ رکھے کیونکہ انسان کی تخلیق ہی اس لیے ہوئی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ تنہا بادشاہ اور قہار ہے۔ وہی بخشش اعلیٰ کا مالک اور وہی اس کو روک دینے والا ہے۔ وہی نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے اور جب یہ سب کچھ اُس کے قبضہ و قدرت میں ہے تو اسی کو پکارنا چاہیے اور اسی کی عبادت کرنا چاہیے کیونکہ عبادت اسی کی ہو سکتی ہے جو مالک و قہار بھی ہو اور نفع و نقصان پہنچانے والا بھی ہو۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ سو ثابت ہو کہ وہی ایک اللہ ہے جو عبادت کا سزاوار ہے، وہ نہیں جو سرے سے نفع و نقصان ہی نہیں پہنچا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ
مَنْ دُونَ اللَّهِ إِنْ آرَادَ فِي
اللَّهِ بِضُيٍّ هَلْ هُنَّ سَكْنَتُ
ضُرُوبِهِمْ أَوْ آرَادَ فِي سَوْحَمَةٍ
هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتٌ رَحْمَتِهِ
قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ

ان سے کہو کہ جب تم تعبت یہ ہے تو تمہارا
کیا خیال ہے اگر اللہ تجھے کوئی نقصان
پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیو یا جن
تم اللہ کو چھو کر پکارتے ہو مجھے اُس کے
پہنچائے جو نئے نقصان سے بچالیں گی؟
یا اللہ تجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اسکی
رحمت کو روک سکیں گی۔ پس ان سے
کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے،
بھر دوسرے کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(الزمر - ۲۸)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ:

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ
رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا
وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ
لَهَا مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ

اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں
کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا
نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے
بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں اور
وہ زبردست اور حکیم ہے۔

(الفاطر - ۲)

اسی عظیم مقصد کے پیش نظر انبیاء کے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی کی وضاحت کے لیے کتابیں نازل کی گئیں اور سب سے عظیم تر حکم جن کے نہ کرنے کی انسان کو تلقین کی گئی ہے وہ شرک فی الربوبیت اور شرک فی الالوهیت ہے۔

يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ (يونس : ۱۰۷)

وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ ہیں وہ دلائل و براہین جو اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور ربوبیت کے بارے میں فقط اپنی ہی خصوصیت کے لیے بیان کیے ہیں لیکن عبادِ قبور و مشاہدِ قرآن کے ان دلائل کے بالکل برعکس عقیدہ رکھتے ہیں، انھوں نے جلبِ منفعت اور دفعِ مکارہ کے سلسلے میں اصحابِ القبور کو اللہ کا سا بھی اور شریک بنا رکھا ہے۔ وہ ان سے اُمیدیں لگاتے ہوئے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ صحابِ القبور ہی ہماری مشکلات رفع کریں گے۔ وہ پوری توجہ، اعتناء و التفات، رغبت و رسمیت اور تضرعِ ناری سے ان سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الوہیت میں ان کو شریک گردانتے ہیں۔ یاد رہے ان کا یہ شرک کفارِ عرب کے شرک سے بھی زیادہ سنگین اور زیادہ بڑھ کر ہے۔ وہ تو صرف یہ کہتے تھے کہ:

مَا تَسْبُدُّ هُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى
ہم ان کو صرف تقرب الی اللہ کا وسیلہ
بجھ کر پوجتے تھے۔
اور یہ کہ:

هُمُ لَاءِمٌ شَفَعَانَا عِنْدَ اللَّهِ
مشرکین عرب تو ان کو فقط اس لیے پکارتے تھے کہ وہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ثابت ہوں گے
اور ان کے سفارشی نہیں گے۔ وہ اپنے تبلیغِ حج میں یوں کہا کرتے تھے کہ:

بَتَيْكَ اللَّهُمَّ بَتَيْكَ لَتَيْكَ
لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكَ
هُوَ لَكَ تَمَلِكُهُ وَ مَا
كَامَالِكَ
لے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں
لے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں، سوا اُنکے
جو تیری ہی ملک ہے اور وہ خود کسی چیز
کا مالک نہیں۔

قَوْلَهُ عَنَى ﴿۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ
 اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا
 عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ
 وَاشْكُرُوا لَهُ ۗ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۷﴾

(العنكبوت: ۱۷)

درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے
 کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو، اُس کا شکر
 ادا کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جانے والے ہو۔

لیکن یہ مشرکین اہل قبور اور اہل مشاہد کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ تو مشرکین عرب
 سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ انہوں نے تو تصرفات اور تدبیر امور میں بھی اہل قبور کو اللہ تعالیٰ کا
 شریک بنا دیا ہے اور انہی کو اپنی امیدوں، تمنائوں کا مرکز قرار دے رکھا ہے اور انہی کو لمبا و ماوے
 سمجھتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

قَوْلُهُ : وَهُوَ الْعَفْوَُّ الرَّحِيمُ

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور اپنے گنہگاروں پر نادم ہوتا ہے
 وہ اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا۔

قَوْلُهُ : فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۗ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ کہتا ہے کہ تم صرف مجھ ہی سے رزق مانگو کیونکہ میرے سوا
 زمین و آسمان میں کوئی بھی رزق دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ”عند اللہ“ کی تقدیم تخصیص چاہتی ہے یعنی :

”غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی سے رزق طلب کرو کیونکہ وہی مالک

ہے، اس کے سوا اور کوئی مالک نہیں ہے۔ اپنی عبادات کو اللہ تعالیٰ وحدہ

لا شریک لہ کے لیے خاص کر لو اور اُس کے انعامات کا شکر ادا کرو۔ قیامت کے

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
غَفِيلُونَ

آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتے جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکارنے والے ان کو پکار رہے ہیں۔

دن اُسی کے حضور پیش ہونا ہے جہاں ہر شخص اپنے لیے کا بدلہ پائے گا۔

قرآن: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی نفی کی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتے ہیں۔ ان سے زیادہ کوئی اور بھی گمراہ ہو سکتا ہے؟ اور یہ بتایا ہے کہ جن غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ قیامت تک ان کا مطلوب ان کو نہیں دے سکیں گے۔
یہ آیت عام ہے، جو بھی اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے اس کے ذیل میں آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ
مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ
كَشَفَ الضُّبُّ عَنْكُمْ وَلَا
تَحْوِيلًا ○ (الاسراء-۵۰) نہ بدل سکتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن کو پکارا جا رہا ہے اور جن کے نام کی دہائی دی جا رہی ہے وہ قطعاً ان کی بات کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ:

وَأَنَّهُ غَافِلٌ عَن دَاعِيهِ
ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ کوئی انہیں پکا
رہا ہے وہ اپنے داعی سے بالکل بے خبر ہیں

قیامت کے روز یہ لوگ ان مشرکین کے شرک کی وجہ سے ان کے مخالف ہو جائیں گے اور اس بات سے بالکل انکار کر دیں گے کہ انھوں نے ان کو پکارتا تھا۔

اس آیت کی رُو سے تمام پکالنے والے اور تمام معبودین دین اللہ میں شامل ہیں۔ علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، ”وَإِذَا حُشِرَ الْمَاشِكُ“ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ: ”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اپنے حساب کی جگہ پر اکٹھے کیے جائیں گے تو جن لوگوں کو یہ دُنیا میں پکالتے تھے، وہ ان سے اپنی برأت کا اظہار کریں گے اور اس بات کا انکار کر دیں گے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے۔“

یعنی دُنیا میں جن کی عبادت کی جا رہی ہے، یہ لوگ اپنی عبادت سے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو ان کو اپنی عبادت کے لیے کہا ہی نہیں تھا بلکہ ہمیں تو ان کی عبادت کا علم ہی نہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں کہ یہ ہم کو پکارتے بھی ہے ہیں یا نہیں۔ لے اللہ کریم! ہم ان کی عبادت سے تیرے دربار میں بالکل اظہارِ بے زاری کرتے ہیں۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ:

وَيَوْمَ يَتَسَوَّهٖ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ
اور وہی دن ہو گا جبکہ تمہارا رب، ان لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور ان کے ان معبودوں کو بھی بلا لے گا جنہیں آج یہ اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہیں۔

قِيْلَ ؕ اَنْتُمْ اَضَلُّتُمْ عِبَادِي
پھر وہ اُن سے پوچھے گا کیا تم نے میرے لہو لادہ امْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ
ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راہِ رست سے بھٹک گئے تھے؟

قَالُوْا: سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ
وہ عرض کریں گے کہ ”پاک ہے آپ کی لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ وَّلٰكِنْ تَمَتَّعْتَهُمْ
ذاتِ ہمارى تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں مگر آپ نے اَبَاءَهُمْ سَتَى نَسُوا الذِّكْرَ
ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان

وَكَاثُوا تَوْمًا بُورًا ۝ زندگی دیا حسی کہ یہ سبق بھول گئے اور

شامت زدہ ہو کر ہے۔ (العنقاب - ۱۸، ۱۷)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”مَنْ دُونَ اللَّهِ مِنَ الْإِنْسَانِ، فرشتے اور جن مُراد ہیں جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ، نوزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ۔“
یہ روایت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہے۔

قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور وہ فرشتے جن کی پوجا کی جاتی تھی سب کی زبان ہو کر اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ لے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور ہم ان مشرکین کے شرک سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ ہم کو قطعاً لائق نہیں کہ ہم تیرے سوا کسی کو کارساز یا ولی خیال کریں بلکہ ہم سب کا ولی اور کارساز تو ہی ہے۔“

کتاب وسنت، اہل لغت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تشریف لانے والے علمائے کرام اور سلفِ اُمت کے ہاں لفظ الدُّعَا، سوال اور طلب کے معنی میں استعمال ہوتا رہا ہے، جیسا کہ بعض الملاحظات میں اہل زبان کے نزدیک الصَّلَاةُ کو بمعنى الدُّعَا استعمال کیا گیا ہے۔
قرآن کریم میں ہے کہ:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو

مَا يَسْتَكُونُ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝

وہ ایک پرکاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا

انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں

دُعَاءَكُمْ ۝ وَلَوْ سَمِعُوا

سکتے اور سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی بڑا

مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۝ وَ يَوْمَ

نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز وہ

الْقَيْمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۝

تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے حقیقت

وَلَا يَنْبِتُكَ مِثْلُ خَيْبِرٍ ۝

حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار

کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ (الفاطر - ۱۳-۱۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا کہ:

قُلْ مَنْ يُضَيِّعُكُمْ مِنْ

اے محمد! ان سے پوچھو صحرا اور نمندگی

تو ایسے لوگوں میں کون تھیں خطرات سے
بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم مصیبت
کے وقت گولڈا کر اور پیسے چنپے
دعائیں مانگتے ہو۔

قُلْتُمِثَ الْبَيِّتِ وَالْبَحْرِ
تَدْعُونَهُ تَمَتُّعًا وَ
خُنْيَةً ۚ (الانعام - ۶۳)

ایک جگہ پر اس کی یوں وضاحت کی کہ:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ^۱
دَعَانَا لِجَنبَيْهِ أَوْ قَاعِدًا
أَوْ قَائِمًا ۚ (یونس - ۱۲)

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس پر
کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور
بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الشُّرَكَاءُ^۲
دُعَاةَ عَوِيضٍ (فصلت - ۵۱)

انسان کو جب کوئی آفت چھو جاتی ہے
تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

لَا يَسْمُؤُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاةِ
الْخَيْرِ (فصلت - ۲۹)

انسان کبھی بھلائی کی دُعا مانگتے
نہیں تھکتا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ
فَأَسْتَجِبْ لَكُمْ أَيُّ مِعْذَكُمُ
يَأْتِي مِنَ الْمَلَكَةِ مُودِعِينَ ۝ (الانفال - ۹)

اور وہ موقع جبکہ تم اپنے رب سے
فریاد کر رہے تھے جواب میں اُس نے
فرمایا کہ میں تمہاری مدد کیلئے پے درپے
ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔

حدیث نبویہ میں بھی اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ مَعُ الْعِبَادَةِ
دُعا عبادت کا مغز ہے۔

ایک دوسری صحیح روایت میں فرمایا گیا ہے کہ:
أَدْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ
بِالْجَابَةِ
اللہ تعالیٰ کو یقیناً حکم سے پکارا کرو یا جس معنی
کہ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ:

مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَفْضَبْ
جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا

عَلَيْهِ
اُس پر وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ
لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَىٰ كَمَا دَعَا مِنْهُ زِيَادَةٌ
عَزِيزٌ تَرْتَمِي كَوْنِي شَيْءٍ نَحْوِي
عزیز ترین کوئی چیز نہیں۔

(رواہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جان اور حاکم (کے نزدیک صحیح ہے)

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

الدَّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَ دَعَاءُ مَوْمِنٍ كَالْبَحْتِيارِ
عِبَادُ الدِّينِ وَ تَوَدُّ السَّمَوَاتِ دِينَ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ
وَ الْأَرْضِ حَاكِمٌ (کے نزدیک صحیح ہے) نُوْرٌ هُوَ۔

ایک خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

سَلُّوا اللَّهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَهْرَجِزَ اللَّهُ تَعَالَىٰ سَمًا مَّا لَكَرُو، يَهْرَجِزُ
الْشَيْعَ إِذَا انْقَطَعَ
کہ اگر جوئے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو
وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو۔ (المحدث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدَّعَاءُ وَ أَفْضَلُ تَرْتِمِي كَوْنِي شَيْءٍ نَحْوِي
قَرَأَ وَ قَالَ رَبُّكُمْ أَدْعُوْنِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ (المستحضر-۶) تم سب کی دعا قبول کر دوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ اثر ابن المنذر اور حاکم نے نقل کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ مندرجہ ذیل دعائیں مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْعَمَدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
تِيْرَسَ سَوَا كَوْنِي عِبَادَتِ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ كَالسَّمَوَاتِ دِينَ
تو ہی احسان کرنے والا ہے۔

اور

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ
 لے اللہ! میں تجھ سے اس لیے سوال کرتا ہوں کہ تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو بے نیاز ہے جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس سے برابر ہی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

اس نوع کی اور بھی بہت سی ادعیہ کتاب و سنت میں موجود ہیں جن کا احصاء نہیں کیا جا سکتا اور جن میں طلب و سوال پایا جاتا ہے۔

جس نے طلب و سوال کے عبادت ہونے سے انکار کیا، اُس نے یوں سمجھے کہ نصوح کتاب و سنت، اہل لغت اور سلف و خلفِ اُمت کے محاورات، طریق استعمال کو ٹھکرا دیا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے جلیل القدر تلمیذ، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی عبارت سابقہ صفحات میں قارئین کرام کے ملاحظہ گرامی میں گزر چکی ہے جن میں وہ کہتے ہیں:

”دعا کی دو قسمیں ہیں۔ دعائے سوال اور دعائے عبادت۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو مستغنیٰ ہیں۔“

اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ

- تلاوت کرنے والا،
 - ذکر کرنے والا،
 - نماز پڑھنے والا اور
 - جائزہ نوح کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنے والا،
- یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تمام اُمور دعا ہی کو مستغنیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کا آغاز دعائے سوال ہی سے کرنے کا حکم فرمایا ہے، اس کے بغیر نماز ہی درست نہیں ہوتی، مثلاً:

○ سورۃ الفاتحہ،

- دعا۔ بین السجدتین اور
- تشہد وغیرہ

یہ سب اسی طرح عبادت ہیں جس طرح کہ رکوع اور سجود عبادت ہیں جو شخص غور و فکر سے کام لے گا اس کے سامنے حقیقتِ حال واضح ہو جائیگی اور توحید کے بارے میں تمام پرے ایک ایک کر کے ختم ہو جائیں گے۔

اس مقام پر ہم علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آیتِ کریمہ ”قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيّٰمَاتٌ دَعْوَاهُمْ اَلْاِسْمَ الْاِحْسَانِ (الاسراء: ۱۱۰) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے؛ تاکہ یہ مسئلہ بالکل نکھر کر سامنے آجائے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں:

”یہ مشہور دعا درحقیقت دعائے مسئلہ ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا مانگتے وقت کبھی ”یا اللہ“ اور کبھی ”یا رحمن“ کے الفاظ استعمال فرماتے۔ اس پر مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ دو خداؤں کو پکارتے ہیں اور دو معبودوں کی عبادت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید فرمائی۔

یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ یہاں ”وَمَا“ سے مراد اللہ کا نام یسنا اور اس کا معنی ”مَراد“ یسنا ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنہ میں سے جس نام سے بھی اسے پکارو گے، وہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں اللہ کے نام سے پکارو یا رحمن کے نام سے، سب اللہ ہی کے نام ہیں۔ یہاں دعا کا وہ معنی مراد ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے اور وہ ہے:

- دعائے سوال اور
- دعائے ثنا۔“

علامہ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

”جب یہ بات معلوم ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ: ”اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً“ دعا کی دونوں قسموں پر مشتمل ہے اور وہ

وَ إِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ
أَعْدَاءً وَ كَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

(الاحقاف: ۶۰۵)

اور جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے، اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

ظاہراً دعائے سوال بنے جو دعائے عبادت کو متضمن ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے پوشیدہ طور پر مانگنے کا حکم دیا ہے۔
امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”پوشیدہ طور سے دعا مانگنا، جہری طور پر دعا مانگنے سے ستر درجے زیادہ افضل ہے۔ دعا کے لیے مسلمان بہت کوشش کرتے تھے اور اس انداز سے دعا مانگتے تھے کہ آواز سنائی ہی نہ دیتی تھی۔ ان کی دعائیں ان کے اور ان کے رب کے درمیان راز و نیاز کی حیثیت رکھتی تھیں۔“
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سُناتا اور جواب دیتا ہوں۔

(البقرہ - ۱۸۶)

یہ آیت دعا کی دونوں قسموں کو معنی ہے اور مغفرت میں نے دونوں قسمیں بیان کی ہیں۔
بعض علمائے یہ معنی کیا ہے کہ:

”جب میرا بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُسے دیتا ہوں۔“

اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ:

قُلْ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا
دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ إِلَهُ مَعَ اللَّهِ
قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○ (الضل : ٦٢)

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پکارتے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور (کون اُسے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

”جب میرا بندہ میری عبادت کرتا ہے تو میں اُسکو اجر عطا کرتا ہوں۔“
لفظ ”الدعاء“ کے مندرجہ بالا دو معنوں میں استعمال ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہاں ایک حقیقی اور دوسرے مجازی معنی ہیں، بلکہ حقیقی معنی مراد ہے۔ دونوں معنوں میں سے جو معنی بھی لیا جائیگا وہ حقیقی ہو گا اور دوسرے معنی کو مستلزم ہوگا۔ جیسے لفظ الصلوٰۃ : اسے لغوی معنی سے منتقل کر کے حقیقت شرعیہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور جب اس سے حقیقت شرعیہ مقصود ہوگی تو معنوی لحاظ سے اس میں لغوی معنی بھی پائے جائیں گے کیونکہ حقیقت شرعیہ اور اسمی لغوی میں مناسبت و ربط موجود ہے اور اسمی لغوی چند شرائط کے اضافے سے حقیقت شرعیہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی، آغاز نماز سے لے کر آخر نماز تک دعائے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ یا تو وہ دعائے عبادت و شکر میں مشغول ہے یا دعائے طلب سوال میں۔ وہ کسی بھی حال میں ہرگز یہ کیفیت دعا ہی میں مصروف رہتا ہے۔ (المخص از بدائع الفوائد)

آیت ”من یحب المضطر اذا دعا“ کی تفسیر

www.KitaboSunnat.com

قوله : اَمَّنْ يُحِبُّ الْمُضْطَّرَّ اِذَا دَعَا

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ مُشْرِکین عرب یہ علم و عقیدہ رکھتے تھے کہ انسان کو مجبوری و مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نخلی عطا کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب انتہائی مشکل اور سنگین حالات میں تم میری ہی بارگاہ میں جھکتے ہو تو پھر دوسرا اللہ اور معبود بنانے کی تم کو کیا ضرورت پیش آتی؟ پھر جب تم لے بنائے ہوئے اللہ اور معبود مجبوری اور دکھ کے حالات میں تمہاری مدد نہیں کرتے تو وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو اس قدر مطلق کے شریک اور سامی قرار دیا جائے جو دور تکلیف اور خطراری کیفیات میں انسان کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشتا اور اس کی آہ و بکا کو سن کر اس کے مصائب رفع کرتا ہے۔

زیر بحث آیت کریمہ کی یہی تفسیر باقی تفاسیر سے ہم آہنگ اور زیادہ موزونیت لیے ہوئے

ہے۔ اس سے پہلی آیات کا مفہوم بھی یہی ہے۔

قارمین کرام کے فائدے کے لیے ہم ان کو بھی درج کیے دیتے ہیں:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا بِهٖ حَدٰیْقَ ذٰتَ بَهْجَةٍ ۗ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُشۡرِكُوۡا شَجَرَهٗا وَّ اٰلِهَۃً مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعۡدِلُوۡنَ ۝
(سورۃ النمل - ۶۰)

عجلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر لے کے ذریعہ سے وہ خوش نما باغ اگلے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَ جَعَلَ خِلَالَهَا اَنْهٰرًا وَ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیۡنَ الْبَحْرِیۡنِ حَآجِزًا ۗ اَللّٰهُ مَعَ

اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جانے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑیں اور پانی کے دو ذخیروں

اللہ ﷻ
بَلْ اَكْتَرْتُمْهُ لَا
يَعْلَمُونَ ○
رسوٰۃ النمل (۶۱)

کے درمیان پرشے حاصل کر دیے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ کبھی لوگ ان میں سے نادان ہیں۔

اَمَنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ
الْبُحْرِ وَالْبَحْرِ؛ وَمَنْ يُرْسِلِ
الرِّيحَ بَشْرًا تَبَيَّنَ يَدَا
رَحْمَتِهِ ؕ اِنَّهُ مَعَ اللّٰهِ
تَعَالٰى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○
رسوٰۃ النمل (۶۳)

اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دیکر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟

اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے۔ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم جتے ہو۔
رسوٰۃ النمل (۶۴)

ان آیات پر غور کرنے سے یہ پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یہ حجت قائم کر دی ہے کہ وہ اقرار کے بعد انکار کر دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بجالاتے اور خود روایا تَابِعْتُمْ وَاِيَاكَ نَسْتَعِينُ کے قالب میں ڈھال لیتے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:
” اَمَنْ يُجِيبُ الْمُنْطَهِّ اِلَى قَوْلِهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ :
یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ، جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے، وہ بہتر اور

و روی الطبرانی باسناده : أَتَى كَانِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُنَافِقٌ

طبرانی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک منافق

افضل ہیں یا وہ ربِّ کریم بہتر ہے جو تمہاری مجبوری کی کیفیات کو تبدیل کرتا ہے تمہاری دعاؤں کو درجہ قبولیت عطا فرماتا ہے اور تمہاری مشکلات کو دور کر کے انہیں سُرت میں بدل دیتا ہے؟

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ :

یعنی تمہارے مرنے کے بعد تم ہی میں سے تمہارے قائم مقام اور وارث بنا دیتا ہے۔

عَالِهِ مَعَ اللَّهِ

یعنی غیر اللہ میں سے کون ایسا ہے جو تم پر ہتھ در انعامات کی بارش کرے؟

وَلَيْسَ مَا تَذَكَّرُونَ

اللہ تعالیٰ کی اس تذکیر سے بہت ہی کم لوگ فائدہ اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ تمہاری یہ کم فہمی ہی درحقیقت تمہارے شرک میں مبتلا ہونے کا باعث ہے۔

قَوْلُهُ : رَوَى الطَّبْرَانِيُّ

طبرانی کا پورا نام یہ ہے : الإمام الحافظ سليمان بن أحمد بن أيوب اللخمي الطبراني

صاحب المعجم المشتمل وغيره۔ طبرانی نے امام نسائی، اسحاق بن ابراہیم الدیري رحمہم اللہ اور بہت سے

محدثین سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے سلمہ میں وفات پائی۔

قَوْلُهُ : أَتَى كَانِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُنَافِقٌ

اس منافق کا نام زبیر بخت حدیث میں منقول نہیں ہے۔ البتہ ابن ابی حاتم نے

اپنی روایت میں اس کے نام کی تصریح کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ عبداللہ بن ابی ہے۔

يُؤْذِي الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
قَوْمُوا بِنَا فَسْتَعِثْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
مِنْ هَذَا الْمُنَافِقِ - فَقَالَ
النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُ لَا يُسْتَعَاثُ بِي
وَإِنَّمَا يُسْتَعَاثُ بِاللَّهِ -

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا چنانچہ چند صحابہ نے مشورہ کیا کہ چلو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس منافق سے گلہ خالصی کے لیے استغاثہ کریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو! مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے استغاثہ کرنا چاہیے۔

قوله : فَقَالَ بَعْضُهُمْ

اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

رَسُولِ الْكَرِيمِ ﷺ كِي دَاتٍ اَقْدَسٍ سِي سْتَعَاثَةُ كَرْنِي كِي عَمَانَتِي

قوله : قَوْمُوا بِنَا فَسْتَعِثْتُ

اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطلب یہ تھا کہ اس کی طرف سے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے، آنحضرت ﷺ اس کے سدِ باب پر قدرت رکھتے ہیں۔

قوله : إِنَّهُ لَا يُسْتَعَاثُ بِي

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے علاوہ کسی سے بھی استغاثہ کرنا ممنوع ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے لیے اس لفظ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے، اگرچہ آپ اپنی زندگی میں اس کی طاقت رکھتے تھے۔

○ اس کراہت کی وجہ توحید کی حمایت اور نصرت تھی۔

○ نیز یہ کہ ذرائع شرک کے دروازے بند ہو جائیں۔

○ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب و تواضع کا یہی تعاضب ہے۔

○ اس کی ایک وجہ افعال و اقوال سے اُمت کو ذرائع شرک سے ڈرانا اور محفوظ رکھنا بھی ہے۔

غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں قدرت اور طاقت کے باوجود اس سے انکار فرمادیا تو آپ کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ کیونکر صحیح قرار پاسکتا ہے؟ اور وہ امور جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں، کس طرح آنحضرت ﷺ سے طلب کیے جاسکتے ہیں؟

بوصیری اور البرقی جیسے بہت سے شعرا استغاثہ کے بارے میں راہ راست سے بھٹک گئے۔ ان شعرا نے ایسے ایسے افراد سے استغاثہ کیا ہے جو خود اپنی ذات کیلئے بھی نفع و نقصان اور موت و حیات اور نشور وغیرہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

اس قسم کے لوگ بھی اس عظیم و کریم سے استغاثہ کرنے سے اعراض کر گئے ہیں جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ تخلیق کائنات کا سارا سلسلہ جس کے ہاتھ میں ہے اور تمام عالم میں وہ اکیلا ہی صاحب امر اور صاحب تدبیر ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی الٰہ ہے، نہ رب۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ کی زبان اقدس سے یہ کہلواتا ہے کہ:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا
وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ (الاعراف - ۱۸۰)

اس کے ہم معنی الفاظ قرآن کریم کی سورہ یونس، آیت نمبر ۴۹ میں بھی موجود ہیں۔ سورہ جن میں ہے:

قُلْ إِيَّاكَ لَا أَمْلِكُ لَكَ ضَرًّا
وَلَا دَشْدًا (البقرہ - ۲۱)

ان لوگوں نے قرآن کریم کی ان واضح اور حکم آیات کو چھوڑ کر اپنا الٰہ ایک عقیدہ بنالیا ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور بھی بہت سی مخلوق ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو گئی ہے۔ انہوں نے شرک بالذات کو دین اور گمراہی کو ہدایت سمجھ لیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

الاولیٰ اَنْ عَطَفَ الدُّعَاءَ عَلَى
الِاسْتِغَاثَةِ مِنَ عَطْفِ الْعَامِ
عَلَى الْخَاصِّ

① دُعَاءِ كَاعَطَفَ اسْتِغَاثَةً بِعَطْفِ الْعَامِ عَلَى الْخَاصِّ كَتَبِيلِ فِي سَجْدَةٍ

الثانیہ تفسیر قولہ ”وَلَا تَدْعُ مِنْ
دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا
يَضُرُّكَ“

② آیت وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ کی تفسیر

الثالثہ اِنَّ هَذَا هُوَ الشِّرْكَ الْاَكْبَرُ
③ غیر اللہ کو پکارنا شریکِ اکبر ہے۔

الرابعہ اَنَّ اَصْلَحَ النَّاسِ لَوْ يَفْعَلُهُ
اِرْضَاءً لِّغَيْرِهِ صَارَ مِنَ الظَّالِمِينَ

یہ کتنی بڑی مصیبت ہے اور اس کا نقصان کتنا عظیم ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اہلِ توحید
سے دشمنی رکھتے اور اربابِ تجربہ کو مبدع قرار دیتے ہیں۔ (فائدہ استعان)

اگر صلاح و تقویٰ کی معراج پر فائز شخص بھی غیر اللہ کی رضا کے لیے اس کو پکائے گا تو وہ بھی ظالموں میں سے ہوگا۔

تَفْسِيرُ الْآيَةِ الْغِيْبِ بَعْدَهَا

آیت ”وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ“ کے بعد آنے والی

آیت کی تفسیر۔

كُوْنُ ذَلِكَ لَا يَنْفَعُ فِي الدُّنْيَا
مَعَ كُوْنِهِ كُفْرًا -

اس کے کفر ہونے کے باوجود یہ لوگوں کو دنیا میں نفع نہیں پہنچاگا

تَفْسِيرُ الْآيَةِ الثَّلَاثَةِ -

السابعة

⑤ تیسری آیت کی تفسیر۔

أَنْ طَلَبَ الرِّزْقَ لَا يَنْبَغِي
إِلَّا مِنْ اللَّهِ كَمَا أَنَّ الْجَنَّةَ لَا
تُطَلَبُ إِلَّا مِنْهُ -

الثامنة

⑧ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے طالب رزق نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ
اُس کے سوا کسی سے طالب جنت نہیں ہونا چاہیے۔

تَفْسِيرُ الْآيَةِ الرَّابِعَةِ -

التاسعة

⑨ چوتھی آیت کی تفسیر۔

أَنَّهُ لَا أَضَلُّ مِمَّنْ دَعَا غَيْرَ اللَّهِ -

العاشر

⑩ جو شخص غیر اللہ کو پکارتا ہے اُس سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں ہے۔

الدَّاعِيَةُ
أَنَّهُ غَاوِلٌ عَنْ دُعَاءِ الدَّاعِي
لَا يَدْرِي عَنْهُ -

⑪ اللہ کے سوا جس کو بھی پکارا جا رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ اُسے کون پکار رہا ہے۔

الدَّاعِيَةُ
أَنَّ تِلْكَ الدَّعْوَةَ سَبَبٌ لِبُغْضِ
الْمَدْعُوِّ لِلدَّاعِيِ وَعَدَاوَتِهِ لَهُ -

⑫ غیر اللہ کو پکارنا گویا مدعو کے دل میں داعی کے خلاف بغض و عداوت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

الدَّاعِيَةُ
تَسْمِيَةُ تِلْكَ الدَّعْوَةَ عِبَادَةً
لِلْمَدْعُوِّ -

⑬ غیر اللہ کو پکارنا حقیقت میں اُس کی عبادت کرنا ہے۔

الدَّاعِيَةُ
كُفْرُ الْمَدْعُوِّ بِتِلْكَ الْعِبَادَةِ -
⑭ خرد غیر اللہ کا ان کی اس عبادت سے انکار کرنا۔

الدَّاعِيَةُ
هِيَ سَبَبٌ كَوْنِهِ أَضَلُّ النَّاسِ
⑮ غیر اللہ کو پکارنا ہی گمراہی کا سبب ہے۔

الدَّاعِيَةُ
تَفْسِيرُ الْآيَةِ الْخَامِسَةِ -
⑯ پانچویں آیت کی تفسیر۔

له امن يجب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء الخ

السابعة عشرة

الْأَمْرُ الْعَجِيبُ، وَهُوَ إِقْرَارُ عَبْدَةِ
الْأَوْثَانِ أَنَّهُ لَا يُحِيبُ الْمُضْطَّرَّ
إِلَّا اللَّهُ وَ لِأَجْلِ هَذَا يَدْعُوهُ
فِي السَّادِدِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

⑭ سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ بتوں کے پجاری بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مشکلات سے نجات دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اسی بنا پر وہ مصائب و مشکلات کے وقت خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔

الثامنة عشرة حِمَايَةُ الْمُنْتَطَفِي ﷺ حِي

التَّوْحِيدِ وَ التَّأْدِبِ مَعَ اللَّهِ

⑮ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ کی حمایت کے معنی توحید کی پناہ گاہ میں داخل ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تآذب کے اظہار کے ہیں۔



باب قول اللہ تعالیٰ

أَشْرِكُونَ مَا لَمْ يَخْلُقْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

وَلَا يَسْتَعْبِدُونَ

لَهُمْ نِعْمًا وَقَدْ أَنْفَرُوا بِنِعْمَتِهِ



کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو اللہ تعالیٰ
کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا
نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔
جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی
مدد ہی پرستار ہیں

﴿اللَّهُمَّ﴾
**أَيْشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا
 وَهُمْ يُخْلَقُونَ**

کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

قَوْلُهُ : أَيْشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ

مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اس بات پر ڈانٹ پلائی ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور مخلوق اپنے خالق کی عبادت میں شریک نہیں کرنا جاسکتا۔ یہاں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جن کی یہ عبادت کہتے ہیں وہ اپنے آپ کی نصرت و اعانت سے قاصر ہیں یہ بھلا دوسروں کی مدد کیا کریں گے؟ مشرکین کو کیا جو گیا ہے کہ جو اپنی بھی مدد نہیں کر سکتا یہ اُس سے استمداد کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کے بطلان پر یہ آیت واضح دلیل اور برہان قاطع ہے۔ تمام مخلوق کی یہی حالت ہے، حتیٰ کہ فرشتے، صالحین و اولیاء اور انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام سب اللہ کے محتاج ہیں۔ اور تو اور اشرف المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی مشرکین پر غلبہ اور فتح حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے تھے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

اللَّهُمَّ أَنْتَ عَضِدِي وَنَصِيرِي
 لِي اللَّهُ تَوْمِيرُ يَدِي وَأَعْوَجُ يَدِي
 بِكَ أَحْوَلُ وَبِكَ أَصْوَلُ وَ
 بِكَ أَقَاتِلُ
 لے اللہ! تو میرا دست و بازو ہے اور
 مددگار ہے۔ تیرے ہی بل پر میں بڑھتا
 حملہ کرتا اور قتال کرتا ہوں۔

قرآن کریم میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
 مَا لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ
 يُخْلَقُونَ وَ لَا يَمْلِكُونَ
 لِي أَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَ لَا نَفْعًا
 وَ لَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَ لَا
 اور (لوگوں نے) اللہ کے سوا اور معبود
 بنالیے ہیں جو کوئی بھی چیز پیدا نہیں کر
 سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور
 نہ ہی اپنے نفع اور نقصان کا اختیار رکھتے
 ہیں۔ ان کے اختیار میں نہ موت

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا

أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ

(الاحزاب : ۱۹۱، ۱۹۲)

جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں۔

حَیْوَةٌ وَلَا نُشُورًا ○ ہے نہ حیات اور نہ قبر سے اٹھ کھڑے

(الفرقان - ۳)

ہونا۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا ﴿۱﴾
وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ﴿۲﴾
وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ ﴿۳﴾
لَأَسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْكُفُورِ ﴿۴﴾
وَمَا مَتَّعِي السُّوءَ إِلَّا إِنْ أَرَادْتُ
إِلَّا تَزْوِيجًا وَبَشِيرًا لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ○ (الاحزاب - ۱۸۸)

فرمادیکئے کہ میں اپنے فائدے اور نقصان
کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے
اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت
سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی
م تکلیف نہ پہنچتی،
میں تو مومنوں کو ڈرانے اور کوشمخبری
سنانے والا ہوں۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ
ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ○ قُلْ إِنِّي

یہ بھی فرمادیکئے کہ میں تمہارے حق میں
نقصان یا ہدایت کا کچھ اختیار نہیں رکھتا

لہٰذا اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف محبت تمام کی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلوق کو سفارشی اور شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ جو خود مخلوق اور اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام ہو وہ اس کا شریک کیسے بن سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں واضح فرمایا ہے کہ یہ شرکار تو خود اپنی مدد نہیں کر سکتے اور جو اپنی مدد خود نہ کر سکے وہ دوسروں کی مدد تو بالادولی نہیں کر سکتا لہٰذا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر مشرکین کا اپنے شرکاء سے تعلق ختم ہو گیا:
○ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان مدعوین کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا لہٰذا عبد کسی صورت میں بھی ممبر نہیں بن سکتا۔

○ دوسری وجہ یہ کہ یہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے تو ان سے دوسروں کی مدد کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟
قرآن کریم کی ایسی ہی دوسری آیات پر انسان کو غور و فکر کرنا چاہیے۔

لَنْ يُجِيبَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ
وَلَنْ أَعِدَّ مِنْ نَدْوِي مُلْتَمَدًا
إِلَّا بَلَفًا مِمَّنْ اللَّهُ
وَأَسْلَمْتُ

یہ بھی فرمادیجئے کہ خدا کے عذاب سے مجھے
کوئی پناہ نہیں ملے سکتا اور میں اس کے
سوا کہیں جاتے پناہ نہیں پاسکتا۔ اہل
خدا کی طرف سے، اس کے بیانات
کا پتھا دینا (میرے ذمہ ہے)

(الجن - ۲۳، ۲۴، ۲۵)

غیر اللہ کوئی بھی ہو اس کو پکانے کے بطلان پر مندرجہ بالا آیات ثبوت کے لیے کافی ہیں۔
اگر وہ نبی یا اللہ کا نیک بندہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ہی خالص عبادت کے شرف
سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے قلب میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور
معبود حقیقی مانے اور توحید کے اس مقام پر راضی ہے۔

پس جو شخص خود عابد و پرستار ہو وہ معبود کیسے بن سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شرک
سے مجتنب و گریزاں رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا
أُخْرًا مَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كَلَّمُ
شَيْءٍ مَّا لَكَ إِلَّا وَجْهَةٌ لَهُ
الْحُكْمُ وَالْيَدُ تَوَجِّعُونَ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارنا۔
اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی
ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی
ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف
تم لوٹ کر جاؤ گے۔

(القصص - ۸۸)

دوسری جگہ فرمایا کہ:

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ
إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت نہیں
اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا
کسی کی عبادت نہ کرو۔

(یوسف - ۲۰)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے لے کر ایک عام آدمی تک سب کے
صورت اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے روکا ہے۔ اہل میں
یہی وہ دینِ اسلام ہے جس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، کتاب میں
نازل کیں اور اس کو اپنی عبادت کے لیے پسند فرمایا۔

قُلْ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا
يَسْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝

اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاش کے مالک بھی
نہیں ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو جریہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں جس میں
حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
اسلام کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَ
لَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ
تُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ
الزَّكَاةَ الْمَفْرُوعَةَ وَ
تَصُومَ مَعْضَانَ (الصحیث) کرو.....

قَوْلُهُ : وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء، ملائکہ اور اصنام وغیرہ کا جن کی عبادت کی جاتی
ہے، عجز اور ضعف بیان فرمایا اور بتایا کہ یہ کیوں عبادت و پرستش کے حقدار نہیں۔ اس کی سبب بڑی
وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ ان اسباب و صفات سے محروم ہیں جن کا ایک معبود میں پایا جانا ضروری ہے۔
ان اسباب میں سے سرفہرست مندرجہ ذیل تین اسباب ہیں :

۱۔ معبود کو مالک اور صاحب اختیار ہونا چاہیے۔

۲۔ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعار اور آہ دیکھا کرنے والے کی گریہ و زاری سنتا

ہو۔ نیز:

۳۔ دعار سن کر اس کو قبول کرنے کی قدرت و طاقت بھی رکھنا ہو۔

ان تین شرطوں میں سے اگر ایک بھی کم ہو تو ان کی دعوت باطل ہو جاتی ہے۔ کجا یہ کہ

تینوں ناپسید ہوں۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

انہیں پکارو تو وہ تمہاری دُعائیں سن نہیں سکتے اور سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

مَا يَسْمَعُونَ مِنْ قَطْمِينٍ فَمَا كَانَ كِي صِفَتِ مَلَكِيَّتِ كِي نَفِي فَرَادَى كِي -

قطمیر کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، مجاہد، عسکریہ، عطاء اور حسن رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ کجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک سا پردہ اور چھل ہوتی ہے، اُسے قطمیر کہتے ہیں۔ غیر اللہ کی عدم ملکیت مندرجہ ذیل آیات سے عیاں ہے:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَسْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا
مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝
(الخلع - ۹۳)

(یہ لوگ) اللہ کریم کے سوا ایسوں کو
پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین
میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں
رکھتے اور نہ کسی دوسری چیز کی
طاقت رکھتے ہیں۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَسْمَعُونَ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَ
لَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ
فِيهَا مِنْ شَيْءٍ وَمَا لَهُمْ
مِنْهُم مِّنْ ظَهِيرٍ ۝

فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود
خیال کرتے ہو ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور
زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں
ہیں اور نہ ان میں ان کی شرکت ہے اور
نہ ان میں کوئی خدا کا مددگار ہے۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ
إِلَّا لِمَنْ أِذِنَ لَهُ ۝

اور خدا کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش
فائدہ نہ دے گی مگر اُس کے لیے جس کے

باسے میں وہ اجازت بخشے۔ (سبا - ۲۲/۲۳)

وَايَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ

(فاطر: ۱۳، ۱۴)

اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقت حال کی
ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ یہ لوگ پکڑنے والے کی پکار کو نہیں سُن پاتے، اس کی
وضاحت اس آیت میں ہے:

إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعْوَكُمْ

یعنی یہ جن کو پکارتے ہیں یا تو وہ زندگی سے محروم ہیں اور یا پھر ان کی نظروں سے اوجھل
اور غائب ہیں اور ان فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں جو ان پر اللہ کی طرف سے عائد کیے
گئے ہیں۔

جو زندگی سے محروم ہیں وہ یوں ان کی پکار سننے سے قاصر ہیں اور جو زندہ ہیں، جیسے
فرشتے، وہ اپنے فرائض میں مصروف ہونے کی وجہ سے ادھر ملالت نہیں ہو سکتے۔ اسکے بعد فرمایا گیا
ہے کہ اگر یہ ان کی پکار سُن بھی لیں تو:

مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

تو وہ تمہیں جواب بھی نہ دے سکیں گے۔

کیونکہ جواب دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے
اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں
دی کہ وہ کسی کی پکار اور دعا کا جواب دے، نہ براہ راست اور نہ کسی واسطے اور ذریعے سے۔
اس سلسلے کے بعض دلائل کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

قوله: وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ

سہر ماتہ ہے کہ:

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
الْهَمَةَ لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۗ
كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ
وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝
(مربوبہ - ۸۲-۸۱)

ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنالیے
میں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت)
مددگار ہوں۔ مگر نہیں، (وہ معبودانِ باطل)
ان کی پریش سے انکار کریں گے اور انکے
دشمن ہوں گے۔

يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكَ ۚ كَمَا مَثَلُ عَلَامَةِ ابْنِ كَثِيرٍ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
”اے مشرکین! تم سے تمہارے معبود بیزاری کا اظہار کریں گے۔“
جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا
يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
غَفْلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ

اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو
سکتا ہے جو ایسے کو پکارتے جو قیامت
تک اسے جواب نہ دے سکے اور
ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو اور
جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ

اے زیر بحث آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ:

○ پوری کائنات میں صرف اسی کا تصرف ہے۔

○ روئے زمین کے تمام بادشاہ اور مخلوقات اُس کے قبضہ میں ہیں۔

اسی لیے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ”والذین تدعون من دونه ما يملكون من قسطه“

لہذا جن کی یہ حالت ہو اس سے نفع کی توقع یا مصائب و مشکلات کے دفعیہ کا کیا مطلب؟ بلکہ یہ عظیم عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص رہنی چاہیے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی کہ جن انبیاء، شہداء اور صالحین کو پکارا جا رہا ہے وہ ان کی قربت و قطعاً نہیں سُن ہے اور ان کو پکارنا ہی شکرِ اکبر ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اسے ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

پس ایسے لوگوں نے اللہ کو سچا سمجھا اور نہ اس کی اطاعت کی بلکہ اُتارِ عقیدہ بڑ رکھا کہ اہل قبور سُننے کے ساتھ ساتھ مشکلات اور حاجت روا بھی ہیں۔ ایسے بد عقیدہ لوگوں نے حقیقت میں اسلام اور ایمان کا برے سے انکار کیا ہے جیسا کہ آج کل عام مسلمان اس میں گرفتار نظر آتے ہیں۔

فإننا لله وإنا اليه راجعون

النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءُ ۖ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پریش
وَكَانُوا بِمِثَابِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ سے انکار کر دیں گے۔

(الاحقاف - ۶۰۵)

قرآنہ : وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ

مطلب یہ ہے کہ جو معاملات کے انجام اور نتیجے سے پوری طرح باخبر نہ ہو، اس سے بہتر
اطلاع تمہیں کوئی نہیں دے سکتا۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات ہے کیونکہ وہی تمام حالات
واقعات سے باخبر ہے۔

شراحؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علیم وخبیر ہونے کی حیثیت سے ان کے معبودوں
کے بارے میں جو اطلاع اور خبر دی ہے، مشرکین اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ علی الاعلان یہ کہتے
اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے یہ معبود مالک بھی ہیں، سُننے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں اور جو ان کو
پکارتا ہے اس کی سفارش بھی کرتے ہیں۔ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر قطعاً غور نہیں کیا
کہ ان کے معبود قیامت کے روز ان کے دشمن اور مخالف بن جائیں گے اور ان سے بے زاری کا
اظہار کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ پوری وضاحت سے فرماتا ہے کہ:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَبِيْعًا ۖ جِس دن ہم ان کو جمع کرینگے اور پھیر کر رکوں
ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اٰسْرَوْا ۗ سَے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک
مَا كٰنَكُمْ اَنْتُمْ وَّشُرَكَآؤُكُمْ ؕ اِپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم ان کو
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَّ قَالَ اَلگ اَلگ کر دیں گے اور ان کے
شُرَكَآؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ اِبتدأنا تعبّدون ۝ شریک کہیں گے کہ تم ہم کو تو نہیں
پوجا کرتے تھے۔

فَكَفٰى بِاَللّٰهِ شٰهِيْدًا اَيِنَّا ۗ اب تمہارے اور ہم کے درمیان خدا گواہ
وَيُنَبِّئُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ عَنِ ۗ کافی ہے کہ ہم تمہاری پرستش سے بالکل
عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ بے خبر تھے۔

هٰذَا لِكُتُبُوْكُمْ اَنْفُسِكُمْ ۗ واپان ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے

وَفِي الصَّحِيحِ عَنِ النَّسَائِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ شُبَيْحُ
النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَ كُسِرَتْ
رُبَاعِيَّتُهُ -

صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جنگِ اُحد میں زخمی کر دیا گیا اور آپ کے اگلے دو
دانت شہید کر دیے گئے۔

أَسْلَفَتْ وَرَدُّوآ إِلَى اللَّهِ أَكْغَ بِيحِي هُولِ كَ، آزمايش کر لے گا
مَوْلَهُمُ الْحَقُّ وَضَلَّ عَنْهُمْ اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے
مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ جائیں گے اور جو کچھ وہ بتان باندھا
(یعنی - ۲۰۱۹/۲۸)

علامہ ابن جریر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ابن جریر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ مجاہد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے آیت
(إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِيلِينَ) کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جاتی ہے، قیامت کے
دن اپنے عبادت کرنے والوں سے لا تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرے گی۔“

عقل مند اور دانا شخص بہر حال ان مندرجہ بالا آیات کو جو قطعی نجات، نور، برہان اور ذریعہ ایمان
جان کر فوراً قبول کرے گا، اپنی عملی زندگی میں ان کو مشعلِ راہ بنائے گا اور اپنے اعمال و کردار کو صرف
اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سرانجام دے گا اور جو خود اپنی ہی جان کے نفع و نقصان کی قدرت و طاقت نہیں رکھتے
ان سے اپنے آپ کو بالکل الگ تھلگ رکھے گا کیونکہ جو اپنی جان کے بھی مالک نہیں وہ دُوروں کو
کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟

قَوْلُهُ : وَ فِي الصَّحِيحِ

اس سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم مراد ہیں۔

امام بخاری رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے اس کو تعلقاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حمید اور ثابت عن انس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

روایت کرتے ہیں۔

فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَعُوا بَنِيَهُمْ
فَنَزَلَتْ "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ"

اس پر آپ نے فرمایا کہ ایسی قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے ہی نبی کو زخمی کر دیا ہے؟ اس پر آیت نازل ہوئی کہ " (اے پیغمبر!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔"

امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے اس کو موصولاً عن حمید عن انس روایت کیا ہے۔
امام مسلم رحمہم اللہ نے عن ثابت عن انس موصولاً روایت کیا ہے۔
محمد بن اسحاق رحمہم اللہ "کتاب المغازی" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں
کہ: حدیث حمید الطویل عن انس رضی اللہ عنہ قال

كُسِرَتْ رِبَاعِيَّةُ النَّبِيِّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ أُحُدٍ وَ شَجَعَتْ
وَجْهَهُ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ
عَلَى وَجْهِهِ وَجَعَلَ يَمْسَحُ
الدَّمَ وَ هُوَ يَقُولُ
كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوا وَجْهَ
بَنِيهِمْ وَ هُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى
رَبِّهِمْ

غزوة اُحُد میں رسول اللہ ﷺ کے اگلے دو دانت شہید کر دیے گئے
چہرہ انور زخمی ہو گیا اور اس پر سے خون
بننے لگا۔ آنحضرت ﷺ خون کو
صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ
"وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے
نبی کے چہرے کو خون سے لت پت کر دیا
حالانکہ انکا نبی ان کو انکے رب کریم کی طرف
بلاتا ہے۔"

فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةً
قَوْلَهُ: شَجَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ
أَبُو السَّعَادَاتِ رضی اللہ عنہم لکھتے ہیں کہ:

"کوئی شخص کسی کے سر میں کسی ایسے ہتھیار سے زخم کرنے، جس سے سر چھٹ پائے



تو اس کو عربی میں شُجَّ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لفظ "شُجَّ" کا اطلاق صرف سر پھٹنے پر ہوتا ہے۔ بعد ازاں یہ لفظ دوسرے اعضاء کے پھٹنے پر بھی استعمال ہونے لگا۔

ابن ہشام، حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کرتے ہیں کہ:

عقبہ بن ابی وقاص الیمینی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید کیے تھے جس سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا جڑا بھی زخمی ہو گیا تھا اور عبداللہ بن شہاب الزہری نے آپ کے ہرے

کو زخمی کر دیا تھا۔ عبداللہ بن قیس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کو زخمی کیا تھا جس سے آپ کی

نود کے دو حلقے رخسار مبارک میں جنس گئے اور خون بہنے لگا۔ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر

خون کو چوس کر نگل لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ تَمَتَّكَ التَّادُ
لِأَنَّ مَالِكًا تَجَّهَ جَنَمًا كِأَنَّ هِرْكَزَنَةً
مُجُوعًا كِأَنَّ هِرْكَزَنَةً

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اگلے دو دانتوں سے ملا ہوا ہر دانت دبا عیبہ کہلاتا ہے۔“

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”انسان کے دانت چار رباعیات پر مشتمل ہیں۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت ٹوٹنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ

بالکل جڑ سے اکھڑ کر باہر گر پڑے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دانت کا کچھ حصہ

ٹوٹ گیا تھا۔“

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

”اس واقعہ سے پتا چلا کہ انبیاء علیہم السلام کو ابتلا و آزمائش کی کٹھن وادی

سے گزرنا پڑا تاکہ وہ ان کے اجر میں اضافہ اور بلندی درجات کا سبب بنیں۔“

لے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

”کسی کافر کے قتل کرنے پر مجھے اتنی حرص نہ تھی جتنی کہ اپنے بھائی عقبہ پر تھی کیونکہ اسی

نے جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے دو دانت شہید کیے اور ہونٹ مالک

(تاریخ ابن ہشام)

زخمی کیے تھے۔“

اس لیے بھی ان کو شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑا کہ ان کے ماننے والے ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں، ان کی مشکلات کو سامنے رکھ کر اپنی مشکلات کا اندازہ لگائیں اور اپنے آپ کو مشکلات کا عادی بنائیں کہ اس کے بعینہ منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں۔“
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

” انبیاء علیہم السلام کے لیے دنیا میں مصائب و مشکلات سے گزرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ لوگ یہ جان لیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی عام انسانوں کی طرح ہی ہوتے ہیں اور ان کو بھی اچانک تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس طرح کہ عام انسان کو، تاکہ لوگوں کو اس بات کا علم اور یقین ہو جائے کہ انبیاء مافوق الفطرت مخلوق نہیں ہوتے بلکہ بشر اور مخلوق خدا ہی ہوتے ہیں، اور وہ مافوق لفضل معجزات و واقعات جو ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے لوگ شیطانی وساوس کی گرفت میں نہ آئیں جیسا کہ ابلیس نے یہود و نصاریٰ کو اس میں مبتلا کر دیا تھا۔“

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

” عبادت اور محبت میں غلو اور انتہا نے ان کو تباہ کیا تھا۔“

قولہ: یَوْمَ اُحُدٍ

مدینۃ الرسول سے بجانب مشرق اُحد کے نام سے ایک پہاڑ ہے۔ یہ وہی مشہور پہاڑ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِیْتُنَا وَ اُحُدٌ پھاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم نَحِیْتُهُ
اس کو محبوب گردانتے ہیں۔

یہ وہی اُحد پہاڑ ہے جہاں اسلام اور کفر کی عظیم اور مشہور جنگ لڑی گئی تھی۔
قولہ: کَيْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَّوْا بَیْتَهُمْ

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

کَسَرُوا رَبَاعِیَّتَهُ وَ اَدْمَوْا یعنی وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے
پلنے ہی کو زخمی کیا، اُس کے دانست
تورے لے اور اسکے چہرہ کو خون آلود کر دیا۔
وَجَّهَةٌ

قوله : فَأَنْزَلَ اللَّهُ نَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئًا لَعْنَةُ
ابنِ عَطِيَّةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبْتَهُ هُنَا :

” جب آنحضرت ﷺ زخمی ہو گئے اور تکلیفِ عموس ہونے لگی
تو کفارِ قریش کی فلاح و کامرانی سے مایوس ہو گئے اور زبان مبارک سے یہ الفاظ
بجھل گئے کہ : كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ ... الخ

اسی مایوسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ لے پیغمبر! مایوس
ہونے کی ضرورت نہیں، انجامِ کار میرے ہاتھ میں ہے نہ کہ آپ کے قبضے میں۔
اس لیے جو کام آپ کے ذمے ہے اُسے ادا کرتے رہیے اور دعا مانگتے رہتیے
علامہ محمد ابن اسحاق رضی اللہ عنہ ، اس ضمن میں رقمطراز ہیں کہ :

” لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ” سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک

میرے بندوں کا تعلق ہے تمہارے قبضہ و قدرت میں کوئی چیز نہیں۔“

قوله : وَفِيهِ

یعنی یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے مزید برآں اس روایت کو امام نسائی رضی اللہ عنہ نے بھی

نقل فرمایا ہے۔

لے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ کریم صل اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ قل : ان الامر

كله لله اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ الاله المخلوق والامر متبارك الله رب العلمين :

اس مضمون کی آیات قرآنِ کریم میں بہ کثرت پائی جاتی ہیں جن کا مقصد وحید یہ ہے کہ تمام کائنات میں جس ذاتِ کبریا
کی بادشاہت ہے اور جس کے قبضہ میں کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، اسی ذاتِ کریم کے علاوہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا
نہیں جس کی عبادت کی جائے اور اُسے پکارا جائے۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر ربِّ کریم نے اپنے رسولِ کریم صل اللہ علیہ وسلم
سے کہا : انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو اعلم بالماستهدين :

قارئین کرام غور فرمائیے کہ پوری کائنات میں فضلِ ترین اور اکمل ترین شخصیت رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم
کی ذاتِ گرامی ہے۔ جب ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ تمہارے قبضہ و قدرت میں ہدایت، نہ گمراہی، نفع نہ
نقصان، امر نہ خلق، بلکہ زندگی بھر لوگوں کو اپنے دھوتی کی کہ جس ذاتِ کبریا کے قبضہ میں یہ ساری چیزیں ہیں اُسی
کی عبادت کی جائے تو ان کے علاوہ دوسرے شخص کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ عظیم پیغام ہے جس کی تبلیغ کے لیے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

وفيه عن ابن عمر رضي الله عنهما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ
 اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ
 الرُّكُوعِ فِي الرِّكَعَةِ الْأَخِيرَةِ
 مِنَ الْفَجْرِ، أَللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا
 وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ
 لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ
 اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
 الآية

صحیح بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں
 نے رسول اللہ ﷺ کو نماز فجر کی دوسری رکعت میں (جب آپ
 رکوع سے کھڑے ہوئے اور سمع اللہ من حمدہ کہا) یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:
 ”اے اللہ! فلاں اور فلاں شخص پر لعنت فرما۔“
 اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”(اے پیغمبر!) مفید کے
 اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔“

قوله: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما

اس سے عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما مراد ہیں۔ یہ جلیل القدر صحابی تھے ہجرت
 کے شیعائی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے خصوصی دُعا فرمائی تھی۔
 یہ مزاج شناس رسول مقبول ﷺ، شہدہ کے آخر میں یا اس سے اگلے سال کے
 شروع میں فوت ہوئے۔

قوله: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

یعنی جنگِ اُحد میں جب آپ ﷺ زخمی ہو گئے اور دانت مبارک شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ
 بن عمر رضي الله عنهما نے آنحضرت ﷺ کو مشرکین کے لیے بددعا کرتے ہوئے سنا۔

قوله : اللَّهُمَّ الْعَنَ فُلَانًا وَفُلَانًا

ابرا السعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

” لعنت کا یہاں اہل مطلب یہ ہے کہ لے اللہ ان کو اپنی رحمتوں سے
دور رکھ۔ یہی لفظ جب انسان انسان کے بارے میں استعمال کرتا ہے تو
اس کا مطلب گالی دینا ہوتا ہے۔“

اس پر شیخ الإسلام رحمہ اللہ کی سیر حاصل بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

قوله : فُلَانًا وَفُلَانًا

اس سے صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام مراد ہیں جیسا کہ اس کی تصریح

آئندہ حدیث میں موجود ہے۔

اس روایت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ نماز میں مشرکین کا نام لے کر ان پر بددعا کی جاسکتی ہے

اور اس سے نماز میں کوئی نخل اول نقص واقع نہیں ہوتا۔

قوله : بَعْدَ مَا يَقُولُ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ سَمِعَهُ

ابرا السعادات رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

” سَمِعَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی حمد کو قبولیت

کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔“

علامہ سیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

” صيغة سَمِعَ کا مفعول محذوف ہے جو عَاءٌ يَأْسَمِعُهُ ہے ایسے

کہ لفظ سَمِعَ کا تعلق اصوات و اقوال سے ہے، اشخاص سے نہیں۔ اس میں

”لام“ ایک معنی زائد کی نشاندہی کرتا ہے اور وہ استجابت یا پذیرائی ہے اور اس طرح

اس کلمہ میں دو خوبیاں جمع ہو گئی ہیں۔ ایجاز و اختصار اور معنی زائد۔“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ:

” یہاں مفعول محذوف نہیں بلکہ لفظ سَمِعَ متعدی بلا ہر ہے جس کے

معنی ہی استجابت و پذیرائی کے ہیں۔“

قوله : رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

صحیح بخاری کی بعض روایات میں لفظ رَبَّنَا کے بعد وَ نہیں ہے۔
 علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

”گویا کہ اس جملے میں حرف وکاء اثبات، معنی زائد کی طرف اشارہ کناں ہے۔
 اس صورت میں عبارت یوں ہوگی رَبَّنَا اسْتَجِبْ وَ لَكَ الْحَمْدُ اور پھر
 یہ جملہ دعا کے معنی پر بھی مشتمل ہوگا اور خبر کے معنی پر بھی۔“
 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

”حمد کا مفہوم ذم کے بالکل برعکس اور اس کی ضد ہے۔ حمد، بایں طور محمود
 کے محاسن بیان کرنا ہے کہ محمود سے دل میں محبتِ کامل بھی ہو اور ذم یہ ہے کہ
 کسی شخص کی بُرائی بیان کرنے کے ساتھ دل میں اُس کے خلاف بغض بھی پایا جائے“
 علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بھی حمد اور ذم کے مفہوم و مطلب کے سلسلے میں اسی طرح کہتے ہیں۔
 البتہ وہ حمد اور مدح میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

”اگر کسی شخص کے محاسن اور خوبیاں محبت اور ارادے کے تحت اسے
 سے ہٹ کر بیان کرے تو یہ مدح ہے۔

اور اگر کسی شخص کے محاسن اور خوبیوں کے ساتھ اپنی محبت اور ارادہ بھی
 دالبتہ ہو تو اس کو حمد سے تعبیر کیا جائے گا۔

یعنی کسی کی محبت، عظمت و توقیر اور بزرگی اور جلالتِ شان کو ملحوظِ خاطر رکھ
 کر محاسن بیان کیے جائیں تو اس کو حمد کہیں گے، اس لیے یہ خسر ہوگی جو کہ
 انشا کو متفقین ہوگی۔ البتہ مدح میں یہ بات نہیں ہے وہ مجرد خبر ہوتی ہے۔

چنانچہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ يَا رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ

تو یہ جملہ ہر اُس خبر کو محیط و متضمن ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاسکتی ہو
 اور حقیقت میں یہ ہر اُس کمال کو لازم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا مقصود ہو۔
 اسی بنا پر یہ جملہ غیر اللہ کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کسی اور کی یہ شان
 ہی نہیں ہے کہ اُسے اس طرح کے الفاظ سے تشبہ کیا جائے۔ حمید و مجید صرف

و فِي رَوَايَةٍ : " يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ
بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثَ
بْنَ هِشَامٍ فَزَلَّتْ " لَيْسَ لَكَ مِنَ
الْأَمْرِ شَيْءٌ "

ایک روایت میں ہے کہ آپ، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ "(اے پیغمبر!) فیصلے کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور بس۔"

اس حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ امام کو تسمیع اور تجہید دونوں کو نماز میں صحیح کرنا چاہیے، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ ہے کہ امام صرف سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پر ہی اکتفا کرے۔

قَوْلُهُ : يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ

جنگِ اُحد میں لشکرِ کفار کے سرکردہ ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام ہی تھے۔

ان کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس یہ آیت نازل فرمائی کہ:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ

(آل عمران - ۱۲۸) عذاب کرے۔

چنانچہ جنگِ اُحد کے بعد یہ چاروں ائمہ اور اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے، اور ان کا اسلام لانا ان کے لیے نفع بخش ثابت ہوا۔

د فِيهِ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ قَامَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ " وَ
أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ " فَقَالَ

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "اپنے قریبی
رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے" تو اس شخص نے ﷺ نے کھڑے
ہو کر فرمایا:

اس سائے واقعہ میں لا اِلهَ اِلَّا اللهُ کا معنی و مفہوم پوری طرح واضح ہے اور یہ حقیقت عیاں
ہے کہ تمام امور کی باگ ڈور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ وہ اپنی رحمت اور اپنے
فضل خاص سے جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے محروم رکھتا
ہے اور یہ عدل و انصاف کی بنا پر ہوتا ہے۔

قبروں کے پجاریوں کے عقائد کی تردید میں یہ واقعہ اپنے اندر زبردست نجات اور برہان رکھتا
ہے اور واضح کرتا ہے کہ انبیاء، صلحاء اور اولیاء اللہ کو پکالنے والے اور ان کے نام سے اعانت حاصل
کرنے والوں کو وہ نہ تو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ دے سکتے ہیں۔

سو پاک اور منزہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی جو مشرکین کے قلب و ذہن کو ہدایت کی بہرہ مندی
سے محروم رکھتی ہے اور ہدایت اس کی دین اور بخشش ہے جس کی تہ میں بہر حال عدل و انصاف کے
تفاضلے پنہاں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان اور اس کے دل کے تاثرات میں حامل ہوتا ہے اور
اسی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہوئی اور عطا کردہ قوت و طاقت سے تمام امور انجام پاتے ہیں۔

فہلہ : وَفِيهِ

اس سے صحیح بخاری مراد ہے۔

قوله : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه کے نام کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ امام نووی نے پورے وثوق اور یقین سے کہا ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن بن صخر تھا۔
مسندک میں حاکم، حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

كَانَ إِسْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ جَاهِلِيَّةً فِي مِثْرَانِ عَمْرِو بْنِ مَخْرَمٍ
عَبْدُ شَمْسِ بْنِ صَخْرٍ
فَسُمِّيْتُ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدَ
الْمَوْحَلِيِّ
جاہلیت میں میرا نام عبد شمس بن صخر
تھا۔
اور اسلام لانے کے بعد میرا نام
عبدالرحمن رکھا گیا۔

الدروالبی اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ
عَبْدَ اللَّهِ
ابوہریرہ رضي الله عنه کا نام عبداللہ رکھا تھا

حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ فضلاء و حفاظ حدیث صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے جس کثرت سے انھوں نے احادیث جمع کی ہیں وہ دوسرے کسی صحابی نے خط نہیں کیں۔ اس جلیل القدر صحابی رسول نے اشتر سال کی عمر پا کر وقتا پائی ان کے سن وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۶۴ھ میں، بعض کے نزدیک ۶۵ھ میں اور بعض کے نزدیک ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ رضي الله عنه لے

لے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کتاب المیراث کے شروع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ شعر
قول نقل فرمایا ہے جس میں وہ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ:

”تم یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ ماجرن و انصار کی طبیعت کثرت سے احادیث بیان کرتا
ہے، آیتا الاخرة (میرے بھائی) اہل بیت یہ ہے کہ میرے ماجر بھائی اپنی ضروریات زندگی اور اپنے
بال بچوں کی ذمہ داریوں سے عمدہ برآ ہونے کے لیے اپنے وقت کا بیشتر حصہ بازاروں میں
خرید و فروخت اور تجارت میں صرف کر دیتے تھے۔ میرے بھائی بازار میں ہوتے اور میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا۔ لے میرے انصاری بھائی تو وہ
اپنے مال و متاع کی حفاظت اور دیکھ بھال میں مصروف رہتے، لیکن میں اہل صفہ میں سے

قوله: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

صیغہ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یا اس الفاظ روایت منقول ہے کہ:

صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

عَلَى الصَّفَا فَقَالَ

قوله: حِينَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ وَأَنْذَرَ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

کسی شخص کے باپ کی اولاد کو یا اس کے قبیلے کو عیشہ کہا جاتا ہے کیونکہ دینی اور دنیاوی

احسان اور بھلائی کے زیادہ مقدار یہی لوگ ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا

أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْعِجَارَةُ

سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (التحدیب - ۶)

اس آیت کریمہ میں قریبی تعلق رکھنے والوں کو عذاب الہی سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور مہذب ذیل

آیت کریمہ میں عام لوگوں کو بھی عذاب الہی سے بچنے کے لیے ارشاد ہوا:

يَسْتَنْذِرُ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ

أَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ○

باپ دادا خبردار نہ کیے گئے تھے اور اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (نہس - ۶)

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ

الْعَذَابُ (ابراہیم - ۲۴) ڈرئیے جبکہ عذاب انہیں آئے گا۔

ایک مزید اور سکین طالب علم تھا، میرا کام ہی یہ تھا کہ جو نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی ارشاد فرماتے تو میں اُسے اچھی طرح حفظ اور یاد کر لیتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”انہ لن يبسط احد ثوبه

حتى اقضى مقالتي هذه ثم يجمع اليه ثوبه الا وحي ما اقول“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی چادر پھیلادی اور جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو مکمل کرچکے تو وہ ساری گفتگو میں نے اپنے

سینے میں محفوظ کر لی اور وہ ساری کی ساری گفتگو مجھے حفظ اور از پختہ، اس میں سے

ایک جملہ تو کجا ایک حرف بھی نہیں بھولا ہوں۔“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ " أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا
إِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ
اللَّهِ شَيْئًا -

"اے قریش کی جماعت! اپنی جانوں کو بیچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں
تمہارے کام نہ آؤں گا۔

قرآن : يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ

معشر جماعت کو کہا جاتا ہے۔

قرآن : أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا

یعنی آنحضرت ﷺ نے يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ فرمایا یا اسی قسم کا کوئی اور دوسرا کلمہ

ارشاد فرمایا۔

کَلِمَةً یہاں ماقبل پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

قرآن : إِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ

مطلب یہ ہے کہ :

●۔ توحید کا امتداد کر کے۔

●۔ عبادت میں دولتِ خلوص سے مالا مال ہو کر

●۔ شرک سے اجتناب کر کے

●۔ اس کے حکموں کو مان کر اور

●۔ اس کی منع کی ہوتی اشیاء سے رُک کر اپنے آپ کو عذابِ الہی سے بچالو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ان ہی احکام پر عمل پیرا ہونا
ہے۔ حسب و نسب پر اعتماد کسی کام نہ آئے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت حاصل نہیں ہے۔

قَوْلُهُ : لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا لَه

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو انبیاء صالحین کے فوت ہو جانے کے بعد ان سے مصائب و مشکلات میں امداد کے متمنی ہوتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کی سفارش کرتے ہیں، ان کو نفع پہنچاتے ہیں یا ان کی تکالیف کو دور کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی وہ شرک ہے جس کی وضاحت کی غرض سے اور جس کے انجام بد سے آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مشرکین کے عقیدے کے بارے میں فرماتا ہے :

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ
أَوْلِيَاءَ كَمَا تَعْبُدُهُمْ إِلَّا
لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ
الزمر - ۳

ہماری رسائی کرادیں۔

لہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کے عذاب انسان اسی وقت بچ سکتا ہے جب کہ وہ اپنی تمام عبادت میں اخلاص پیدا کرے اور غیر اللہ کی ہر قسم کی عبادت سے برات کا اظہار کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ○ (المائدہ - ۲۰) مددگار نہیں۔

زیر نظر حدیث میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خصوصی طور پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور بتایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا بجز اس کے کہ تم توحید کا اقرار کرو اور شرک سے تائب ہو کر اس سے برات کا اعلان کرو۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبیوں کے گھر گھر جا کر ان کو وعظ و نصیحت کی اور قبائل عرب کو خاص خاص موقعوں اور موقعوں میں ان کے اجتماعات میں جا کر دعوتِ توحید پیش کی اور خصوصاً چچا، پھوپھی اور اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف صاف فرمایا کہ :

- اگر تم ایمان نہ لائے ،
 - توحید کا اقرار نہ کیا ،
 - شرک سے برات کا اظہار نہ کیا اور ○ سابقہ تمام شریعتوں کو ترک نہ کیا
- تو پھر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ!
لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا،
يَا صَفِيَّةَ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أُغْنِي
عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا - وَ يَا فَاطِمَةَ
بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِي مِنْ مَالِي
مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنْ
اللَّهِ شَيْئًا -

اے چچا عباس بن عبدالمطلب! اے پھوپھی صفیہ! اپنی جانوں کو بچا
لو، میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کام نہ آؤں گا۔ اے میری بیٹی فاطمہ! میرے
مال میں سے جو چاہے مانگ لے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے کام نہ آؤں گا۔“

ایک دوسرے تمام پر مشرکین کا ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:
هُؤُلَاءِ شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ
اللَّهِ ط
یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے
سفارشی ہیں۔

(یونس - ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ شریک کی تردید فرمائی اور اپنے آپ کو اس قسم کے شرک سے
بالا و برتر اور منزہ قرار دیا۔

اس کی مزید تشریح آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ
صحیح بخاری میں آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ:
يَا بِنْتِي عَبْدٍ مَنَافٍ!
لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا
لے عبدمناف کی اولاد!
میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے
نہیں بچا سکتا۔

قَوْلُهُ: سَيَلِنُنِي مِنْ قَاتِلِي مَا شِئْتِ لِي

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے پوری وضاحت سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اگر کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ صرف ایمان باللہ اور عمل صالح ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی شے ذریعہ نجات نہیں بن سکتی۔

لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زینبی مال کے سوال کرنے کو اس لیے فرمایا کہ حسب طاقت یہ معاذ آپ کے اختیار میں تھا۔ البتہ وہ امور جن کا تعلق صرف اللہ سے ہے، ان پر کسی شخص کی قدرت نہیں ہے جیسا کہ اسی زیر بحث حدیث میں منقول ہے۔

جب ابوطالب کی وفات، بڑھکے عقیدہ پر ہوئی تو اس کے احسانات اور ان کی حمایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

لا ستغضرون لك ماله انه
عندك
میں اس وقت ہم تمہارے لیے استغفار کرتا رہا
گا جب تک مجھے روک نہ دیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی کہ:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
وَأَوْ أَنْ يُؤْتُوا قَسْبًا مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ
الْجَحِيمِ ۝ (التوبة - ۱۱۳) کے مستحق ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ ابوطالب نے کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کیا اور اس کی موت شریکہ عقیدہ پر واقع ہوئی لہذا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بے پناہ حمایت کی تھی وہ اس کے کام نہ آئی اور نہ ہی اس کا یہ اعتراف، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں، فائدہ مند ثابت ہوا کیونکہ اُس نے شرک اور اپنے آبائی دین سے قطع تعلق نہیں کیا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ ہر وہ تعلق جو غیر اللہ سے والبتہ ہر شرک کی تعریف میں آیا ہے جو دنیا اور آخرت میں انسان پر وبال جان ثابت ہوگا۔ شفاعت ان ہی افراد کے مقدر میں ہے جو صرف

اخلاص کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان ہی افراد کے بارے میں ربّ ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے کہ:
وَ أَنْذَرِي سِيْرَ الَّذِينَ
يَخْافُونَ أَنْ يَخْشَوْا
إِلَّا رَبَّهُمْ إِنَّمَا
يَتُوبُونَ إِلَيْهِمْ وَإِلَّا
لَهُمْ دُونِهِمْ وَإِلَّا
لَهُمْ دُونِهِمْ وَإِلَّا
لَهُمْ دُونِهِمْ

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ انسان کو کسی دوسرے شخص سے دُبی سوال کرنا چاہیے جس کی لٹے دُنیاوی امور میں قدرت اور طاقت حامل ہو۔

رحمت، بخشش، جنت اور جہنم سے نجات اور اس کے علاوہ ان اشیاء کا جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے سوال کرنا ممنوع اور حرام ہے اور وہ اشیاء جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہیں، ان کا حصول اس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے جب تک کہ انسان توحیدِ خالص کا اقرار نہ کر لے اور وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر لازم قرار دیے ہیں ان کو صرف رضائے الہی کی خاطر انجام نہ لے لے اور پھر ان ہی احکام کو تقرب الہی کا ذریعہ نہ سمجھ لے۔ جب رسول اکرم ﷺ اپنی پیاری بیٹی، اپنی نعتِ جگر، اپنے مہربان چچا، اپنی چھوٹی اور اپنے عزیز ترین رشتہ داروں کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو ان کے علاوہ دوسرے افرادِ اُمت کی کیا حیثیت اور وقعت باقی رہ جاتی ہے؟ خصوصاً آپ کے چچا ابوطالب کے واقعہ میں تو اہلِ بصیرت اور عظیموں کے لیے بڑی عبرت اور نصیحت کا سامان پہنچا ہے۔

ان لوگوں پر سخت افسوس ہوتا ہے جو مَرُودوں کے پاس اپنی حاجات اور مشکلات لے جاتے ہیں اور ان کے مشاہدہ و تجرُّب پر اُمید و خوف کے بے جُلے جذبات سے کامل توجہ اور انکساری کے ساتھ حاضری دیتے ہیں حالانکہ وہ خود لٹے عاجز اور در ماندہ ہیں کہ اپنی جان کے لیے بھی نفع مند ثابت نہیں ہو سکتے اور نہ اپنی تکالیف ہی کو از خود دُور کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں بھلا دوسروں کے کام کی طرح پُورے کر سکتے ہیں؟

ان کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ

شَفِيعَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○

کوئی ایسا ذی اقتدار نہ ہو گا جو ان کا حامی و مددگار ہو، ان کی سفارش کرے، مثلاً یہ کہ

(اس نصیحت سے متنبہ ہو کر وہ خدا ترسی کی روش اختیار کر لیں۔

اس کی مزید تفصیل ”باب الشفاعة“ میں آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ (میں)

(الاعراف - ۲۰)

شیطان نے ان کے سامنے شرک کو صالحین کی محبت و عقیدت کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے حالانکہ ہر مرد صالح دنیا میں بھی اس شرک سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے اور قیامت کے روز بھی اس سے اظہارِ پرأت کرے گا۔

اس میں شک نہیں کہ صلحاء سے محبت صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ دینی معاملات میں ان سے ہم آہنگی اختیار کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معاملے میں انکے نقش قدم کا تتبع کیا جائے نہ کہ اللہ کے ان نیک بندوں کو اس کا شریک ٹھہرا کر، ان سے پس انداز کی محبت کرے جو صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، یہ تو اللہ کے ساتھ شرک، غر اللہ کی عبادت اور اللہ اس کے رسول اور اللہ کے صالح بندوں کے ساتھ دشمنی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُخِيَّ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کیسا حق تھتا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہے کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اُسے جانتے اور جو تیرے نفس میں ہے اُسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو ہی غیب ان ہے

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا اَيْسُرُ لِيْ بِحَقِّكَ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتُهٗ نَعْلَمُ مَا فِيْ تَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ

میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا، وہ یہ کہ تم خدا کی

وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۖ
مَا دُمْتُمْ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَقَّيْتُمْنِي
كُنْتُمْ أَنْتَ التَّوَقِّيبَ عَلَيْهِمْ ۖ
وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار
ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کے
حالات کی خبر رکھتا رہا جب تم نے مجھے دنیا
سے اٹھالیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر
چیز سے خبردار ہے۔ (المائدہ - ۱۱۶، ۱۱۷)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:
”اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
ان احکام کی مخالفت کی ہے جن پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کار بند بننے کی تاکید
کی تھی۔ انھوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ انھوں نے صرف توحید ہی کو اپنی
قوم کے سامنے پیش کیا تھا، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ:

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي
بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي
وَرَبَّكُمْ ۚ

میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا
جن کا آپ نے حکم دیا تھا، کہ اللہ کی
بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شہادت محض اُس زمانے تک کی
ہے جب تک کہ وہ ان میں قیام فرمایا ہے۔ ان کے آسمان کی طرف اٹھانے جانے
کے بعد ان کو ان کی کوئی خبر نہ تھی۔ ان کے رفع الی السماء کے بعد کے حالات و
کوائف کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۖ
دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَقَّيْتُمْنِي
كُنْتُمْ أَنْتَ التَّوَقِّيبَ عَلَيْهِمْ ۖ
وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

میں اسی وقت تک ان کا نگران تھا
جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا
جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر
نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں
پر نگران ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی شہادت تمام لوگوں کی شہادت سے ارفع و اعلیٰ ہے
شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جن احکام کا حکم دیا تھا، ان کی مشرکین نے مخالفت کی اور وہ حق توحیدِ الوہیت جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اتفاق ہے۔ اسی کی طرف انھوں نے لوگوں کو دعوت دی اور اسی کو لوگوں سے تعلقات کے قیام و انقطاع کا معیار ٹھہرایا۔

چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے دین کو اپنانے اور جو حکم ان کو ملا اس کی اطاعت کرنے اور بلا شرکتِ غیرے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ انجام دے، ایسے شخص کے متعلق کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس کی اطاعت اور توحیدِ خالص کے اقرار میں اُس نے کسی قسم کی کمی ہے۔ اُس نے اپنے رسولؐ کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ کو شرک سے منزہ اور پاک قرار دیا جو کہ توحیدِ ربوبیت کی ضد ہے۔ ہم اس کے بارے میں کس طرح اس سوئے ظن سے کام لے سکتے ہیں کہ اس نے توحیدِ الوہیت میں کسی بھی نوع کی کمی کا ارتکاب کیا ہوگا؟

مشرکین تو دنیا اور آخرت دونوں جہان میں انبیاء علیہم السلام کے دشمن اور ان کے مقابل ہیں انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے متبعین پر یہ واضح کیا ہے کہ وہ ہر مشرک سے قطع تعلق رکھیں، ان کے رسم و رواج سے بالکل الگ تھلک رہیں اور اُن سے اور اُن کے معبودوں سے بغض و عناد کا اظہار کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۗ فَمَا دِيكُمُ الَّذِي كُفِرْتُمْ بِهِ ۚ كُفِرْتُمْ بِهِ بِأَعْيُنِنَا ۗ فَتِلْكَ أَعْيُنُكُمْ أَلْفٌ وَلَآئِلٌ ۚ فَذَرُوهُنَّ إِن كُمْ مَعَهُ حِزْبٌ مِّنْكُمْ يَتَّبِعُونَ آلِهَتَهُمْ ۚ فَذَرُوهُمْ ۚ يَتَّبِعُوا مَا يَشَاءُونَ ۚ لَوْلَا إِسْرَافُكُمْ أَنتُم لَكُمُ الْعَذَابُ ۚ فَذَرُوهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَافِرُونَ ۚ

(الغلام - ۱۳۹) لے دیتا۔



مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ

تفسیرُ الْاٰیَتِیْنِ -

① دو آیات کی تفسیر۔

الثانیۃ

قِصَّةُ اَحَدٍ -

② جبکہ اُحد کا مختصر واقعہ۔

الثالثۃ

قُنُوْطُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَلْفَهُ

سَادَاتُ الْاَوْلِیَاءِ یَوْمِنُوْنَ فِی

الصَّلٰوۃِ -

③ سید الانبیاء ﷺ کا قنوتِ نازلہ پڑھنا اور آپ کے پیچھے

سادات الاولیاء یعنی صحابہ کا آمین کہنا۔

الرابعۃ

اَنَّ الْمَدْعُوَّ عَلَیْهِمْ كُفَّارٌ -

④ جن کے لیے بددعا کی گئی وہ کافر تھے۔

للخامسۃ

اَنْهُمْ فَعَلُوْا اَشْیَاءَ مَا فَعَلَهَا

غَالِبُ الْكُفَّارِ مِنْهَا شَجَّهُمْ نَبِیُّهُمْ

وَ حِرْصُهُمْ عَلٰی قَتْلِہِ - وَ مِنْهَا

الْتَمِیْلُ بِالْقَتْلِ مَعَ اَنْهُمْ بَنُوْ

عَبْتِهِمْ

⑤ اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا جو دوسرے کفار نے نہیں کیا جیسے آنحضرت ﷺ کو زخمی کرنا، آپ کے قتل پر آمادہ اور کوشاں ہونا، مسلمان شہدار کا مثلی کرنا۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی حالانکہ یہ لوگ آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور بعض تو آپ کے چھیرے بھائی تھے۔ اس قدر قریبی رشتے کی بھی انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔

السابعة أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

④ ان مظالم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ ان کا انجام کار آپ کے قبضہ و قدرت میں نہیں۔

السابعة قَوْلُهُ: "أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَتَابَ عَلَيْهِمْ فَأَمَنُوا -

⑤ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ "ان کی توبہ قبول کر لے یا ان کو عذاب دے۔ چنانچہ اللہ کریم نے ان کی توبہ قبول کی اور وہ ایمان لے آئے۔

الثامنة الْقُنُوتُ فِي النَّوَازِلِ

⑧ نزول حوادث کے موقع پر دعائے قنوت پڑھنا۔

الثامنة تَسْمِيَةَ الْمَدْعُوِّ عَلَيْهِمْ فِي الصَّلَاةِ بِأَسْمَائِهِمْ وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ -

⑨ جن کے لیے بددعا کی جا رہی ہو ان کے اور ان کے آباء اجداد کے نام نماز میں لینا۔

العاشر

لَعْنُ الْمُعَيَّنِ فِي الْقَنُوتِ

⑩ قنوت میں کسی خاص شخص کا نام لے کر لعنت کرنا۔

الحادي عشر

قَصَتْهُ لِلَّهِ لَمَّا أَنْزَلَ عَلَيْهِ
وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ -

⑪ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ ”اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیے“ تو آپ کا ایک ایک پکار کر عذابِ الہی سے ڈرانے کا واقعہ۔

الثاني عشر

جِدُّهُ بِحَيْثُ فَعَلَ مَا نَسِبَ
بِسَبِّهِ إِلَى الْجُنُونِ وَ كَذَلِكَ
لَوْ يَفْعَلُهُ مُسْلِمٌ آلَانَ -

⑫ جب رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ توحید سنانی تو آپ کو مجنون جیسے لقب سے پکارا جانا۔

آج بھی اگر کوئی شخص دعوتِ توحید دے تو اُس کو بھی ایسے ہی القاب سے پکارا جاتا ہے۔

الثالث عشر

قَوْلُهُ لِلْأَبْعَدِ وَ الْأَقْرَبِ "لَا أُغْنِي
عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا" حَتَّى
قَالَ : يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ
لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا،
فَإِذَا صَرَخَ وَ هُوَ سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ
بِأَنَّهُ لَا يُغْنِي شَيْئًا عَنِ سَيِّدَةٍ

نِسَاءَ الْعَالَمِينَ وَأَمَّنَ الْإِنْسَانَ
 أَنَّهُ لَا يَقُولُ إِلَّا الْحَقَّ
 ثُمَّ نَظَرَ فِيمَا وَقَعَ فِي قُلُوبِ
 خَوَاصِّ النَّاسِ الْيَوْمَ . تَبَيَّنَ لَهُ
 التَّوْحِيدُ وَغُرْبَةُ الدِّينِ -

⑬ رسول اللہ ﷺ کا قریبی اور غیر قریبی سب کو علی الاعلان یہ فرمانا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ یہاں تک آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی فرمایا کہ دکھیو میں تم کو بھی عذابِ الہی سے نہ بچا سکوں گا۔ سید المرسلین کا سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس صراحت سے کہنا کہ میں تم کو اللہ کے عذاب سے محفوظ نہ رکھ سکوں گا۔ انسان کا یہ ایمان اور یقین کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سوائے حق کے دوسری بات نہیں نکلتی۔

مندرجہ بالا صراحت کی روشنی میں آج کے حالات پر بھی غور کیجئے کہ جس میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ بعض خواص بھی مبتلا ہیں تو آپ کو صحیح توحید صاف طور پر معلوم ہوگی اور دین کی بے بسی بھی واضح ہو جائے گی۔





باب
قولاً اللہ تعالیٰ:

حَقُّهُ إِذْ فَرَّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ
قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا
الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ



جب گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو ایک
دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے؟
اس پر مقررین کہتے ہیں کہ جو حکم دینا چاہیے تھا وہی دیا ہے
اور وہ عالی شان اور شب سے بڑا ہے

قَالَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ

حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا۔

قوله : حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ

یعنی اُن کے دل سے گھبراہٹ جب ختم ہو جاتی ہے۔

فزع کا یہ مفہوم حضرت ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابو عبد الرحمن السلی، اشعبی اور حسن بصری رضی اللہ عنہم وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

” یہاں بعض کے نزدیک فرشتے مُراد ہیں کیونکہ جب وہ کلام اللہ سنتے ہیں

قرآن پر ہیبت اور خوف الہی طاری ہو جاتا ہے۔“

ابن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

” ظاہر کلام اس پر دلالت کناں ہے کہ یہاں عبارت محذوف ہے جس کا

مطلب یہ ہے کہ جن کو تم اپنے سفارشی سمجھتے ہو حقیقت میں وہ تمہارے سفارشی نہیں

ہیں کیونکہ وہ تو خود ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے تابع ہیں، اُن کی حیثیت ایک

غلام سے زیادہ نہیں جو اپنے مولانا آقا کا مطیع و منقاد ہوتا ہے جیسا کہ ابن جریر

نے کہا ہے یہاں فرشتے مُراد ہیں۔“

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :

” یہاں بلاشبہ فرشتے ہی مُراد ہیں جیسا کہ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کی وحقات

کی ہے اور صحیح احادیث اور آثار صحابہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔“

ابو حیان رضی اللہ عنہ اپنی مشہور تفسیر ”الجرال محیط“ میں رقمطراز ہیں کہ :

” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس بابے میں واضح ہیں کہ اس

آیت کریمہ میں ملائکہ ہی مُراد ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرتے



قَالُوا الْحَيَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (سبأ: ۲۲)

وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔

ہیں تو تمام فرشتے ایک آواز سنتے ہیں، جیسے کسی نے پتھر پر لوہے کو مارا ہو تو اس آواز کی دہشت، خوف اور ہیبت سے اُن پرغشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جن مفسرین نے یہاں فرشتے مُراد لیے ہیں، اُن کے لیے گذشتہ آیت سے اس کا ربط قائم رکھنا آسان ہو جاتا ہے اور جنہوں نے فرشتے مُراد نہیں لیے، اُن کے لیے اس آیت کا سابقہ آیت سے ربط پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

قَوْلُهُ: قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ

یعنی فرشتے وحی کے اس مرحلہ میں یہ نہیں سوال کرتے کہ مَاذَا خَلَقَ رَبَّنَا یعنی ہمارے پروردگار نے کیا پیدا کیا؟ کیونکہ اگر کلام اللہ مخلوق ہوتا تو فرشتے ”مَاذَا خَلَقَ رَبَّنَا“ کہتے۔ (ماخوذ از شرح سنن ابن ماجہ)

لہذا ثابت ہوا کہ قرآن حکیم، اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

ایک حدیث میں اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں:

مَاذَا قَالَ رَبَّنَا يَا جِبْرِيْلُ لے جبرائیل! ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے؟

کتاب و سنت میں اس قسم کے بہت سے دلائل ہیں، جن سے کلام اللہ کا غیر مخلوق ہونا

ثابت ہوتا ہے۔

قَوْلُهُ: قَالُوا الْحَقَّ

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ برحق ہے۔

لے زیر بحث آیات میں چار امور ایسے ذکر کیے گئے ہیں جن سے شرک جیسے مُؤذی مرض کی جیسی

کٹ جاتی ہیں:

۱۔ یہ کہ غیر اللہ ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتا۔ جس کی یہ حالت ہو وہ دوسرے کو ملکیت یا

نفع نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اکیسلا مالک ہے، وہی تدبیر امر کرتا ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے، اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔

جب فرشتے کلام اللہ سنتے ہیں تو ان پر بے ہوشی اور غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ پھر خود ہی ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ برسی ہے۔

۲— یہ کہ (و ما لہم فیہما من شرک) یعنی زمین و آسمان میں کسی بھی غیر اللہ کو ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔

۳— یہ کہ (و ما لہم منہم من ظہیر) یعنی تمام کائنات میں سے کوئی ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کا مبین اور مددگار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سب کا مددگار ہے۔ وہی اپنے بندوں کی ضروریات کا وہ کفیل ہے اور تمام مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی دنیوی ضرورت ہو یا آخری سب کو اللہ تعالیٰ ہی پوری کرتا ہے۔

۴— یہ کہ (و لا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ) یعنی دُعا الہی میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص سفارش کرنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنا سفارشی بنا تا ہے تو ایسے شخص کی شفاعت ہرگز نہ ہو سکے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی سفارشی بنا تا شرک ہے۔ ارشاد الہی ہے:

و یَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ
مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَّ لَا یَضُرُّهُمْ
وَّ یَعْتَوُونَ مَوْلَاہُمْ فَشَفَعَاؤُنَا
عِنْدَ اللّٰهِ

یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی پریش کر رہے ہیں
جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع ادا
کرتے یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے
سفارشی ہیں۔

فَلِیْ اَتَّيْتُمُوْنَ اللّٰهَ بِمَا
لَا یَسْئَلُکُمْ فِی السَّمٰوٰتِ وَّ
لَا فِی الْاَرْضِ
سُبْحٰنَہٗ وَّ تَعٰلٰی عَمَّا
یُشْرِکُوْنَ (یونس - ۱۸)

(سے محمد) ان سے کو، کیا تم اللہ کو
اُس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں
میں جانتا ہے نہ زمین؟
پاک ہے وہ اور بالاتر ہے اس شرک
سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے جو کسی کو سفارشی خیال کرتے ہیں اور مشرک کی سفارش ممکن ہی نہیں۔ مشرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ
الشُّفَعٰیۃِ ○

اس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش
ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

قوله : وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ

یہاں مراد بلند ہی قدر و منزلت، بلندی قدر و اختیار اور بلندی ذات ہے۔ غرض بہتر ہم کی کامل ترین بلندیاں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے لیے خاص ہیں۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کریں تو فرمایا "اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات سے جدا (باتن) عرش پر استواء پذیر بنائیں"۔
اس عقیدہ کو قرآن کریم سے ماخوذ اور اللہ کی طرف سے تعلیم کردہ خیال کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ رَحْمٰنٌ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝

(طہ - ۵)

تَمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ ۝ پھر وہ عرش پر استواء پذیر ہوا۔

(العنقاب - ۵۹)

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰی
كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۗ وَ
تَنْكُرْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ
وَاَآءَ ظُهُورِكُمْ ۗ وَمَا نُنزِی
مَعَكُمْ شِعْرًا ۗ كَمَا الَّذِیْنَ
رَعَّمْتُمْ اَنْهَمْ فِیْكُمْ شُرَكَآءَ
لَقَدْ نَقَطَعْ بَیْنَكُمْ وَصَلَ
عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝

اب تم ویسے ہی تنہا جاؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں انکا بھی کچھ حصہ ہے۔ تمہارے آپس کے سب باطل ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم زعم رکھتے تھے۔

(الانعام - ۱۶۴)

جو شخص کسی کو اپنا سفارشی خیال کرتا ہے وہ اسے مختلف اوقات میں یاد کرتا ہے، اس سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے، اس سے ڈرتا ہے اور اس کی محبت میں آکر اپنے دل میں امیدوں کے چراغ جلائے رکھتا ہے۔

یہ مختلف قسم کی عبادات ہیں جو صورت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مخصوص ہیں اور جو شخص ان کو کسی بھی غیر اللہ میں سمجھے تو یہ ایسا شرک ہے جو اخلاص اور توحید کے منافی ہے اور ایسا شخص مُشرک ہے۔

في الصحيح عن ابى هريرة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم
قَالَ إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ صادر فرماتا اور حکم دیتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء پذیر ہونا قرآن کریم میں سات مقامات پر آتا ہے۔

قوله : الْكَبِيرُ

یعنی اللہ تعالیٰ سے نہ تو کوئی بڑا ہے اور نہ کوئی اعظم ہے۔ تبارک و تعالیٰ۔

قوله : فِي الصَّحِيحِ لِه

یہاں صحیح سے صحیح بخاری مراد ہے۔

قوله : إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی ایسے حکم و فیصلہ کے بارے میں کلام کرتا ہے جس کو جبریل عليه السلام

کی ذمہ داری کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

لفظ قضا کا ترجمہ کلام ہے۔ ایک حدیث کی روشنی میں کیا ہے جس کو سعید بن منصور، ابو داؤد اور

ابن جریر رضي الله عنه نے حضرت ابن مسعود رضي الله عنه سے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے

إِذَا تَكَلَّمَ اللَّهُ بِالْوَجْهِ سَمِعَ

جِبَالُ اللَّهِ وَحُجُجُهَا فِي السَّمَاءِ وَحُجُجُهَا فِي السَّمَاءِ وَحُجُجُهَا فِي السَّمَاءِ وَحُجُجُهَا فِي السَّمَاءِ

آسمانوں میں رہنے والے اس طرح واضح طور پر اور

دہشت زدہ ہو کر سنتے ہیں جیسا کہ پتھر کی کسی نگیں

کے گھسیٹنے کی آواز ہوتی ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردويه، حضرت ابن عباس رضي الله عنه سے روایت کرتے ہیں:

لَهُ إِمَامُ بَخَارٍ رَوَاهُ آيَةَ "الْأَمْرَ اسْتَمَرَّ السَّمْعُ" كِي تَفْسِيرِهِ كَرْتَهُ بَوَّهَ سُوْرَةُ الْاِحْقَافِ

سورہ سہ دونوں جگہ یہ روایت لائے ہیں۔

صَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضَعَانًا
لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سَلْسَلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ
يَنْفَذُهُمْ ذَلِكَ -

تو مارے ڈر اور خوف کے فرشتے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بنا پر اپنے پروں کو پھر پھرانے لگتے ہیں اور اللہ کے کلام کی آواز ایسی واضح اور زور دار ہوتی ہے جیسے صاف اور نرم پتھر سے لوہے کی زنجیر ٹکرانے۔ یہ آواز ان فرشتوں کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔

قَالَ لَمَّا أَدْحَى الْجَبَّارُ إِلَى
مُحَمَّدٍ ﷺ دَعَا الرَّسُولَ
مِنَ الْمَلَائِكَةِ لِيَبْعَثَهُ
بِالْوَحْيِ فَسَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ
صَوْتَ الْجَبَّارِ يَتَكَلَّمُ
بِالْوَحْيِ فَلَمَّا كَتَفَ عَنْ
قُلُوبِهِمْ سَأَلُوا عَمَّا قَالَ
اللَّهُ؟

جب جبار (اللہ)، آنحضرت ﷺ کی طرف وحی کرنا چاہتا ہے تو فرشتوں میں سے ایک کو بلاتا ہے تاکہ وہ وحی لے کر آپ کے پاس جائے۔ رب جبار کی اس وحی کی آواز کو سب فرشتے سنتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے دہشت کی کیفیت ختم ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

فَقَالُوا الْحَقُّ وَعَلِمُوا
أَنَّ اللَّهَ لَا يَقُولُ إِلَّا حَقًّا

سب بیکے بان ہو کر کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے اور سب فرشتے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ارشاد فرماتا ہے۔

قَوْلُهُ : خُضَعَانًا لِقَوْلِهِ

خَا - اور ضاد کے فتح کے ساتھ جس کے معنی خضوع کے ہیں۔

حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا
مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَوَىٰ وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَوْتٌ
السَّمْعِ -

جب ان کو گھبراہٹ اور غشی سے افاتہ ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں اللہ نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں جو کچھ فرمایا وہ حق ہی ہے اور وہ صاحبِ علو ہے۔ چنانچہ اس کلام ربانی کو شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

یا بضم خاء اور سکون ضاد ہے۔ اس صورت میں یہ مصدر ہوگا بمعنی خاضعین کے۔
بقولہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا حکم ہے۔

قوله : يَنْفَعُهُ ذَلِكَ

یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام اور حکم ان فرشتوں کے دلوں میں اتر جاتا ہے۔

ابن مردود نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے:

فَلَا يَنْزِلُ عَلَىٰ أَهْلِ سَمَاءٍ
إِلَّا صَاعِقُوا
جبرائیلؑ اس کلام کو لے کر جب بھی کسی آسمان سے گزرتے ہیں تو اس آسمان کے مقیم تمام فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ ایک مرفوع حدیث یوں روایت کرتے ہیں

إِذَا تَكَلَّمَ اللَّهُ بِالْوَجْهِ سَمِعَ
أَهْلُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا صَلَٰةً
كَجَوِّ النَّلَّةِ عَلَى الصَّفَا
فَيُصَعَّقُونَ فَلَا يَزَالُونَ
جب اللہ وحی سے تکلم فرماتا ہے تو آسمان دنیا کے سب فرشتے ایک ایسی وضع اور زوردار آواز سنتے ہیں جیسے کسی نے صاف اور نرم پتھر کو لہنے کی زنجیر لے ماری ہو۔ چنانچہ اس آواز

و مُسْتَرِقٌ هَكَذَا بَعْضُهُ
فَوْتٌ بَعْضٌ - وَصَفَهُ سُفْيَانٌ
بِكِفِّهِ فَحَرَّفَهَا وَ بَدَّدَ بَيْنَ
أَصَابِعِهِ

اور یہ صفت بصف زمین سے آسمان تک اوپر تلے سُننے پر آمادہ رہتے ہیں۔
(راوی حدیث) حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے شیاطین کے صف بصف اوپر
تلے ہونے کی حالت کو اپنا ہاتھ ٹیڑھا کر کے اور انگلیوں میں فاصلہ دے کر
بتایا کہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔

كَذَلِكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَهُمْ جَبْرِيْلُ
کی دہشت سے وہ بیہوش ہو جاتے ہیں وہ
اسی بیہوشی کی حالت میں رہتے ہیں، جیسا کہ
جبرائیل آجاتے ہیں۔

قَوْلُهُ : قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا الْحَقَّ
یعنی فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ برحق ہے کیونکہ تمام ملائکہ کو معلوم ہے کہ
اللہ تعالیٰ مبینی برحق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

قَوْلُهُ : فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقٌ السَّمْعِ
یعنی وہ فیصلہ اور حکم جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسے سُننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سُننے
والے شیاطین ہوتے ہیں جو صف بصف ایک دوسرے کے اوپر تلے کھڑے ہو کر زمین سے آسمان
تک پہنچتے ہیں۔

اس کو مزید سمجھنے کے لیے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع
روایت نقل کی ہے اس پر غور کیجئے تو بات صاف ہو جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي فرشتے باروں میں نازل ہوتے ہیں اور

فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيَلْقِيهَا
إِلَى مَنْ تَحْتَهُ - ثُمَّ يَلْقِيهَا الْآخَرَ
إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يَلْقِيهَا عَلَى لِسَانِ
السَّاحِرِ أَوْ الْكَاهِنِ .

جب سب سے اوپر والا شیطان کوئی بات سُنا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے یہاں تک کہ وہ ساحر یا کاهن کو بتا دیتا ہے۔

العَنَانِ وَهُوَ التَّحَابُ فَتَذْكُورُ
الْأَمْرَ قَضَى فِي السَّمَاءِ كَوْنَهُ هِيَ -
فَمَسْرُوقُ الشَّيَاطِينِ السَّمْعَ
سُنَّ لِيْتَهُ هِيَ أَوْرُكَ سَمْنُولِ كَمَّ سَهْنَجَا
دِيْتَهُ هِيَ -

قَوْلُهُ : وَمَسْرُوقُ السَّمْعِ هَكَذَا وَصَفَهُ سَفِيَانُ بِكَفِّهِ
یعنی حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسری پر رکھ کر فرمایا کہ شیطان
اس طرح صفت بصفت ایک دوسرے کے اوپر تلے کھڑے ہو کر آسمان تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔
سَفِيَانُ سے سفیان بن عیینہ ابو محمد الملالی کوئی ثم اکی مراد ہیں۔ حضرت سفیان حافظ الحدیث،
ثقفہ امام محبت اور اپنے زمانے کے فقیہ تھے۔

یہ جلیل القدر فرزند اسلام کیا نوے برس کی عمر پا کر ۱۹۵ھ میں فوت ہوئے۔

قَوْلُهُ : وَبَدَّدَ

یعنی اپنی انگلیوں کو اس طرح پھیلا دیا کہ ہر ایک انگلی میں کچھ فاصلہ پیدا ہو گیا۔

قَوْلُهُ : فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيَلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ
یعنی سب سے اوپر والا شیطان طبقتہ نیچے والے طبقہ تک حکم و فیصلہ کی نوعیت پہنچاتا ہے اور وہ اپنے

سے نیچے والے طبقہ تک اور اس طرح یہ سب سے نیچے والا شیطانی طبقہ کامیوں اور ساجروں تک اس حقیقت کو پہنچا دیتا ہے۔

قَوْلُهُ: قَرَبَمَا آدَرَكَ الشَّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا

شہاب سے مراد وہ ٹوٹا ہوا ستارہ ہے جو شیطاں پر پھینکا جاتا ہے۔ یعنی کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ شہاب سُننے والے شیطان کو جلا دیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ شہاب سے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی گرا کرتے تھے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے معرکے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

انْبَأَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ كَحْمِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسًا فِي لَيْلٍ مِنْ لَيَالِي نَجْمٍ عَظِيمٍ قَالَتْ لِي نِسَاءٌ مِنْ الْأَنْصَارِ: قَالَ: فَرَمِي بِنَجْمٍ عَظِيمٍ فَاسْتَنَارَ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ إِذَا كَانَ مِثْلَ هَذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكُونُ فِي لَيْلٍ مِنْ لَيَالِي نَجْمٍ عَظِيمٍ قَالَتْ لِي نِسَاءٌ مِنْ الْأَنْصَارِ: قَالَ: فَرَمِي بِنَجْمٍ عَظِيمٍ فَاسْتَنَارَ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ إِذَا كَانَ مِثْلَ هَذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟

کی ایک جماعت میں، عبد الزراق کی زودت کے مطابق، اپنے انصاری صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک شہاب بیگرا اور اس کی روشنی سے گرد و پیش چمک اٹھا۔

آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ جاہلیت کے دور میں اس شہاب سے متعلق تم کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

قَالَ كُنَّا نَقُولُ: لَعَلَّهُ يُؤَلِّدُ عَظِيمًا أَوْ يَمُوتُ عَظِيمًا قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ أَكَانَ يُرْمَى بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟

صحابہ نے عرض کیا کہ ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ آج یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوگا یا مرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ کیا جاہلیت میں بھی شہاب بیگرا کرتے تھے؟

قَالَ: نَعَمْ وَلَكِنْ غَلَطْتَ حِينَ بُعِثَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: فَإِنَّهَا لَا يُرْمَى بِهَا

فرمایا ہاں! لیکن آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ زیادہ گرنے لگے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ تو

فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ

الشَّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا
أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا
مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ
لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا
فَيُصَدِّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي
سَمِعْتَ مِنَ السَّمَاءِ ۗ

پس کاہن کو بتانے سے پہلے ہی شہاب اُس کو جلا دیتا ہے اور کبھی بتا
بتانے کے بعد اس پر آکر گرتا ہے۔ پس شیطان ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ
ملاتا ہے۔ اگر کوئی بات ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں روز فلاں کاہن نے
یوں ہی نہ کہا تھا چنانچہ صرف ایک سچی بات جو آسمان سے سُنی گئی تھی، کی وجہ
سے کاہن کو سچا سمجھا جاتا ہے۔

لَمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ كَمَنْسِي كِي مَوْتِ كِي وَدَقْتِ مُرُوْدَارِ هُوْتَا هُوْتَا
وَلَكِنْ رَبَّنَا تَبَارَكَ اسْمُهُ نَكَمْسِي كِي وَوَلَادَتِ كِي وَدَقْتِ - هِلْ بَاتِ يِه
إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةً هُوَ كِي كِه اللّهُ تَعَالَى جِيبِ كُوْنِي اِهْمِ فَيْصِلُ كُرَاتَا
الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ هُوَ تُوُوهُ فَرِشْتَةُ جُو عَرْشِ كُو اُطْلَعُ هُوْرَتِي
السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُوْنَهُوْ ثُمَّ هُوْنِ اللّهُ كِي تَسْبِيْحِ بِيَانِ كُرْتِي هِيْنِ، پِهْرَانِ سِي

سے جاؤ، گر، کاہن اور عرفات کی بات بعض اوقات جب واقعہ کے مطابق ہو جاتی ہے تو جہاں
لوگ اُس کے سو جھوٹ کو بھی صحیح مان کر دھوکہ کھا جاتے ہیں حالانکہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ پر کذب، بہتان اور افتراء
ہے اور غیبِ الٰہی کا دعویٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کی مزید شرح ”باب الکھان“ میں آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ
 التَّسْبِيحُ هَذِهِ السَّمَاءُ الَّتِي
 فِيهَا يَسْتَخِيرُ أَهْلُ السَّمَاءِ
 الَّذِينَ يُلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ
 قَيِّمُولُ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ
 الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَا
 ذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟
 فَيَخْبِرُونَهُمْ وَيُخْبِرُ أَهْلُ
 كُلِّ سَمَاءٍ سَمَاءً حَتَّى
 يَنْتَهِيَ الْخَبْرُ إِلَى هَذِهِ السَّمَاءِ
 وَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ
 فَيُزْمُونَ فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى
 وَجْهِهِ فَبُوهَ حَقٌّ وَلَكِنَّهُمْ
 يَغْمُرُونَ فِيهِ وَيَزِيدُونَ
 لَكِنْ يَرِجَاتُ كَافٍ اِطْنَى طَرَفٍ سَافِرَتِ
 هِيَا اِوَرِ اِسْمِ اِي كِي اِي شِي كَرْتِ هِيَا -

قوله : فيكذب معها مائة كذبة :

اس سے کاہن اور جادوگر مراد ہیں۔ لفظ کذبة بفتح الکاف اور سکون الذال ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے اس بات کا پتا چلا کہ اگر کسی کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کی سب باتیں سچی ہوں گی کیونکہ گمراہ اور بدعتی لوگوں کا شیوہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ایک بات صحیح اور اس کے ساتھ کئی جھوٹی، غلط اور بے بنیاد باتیں ملا کر عوام کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ لوگ صحیح بات صرف اس لیے کہتے ہیں کہ سادہ لوح عوام ان کی جھوٹی باتوں کے فریب میں پھنس جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَلَا تَتَّبِعُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ حَقٌّ كَوَ باطِلٍ كَ سَاافِ نَ باطِ
 وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ اِوَرِ اِسْمِ اِي كِي اِي شِي كَرْتِ هِيَا

و عن النّوأس بن سمعان رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُوحِيَ بِالْأَمْرِ تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ أَخَذَتِ السَّمَوَاتُ مِنْهُ رَجْفَةً أَوْ قَالَ رَعْدَةً خَوْفًا مِنَ اللَّهِ تَعَالَى -

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب وحی کرنا چاہتا ہے تو اس حکم سے کلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی آواز سنتے ہی تمام آسمانوں پر اللہ کے خوف سے کچھی اور دہشت طاری ہو جاتی ہے۔

قَعَلَمُونَ ○ (البقرہ - ۲۲) اور تم کس کو جانتے بوجھتے ہو۔

ان احادیث سے اور جو آئندہ ذکر ہوں گی، ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا جو بھی تقاضا ہے وہ اس میں موجود ہے اور وہ اپنی تمام مخلوق سے بالا ہے اور یہ کہ وہ ازل سے جب بھی چاہتا ہے اپنے پاکیزہ کلام کو فرشتوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ کے علو اور فرشتوں سے تکلم پر اہل سنت کے تمام گروہوں کا اتفاق رہا ہے، سلف کے کر خلف تک اس میں کسی اختلاف رونما نہیں ہوا بجز اشاعرہ، جہمیہ اور معتزلہ کے جو لفظی صفات کے قابل ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تعطیل کی ان کی چکنی پیڑی باتوں میں نہ آئیں۔

قَوْلُهُ: وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ

ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں منقول ہے حضرت نواس بن سمعان بن خالد الکلابی رضی اللہ عنہ صحابی تھے بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ نصاری تھے اور بعض محدثین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے والد ماجد بھی صحابی رسول تھے۔

قَوْلُهُ: إِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُوحِيَ بِالْأَمْرِ

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ وحی کو تکلم کی صورت میں ڈھالتا ہے۔ یہ حدیث منکرین نطق پر اہل سنت کی طرف سے دلیل اور براہین قاطعہ ہے۔ حدیث کے یہ الفاظ:

لَمْ يَذَلِ اللَّهُ مَتَكَلِّمًا إِذَا
 رَبَّاهُ. اُس نے جب چاہا تکلم فرمایا۔

اس کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔

قَوْلُهُ : أَخَذَتِ السَّمَوَاتُ رَجْفَةً :

السَّمَوَاتُ مفعول مقدم ہے اور رَجْفَةً فاعل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے سے آسمانوں پر کپکپی اور دہشت طاری ہو جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ آسمان اللہ کے کلام کو سنتے ہیں۔ اس سلسلے میں ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ منکرین کے عقائد باطلہ پر ایک ضرب کی حیثیت رکھتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کفر مارتے ہیں

إِذَا قَضَى اللَّهُ أَمْرًا تَكَلَّمَ
 تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَجَفَتِ
 السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْجِبَالُ
 وَخَدَّتِ السَّلَامِكَةُ كُلُّهُمُ
 سَجْدًا

جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے
 تو اس سے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں
 پر ایک زلزلہ کی سی کیفیت طاری ہوتی
 ہے اور تمام مندرشتے سجدہ میں گر
 جاتے ہیں۔

قَوْلُهُ أَوْ قَالَ : رَعْدَةٌ

راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ رَعْدَةٌ فرمایا تھا یا رَجْفَةٌ۔

قَوْلُهُ خَوْفًا مِّنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی سے یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں احساس اور معرفت کا ملک پیدا کر دیا ہے، یہی تو وہ اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ عظیم مخلوق بھی اس کی تسبیح و تہلیل کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ سَاوَاتِ السَّمَانِ أَوَّلُ مَبْنُوعَاتِ السَّمَانِ وَأَوَّلُ مَبْنُوعَاتِ السَّمَانِ

وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا وَإِنْ
 مَنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغُ بِحَمْدِهِ
 وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ
 إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا عَفُورًا ۝
 (بخاری سنن ۲۴) (اور عقاربے۔)

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَّقَطُونَ مِنْهُ
 وَتَشْتَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
 هَذَا ۝ (مریم ۹۰)
 چھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور
 پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ مِنْهَا لَمَّا يَغْطِبُ
 خَشْيَةَ اللَّهِ ۝ (البقرہ ۴۳)
 اور بعض ایسے ہیں جو خدا کے خوف
 سے گر پڑتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کے الفاظ اور ان میں جو معنی پنہاں ہیں، ان سے استدلال کرتے
 ہوئے فرمایا ہے کہ زمین اور آسمان حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
 کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں
 كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَاوِدِ
 وَهُوَ يُؤَكِّلُ
 ہم کھانا کھاتے وقت کھانے کی تسبیح
 سُن کر تھے۔

وہ حدیث جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ فِي
 يَدِهِ حَصِيَّةً فَسَبَّحَ لَهَا
 میں چند کسکریاں لیں جن سے تسبیح
 کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

ان احادیث کے علاوہ صحیح بخاری میں وہ مشہور واقعہ بھی موجود ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
 منبر تیار ہونے سے قبل ایک سوکھے ہوئے کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے

فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ أَهْلُ السَّمَوَاتِ
 صُعِقُوا وَخَرُّوا لِلَّهِ سُجَّدًا فَيَكُونُ
 أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جِبْرِيلُ فَيُكَلِّمُهُ
 اللَّهُ مِنْ وَحْيِهِ بِمَا أَرَادَ -
 ثُمَّ يَمُرُّ جِبْرِيلُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
 كُلِّهَا مَرًّا بِسْمَاءٍ سَأَلَهُ مَلَائِكَتُهَا
 مَاذَا قَالَ رَبُّنَا يَا جِبْرِيلُ ؟ فَيَقُولُ
 جِبْرِيلُ، قَالَ الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ
 الْكَبِيرُ -

پھر جب اسے آسمان والے سنتے ہیں تو بیہوش ہو کر سجدے میں گر پڑتے
 ہیں۔ پس سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور جن سے اللہ
 تعالیٰ جو چاہتا ہے گفتگو فرماتا ہے۔ جس آسمان سے جبریل علیہ السلام فرشتوں
 کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے رب تعالیٰ نے کیا
 ارشاد فرمایا ہے؟ جبریل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے اور
 وہی صاحبِ علو ہے (یعنی بلند و بالا ہے)

تھے۔ جب منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنازار و قطار رونے لگا جس کی ہچکیاں تمام صحابہ کرامؓ
 نے سنیں۔

قوله : صُعِقُوا وَخَرُّوا سُجَّدًا

الصعوق غشي کی اُس حالت کا نام ہے جس میں سجدہ بھی ہو۔

قوله : فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جِبْرِيلُ

لفظ "اول" کیون کی خبر مقدم ہے جس کا مؤخر ہونا بھی مستعمل ہے۔

جبریل عبد اللہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ:

جب بشریل کا نام عبد اللہ ،

میسکائیل کا نام عبید اللہ اور

اسرافیل کا نام عبدالرحمن ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو لفظ "ایل" کی طرف منسوب ہو کر استعمال ہو اُس کے معنی

اللہ کی عبادت کرنے والے کے ہوتے ہیں

اس روایت سے حضرت جبریل علیہ السلام کی قدر و منزلت اور ان کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے

اور قرآن کریم بھی اس پر شاہد ہے

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝

ذِي ثُوْقٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ

مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝

بے شک یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان سے پیغام ہے جو صاحب قوت، مالک عرش کے ہاں اُوپنچے درجے والا اور امانت دار ہے۔ (التکویر-۱۹)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ:

"یہ قرآن پاک ایک کریم پیغامبر کا لایا ہوا ہے" (یعنی جبریل کا)

مذکورہ آیت کے ذیل میں ابوصالح نے طویل حدیث کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ اس حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جبریلُ بلا اجازت نُور کے ستر پردوں

میں داخل ہو سکتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح روایت یوں منقول ہے:

رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم

جبریلُ فِي صُورَتِهِ لَهُ

مِثْلَانِ جَنَاحَ كُلِّ جَنَاحَ

مِنْهَا قَدْ سَدَّ الْأَفُقَ يَسْقُطُ

مَنْ جَنَاحَهُ مِنَ النَّهَائِيلِ ڈر کی وجہ سے) اُس کے پردوں سے موتی
وَالذَّرِيرِ وَالْيَاقُوتِ مَا اللَّهُ اور یاقوت گرہے تھے جن کی تعداد کو
بِهِ عِلْمُهُ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اس حدیث پر غور کیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اتنی بڑی ہو سکتی ہے تو اس خالق کائنات کی عظمت، جلالت اور کبریائی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

سب سے اہم مسئلہ جس پر غور و فکر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس خالق کائنات کے علاوہ کون ہے جس کی عبادت کی جائے، جس سے دُعا کی جائے، جس سے ڈرا اور خوف کھایا جائے اور کون ہے جس پر بھروسہ کیا جائے اور اُس سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں اور ان عبادات کے علاوہ دوسری عبادات میں اللہ کے سوا کون تھی ہے؟

فرشتوں کی حالت اور ان کے خوف و وحشت پر ایک نظر ڈالیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس قدر لرزہ بر اندام ہیں، ان کی حالت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے

بَلَىٰ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۗ لَا بلکہ وہ اُس کے صاحبِ عزت بندے
يَسْتَفْتُونَہُ بِالْقَوْلِ ۗ وَهُوَ بِأَمْرِهِمْ ہیں۔ اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے
يَعْمَلُونَ ۗ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اور اسی کے حکم پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ جو
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ أَرَادَ کچھ ان سے پہلے ہو چکا اور جو کچھ اب نہ گا
وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ وہ سب سے آگاہ اور واقف ہے اور وہ کسی
کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس
سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہمیت سے
ڈرتے رہتے ہیں۔

وَمَنْ يَقْلُ مِنْهُمْ إِلَّا إِلَهُ اور جو بھی ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے
مِنْ دُونِهِ ۗ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ بعد میں بھی معبود ہوں تو ایسے ہم دوزخ
جَهَنَّمَ ۗ وَكَذَلِكَ نَجْزِي کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی
الظَّالِمِينَ ۝ (الانبیاء: ۲۲) ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

فَيَقُولُونَ كَلْهَمْ مِثْلَ
مَا قَالَ جِبْرِيلُ - فَيَنْتَهَى جِبْرِيلُ
بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى

پس تمام فرشتے وہی الفاظ کہتے ہیں جو حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں۔
پھر جبریل علیہ السلام اس وحی الہی کو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے پہنچاتے ہیں۔

قوله: فَيَنْتَهَى جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

اس باب میں جن آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اس توحید کی وضاحت اور توضیح کرتی ہیں جس کا بیان کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں ہے کیونکہ وہ ملکِ عظیم جس کے کلام کو سن کر فرشتے خوف و وحشت سے غش کھا کر گر پڑتے ہیں اور تمام مخلوقات اس سے گھبراتی اور کانپتی ہیں اور وہ ذاتِ اقدس ہے جو اپنی ذات اپنی صفات، اپنے علم، اپنی قدرت، اپنی بادشاہت، اپنی عظمت و شرف اور بے نیازی میں تمام مخلوقات سے کامل و اکمل ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور اس کے فیصلے، اس کا تصرف اور اس کی تقدیر مخلوقات میں نافذ اور جاری و ساری ہیں کیونکہ وہ علیم و حکیم ہے پس ایسی باکمال ذاتِ کبریا کے ساتھ کسی کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرانا شرعاً یا عقلاً کسی لحاظ سے بھی درست نہیں۔

جو خود پرورش یافتہ ہو اسے پرورش کنندہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے، اور جو خود عابد ہو، اسے معبود

کیونکر مانا جاسکتا ہے؟

ان کی عقلیں کہاں چلی گئی ہیں اور ان کی قوتِ فہم کیوں سلب ہو گئی ہے۔ تعجب ہے کہ یہ مومن مومن باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں؟ سبحان اللہ عما یشرکون۔

اللہ تعالیٰ تو صاف اور کھلے الفاظ میں فرماتا ہے

إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ إِلَّا ابْنِي الْوَحْيِ
تَمَّ شَخْصٌ جَزَمِينَ وَآسَمَانَ مِنْ هُنَّ سَبَّ خُذَا
كَ رُوْبْرُوْعُ سَلَامَانِهْ حَيْثُ سَعَى

عَبَادًا لَقَدْ أَحْضَهُمْ وَعَدَّهُمْ
عَدَاً وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَرْدًا ۝

گے۔ اُس نے ان کو گھیر رکھا اور شمشا
کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دن
اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔

(سورہ - ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴)

پس بلاشبہ جب تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی غلام اور عبید ہے تو بغیر کسی دلیل و حجت کے
ایک دوسرے کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اپنی رائے کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور اختراعات او
من گھڑت امور میں مبتلا ہیں؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اول سے آخر تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو
صرف اس لیے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو شرک سے بچنے کی تلقین کریں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں
کی عبادت سے منع کریں، اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اطاعت میں ایسا ہی کیا۔

فَجَزَاءُ هُمُ اللَّهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ خَيْرَ الْجَزَاءِ

(ماخوذ از شرح سنن ابن ماجہ)



مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تفسیرِ آیۃ -

① آیتِ کریمہ ”حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ“ کی تفسیر

الثانیہ: مَا فِيهَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَى
إِبْطَالِ الشِّرْكِ خُصُوصًا مَا تَعَلَّقَ
عَلَى الصَّالِحِينَ وَهِيَ
الْآيَةُ الَّتِي قِيلَ إِنَّهَا
تَقْطَعُ عُرُوقَ شَجَرَةِ الشِّرْكِ
مِنَ الْمَتَلَبِ -

② آیت ”حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ“ ابطالِ شرک پر دلیل ہے، خصوصاً
اُس شرک پر جس کا تعلق صلحائے اُمت سے ہے، جو انسان کے دل
سے شرکیہ عقائد کی جڑیں کاٹتی ہے۔

الثالثہ: تفسیرِ قولہ ”قَالُوا الْحَوَىٰ وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ“

③ آیت ”قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ“ کی تفسیر و توضیح

الرابعہ: سَبَبُ سُؤَالِهِمْ عَنِ ذَلِكَ -

۴ فرشتوں کے سوال کرنے کا سبب اور وجہ۔

لِلخَامِسَةِ
أَنَّ جِبْرِيْلَ يُجِيبُهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ
بِقَوْلِهِ "قَالَ كَذًا وَ كَذًا"

۵ فرشتوں کے سوال کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام ان کو جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ یہ ارشادات فرمائے ہیں۔

لِلسَّادِسَةِ
ذِكْرُ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ سَرَفَعُ
رَأْسَهُ جِبْرِيْلُ -

۶ اس بات کی وضاحت کہ غشی کے بعد سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں۔

لِلسَّابِعَةِ
أَنَّهُ يَقُولُ لِأَهْلِ السَّمَوَاتِ كُلِّهْمُ
لِأَنَّهُمْ يَسْأَلُونَهُ -

۷ چونکہ ہر آسمان کے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں لہذا وہ سب کو جواب دیتے ہیں۔

لِلثَّامِنَةِ
أَنَّ الْغَشْيَ يَعْمُ أَهْلَ السَّمَوَاتِ
كُلِّهْمُ -

۸ تمام آسمانوں کے فرشتوں پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

لِلتَّاسِعَةِ
إِرْتِجَافُ السَّمَوَاتِ بِكَلَامِ اللَّهِ

۹ اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمانوں کا لرزنا۔

العاشرة **أَنَّ جِبْرِيلَ هُوَ الَّذِي يَنْتَهِي
بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ -**

⑩ وحی الہی کو صرف جبریل علیہ السلام، جہاں اللہ تعالیٰ اس کو حکم دیتا ہے، منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

الحادية عشر **ذِكْرُ اسْتِزْوَاقِ الشَّيَاطِينِ -**

⑪ شیاطین کے چوری چھپے کلام الہی کو سننے کا ذکر۔

الثانية عشر **صِفَةُ رُكُوبٍ بَعْضِهِمْ بَعْضًا -**

⑫ شیاطین کے صف بصف ایک دوسرے کے اوپر تلے کھڑے ہونے کی صورت اور کیفیت۔

الثالثة عشر **إِرْسَالُ الشَّهَابِ -**

⑬ شیاطین پر شہاب کا گرنا۔

الرابعة عشر **أَنَّهُ تَارَةٌ يُدْرِكُهَا الشَّهَابُ قَبْلَ
أَنْ يُلْقِيَهَا وَ تَارَةٌ يُلْقِيهَا فِي
أُذُنِ وَلِيِّهِ مِنَ الْإِنْسِ
قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهَا -**

⑭ بعض اوقات شیاطین کے سننے سے پہلے ہی شہاب اُن کو خاکستر

بنا دیتا ہے اور بعض اوقات وہ سننے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنے گلے بندھوں کے کانوں میں جا کر ڈال دیتے ہیں۔

كُونُ الْكَاهِنِ يَصَدُقُ بَعْضَ
الْأَحْيَانِ -

اللامعشره

۱۵) بعض اوقات کاہن بھی ٹھیک ٹھیک بات بتا دیتا ہے۔

كُونُهُ يَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ
كَذْبَةٍ -

السامعشره

۱۶) کاہن اگر ایک بات صحیح بتاتا ہے تو اُس کے ساتھ سو جھوٹ
بھی ملا دیتا ہے۔

أَنَّهُ لَمْ يَصَدُقْ كَذْبَهُ إِلَّا بِتِلْكَ
الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعْتَ مِنَ السَّمَاءِ -

السادعشره

۱۷) کاہن کے جھوٹ کو لوگ صرف اس لیے صحیح تسلیم کر لیتے ہیں کہ اُس
نے ایک سچی بات بھی تو کہی تھی اور وہ بھی آسمان سے سُنی گئی تھی۔

قُبُولُ النُّفُوسِ لِلْبَاطِلِ كَيْفَ
يَتَعَلَّقُونَ بِوَأَحَدَةٍ وَ لَا يَتَبَرُّونَ
بِمِائَةٍ -

الثامتعشره

۱۸) نفوسِ انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ غور کیجئے کہ انسان
کاہن کی صرف ایک سچی بات کو تہ نظر رکھتے ہوئے اُسے سچا تسلیم کر لیتا
ہے لیکن اس کے سو جھوٹ کی کیوں کوئی پرواہ نہیں کرتا؟

كَوْنُهُمْ يَتَلَقَى بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ
تِلْكَ الْكَلِمَةَ وَ يَحْفَظُونَهَا وَ
يَسْتَدِلُّونَ بِهَا -

الثامتعشره

۱۹) شیاطین ایک دوسرے سے سُن کر اُسے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے بعض دوسرے جھوٹوں کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

العشرون

إِثْبَاتُ الصِّفَاتِ خِلَافًا لِلْأَشْعَرِيَّةِ
السُّعْطَلَةِ

۲۰) اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات، اشاعرہ معطلہ اس کو نہیں مانتے ہیں۔

الحادية والعشرون

أَنَّ تِلْكَ الرَّجْفَةَ وَالْغَشْيَ
خَوْفًا مِّنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

۲۱) یہ دہشت اور غشی اللہ تعالیٰ کے خوف سے طاری ہوتی ہے۔

الثانية والعشرون

أَنََّّهُمْ يَخِرُّونَ لِلَّهِ سُجَّدًا

۲۲) تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں۔



باب

الشفا علی



اس باب میں

بیان کیا گیا ہے کہ سفارش کی دو قسمیں ہیں۔
ایک سفارش وہ ہے جو قرآن کریم سے
ثابت ہے اور دوسری سفارش وہ ہے
جس کے قائل مشرک ہیں

قَوْلَهُ وَ أَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ
 أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
 مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ
 لَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ (الانعام : ٥١)

اور اے محمد! تم اس (علم وحی) کے ذریعے سے اُن لوگوں کو نصیحت
 کرو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس حال
 میں پیش کیے جائیں گے کہ اُس کے سوا وہاں کوئی (بیباکی اقتدار) نہ
 ہو گا جو ان کا حامی اور مددگار ہو یا ان کی سفارش کرے شاید کہ (اس
 نصیحت سے متنبہ ہو کر) وہ خدا ترسی کی روش اختیار کر لیں۔

قَوْلُهُ : وَ أَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ
 يَخَافُونَ وَ خَشْيَتِ كَيْسَبَابِ كَيْ تَشَانَدِي اَوْر

قَوْلُهُ : بِه :

حضرت ابن عباس رضي الله عنهما نے یہ کہنے کے لفظ سے قرآن کریم اور
 الَّذِينَ يَخَافُونَ اَنْ يُحْشَرُوا اِلَىٰ رَبِّهِمْ سے جو مومن مراد لیے ہیں۔
 فضیل بن عیاض کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی ساری مخلوق کو
 معذوب نہیں ٹھہرایا بلکہ صرف ذوی العقول سے خطاب کیا ہے اور اَنْذِرْ
 بِهِ الَّذِينَ سے وہ مومن مراد ہیں جن کے پہلو میں ايسے دل پائے جاتے
 ہیں جو احکام الہی کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

قَوْلُهُ : لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ :

علامہ الزجاج رضي الله عنه کہتے ہیں۔ یہاں لفظ 'ليس' 'يخافون' کا حال ہے معنی یہ ہیں کہ تیرے
 انذار کے مخاطبین کو یہ سمجھ لینا چاہتے ہیں کہ وہ اس حالت میں اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے
 کہ ان کا کوئی دوست اور سفارشی نہیں ہوگا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى : قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا

کہو شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔

قوله: لعلهم يتقون ،

مطلب یہ کہ ان کو ڈراؤ تاکہ یہ اس دنیا میں ایسی زندگی بسر کرنا شروع کر دیں جو ان کو تہمت کے غلب

سے بچائے۔

قوله: قل ، لله الشفاعة جميعا

اس آیت کے ساتھ اس سے پہلے والی آیت کو ملا کر پڑھا جائے تو مسئلہ بالکل صاف ہو جائیگا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كُنَّا
لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَ لَا
يَعْقِلُونَ ○

کیا اس خدا کو چھوڑ کر ان لوگوں نے
دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان
سے کہو، کیا وہ شفاعت کریں گے،
خواہ ان کے اختیار میں کچھ نہ ہو۔ اور

وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟ (الزمر۔ ۴۴)

اس آیت کریمہ کا مفہوم بالکل وہی ہے جو درج ذیل آیت کا مفہوم ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا
عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَنتِمْ شُرَكَائِي
بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا
فِي الْأَرْضِ
سُبْحٰنَهُ وَ تَعَالٰى عَنَّا
يُشْرِكُونَ ○

یہ لوگ اللہ کے سوا ان لوگوں کی پرستش
کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا
سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے یہ ہیں کہ یہ
اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔
اے محمد! اللہ تعالیٰ ان سے کہو۔
کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو
جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ
زمینوں میں؟ پاک ہے وہ اور بالا

(یعنی - ۱۸) برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے

ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے زعم میں جو شفاعت کا تصور تھا، اس کی تردید فرمائی ہے اور ان کے اس خیال کو شرک سے تعبیر کیا ہے کہ انبیاء و صلحاء شفاعت کرنے والے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

فَلَوْلَا نَصْوَهُمُ الَّذِينَ
اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
قُرْبَانًا آلِهَةً ۗ بَلْ صَلَّوْا
عَنْهُمْ ۗ وَذَلِكِ اِفْكَهُنَّ ۗ وَمَا
كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝

پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد
کی جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے
تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے
معبود بنا لیا تھا؟ بلکہ وہ تو ان سے کھوتے
گئے اور یہ تھا ان کے جھوٹ اور ان بتاؤں
عقیدوں کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے

(الاحقاف: ۲۸)

تھے۔

ان کے اس عقیدے کو کہ جن انبیاء و صلحاء ہم عبادت کرتے ہیں، وہ ہماری شفاعت کریں گے اللہ تعالیٰ نے کذب و افتراء سے تعبیر کیا ہے۔

زیر بحث آیت ”قُلْ يَتْلُو الشَّفَاعَةَ جَمِيعًا“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کا خود مالک ہے اور جن سے مشرکین شفاعت کے طلب گار ہیں ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اسی ذاتِ گرامی سے مانگے جس کے قبضہ و اختیار میں ہر شے ہے۔ ادھر ادھر نہ بھاگا پھرے۔ کیونکہ مانگنا اور دست طلب برابر کرنا عبادت نہ ہے جو صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی بھی حق دار نہیں،

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر میں فرماتے ہیں

”مشرکین جن لوگوں کو اپنا شفاعت کنندہ سمجھتے ہیں ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے چونکہ یہ مقرب اور برگزیدہ ہیں اس لیے یہ ہماری شفاعت کریں گے قرآن مجید نے یہ کہہ کر سفارش کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے اس عقیدہ کی تردید کی ہے“

قوله تعالى : مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ
عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط

کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟

زیر بحث آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
زَمِينَ وَالسَّمَانِ كِي بَادِشَاهَتِ صَرَفِ الْكَلِمِ
کے لیے خاص ہے۔

اس آیت میں غیر اللہ کو شفاعت کا زمرہ وار ٹھہرانے کی مزید تردید کی گئی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ
تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور شفاعت بھی اسی کی ملکیت اور اختیار میں ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ ہی
مالک حقیقی ہے تو غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنا باطل اور لغو قرار پایا قرآن کریم میں ہے

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ ط (البقرة - ۲۵۵)
کون ہے جو اُس کی جناب میں اس کی
اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔
اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ
أُذِنَ لَهُ ط (الانبیاء - ۲۸)
وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس
کے جس کے حق میں سفارش سُننے پر
اللہ راضی ہو۔

مفسر قرآن علامہ ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

” مشرکین نے یہ کہا کہ ہم کسی دُشمن اور حتم کی قطعاً پوجا نہیں کرتے ہم تو ان
اولیائے کرام کے نام کی نذر دنیا صرف اس لیے دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ ہم گنہگاروں
کے لیے قرب الہی کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیات
نازل فرمائیں۔

لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْنَا
تَرْجِعُونَ ○
زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی
کے لیے تھے اور پھر اسی کی طرف
لوٹنا ہے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي
السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا
إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ
يَشَاءُ وَ يَرْضَى.

آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، ان کی شفاعت کچھ بھی
کام نہیں آ سکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت
نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرضداشت سُنانا چاہے اور اس کو پسند کرے۔

یعنی سفارش بھی اسی کی ہوگی، جس کے قبضہ و قدرت کے دائرے آسمان و زمین تک سمیت

پذیر ہیں۔

قَوْلُهُ: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ

سابقہ آیات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ قرآن کریم نے غیر اللہ سے طلب کردہ شفاعت

کو باطل قرار دیا ہے۔ شفاعت کا حق دار اس کے نزدیک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس شفاعت کا ذکر ہے جو میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے

حکم سے کی جائے گی۔ اس سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ اللَّهُ تَعَالَى اجازت

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا (ظ - ۱۰۹) دیدے، اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

اس سے پتا چلا کہ جب کسی شخص میں دو شرطیں پائی جائیں گی تو وہ سفارش کر سکے گا۔

۱۔ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے کہ تم سفارش کر سکتے ہو۔

۲۔ جس کے لیے شفاعت کرنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کی سفارش سے راضی ہو گا جس نے اپنے ظاہری اور باطنی اعمال کو صرف

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی زندگی بھر غلصلاً عبادت کی اور اپنے رب کے

اس حالت میں ملا کہ دل شگوبک و شہادت سے پاک تھا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ -

(لئے نبی! ان مشرکین سے) کہو کہ پکار دو کھو ان اپنے معبودوں کو جنہیں تم
اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔

آئندہ صفحات میں شیخ الاسلام کے کلام میں بھی ہم ان کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ
قوله: وكم من ملك في السموات
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں

”اس آیت کریمہ اور سابقہ آیات یعنی مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ“
اور ”وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَن أَذِنَ لَهُ“ کا مطلب ایک ہی ہے
ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مقرب اور برگزیدہ فرشتوں کا یہ عالم ہے کہ وہ بھی بالنگاہ
قدس میں دم نہیں مار سکتے تو یہ جاہل اور احمق لوگ غیر اللہ اور معبودانِ باطل سے کس طرح
توقع اور امید لگائے بیٹھے ہیں؟ جن کی عبادت کا اللہ تعالیٰ نے نہ شریعت میں کوئی
حکم فرمایا اور نہ اجازت دی۔ بلکہ اس کے برعکس تمام انبیائے کرام کے ذریعہ سے
اس کی تردید اور ممانعت فرمائی اور اپنی نازل کردہ کتب میں اس کی نفی کی۔“

قوله: قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

امام ابن قیم رحمہ اللہ ان آیات پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ
”اللہ تعالیٰ نے ان تمام اسباب اور ذرائع کو کالعدم قرار دے دیا ہے
جن کو کسی نہ کسی صورت میں مشرکین عقیدہ سفاکش کو ثابت کرنے کے لیے استعمال
کرتے ہیں۔ اس لیے کہ مشرک غیر اللہ کو صرف اس لیے معبود بنا تا ہے کہ اُسے اس
سے کوئی فائدہ اور نفع حاصل ہو۔ لیکن جب تک کسی شخص میں مندرجہ ذیل چار صفات
نہ پائی جائیں اس وقت تک اُس سے نفع کی توقع جھٹ ہے۔“

۱ — اُسے نفع اور فائدہ پہنچانے پر قدرت یا ملکیت اور اختیار حاصل ہو۔

۲ — ملکیت حاصل نہ ہو تو شریک ملکیت ہو۔

لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ

وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔

۳۳ — شرک بھی تیسرے ہو تو مالک کا معنی دمدگار ہو۔

۳۴ — اگر دمدگار بھی نہیں تو کم از کم مالک کے ہاں اس کی یہ حیثیت تو مسلم

ہو کہ اس کی سفارش اس کے ہاں مانی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان چاروں مراتب کی کلیۃً نفی اور تردید فرمادی

ہے اور صرف اس شفاعت کو برقرار رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وقوع

پذیر ہوگی اور اس میں شرک کا قطعاً کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

پس ایک عقل مند اور صاحب بصیرت شخص کے لیے اس آیت میں ہدایت

اور دلائل کی دولت موجود ہے اور توحید الہی کو سمجھنے کے لیے شمع نور ہو رہا ہے۔

شرک و بدعت کی جڑیں کاٹنے کے لیے یہ آیات توار بے نیام کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم اس قسم کی آیات سے بھرا ہوا ہے لیکن افسوس ہے کہ

لوگوں کی اکثریت اس پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے

وہ یہ کہ لوگوں میں شعور کا مادہ ختم ہو چکا ہے اور شرک و بدعت میں اس قدر آگے

نکل گئے ہیں کہ ان کا واپس آنا مشکل نظر آتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مشرکین یہ خیال

کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے جو سوچ اور فکر ان کو دیا ہے وہ اس کے واحد

دارث ہیں جس کی حفاظت ان کا فرض ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان

کا قلب فہم قرآن کے درمیان حائل ہے۔

بخدا! ان مشرکین کے آباؤ اجداد، اپنے ہی جیسوں کو یا اپنے سے زیادہ

شریروں کو وارث بنا گئے ہیں چنانچہ قرآن پاک ان کو اور ان کو برابر رکھتا ہے۔

وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شَرِكٍ وَمَا
لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ

وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں، ان میں سے کوئی
اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

○— مُردوں سے اپنی حاجات طلب کرنا اور

○— اُن سے استغاثہ اور فریاد کرنا۔

دنیا میں سب سے بڑا شرک ہے۔ اس لیے کہ انسان گھرنے کے بعد اس کے
اعمال کا سلسلہ منقطع اور ختم ہو چکا ہے اور جب وہ خود اپنی جان کے نفع و نقصان
کا بھی مالک نہیں رہا تو وہ دوسرے کی فریاد سن کر کیا جواب دے گا؟ اب تو
دوسروں کی شفاعت اس کے لیے ممکن ہی نہیں رہی۔

شفاعت طلب کرنے والا اور جس کو شفاعت کنندہ سمجھ لیا گیا دونوں ہی
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برابر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مقدس میں اس کی
اجازت کے بغیر کسی شخص کا شفاعت کرنا تو درکنار اونچی آواز سے بول بھی نہیں
سکتا— اور سب سے غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے
استغاثہ، فریاد رسی اور سوال کرنے کو اپنی رضا کا سبب اور ذریعہ بھی نہیں
قرار دیا بلکہ اس کو عدم اجازت اور شرک سے تعبیر فرمایا ہے اور اپنے غضب
اور قہر کا باعث ٹھہرایا ہے۔

اب ہر مشرک کی یہ کیفیت جو چلی ہے کہ اس نے غیر اللہ سے فریاد کر کے
حقیقت میں اپنی حاجت اور طلب کے درمیان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو حائل
کر لیا ہے۔

معبود حقیقی کے ساتھ شرک، اُس کے دینِ خالص میں تغیر و تبدل،

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ -

اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اُس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔

اہل توحید سے عداوت اور دشمنی یہ سب عیب مشرکین نے اپنے اندر جمع کر رکھے ہیں۔ ان کا شرک کرنا، خالق کائنات میں عیب اور نقص نکلانے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور موحدین کی مذمت اور ان سے عداوت ہے۔ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہل توحید مردوں کی تنقیص کرتے ہیں۔ حالانکہ خود ان کا عمل یہ ہے کہ شرک کی جھم سے اللہ تعالیٰ کی تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان معنوں میں کہ ان کے بارہ میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ بزرگ ان کے اس شرک پر خوش ہیں اور یہ کہ خود انہوں نے ان کو شرک کی تلقین کی ہے۔ اور یہ ان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ شرک کرنے والے انبیاء و رسل کے ہر دور اور ہر جگہ دشمن تصور کیے گئے ہیں۔

خصوصاً جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا گیا ان میں تو بہت زیادہ نقص نکلانے کی اس وجہ سے کوشش کی گئی کہ وہ ہماری ان عبادتوں پر راضی ہیں اور یہ کہ ان کو اس قسم کی عبادت کا انہوں نے خود حکم دیا تھا اور اس عبادت سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

اس طرح کا کردار ادا کرنے والے مشرکین ہمیشہ کثیر تعداد میں اس دنیا میں رہے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ انبیاءِ کرام کی مخالفت کی ہے۔ اس شرک کی وجہ سے وہ ہی بچ سکتا ہے۔ جو توحید کو صرف اللہ کے لیے خاص کرے، اللہ تعالیٰ

قال ابو العباس رضي الله عنه نفى الله عما سواه كل ما يتعلق به المشركون فنفي أن يكون لغيره ملك أو قسط منه أو يكون عوناً لله

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کر دی جن سے مشرکین سند پکڑتے ہیں اور خصوصاً اس بات کی نفی کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آسمان و زمین میں کسی قسم کی قدرت ہو یا قدرت کا کچھ حصہ یا وہ اللہ کی کچھ مدد کرتے ہوں۔

کی رضا کے لیے مشرکین سے دشمنی مول لے، ان کے ظلم و ستم برداشت کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست، اللہ اور معبود سچے تمام دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر صرف اللہ سے پیمان محبت باندھے۔ ساری کائنات کا ڈر قلب سے محو کر کے فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرے اللہ ہی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھے اور اپنی عجز و انکساری صرف اسی کے سامنے پیش کرے۔ توکل اور بھروسہ ہو تو اللہ پر، کسی وقت ابداد کا طالب ہو تو اللہ سے، گزر گزارے تو اسی کے سامنے، استغاثہ دائر کرے تو اسی کی بارگاہ قدس میں، مقصود و منتہی اسی کو قرار دے۔ غرض اپنے تمام امور اس کی مرضی اور حکم کے مطابق انجام دینے کی طرح ڈالے، اور اسی کی رضا کا طالب رہے۔ جب سوال کرے تو اسی ایک اللہ سے،

اعانت کا خواہاں ہو تو اسی ایک اللہ سے،

کوئی بھی عمل کرے تو اسی وحدہ لا شریک کے لیے۔

خود بھی اور اپنے تمام امور اور معاملات میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہو کر رہ جائے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان آیات پر جو سیر حاصل بحث کی ہے حقیقت میں انہوں نے

وَلَمْ يَبْتَ إِلَّا الشَّفَاعَةَ فَبَيَّنَ أَنَّهَا
لَا تَنْفَعُ إِلَّا لِمَنْ أَدِنَ لَهُ الرَّبُّ كَمَا قَالَ
وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى (الأنبياء: ٢٨)
فَهَذِهِ الشَّفَاعَةُ الَّتِي يَنْظُمُهَا الْمُشْرِكُونَ
هِيَ مُنْتَفِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا نَفَاهَا
الْقُرْآنُ

باقی رہی سفارش، تو یہ بھی اُسے نفع دے گی جس کے بارے میں بت کریم
اجازت عطا فرمائے، جیسا کہ فرمایا ”وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے
جس کے حق میں سفارش سُننے پر اللہ راضی ہو۔“
البتہ قیامت کے دن وہ شفاعت جس کے مشرکین قائل ہیں اُن کے
حق میں نہ ہو سکے گی کیونکہ قرآن کریم نے اس کی صراحت کے ساتھ اور غیر مبہم لفظ
میں تردید کی ہے۔

دین اسلام کا بہترین نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا ہے اور اسی مفہوم کو قرآن کریم نے ان الفاظ سے
تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا	اس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی
مَعَنْ أَسْلَمَ	ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے
وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ	سربلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا
مُعْتِسِمٌ وَ	اور یک ستر ہو کر ابراہیم علیہ السلام
اتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا	کے طریقے کی پیروی کی اس ابراہیم

وَ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ : أَنَّهُ يَأْتِي
فَيَسْجُدُ لِرَبِّهِ وَيَحْمَدُهُ - لَا يَبْدَأُ بِالشَّفَاعَةِ
أَوْلًا ثُمَّ يُقَالُ لَهُ : اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ
يُسْمَعُ وَ سَلْ تُعْطَ وَ اشفِغْ تُشْفَعُ -

وقال ابوهريرة رضي الله عنه : "مَنْ أَسْعَدَ النَّاسِ

بِشَفَاعَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اور فوراً شفاعت نہیں کریں گے بلکہ آپ سے پہلے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونگے، اُس کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔ پھر آپ کو حکم ہوگا کہ اپنا سر مبارک اٹھاؤ۔ آپ کی بات کو سنا جائے گا اور جو سوال کرے گا وہ دیا جائے گا اور سفارش کیجئے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون خوش نصیب اور سعید شخص ہے جو آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا؟"

وَ اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ○ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے طریقے کی جسے اللہ

(النساء ۱۲۵) نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔

قولہ : قال ابو العباس :

ابو العباس شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحارانی رضي الله عنه کی کنیت ہے جو بالاتفاق اہل سنت کے نزدیک امام اور پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں۔

قولہ : قال ابوهريرة :

اس روایت کو امام بخاری اور امام نسائی نے بھی حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه ہی سے روایت

قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا
مِنْ قَلْبِهِ - فَتِلْكَ الشَّفَاعَةُ لِأَهْلِ الْإِخْلَاصِ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَ لَا تَكُونُ لِمَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ -

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے دل کی گہرائیوں سے
کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے۔ پس ثابت ہو کہ یہ شفاعت اُن کو حاصل ہو
گی جو اپنے اعمال و افعال میں مخلص ہوں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت
سے لیکن مشرکین کی شفاعت ہرگز نہ ہو سکے گی۔

کیا ہے امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ابن تہان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا
وَشَفَاعَتِي لِمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا يُصَدِّقُ
قَلْبُهُ لِسَانَهُ وَ لِسَانُهُ قَلْبَهُ
وہ شخص میری شفاعت کا حق دار ہوگا
جس نے اخلاص قلب سے لا الہ الا اللہ
کا اقرار کر لیا اور جس کے دل نے اس
کی زبان کی اور زبان نے اس کے
دل کی تصدیق کی۔

اس حدیث کے ہم معنی ایک حدیث صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس
میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ
فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ
وَإِنِّي أُنْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً
لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَبِعَمَلِ
نَائِلُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ
ہر نبی سے مخصوص دعا قبول کرنے کا
وعدہ کیا گیا چنانچہ ہر نبی نے اسی دنیا
میں وہ دعا مانگی لی البتہ میں نے اس
دعا کو چھپا کر رکھا ہے تاکہ قیامت کے
دن اپنی امت کی شفاعت کر سکوں۔

مَا تَلَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا
پس اس دعا کا ہر اس شخص کو فائدہ پہنچے
گا جو شرک سے بچ سکا کہ زندگی گزار گیا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مجدد الدعوة الاسلامیہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل فرمایا ہے جو اس پورے باب کی تشریح اور تفسیر کے لیے کافی دوائی ہے، جس میں تحقیق بھی ہے اور ایجاز و اختصار بھی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاص کی جو بہترین تعریف کی ہے، وہ یہ ہے
الْإِخْلَاصُ مَحَبَّةُ اللهِ وَحَدَّةٌ
میں اس کی رضا جوئی کا نام اخلاص
وَأَزَادَةٌ وَحُمِيمٌ
ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے مطلب کے بارے میں

فرماتے ہیں

اس حدیث پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف توحیدِ خالص کو شفاعت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے، اور مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہ غیر اللہ سے محبت اور ان کی عبادت کی بنا پر اور ان کو سفارش ہی سمجھ کر شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اس زعمِ باطل کے برعکس فرمایا کہ شفاعت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے توحید میں تجرید و اخلاص کا پایا جانا۔ جب اخلاص پیدا ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔

مشرکین کی جہالت یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن کو انہوں نے اپنا دلی دوست، اور سفارش ہی سمجھ رکھا ہے وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور اس کی بارگاہ میں ان کے لیے نفع رساں ثابت ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ بادشاہوں کے مقررین اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچا دیتے ہیں مشرکین اس بات کو بالکل بھول گئے ہیں کہ اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی

وَحَقِيقَتُهُ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ هُوَ
الَّذِي يَتَفَضَّلُ عَلَى أَهْلِ الْإِخْلَاصِ
فَيَغْفِرُ لَهُمْ بِوَاسِطَةِ دُعَائِهِ مَنْ أَدِنَ لَهُ
أَنَّ يَشْفَعَ لِيُكْرِمَهُ وَ يَنَالَ الْمَقَامَ
الْمَحْمُودَ - www.KitaboSunnat.com

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے گا۔
ان کی دُعا کی وجہ سے اہلِ اخلاص پر اپنا خاص فضل و کرم کرتے ہوئے معاف فرما
دے گا تاکہ ان کی عزت و تکریم ہو اور وہ قابلِ تعریف مقام حاصل کر لیں۔

سفارش کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی شخص کی سفارش
ممکن ہے جس کے اعمال و افعال اور کردار پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

امام ابن قیمؒ نے پہلی فصل میں قرآن کریم کی یہ آیت نوٹ کی ہے

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ ط (البقرة - ۲۵۵) اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟

اور دوسری فصل میں۔ یہ آیت ذکر کی ہے کہ

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ
أَرَادَ تَحْتَهُ

اللہ راضی ہو۔

رہی تیسری فصل تو اس میں فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کسی کے قول و عمل پر اس وقت تک قطعاً اظہارِ رضامندی

نہیں کرتا جب تک کہ وہ توحیدِ خالص کا حامل اور رسولِ کریم ﷺ کا
متع نہ ہو۔

فَالشَّفَاعَةُ الَّتِي نَفَاهَا الْقُرْآنُ
مَا كَانَ فِيهَا شِرْكٌ وَ لِهَذَا أَثَبَتَ
الشَّفَاعَةَ بِإِذْنِهِ فِي مَوَاضِعَ -

پس قرآن کریم نے جس شفاعت کی تردید کی ہے وہ ایسی شفاعت ہے
جس میں شرک کی آمیزش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر
شفاعت کو اپنی اجازت سے ثابت اور مقید کر دیا ہے۔

یہ تینوں فصلیں اُس شخص کے دل سے شرک کی جڑیں کاٹنے کے لیے
کافی ہیں، جس میں عقل و خرد کا مادہ موجود ہے اور وہ غور و فکر کے لیے بھی تیار
ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ شفاعت کی
چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی: شفاعت کبریٰ ہے، جس سے اولو العزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والتسلیم بھی گھبرا جائیں گے۔ حتیٰ کہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آپہنچے گا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے

”انا لھا“ کہ یہ میرا ہی کام ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آئے گا جب کائنات
یکے بعد دیگرے تمام انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کے لیے عرض کیگی
کہ اس مقام کے عذاب سے لوگوں کو نجات مٹی چاہئے۔ اس شفاعت کے
وہی لوگ مستحق ہوں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا

۲۔ دوسری شفاعت دخول جنت کی ہوگی۔ اس کا مفصل بیان
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جو صحیحین میں مروی ہے
۳۔ تیسری شفاعت ان لوگوں کی ہوگی جو امت محمدیہ میں سے ہوتے

وَقَدْ بَيَّنَّ الشَّيْخُ رَضْوِي أَنَّهَا لَا تَكُونُ إِلَّا لِأَهْلِ التَّوْحِيدِ وَالْإِحْلَاصِ - انتهى كلامه

اور نبی رحمت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صاف اور واضح طور پر فرمایا کہ یہ شفاعت نصرت
موتدین اور سچی توحید والوں کے لیے ہوگی۔

ہوئے اپنے گناہوں کی پاداش میں دخولِ جہنم کے مستوجب قرار پائیں گے
لیکن آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ان کی شفاعت
کریں گے تاکہ یہ لوگ دوزخ میں نہ جاسکیں۔

۴۔ جو سچی شفاعت ان اہل توحید کے لیے ہوگی جو اپنے گناہوں
کی وجہ سے جہنم میں سزا بھگت رہے ہوں گے۔

احادیث متواترہ، اجماع صحابہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اور اہل سنت کا اس پر اتفاق
ہے کہ اہل توحید اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا بھگتیں گے۔

جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، ان نفوسِ قدسیہ نے ان کو بدعتی قرار دیا
ہے، ان کی تکبیر کی ہے اور ان کو گمراہ ٹھہرایا ہے۔

۵۔ پانچویں شفاعت صرف اہل جنت کے لیے ہوگی تاکہ ان کے
اجرمیں اضافہ کیا جلتے اور ان کے درجات بلند کیے جائیں۔ اس شفاعت میں
کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مندرجہ بالا پانچوں شفاعتیں صرف ان مخلصین کے لیے ہیں جنہوں نے
کسی غیر اللہ کو نہ اپنا ولی بنایا اور نہ شفاعت کنندہ سمجھا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے
وَأَسْتَدِرُّ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اور اسے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تم اس علم
أَنْ يُحْشَرُوا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وحی کے ذریعے سے ان لوگوں کو
إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ نصیحت کرو جو اس بات کا خوف رکھتے
كَبُّهُ مِنْ دُونِهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس

مَسَائِل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تَفْسِيرُ الْآيَاتِ -

① آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر۔

الثانیہ: صِفَةُ الشَّفَاعَةِ الْمَسْفِيَةِ -

② ناقابلِ قبولِ شفاعت کی توضیح و تشریح۔

الثالثہ: صِفَةُ الشَّفَاعَةِ الْمُثْبِتَةِ -

③ اُس شفاعت کا تذکرہ جو مومنین کے لیے فائدہ مند ہوگی۔

حَالِ فِيهِمْ يَدْلُو
شَفِيعٌ
حال میں پیش کیے جائیں گے کہ اس
کے سوا وہاں کوئی (ایسا ہی اقدار)

نہ ہوگا جو ان کا حامی و مددگار ہو یا ان
(الانعام - ۵۱)

کی سفارش کرے۔

۶۔ چھٹی شفاعت بعض اہل جہنم کفار کے لیے ہے تاکہ ان کے خدا میں

تخفیف کی جائے اور یہ صرف اہل طوبیٰ کے لیے خاص ہے۔

انتہی کلامہ ابن القیث

ذِكْرُ الشَّفَاعَةِ الْكُبْرَى وَ هِيَ
الْمُقَامُ الْمَحْمُودُ -

الرابعة

③ شفاعتِ کبریٰ کا ذکر جسے مقامِ محمود بھی کہتے ہیں۔

صِفَةٌ مَا يَفْعَلُهُ ﷺ أَنَّهُ لَا
يَبْدَأُ بِالشَّفَاعَةِ بَلْ يَسْجُدُ فَإِذَا
أُذِنَ لَهُ شَفَعَ -

الخامسة

⑤ رسولِ کریم ﷺ کے شفاعت کرنے کے طریقے کی وضاحت
کہ آپ لوگوں کی بات سنتے ہی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ سب پہلے
بارگاہِ الہی میں سجدہ ریز ہوں گے جب اجازتِ شفاعت ملے گی تو شفاعت
کریں گے۔

السابعة

④ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال کرنا کہ ”یا رسول اللہ ﷺ!
وہ کون خوش نصیب اور سعید شخص ہے جو اس شفاعت کا حق دار ہوگا؟

السابعة

⑤ یہ شفاعت اُس شخص کے لیے قطعاً نہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ
شرک کیا ہے۔

الثامنة

⑧ شفاعت کی حقیقت و ماہیت کا بیان۔

باب قول اللہ کے

بَابُ الْوَعْدِ وَالْكَرَامَاتِ

بِهَدْيٍ مِنْ يَشَاءُ



اس باب میں

اس حقیقت کی وضاحت کی گئی ہے کہ رُشد و
ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے
جس کو چاہے ہدایت کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کی
توفیق عطا کرے اور جس سے چاہے یہ دولت چھین لے

قَوْلَهُ تَقَالِي إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَ هُوَ
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (القصص- ۵۶)

اے نبی! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت مستبول کرنے
والے ہیں۔

قَوْلَهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ :

اس آیت کریمہ کا شان نزول رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی موت تھی اس
کی موت اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب و عقیدہ پر ہوئی۔ اس کی تفصیلات اسی باب میں آگے
آ رہی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ
” اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ سے یہ فرماتا ہے کہ اے محمد!
ﷺ ہر اُس شخص کو جس سے آپ کو محبت ہو، ہدایت اور سیدھے راستہ
پر لانا آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کا کام صرف تبلیغ دین ہے کسی کو
ہدایت سے نوازنا اللہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو بہت
اچھی طرح سمجھتا ہے۔“

اس مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بھی واضح فرمایا ہے۔ جیسے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَ (اے میرے رسول کریم ﷺ!)
لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (البقرہ - ۲۴۲)
ان کو ہدایت اور راہِ راست پر لانا
آپ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ

جسے چاہتا ہے فوراً ہدایت سے منور
فرماتا ہے۔



و فِي الصَّحِيحِ عَنْ ابْنِ الْمَيْتِبِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا
حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ ذَا الْوَفَاةِ جَاءَهُ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ وَعِنْدَهُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي أُمَيَّةَ
وَ أَبُو جَهْلٍ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سعید رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اپنے باپ حضرت مینب
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب ابوطالب کی وفات کے آثار دکھائی
دیے تو رسول اللہ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے۔
اُس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابوامتیہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔

ایک اور جگہ پر یوں ارشاد ہوتا ہے
وَمَا آكُفَّرُ النَّاسَ وَ تَوَّ
عَرَضَتْ يَمْحُومِينِ ○
ایمان کی دولت سے بے ہمسردی
رہیں گے اگرچہ آپ کا تباہی جی چاہتا ہو
(یوسف - ۱۰۴)

شارح رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جس ہدایت کی نفی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ
ہدایت کی توفیق دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہے اس کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہی
اس پر قدرت رکھتا ہے۔

البتہ مندرجہ ذیل آیت میں جس ہدایت کا ذکر کیا گیا ہے، اُس سے ہدایت کی تشریح اور
اس کی وضاحت مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ پر جو ذمہ داری عائد
کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ آپ دین اسلام اس کے احکام اور اللہ کی ہدایت کو لوگوں پر واضح فرمادیں
آیت یہ ہے۔

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ ○ (الشعراء - ۵۲)
اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک
سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں

فَقَالَ لَهُ يَا عَمْرُؤُا !

آنحضرت ﷺ نے فرمایا، چچا جان !

قوله عَنِ ابْنِ الْمَسَيْبِ :

یہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا مختصر نسب نامہ یہ ہے۔

سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم القرظی

المخزومی۔

حضرت سعید بن مسیب کا شمار ان سات علما اور کبار فقہا میں ہوتا ہے جو جماعت تابعین میں بہت ہی نامور اور عظیم المرتبت تھے۔ اہل الحدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس قدر بھی مراسیل منقول ہیں ان میں سعید کی مراسیل بہت ہی صحیح ترین ہیں۔ ان کے بارے میں ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

لَا أَعْلَمُ فِي التَّابِعِينَ

أَوْسَعَ عِلْمًا مِنْهُ

مجھے تابعین میں سعید بن مسیب سے بڑھ کر کوئی صاحب علم دکھائی نہیں دیتا۔

ان کی عمر اسی سال کے لگ بھگ تھی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئے۔

ان کے والد ماجد حضرت مسیب رضی اللہ عنہ صحابی تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت سعید کے جد امجد حضرت حزن رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول

تھے جنہوں نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

قوله: لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ. الْوَفَاةُ ،

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابوطالب پر موت کی علامات اور اس کے آثار ظاہر ہوئے

قوله: جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ (ﷺ)

جب ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ابوطالب کے پاس بیٹھے تھے مگر اس وقت

مسیب رضی اللہ عنہ بھی وہیں بیٹھے ہوں۔ کیونکہ یہ تینوں قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے اور وفات

ابی طالب کے وقت تینوں کافر تھے۔ ابو جہل تو حالت کفر ہی میں مرا اور باقی دونوں نے دولتِ سلام

سے متنع ہونے کا شرف حاصل کیا۔

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَحَاجُ لَهَا عِنْدَ اللَّهِ -

کلمہ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کر لو، میں تمہارے لیے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور دلیل پیش کروں گا۔

قوله يَا عَادُ .

یہ مضاف منادی ہے اس میں حرف ”یا“ کو باقی رکھنا بھی جائز ہے اور حذف کرنا بھی یعنی ”یا عادم“ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ”یا عجمی“ بھی۔ یہاں ”یا“ محذوف ہے اور ”میم مکسورہ“ ہے جو اس کی ”یا“ پر دلالت کتا ہے۔

قوله لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ :

رحمۃ للعالمین ﷺ نے ابوطالب کو کلمہ توحید کے اقرار کرنے کی ترغیب دی لیکن ابوطالب نے انکار کر دیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ علم ولعین کے ساتھ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ شرک اور مشرکین سے کلیتہً اظہار برادرت کیا جائے اور تمام عبادات پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کی جائیں اور یہ کہ اسلام کے وا ترے میں داخل ہوا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مطلب کو خوب سمجھتے تھے۔ اس وقت مکہ الکریمہ میں دو ہی قسم کے لوگ تھے مسلمان اور کافر۔ اس کلمے کا اقرار وہی شخص کرتا تھا جو شرک سے بالکل بیزار ہو جاتا اور قطع علاقہ کر لیتا تھا۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرما کر مکہ المکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت فرمائی، اور مژدہ مسلمان جمع ہو گئے تھے، وہاں ایسے منافق بھی تھے جو صرف زبان سے کلمہ توحید ادا کرتے تھے لیکن اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کے باوجود اس پر دل سے یقین نہ رکھتے تھے ان کے دل بغض عداوت اور شوک و شہامت سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ صرف ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ بعض اعمال میں شرکت کرتے تھے باطن ان کے مخالف تھے۔

مدینہ طیبہ میں یہود بھی سکونت پذیر تھے لیکن جیسا کہ کتب حدیث و سیر میں منقول ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان سے وعدہ اور اقرار لے لیا تھا کہ وہ نہ تو مسلمانوں سے خیانت

فَقَالَ لَهُ أَتَرَعَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ ؟

ابو جہل اور عبداللہ بن ابوامیہ بولے ”کیا عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟“

کریں گے اور نہ ان کے خلاف کفر کی حمایت و نصرت کریں گے۔

قَوْلُهُ كَلِمَةً :

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

”لفظ ”کلمۃ“ منصوب ہے کیونکہ یہ لآلہ إلا اللہ کا بدل ہے۔ اس کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس صورت میں اس کو مبتداء مخدوف کی خبر قرار دیا جائے گا۔“

قَوْلُهُ أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ :

احاج میں حرف ”ح“ ”مشد ہے جو ”حاجۃ“ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ اگر حالت موت میں بھی لا الہ الا اللہ کہ لیا جائے تو اس کو حجت قرار دیا جاتا ہے۔

اگر ابوطالب مرتے وقت بھی اس کلمہ کا اقرار کر لیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور دلیل

اس کی اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا دار و مدار خلتے پر ہے۔ کیونکہ اگر ابوطالب

خلوص دل سے اور ان تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوتے جو نفی و اثبات کی صورت میں لا الہ الا اللہ

سے وابستہ ہیں یہ کلمہ پڑھ لیتا تو وہ لازماً اس کے لیے شہود مند ثابت ہوتا۔

قَوْلُهُ : فَقَالَ لَهُ أَتَرَعَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ :

یہ وہی حجت ملعونہ ہے جو تمام مشرکین نے اپنے رسولوں کے سامنے پیش کی تھی جیسا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کہتا ہے



فَاعَادَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَاعَادَا - فَكَانَ آخِرُ مَا قَالَ -

رسول اکرم ﷺ بار بار کلمہ شہادت کی ترغیب دیتے تھے اور وہ دونوں
الوطالب کو اپنے مذہب پر قائم رہنے پر اصرار کرتے تھے۔
الوطالب کی آخری بات یہ تھی کہ

فَمَا بَالُ الْقَوْمِ الْأُولَى ؟ تو اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے لوگوں کا کیا حال
(ظن - ۵۱) ہوا ؟

قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں
وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
فِي قَوْمٍ مِنْ تَبْذِيرِ الْأَقَالِ
مُتْرَفُوهَا إِنَّمَا وَعَدْنَا آبَاءَنَا
عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ شَرِّهِمْ
مُقْتَدِرُونَ ○ (الزمر - ۷۳)
اور اسی طرح ہم نے آپ سے
پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا
مگر اُس کے خوشحال لوگوں نے یہی
کہا کہ ہم نے اپنے باپ اجداد کو ایک
طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی
کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔

قوله: فَاعَادَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَاعَادَا ۱

حدیث کے ان الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابوہل اور عبداللہ بن ابوامیہ اس
کلمہ لا الہ الا اللہ کے مقضیات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُس وقت ان دونوں نے یہ جھانپ
لیا تھا کہ اگر ابوطالب نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اس نے
عبدالمطلب کے مذہب سے انظار بے زاری کر دیا ہے۔ عبدالمطلب کا مذہب شرک فی الاوثانیت
ہی تو تھا۔ البتہ توحید ربوبیت کا جیسا کہ پہلے گزر چکا، کافر و مشرک سب اقرار کرتے تھے۔
ابراہیم بادشاہ کو جو بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا عبدالمطلب نے یہی جواب تو دیا تھا کہ

اَنَا دَبُّ الْاِیْلِ وَالْبَسِیْتُ
 رہا بیت اللہ کا معاملہ تو اس کا مالک
 یہ اونٹ میرے ہیں یہ بھے وا پس کر دو۔
 موجود ہے وہ تم سے خود نمٹ لے گا

یہ جملہ ابوجہل اور اُس کے ساتھی نے اُس وقت کہا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کو لالہ الا اللہ کے اقرار کی ترغیب دی تھی۔ انہوں نے اس کلمہ کے تقاضوں اور مدلول پر عمل کرنے کو حقارت اور تکبر کی نگاہ سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان جیسے دوسرے مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے کہ

اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيلَ لَهُمْ
 لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ
 وَيَقُوْلُوْنَ اٰمِنًا اِنَّا كُنَّا
 اِلٰهِنَا يٰۤاَسٰعِیْرَ تَجْحَنُوْنَ
 وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا
 جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہی
 نہیں تو تکبر کیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ
 کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر
 دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔
 (الشُّفْت - ۳۶، ۳۷)

اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

بَلْ جَاءَ الْحَقُّ وَوَصَّدَقَ
 الْمُرْسَلِیْنَ
 یہ تو ایک سچا دین لے کر تمہارے پاس
 آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی
 تصدیق بھی کرتے ہیں۔
 (الشُّفْت - ۳۷)

لالہ الا اللہ سے مشرکین کے انکار اور استکبار کی وجہ بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا یہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور جن پر معبود اور الہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، کلمہ لالہ الا اللہ ان کے اس عقیدہ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ یہ کلمہ اخلاص پر دلالت کرتا ہے اور مشرکین کے عقائدِ شرکیہ کے ابطال اور ان کے معبودانِ باطلہ کی نفی کو متضمن ہے۔

ابوطالب کے ہدایت یاب نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں ان میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ

لوگوں کو اس بات کا علم اور یقین ہو جائے کہ کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس کے سوا کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے اور اگر
 ○ لوگوں کے دونوں کو ہدایت کی طرف متغیت کرنا۔

مَوْعَلَىٰ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ أَبِي
 أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ
 ﷺ لَا سَتَغْفِرَ لَكَ مَا لَمْ أَنَّهُ
 عَنكَ -

”وہ عبدالمطلب کے دین پر ہی قائم رہے گا اور اُس نے لا الہ الا اللہ کے
 اقرار سے انکار کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ جب تک
 مجھے روک نہ دیا گیا میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔“

○ — مصائب و مشکلات سے نجات دلانا۔

○ — ان کو عذابِ الہی سے بچانا

اور ان جیسے دوسرے امور آنحضرت ﷺ کے اختیار میں ہوتے جو کہ تمام
 کائنات سے افضل و اشرف ہیں تو اس کے سب سے زیادہ حقدار ابوطالب تھے کیونکہ یہ رشتہ
 میں آپ کے چچا بھی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو حمایت، نصرت اور اعانت آنحضرت ﷺ
 کی ابوطالب نے کی ہے وہ تاریخ کے ادراک پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ لیکن ہم اس حکمت اور بصیرت کی تہہ
 تک پہنچنے میں یکسر عاجز اور قاصر ہیں اور اللہ کی ذات ہر عیب سے پاک اور منزہ ہے جس کی حکمتوں
 کو سمجھنے کے لیے عقل انسانی درجہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے
 جن کو چاہتا ہے اپنی معرفت، توحید، اور اخلاص عمل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قَوْلُهُ: فَكَانَ اِخْوًا مَا قَالَ ،

اس میں یہ ہے کہ لفظ اِخْوًا کو مرفوع پڑھا جائے کیونکہ یہ کَانَ کا اسم ہے اور هُوَ اور اِس

کے بعد اس کی خبر ہے۔

قَوْلُهُ: مَوْعَلَىٰ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ،

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

” روایت کا سیاق یہ واضح کرتا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی کہ

”انا علی ملئ عبد المطلب“

راوی نے لفظ آن کو اچھانہ سمجھتے ہوئے ہوسے بدل دیا ہے۔ اس قسم کے تصرفات اہل علم کے ہاں استحسان کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

قوله: وَابْنُ آدَمَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”راوی نے ابوطالب کے انکار کو مزید مؤکد کرنے کی غرض سے یہ کہا ہے“

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اسی باب کے آخر میں ”فیہ مسائل“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ

۱۔۔۔ حدیث کے زیر بحث الفاظ میں ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو ابوطالب کے

اسلام پر اصرار کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔

۲۔۔۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بُرے اور غلط ساتھیوں کے شر سے چوکس رہنا چاہیے

۳۔۔۔ تیسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ اپنے اسلاف کی تعظیم میں افراط و تفریط اور غلو سے بچنا

چاہیے، کیونکہ یہ چیز اس درجہ خطرناک ہے کہ اکثر اوقات یہ دخول جہنم کا سبب بن جاتی ہے۔

یعنی ان کی تعظیم شریعت کی حد سے تجاوز کر جاتی ہے اور تمنا زائد فیہ مسائل میں ان کے قول

کو فیصلہ کن خیال کر کے مان لیا جاتا ہے تو اس سے احکام شرعی مجروح ہوتے ہیں۔

قوله: فَقَالَ الشَّيْخُ رحمۃ اللہ علیہ لَا اسْتِغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أَنَا عَنْكَ :

یہاں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”بلا قسم لیے اگر کوئی شخص قسم کھائے تو جائز ہے کہیر کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی تالیف قلبی کے لیے اور اپنے عزم کے اظہار کی

غرض سے، اس کے لیے اللہ سے استغفار کرنے کی قسم کھائی ہے“

ہجرت نبوی سے تھوڑا عرصہ قبل مکہ مکرمہ میں ابوطالب کی موت واقع ہوئی۔

ابن فارس کا کہنا ہے کہ

”جب ابوطالب فوت ہوئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

عمر اسی سال آٹھ مہینے گیارہ دن تھی۔“

اور ان کی موت کے آٹھ روز بعد ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی اس

عالم فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے جوار رحمت میں جا بسیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فَانزَلَ اللهُ عِزَّوَجَلَّ : مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلِيَا قُرْبَىٰ - آيَةٌ
(التوبة : ١١٣)

اس پر اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان
لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ چاہے وہ
رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

قوله: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا :
یعنی کسی نبی اور مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔
یہ آیت کریمہ البوطاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ اس کے بعد حضرت ﷺ
کے اس فرمان سے کہ لَاَسْتَغْفِرُونَ لَكَ مَا لَعَنَهُ اللَّهُ عَنَّكَ - یہی ثابت ہوتا ہے۔
علمائے کرام نے اس آیت کریمہ کے شان نزول میں اور بھی کئی چیزیں بیان فرمائی ہیں،
جن میں کوئی منافات نہیں ہے اور وہ سب صحیح ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
ہ آیت استغفار، البوطاب کی وفات کے کافی عرصہ بعد نازل ہوئی
اور یہ کہ یہ آیت البوطاب اور غیر انی طالب کے لیے عام ہے۔ لہذا اس کو
صرف البوطاب کے حق میں نازل ماننا قرین صحت معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں !



و انزل الله في ابى طالب : إِنَّكَ لَا تَهْدِي
مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (القصص)

رب ذوالجلال نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ
اے نبی! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا
ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

دوسری آیت یعنی إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ابوطالب کے بارے میں
ہی نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ کفر ہی کی حالت میں فوت ہوا تھا۔

اور سہیلی کا مسعودی کی بعض کتب کے حوالے سے یہ کہنا کہ ابوطالب
مسلمان ہو گئے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی باتیں صحیح روایات کا مقابلہ
نہیں کر سکتیں۔

اس آیت کریمہ میں صاف اور واضح ارشاد موجود ہے کہ مشرکین کے لیے استغفا کرنا، اُن سے
محبت و موالات قائم کرنا اور اُن سے تعلقات استوار کرنا، حرام ہے۔ اس لیے کہ جب اس نے
ان کے لیے استغفار حرام ٹھہرایا تو اُن سے محبت اور تعلقات و موالات تو بالاولیٰ حرام قرار پائے۔



مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تفسیر (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ)

① آیتِ کریمہ ” إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ” وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ کی تفسیر

الثانیہ: تفسیر قولہ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلِيَا قُرْبَىٰ)

② آیتِ کریمہ ” مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلِيَا قُرْبَىٰ ” کی تفسیر و تریح۔

الثالثہ: وَ هِيَ السَّأَلَةُ الْكَبِيرَةُ تَفْسِيرُ قَوْلِهِ ” قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ” بِخِلَافِ مَا عَلَيْهِ مِنْ تَدْعَى الْعِلْمِ۔

③ بہت عظیم اور اہم مسئلہ جس میں آپ کے ارشاد ”قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی وضاحت ہے اور ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو کلمہ شہادت کے زبانی اقرار کو باعثِ نجات قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ شرکیہ اعمال کے مرتکب ہو رہے ہوں۔

الرابعون **أَبَا جَهْلٍ وَ مَنْ**
مَعَهُ يَعْرِفُونَ مُرَادَ النَّجِيهِ
لَلَّهِ إِذْ قَالَ لِلرَّجُلِ قُلْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَبَّحَ اللَّهُ مَنْ
أَبْوَجَهْلٍ أَعْلَمُ مِنْهُ بِأَصْلِ
الْإِسْلَامِ -

④ جب رسولِ عربی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کر لو تو اس کے مطلب کو ابوجہل اور اُسکے ساتھی جانتے تھے اسی لیے تو انہوں نے ابوطالب کو عبدالمطلب کے مذہب پر تائم رہنے کی ترغیب دی۔ آج کل کتنے ہی ابوجہل ہیں اللہ ان کا ستیا ناس کرے جن سے ابوجہل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مفہوم کو زیادہ جانتا تھا۔

الخامسون **حِدَّةُ اللَّهِ وَ مَبَالَغَتُهُ فِي**
إِسْلَامِ عِيَّة -

⑤ اپنے چچا ابوطالب کے قبولِ اسلام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی انتہائی جدوجہد اور بدرجہ غایت کوشش سعی۔

السادس

الَّرَدُّ عَلَى مَنْ زَعَمَ إِسْلَامَ
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ أَسْلَافِهِ -

⑥ عبدالمطلب اور اس کے بڑوں کو مسلمان سمجھنے والوں کی تردید۔

السابع

كُونُهُ ﷺ اسْتَغْفَرَهُ فَلَمْ
يُغْفَرْ لَهُ بَلْ نُهِجَ عَنْ ذَلِكَ

⑦ رسول اکرم ﷺ کے استغفار کے باوجود ابوطالب کی مغفرت نہ کی گئی بلکہ اس کے برعکس آپ کو ان کے لیے استغفار سے روک دیا گیا۔

الثامن

مَضَرَّةُ أَصْحَابِ السَّوْءِ عَلَى الْإِنْسَانِ

⑧ انسان پر بُرے لوگوں کی صحبت کا اثر پڑنا۔

التاسع

مَضَرَّةُ تَعْظِيمِ الْأَسْلَافِ وَ الْأَكَابِرِ

⑨ اپنے اکابر و اسلاف کی تعظیم میں غلو کی مضرتیں۔

العاشر

إِسْتِدْلَالُ الْجَاهِلِيَّةِ بِذَلِكَ -

⑩ اپنے اکابر کی زندگی سے استدلالِ جاہلیت کی رسم ہے۔

الحادية عشرة

السَّاهِدُ لِكُونِ الْأَعْمَالِ
بِالْخَوَاتِيمِ لِأَنَّه لَوْ قَالَهَا لَنَفَعَتْهُ

⑪ ان احادیث سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ اعمال کا دار و مدار

انسانی زندگی کے خاتمے پر ہے کیونکہ ابوطالب اگر بوقتِ وفات کلمہ شہادت

کا اقرار کر لیتا تو وہ اس کے لیے ضرور نفع رساں ہوتا۔

الثانی عشر

التَّامُّلُ فِي كِبَرِ هَذِهِ
الشُّبُهَةِ فِي قُلُوبِ الصَّالِحِينَ
لَأَنَّ فِي الْقِصَّةِ أَنَّهُمْ لَمْ
يُجَادِلُوهُ إِلَّا بِهَا مَعَ مُبَالَغَتِهِ
ﷺ وَ تَكْرِيهِهِ فَلِأَجْلِ عَظَمَتِهَا
وَوُضُوحِهَا عِنْدَهُمْ إِقْتَصَرُوا عَلَيْهَا

⑫ مشرکین کے دلوں میں جو یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ صرف لا الہ الا اللہ کو

اپنے جھگڑے اور اختلاف کی بنیاد سمجھتے تھے، اس پر غور و تامل -

اگرچہ حقیقت یہی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے تبھی تو رسولِ معظم ﷺ بار بار یہ کوشش فرماتے ہیں کہ ابوطالب اس کا اقرار کر لے۔ کلمہ شہادت کا مطلب اور اسکے تقاضے اتنے واضح اور روشن ہیں کہ مُشرک بھی اسے سمجھتے تھے، اسی بنا پر تو انھوں نے اپنے معاملات اور اختلافات کو اس پر مرکوز کر رکھا تھا۔



باب ماجا۔

ان سبب کفر بخادم
و ترک دم دینم
مواظف
الصلحین



اس باب میں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کے کفر
اور شرک میں مبتلا ہونے اور دین کو چھوڑ دینے کا
سب سے بڑا سبب بزرگوں کے معاملہ میں غلو کرنا ہے۔

يَا مَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

عَلَيْكُمْ

فِي دِينِكُمْ

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

قوله: يَا مَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ

قول اور اعتقاد میں افراط و تہاؤز کا نام غلو ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا ہے اس سے اس کو اونچا اور بالائے سبھو۔ یہ خطاب اگرچہ یہود و نصاریٰ سے ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پوری امت محمدیہ سے بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ حدیث ہے کہ یہ امت بھی کہیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور یہودیوں نے حضرت عزیر کے ساتھ کیا۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ
تَنْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا
يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ قَطَلَّ
عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَنَقَسَتْ
قُلُوبُهُمْ طَوَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ
فَيَسْقُون ۝ (الحديد - ۱۶)

کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے جھکیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے

ہوئے ہیں ؟

اور اسی لیے آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

لَا تَطْرُوفِي كَمَا أَطْرَبِ
النَّصَارَى ابْنَ مَوِيَّةَ
میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا۔



وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۗ

(النساء: ۱۷۱)

اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔

پس جس شخص نے اللہ کے سوا کسی نبی اور ولی کو پکارا گو یا کہ اس نے اس کو معبود ٹھہرایا انہوں نے شرک میں نصاریٰ سے مشابہت پیدا کی، تفریط میں یہودیوں کے مانند ہو گئے۔ نصاریٰ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معاصی میں غوغے کام لیا اور اس کے مقابلے میں یہودیوں نے ان سے عداوت کا مظاہرہ کیا، انہیں سب دشتم کیا اور ان کی تنقیص کی۔ اس طرح یوں بھی کہ نصاریٰ نے افراط کا ثبوت دیا اور یہودی تفریط کا شکار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ
 إِلَّا رَسُولٌ ۗ قَدْ خَلَتْ مِنْ
 قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَ أَتَمَّةٌ
 صِدْقَةً ۗ كَانَا يَٰكُفِّرُنَ
 الطَّعَامَ ۗ (الانجیل - ۴: ۶۶)

اس آیت کریمہ میں اور اس قسم کی دوسری آیات میں یہود و نصاریٰ کی تردید کی گئی ہے۔
 شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”امت محمدیہ میں سے جو شخص یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار کرے گا اور دین میں افراط یا تفریط سے کام لے گا، وہ ان ہی جیسا ہوگا۔“

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں غالی رافضیوں کو جلا دیا تھا اور باب کندہ کے قریب گڑھے کھدوا کر ان کو ان میں پھینک دیا تھا، صحابہ کرام کا ان غالی رافضیوں کے قتل پر اتفاق تھا۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ ان کو بجائے جلانے کے تو اس سے قتل کر دیا جائے۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے :

وفي الصحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما في قول الله تعالى

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ
وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۗ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ
وَنَسْرًا ۚ (نوح: ٢٣) قَالَ

حضرت ابن عباس رضي الله عنهما سے مروی ہے کہ وہ آیت (انہوں نے کہا
ہرگز نہ چھوڑو اپنے مجبوروں کو اور نہ چھوڑو وُدّ اور سُوَاع کو اور نہ یغوث اور
یعوق اور نسر کو) کے بارے میں کہتے ہیں کہ

قوله وَفِي الصَّحِيحِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما
مصنف رضي الله عنه نے حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کے اثر کو اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔
جسے ہم بہت ہی اہم خیال کرتے ہوئے اس کا یوں خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس
رضي الله عنهما کہتے ہیں
قوم نوح کے عرب میں بڑے بڑے اور مشہور معبود پانچ تھے۔ یہ سب قوم نوح میں صالح
اور نیک افراد شمار کیے جاتے تھے۔

۱۔ وُدّ - دو مہ الجندل میں بنو کلب کا دیوتا تھا۔

۲۔ سُوَاع - بنو ہذیل کا پیشوا تھا۔

۳۔ یغوث، قبیلہ ہمدان کا شکل کشا سمجھا جاتا تھا، ان کے بعد بنو غطفان نے اس کی پوجا شروع
کر دی یہ سب شہر کے پاس جرف نامی مقام پر تھا۔

۴۔ یَعُوق - ہمدان کا بت تھا۔

۵۔ نَسْر - قبیلہ حمیر کا بت تھا جو آل ذی الکلاع سے تعلق رکھتے تھے عکرمہ صفاک

اور ابن اسحاق سے اسی طرح مروی ہے۔

ابن جریر رضي الله عنه محدث قیس سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ

”یغوث، یعوق، اور نسر، تینوں اولادِ آدم ہیں سے صالح اور بہتر

هَذِهِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ
 قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ
 إِلَى قَوْمِهِمْ أَنْ أَنْصِبُوا إِلَى
 مَجَالِسِهِمُ التَّغِي كَانُوا يَجْلِسُونَ
 فِيهَا أَنْصَابًا. وَسَمُّهَا بِأَسْمَائِهِمْ
 فَفَعَلُوا وَلَمْ تَعْبُدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ
 أَوْلَاكَ وَنَسِيَ الْعِلْمُ عُيِدَتْ -

یہ سب قوم نوح کے صالح لوگ تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے انکی قوم کو یہ بات سمجھائی کہ یہ نیک لوگ جس جگہ بیٹھتے تھے وہاں بطور یادگار پتھر نصب کرو اور اس پتھر کو ان کے نام سے پکارو، سو انھوں نے ایسا ہی کیا۔
 جب اگلے لوگ مر گئے اور علم ان سے جاتا رہا تب ان کی اولاد نے ان یادگاروں کی پرستش شروع کر دی۔

لوگ شمار کیے جاتے تھے۔ کچھ لوگ ان کی صالحیت کی بنا پر ان کی اتباع بھی کرتے تھے جب یہ مر گئے تو ان کے ساتھیوں نے باہم مشورہ کیا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنا کر رکھ لیں تو ان کی وجہ سے ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مزید جذبہ اور شوق پیدا ہو گا۔ چنانچہ انھوں نے ان کی تصاویر بنالیں جب یہ لوگ وفات پا گئے اور ان کے بعد دوسری نسل پیدا ہوئی تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ دوسو سڈالا کہ تمہارے آباؤ اجداد ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی تھی ان کی عبادت کرنے لگے۔

قوله : أَنْصَابًا : جمع نصب :-



اس سے وہ اصنام مراد ہیں، جو ان نیک لوگوں کی تصویروں کی شکل میں انہوں نے بنی ملبسوں میں سجارکھے تھے اور ان کے وہی نام رکھ لیے تھے جو ان صلحا کے نام تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ اصنام کو اوثان سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود کو وثن کہتے ہیں، خواہ وہ قبر کی شکل میں ہو۔ یا مشہد کی شکل میں یا کسی دوسری صورت میں۔

قوله : حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ :

یعنی جن لوگوں نے ان اصنام کی تصویریں تیار کی تھیں وہ فوت ہو گئے۔

قوله : وَ نُسِيَ الْعِلْمُ :

مطلب یہ کہ علم کی وفات کی وجہ سے اور جہالت کے دور دورہ سے ان کے آثار و نشانات ختم ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ لوگ توحید اور شرک کے درمیان فرق نہ کر سکے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ صاحبین عند اللہ ہمارے لیے نفع رساں ثابت ہوں گے، اس لیے یہ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے۔

قوله : عُبِدَتْ :

ابلیس نے ان سے کہا کہ دیکھو! تمہارے آباؤ اجداد ان بزرگوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے طفیل بارش ہوتی تھی۔ اس نے ان اصنام کی عبادت کو ان کے سامنے انتہائی خوب صورت انداز میں پیش کیا اور ان کی عظمت کا نقش اس طرح بڑھا چڑھا کر ان کے دلوں میں بٹھادیا کہ وہ سمجھنے لگے کہ گویا وہی ان کے معبود حقیقی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

أَلَمْ أَعْبُدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي

أَدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی بندگی

وَ أَن أَعْبُدُونِي هَذَا صَوَاطٌ

مُسْتَقِيمٌ ○ و لَقَدْ أَضَلَّ

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ

تَدَّبَّرُوا الْقُلُوبَ ○ اور لوگوں نے تمہاری عبادت کی تھی اور تم نے ان کے

وَقَالَ ابْنُ الْقَيْمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ : لَمَّا
 مَاتُوا عَكَفُوا عَلَى قُبُورِهِمْ -

علامہ ابن قیم رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ اکثر سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ
 جب وہ مر گئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے ،

تھے ۔ ؟

تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ○
 اللہ تعالیٰ کے اس عہد و پیمان کو یاد رکھنے کا اصل فائدہ یہ ہے کہ انسان غلو سے محفوظ رہتا
 ہے۔ شیطان نے صالحین کی شان میں افراط و مبالغہ اور ان سے غلو فی المحبت کی بنا پر ہی ان لوگوں
 کو مبتلائے شرک کیا تھا۔ جیسا کہ آج کل اُمت محمدی میں سے اکثر لوگ شرک کا شکار ہو گئے ہیں۔
 اس لیے کہ شیطان نے صالحین کی محبت و عظمت کو اور ان کی شان میں بدعت و غلو کو اُن کے
 سینوں میں اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ یہ لوگ اب اعمالِ شرکیہ کو بھی توحید اور رضائے الہی کا ذریعہ
 سمجھ بیٹھے ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں

” اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارے آباؤ اجداد کی شان و عظمت کی اصل وجہ یہی

تھی کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا شفاعت کنندہ سمجھتے تھے “

یعنی ہمارے جن بزرگوں نے یہ تصویریں بنائی تھیں اور ان تصویروں کو انہی ناموں سے موسوم

کیا، جو ان کے اصل نام تھے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو شفاعت کنندہ سمجھنا، ان کی شفاعت کی اُمید

رکھنا اور یہ کہنا کہ یہ ضرور ہماری مدد کریں گے، یہی شرکِ اعظم ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں محکم آیات

کی تشریح میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

قوله وقاتل ابن القيم الجوزيه رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

یہاں امام علامہ محمد بن ابی بکر بن ابوب الزری المشقی مروا ہیں جو ابن القیم الجوزی کے نام سے مشہور ہیں۔

ثُمَّ صَوَّرُوا تَاشِيلَهُمْ -
ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَعَبَدُوهُمْ -

پھران کی تصاویر بنائیں۔ پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی
عبادت کرنے لگے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ سلف میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب وہ لوگ مر گئے تو یہ ان کی قبروں
پر محکم ہو کر بیٹھ گئے ان کے مجسموں کی تصویریں بنالیں اور پھر مدتِ مہینہ تک وہاں بیٹھ کر ان کی عبادت
میں مشغول رہے۔

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن قیم کو امام سعاد بن الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔
الْعَلَمَةُ الْعُبَّةُ الْمُتَمَتِّمُ
فِي سَعَةِ الْعِلْمِ وَمَعْرِفَةِ
الْغِيَابِ وَقُوَّةِ الْجِنَانِ
الْمَجْمَعِ عَلَيْهِ بَيْتَ
الْمُؤَافِقِ وَالْمُخَالِفِ صَاحِبِ
التَّصَانِيفِ الشَّاشِرَةِ وَ
السَّحَابِ الْجُمَّةِ مَاتَ
سَنَةَ إِحْدَى وَخَمْسِينَ وَ

قَوْلُهُ : وَقَالَ عَيْمَرُ وَاحِدٌ مِنَ التَّلَافِيهِ :

امام بخاری اور ابن جریر نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ البتہ انہوں نے بتایا ہے کہ وہ ان کی
قبروں پر ان کی تصویروں کے بت بنانے سے پہلے ہی مجاور بن کر بیٹھ گئے تھے۔
حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ بڑا ذریعہ اور سبب ہے جو انسان کو شرک کی داوی میں لے جاتا
ہے۔ یہی شرک ہے کیونکہ اللہ کی رضا کے لیے مسجد میں بیٹھنا عبادت ہے۔ اسی طرح جب
کسی کی قبر پر بیٹھنا صاحبِ قبر کی عظمت اور رحمت کی دلیل ہے تو یہ بھی اس کی عبادت ہی ٹھہری۔
قَوْلُهُ : ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَعَبَدُوهُمْ :

یعنی جب ایک زمانہ گزر گیا تو انہوں نے ان لوگوں کی عبادت شروع کر دی۔ ان کی عبادت کا سب سے بڑا محرک وہی غلو و مبالغہ تھا جو ان سے پہلے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنا اور پھر ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ جانا اور اپنی مجالس میں ان کی تصویروں کو باعث برکت سمجھتے ہوئے سجالینا مزید گمراہی کا موجب ہو۔ اسی طرح یہ چیزوں کی شکل اختیار کر گئی اور اللہ کے سوا ان کی عبادت شروع ہو گئی جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں واضح کیا ہے۔

ان اسباب شرک سے قبل یہ لوگ خالص دین اسلام پر کار بند تھے ان صلحا کی تصاویر کی عبادت سے انکار کرتے تھے اور ان کو صرف اپنا شفاعت کنندہ سمجھتے تھے اور یہی وہ سب سے پہلا شرک ہے جو دنیا میں نمودار ہوا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

”ان کی پہلی تصاویر بنانے والوں نے صرف اس بنا پر تصویریں بنائی تھیں کہ ہم ان کو دیکھ کر ان کے اعمالِ صالحہ یاد کریں گے، انہی کی طرح اعمالِ صالحہ اور امورِ نضر میں حصہ لیں گے اور ان کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں گے۔“

لیکن ہوا یہ کہ ان کی وفات کے بعد ایسے افراد پیدا ہوئے جو ان کے عقائد کو بھول گئے اور شیطان کو ان کے گمراہ کرنے کا موقع مل گیا چنانچہ ابلیس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ ”تمہارے آباء و اجداد ان بزرگوں کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کی عبادت میں مصروف رہتے تھے“

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”قبروں کے پجاریوں کے دل میں شیطان ہمیشہ یہ وسوسہ ڈالتا رہا کہ

دیکھو! انبیائے کرام اور صلحائے عظام کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا اور ان پر قبضہ تعمیر کرنا ان اہل تہور سے محبت و عقیدت کا مظہر ہے اور یہ کہ ان کی قبروں کے پاس آکر دعا کرنا قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے۔“

یہ بات ان کے دل میں اچھی طرح گھر کر گئی تو پھر یہ وسوسہ ڈالا کہ

دیکھو! اگر ان کے نام کو وسیلہ ٹھہرا کر دعا کرو گے اور ان کے نام کی قسم دے کر سبجی ہو گے تو دعا بہت جلد قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں بلند ہے کہ ان بتوں کا نام لے کر

اس کی قسم کھائی جائے یا کسی مخلوق کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے۔

جب یہ بات اچھی طرح ان کے ذہن میں بیٹھ گئی تو یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کو براہ راست پکارو، ان کو اپنا شفاعت کنندہ سمجھو، ان کی قبروں پر چادریں چڑھاؤ، اور خوب چراغاں کرو۔ اگر ان کی قبروں کا طواف کیا جائے، ان کو بوسہ دیا جائے اور ان پر جانور ذبح کیے جائیں تو یہ بہت ہی نیکی اور سعادت مندی کی بات ہے۔ جب یہ چیز ان کے ذہن میں راسخ ہو گئی تو کہا:

دیکھو! لوگوں کو بھی ان بزرگانِ کرام کی عبادت کی طرف بلاؤ۔ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان کے عرس منانے کا ہتھام کرو، اور ان کے یوم پیدائش منانا۔ مشرکین نے جب دیکھا تو انہوں نے اس فعل کو انتہائی نفع بخش سودا سمجھا۔ دنیا میں بھی مالا مال ہو گئے اور آخرت میں بھی اپنے آپ ہی کو نجات یافتہ قرار دیا۔

شریعتِ اسلامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب خرافات توحید کے منافی اور اُس دین کے سراسر عکس ہیں جس کو لے کر محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اس کے سوا اور کسی کے آگے نہ جھکا جائے۔ جب یہ تمام باتیں مشرکین کے دلوں میں جاگزیں ہو گئیں تو شیطان نے اپنا آخری تیر بھی چلایا کہ

دیکھو! جو شخص تم کو اس عقیدے کو اپنانے اور ان اعمال پر کاربند رہنے سے روکے، وہ شخص ان مراتبِ عالیہ کا منکر ہے اور ان بندگوں کی شان کو گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان بزرگوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ اب اگر ان مشرکین کی اصلاح کے لیے کوئی بات کہی جاتی ہے تو وہ غضب ناک ہو جاتے ہیں اور ان کے دل نفرت کھینے لگتے ہیں۔ مشرکین کی اس حالت کو قرآنِ کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ
اِسْمًا ذَاتَ قَلْبٍ لَّآ
يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا
ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا
هُم بِسْتَجْسُرُونَ ۝ (النمر- ۲۵)

جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو
آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے
دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس
کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو
یہ ایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لَا تُطْرُقُونَ كَمَا أَطْرَقَتِ النَّصَارَى
 ابْنِ مَرْيَمَ -

حضرت عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ
 رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح
 عیسیٰ ابن مریم عَلَيْهِ السَّلَام کی تعریف میں نصاریٰ نے مبالغہ کیا تھا۔

اور یہ بات اکثر جہال اور طغیانی نفوس کے سینوں میں بیٹھ چکی ہے اور افسوس کا مقام تو یہ
 ہے کہ اکثر اہل علم اور دین دار لوگ بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ اہل توحید کے دشمن ہو گئے
 ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں اور عوام الناس کو ان سے متنفر کرنے میں کوئی
 کسر نہیں چھوڑتے۔ لیکن اہل شرک سے ان کی دوستی ہے اور خوب بڑھا چڑھا کر ان کی شان
 میں قصیدے پڑھتے ہیں۔ ان کی جہالت یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
 کے دین اسلام اور اس کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مددگار ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ ان کے اس کردار کی تردید کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔
 وَمَا كَانُوا آوِيَةً إِلَّا الْمُنْتَوُونَ
 یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہرگز
 نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دوست
 تو صرف متقیین اور پرہیزگار لوگ ہی

ہیں۔ (الانفال - ۳۳)

قَوْلُهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

یہاں امیر المؤمنین عمر بن الخطاب بن نفیل العدوی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مراد ہیں آپ حضرت ابو بکر صدیق
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے بعد تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ سیدنا حضرت عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے تقریباً ساڑھے دس
 سال تک خلافت کی اپنے دورِ خلافت میں انہوں نے دنیا کو عدل و انصاف سے مہر دیا تھا۔ ان ہی
 کے دورِ خلافت میں قیصر اور کسریٰ کی عظیم ملکوں کو فتح کیا گیا۔

إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَ رَسُوْلُهُ - (اخرجاہ)

میں ایک بندہ ہوں، بس مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (بخاری، مسلم)

اسلام کے اس عظیم خادم اور صل و انصاف کے پیکر نے ماہ ذی الحجہ ۱۳ھ میں (ابولؤلؤ کے ہاتھوں) جام شہادت نوش کیا۔ ﷺ

قوله : لَا تَطْرُقُونِي كَمَا أَطْرَبَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَدْيَعَةَ :

ابراہیم السعادات رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”کسی کی تعریف میں حد سے تجاوز کرنے کو، جس میں کذب بیانی سے کام

لیا جائے، اطراء سے تعبیر کیا جاتا ہے“

دیگر علماء نے لکھا ہے کہ

”میری جھوٹی تعریف نہ کرو اور میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو“

قوله إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُوْلُهُ :

مطلب یہ ہے کہ میری بے جا تعریف نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ اس میں غلو پیدا ہو جائے جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ

علیہ السلام کی تعریف کر کے غلو کا شکار ہوئے اور حد سے تجاوز کر گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے

حضرت عیسیٰ کی ذات میں الوہیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔

میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مجھے اسی صفت سے پکارا کرو اللہ تعالیٰ

نے میری یہی صفت بیان کی ہے۔

بڑا ہو مشرکین کا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ وہ آپ کی

مخالفت پر اتر آئے۔ جس چیز سے آنحضرت ﷺ نے روکا تھا اس پر عمل کرنے لگے اور آنحضرت

ﷺ کی اس انداز سے تعریف کی کہ جس سے آپ نے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے آپ کی اس سلسلے

میں شدید مخالفت کی اور غلو اور شرک میں نصاریٰ کی مشابہت اختیار کر لی اور عجز و درت و منہیات

میں گر پڑے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں نظم و نثر میں اتنی کتابیں لکھیں جن کا شمار

کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے بعض ان مشرک علماء کی تردید کی ہے۔ جنہوں نے لکھا ہے کہ

”جن جن مواقع پر اللہ تعالیٰ سے استغاثہ جانتے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بھی استغاثہ جانتے ہیں“

اس موضوع پر خاصی کتب لکھی جا چکی ہیں جن کی شیخ الاسلام نے خوب تردید کی ہے شیخ الاسلام کی یہ تردید اب بھی کتابی صورت میں موجود ہے۔

ایک شخص اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

”غیب کی وہ جا بیاں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں ان سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی باخبر ہیں“

اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی خرافات اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قلبی بصیرت کے اس اندھا پن سے محفوظ رکھے۔ آمین

اس ضمن میں بصیری کی ایک نظم کا یہ شعر دیکھیے۔ لکھا ہے۔

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مِنَ الْوَدُيِّهِ سِوَالْعِنْدِ حَدُوثِ الْعَادِثِ الْعَمِيهِ

اے مخلوق میں سے بہترین انسان! میں تیرے سوا خطراتِ عامہ میں کس کی پناہ میں آؤں؟

اس کے بعد کے اشعار پر غور کیجیے کہ اخلاص و اعتماد درجہ اعتماد اور مشکلات میں پناہ کی خواہش

کا اظہار جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، ان اشعار میں ان چیزوں کو غیر اللہ کے ساتھ خاص

کر دیا گیا ہے۔

اصل میں یہ آنحضرتؐ کے فرامین سے انکار ہے کیونکہ جو آپؐ نے فرمایا تھا اس کے خلاف

عمل کیا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے بارے میں شکوک و شبہات

پیدا کر دیے گئے ہیں۔

حقیقت میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں شیطان نے شرک کو ان کے

قلب ذہن میں پروست کر دیا ہے۔ توحید اور اخلاص کو جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو مرحمت فرمایا

مبعوث کیا تھا، ناقص کر دیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کے بجائے آپؐ کی شان

میں نقص اور گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ افراطِ تعظیم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا

وَقَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِيَّاكُمْ
وَالْفُلُوفَ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ الْفُلُوفُ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلو سے
بچتے رہو کیونکہ تم سے پہلے جتنے لوگ ہلاک ہوئے وہ سب غلو ہی کی وجہ سے
ہلاک ہوئے تھے۔

تھا۔ یہ اس کا ارتکاب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور
آپ کی تعلیمات کی قطعاً پروا نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر رضامند نہیں
اور نہ ان کو تسلیم ہی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور توقیر صرف اس میں ہے کہ

- آپ کے ارشادات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔
- آپ کی منع کی ہوئی اشیاء کو ترک کر دیا جائے۔
- آپ کے اختیار کردہ راستہ پر چلا جائے۔
- آپ کی سنت مقلدہ کو مشعل راہ بنایا جائے۔
- آپ کے دین کی دعوت کو قریہ قریہ پہنچایا جائے۔
- آپ کے دین کی مدد و نصرت میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا جائے۔
- آپ کے نقش قدم پر جو شخص گامزن ہو، اس سے محبت کی جائے۔

اور جو شخص آپ کے طریقے اور سنت کی مخالفت کرے، اس سے عداوت، بغض اور قطع تعلق
کر لیا جائے لیکن ان لوگوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے، اس کے خلاف کیا ہے اور
جن سے منع فرمایا تھا، اس پر اعمیٰ۔

فَاللَّهُ السَّمِيعُ

قَوْلُهُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِيَّاكُمْ وَالْفُلُوفَ : (الذخیر)

ولسليم عن ابن مسعود رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 ﷺ قَالَ هَلَكَ الْمُنْطَبِعُونَ - قَالَهَا
 ثَلَاثًا -

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے رسول اللہ
 ﷺ نے تین بار فرمایا کہ تکلف کرنے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو گئے۔

یہ حدیث مصنف نے بغیر ذکر زاوی لکھی ہے جسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے (اور یہ بطریق
 حامد فتحی ابوداؤد نے بھی ذکر کی ہے اور یہ لفظ سنہ ۱۸۷۱ء میں ابن عباس رضي الله عنه سے یوں مروی ہیں کہ
 رسول اللہ ﷺ نے مجھے میدانِ حج (مزدلفہ) میں (ہلا کر) منسرایا:

مَلَمَ الْفُطَى لِي فَلَقَطْتُ لَهٗ
 حَصِيَّاتٍ مِّنْ حَصَى الْخَدَنِ
 فَلَمَّا وَصَعْتَهُنَّ فِي يَدِي
 قَالَ تَعَبَ بِأَمْثَالِ هَؤُلَاءِ
 فَأَرْمُوا وَإِيَّاكُمْ وَالْعُلُوَّ فِي
 الدِّينِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ سَكَنَ
 قَلْبَهُ بِالْعُلُوِّ فِي الدِّينِ
 میرے لیے لکڑیاں چن کر لاؤ۔ چنانچہ
 میں چھوٹی چھوٹی لکڑیاں چن کر لایا۔ آپ
 نے انہیں ہاتھ میں لیتے ہوئے فرمایا کہ ہاں
 اسی مقدار کی لکڑیاں جہرات کو مار کر دو۔
 اور دیکھو! دین کے بارے میں غلو سے
 بچتے رہنا۔ کیونکہ غلو ہی کی وجہ سے سابقہ
 میں تباہ و برباد ہوتی تھیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”یہ لفظ اگر چہ رمی جہار کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن ہر قسم کے اعتقادی اور
 عملی غلو کو محیط ہے۔ جیسا کہ کوئی یہ خیال کرے کہ بڑے بڑے پتھروں سے رمی زیادہ
 افضل ہے۔ بہ نسبت چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے۔ اس کے بعد سابقہ امتوں کے
 ہلاک اور گمراہ ہونے کے وجوہ بیان فرماتے اس لیے کہ جن اسباب کی بنا پر سابقہ
 امتیں ہلاک ہوئی تھیں ان اسباب میں ہماری مشابہت ہلاکت کا سبب بن
 سکتی ہے“

قَوْلُهُ هَلَكَ الْمُنْطَبِعُونَ :



علامہ الخطیبی کہتے ہیں،

”کسی عمل میں غلو کرنے والا شخص منقطع کہلاتا ہے وہ بھی منقطع ہے جو کلامی موٹو گافیوں میں الجھتا ہے اور ایسے ایسے مسائل کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے جہاں ان کی عقول کی رسائی ممکن نہ ہو۔

تنقطع کی قسم میں یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام اشیا کو اپنے اوپر حرام قرار دے لے جیسے روٹی اور گوشت کا نہ کھانا وغیرہ۔

سادے اور موٹے روٹی کے کپڑے پہننا۔

بھیڑ بکریوں کے بالوں کے کپڑے استعمال کرنا۔

نکاح وغیرہ سے اجتناب کرنا۔

ان تمام چیزوں سے اس لیے رک جانا کہ یہ زُہد، مستحسن اور مستحب ہے؟

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ پرے درجہ کی جہالت اور ضلالت ہے کہ اس طرح کے تقشفات

کو دین قرار دیا جائے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ

”بحث و تحقیق میں انتہا کو پہنچ جانے والے کو منقطع کہا جاتا ہے؟

ابو السعادات کہتے ہیں

بوقت کلام دکلامی مسائل ہوں یا کوئی اور غیر مفید باتیں، غلو اور تکلف سے بال کی کھال اُتارنے کو

منقطع کہا جاتا ہے کہ وہ جن کی انتہائی حد سے بات کرتے ہیں، یہ نطق سے ماخوذ ہے جس کے مفہوم میں تالو کا سب

سے بلند حصہ ہے، پھر لفظ ہر اس شخص کے لیے مستعمل ہوتا ہے، جو کہ تکلف انتہائی گہرائی میں پہنچ جائے خواہ وہ

کلام سے متعلق ہو یا کسی کام سے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، خواہ خواہ گفتگو میں تفضیلات پیدا کرنا اور بہ تکلف فصاحت و بلاغت

کا اظہار کرنا، اپنی اور غیر مانوس الفاظ بولنا اور عوام سے خطاب کرتے وقت دقیق عبارات و الفاظ استعمال کرنا یہ سب کراہت میں داخل ہے۔

قَوْلُهَا تَقَالِبًا شَلَاتًا :

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت اسلامیہ کو اسی طرح خوب وضاحت

سے دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

فہم مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: اَنَّ مَنْ فَهِمَ هَذَا الْبَابَ
وَبَابَيْنِ بَعْدَهُ تَبَيَّنَ غُرْبَةَ
الْإِسْلَامِ وَرَأَى مِنْ قُدْرَةِ
اللَّهِ وَتَقْلِيْبِهِ لِلْمُتْلُوْبِ الْعَجَبِ

① جو شخص اس زیر بحث باب اور آئندہ دو ابواب پر غور کرے گا اُس پر اسلام کی منظومیت واضح اور آشکارا ہو جائے گی اور دلوں کے پھیرنے کے سلسلے میں اُس کو اللہ کے عجیب و غریب کرشمے اور اُس کی حکمتیں نظر آئیں گی۔

الثانیہ: مَعْرِفَةُ أَوَّلِ شِرْكٍ حَدَثَ
فِي الْأَرْضِ أَنَّهُ بِشِبْهَةِ
الصَّالِحِينَ -

② کورہ ارض پر سب سے پہلے جو شرک پایا گیا وہ صالحین کی محبت و عظمت میں غلو کی وجہ سے تھا۔

الثالث: **أَوَّلُ شَيْءٍ غَيَّرَ بِهِ دِينُ
الْأَنْبِيَاءِ وَ مَا سَبَبُ ذَلِكَ
مَعَ مَعْرِفَةِ أَنَّ اللَّهَ
أَرْسَلَهُمْ -**

۳) دنیا میں سب سے پہلے جس میں تغیر و تبدل واقع ہوا وہ انبیائے کرام
علیہم السلام کا دین تھا اور اُس کے اسباب کی وضاحت اور اس حقیقت
کا اظہار کہ اہل دنیا کو خوب علم تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہی
مبعوث فرمایا ہے۔ (لیکن اس پر بھی لوگوں نے اسکی پروا نہ کی)

الرابع: **قُبُولُ الْبِدْعِ مَعَ كَوْنِ
الشَّرَائِعِ وَ الْفِطْرِ تَرُدُّهَا -**

۴) لوگوں نے بدعت کو بہت جلد قبول کر لیا حالانکہ شریعت اسلامی اور
فطرتِ سلیم اس کی سخت تردید کرتی ہے۔

الخامس: **أَنَّ سَبَبَ ذَلِكَ كُلَّهُ مَزْجُ
الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ فَالْأَوَّلُ مَحَبَّةُ
الصَّالِحِينَ وَ الثَّانِي فِعْلُ
أَنْاسٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ
شَيْئًا أَرَادُوا بِهِ خَيْرًا فَظَنُّوا
مَنْ بَعْدَهُمْ أَنَّهُمْ أَرَادُوا بِهِ
غَيْرَهُ -**

⑤ شرک کے پیدا ہونے کی صرف ایک وجہ تھی وہ یہ کہ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا تھا اور اسکے دو سبب واضح طور سے نظر آتے ہیں۔

- صالحین کی محبت میں غلو اور افراط و مبالغہ۔
- اہل علم نے چند ایسے امور انجام دیے کہ بظاہر ان کی نیتیں درست تھیں لیکن بعد میں آنے والے افراد نے ان کا مطلب اس کے عکس سمجھا جو سابق اہل علم کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

السابعون
قَسِيْرُ الْاٰيَةِ الْغَيِّ فِي
سُوْرَةِ نُوْجِ -

④ سُوْرَةِ نُوْجِ كِي اٰيَةِ كِي تَفْسِيْرِ -

السابعون
جِبَلَةٌ الْاَدْمِي فِي كَوْنِ
الْحَقِّ يَنْقُصُ فِي قَلْبِهِ وَ
الْبَاطِلُ يَزِيْدُ -

⑤ انسان کی طبیعت کچھ اس طرح واقع ہوتی ہے کہ اس کے قلب و ضمیر میں حق کمزور سے کمزور تر واقع ہوتا چلا جاتا ہے اور باطل آہستہ آہستہ جڑ پکڑتا جاتا ہے۔

الثامنون
فِيْهِ شَاهِدٌ لِّمَا نَفَعَلْ
عَنِ السَّلَفِ اَنَّ الْبِدْعَ سَبَبُ
الْكُفْرِ -

⑧ اِسْ بَابِ فِيْ سَلَفِ اُمَّتِ كِي اَقْوَالِ سِيْ يِهْ بَاتِ ثَابِتِ كِي كُنِيْ
ہے کہ کفر و شرک میں ملوث ہونے کی سبب بڑی وجہ بدعت ارتکاب تھا۔

التاسعة مَعْرِفَةُ الشَّيْطَانِ بِمَا تَوَوَّلُ
إِلَيْهِ الْبِدْعَةُ وَ كَوَحْسَنَ
قَصْدُ الْفَاعِلِ -

⑨ انسان کو بدعت کس گڑھے میں پھینک دیتی ہے؟ اس سے شیطان
اچھی طرح آگاہ ہے، اگرچہ بدعتی کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

العاشره مَعْرِفَةُ الْقَاعِدَةِ الْكُلِّيَّةِ وَ
هِيَ النَّهْيُ عَنِ الْغُلُوِّ وَ
مَعْرِفَةُ مَا يَتَوَوَّلُ إِلَيْهِ -

⑩ اس باب کے مطالعہ سے ایک قاعدہ کلیہ سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ
کہ غلو سے قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کا انجام انتہائی
رُسوا کن اور بسا اوقات انسان کو مشرک بنا دیتا ہے۔

الحادية عشرة مَضَرَّةُ الْعُكُوفِ عَلَى
الْقَبْرِ لِأَجْلِ عَمَلٍ صَالِحٍ -

⑪ کسی عمل صالح کی انجام دہی کے لیے قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا انتہائی
نقصان دہ فعل ہے۔

الثانية عشرة مَعْرِفَةُ النَّهْيِ عَنِ التَّمَاثِيلِ
وَ الْحِكْمَةِ فِي إِزَالَتِهَا -

⑫ (مٹی اور پتھر وغیرہ سے) کسی شخص کی شبیہ بنانے کی مانعت طہر
ہوتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ ان کے مٹا دینے اور توڑ دینے میں جو حکمتیں اور

مصلحتیں پر شیدہ ہیں، اُن کا علم۔

الثالث عشر ﴿ مَعْرِفَةُ شَأْنِ هَذِهِ الْقِصَّةِ
وَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا مَعَ الْغَفْلَةِ
عَنْهَا -

﴿۱۳﴾ وقوعِ شُرک کے واقعہ کا علم اور اس کے اسباب کی معرفت کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے لیکن یہی وہ اہم پہلو ہے جس سے مسلمان عنافل ہو گئے ہیں۔

الرابع عشر ﴿ وَ هِيَ أَعْجَبُ وَ أَعْجَبُ
قِرَاءَتُهُمْ إِيَّاهَا فِي

كُتُبِ التَّفْسِيرِ وَ الْحَدِيثِ
وَ مَعْرِفَتُهُمْ بِمَعْنَى الْكَلَامِ
وَ كَوْنُ اللَّهِ حَالًا بَيْنَهُمْ

وَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ حَتَّى
اعْتَقَدُوا أَنَّ فِعْلَ قَوْمِ
نُوحٍ أَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ
فَاعْتَقَدُوا أَنَّ مَا نَهَى

اللَّهُ وَرَسُولُهُ عَنْهُ فَهُوَ الْكُفْرُ
الْمُبِيحُ لِلدَّمِ وَ الْمَالِ -

﴿۱۴﴾ سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اہل علم اس واقعہ کو

اُطرت التصاری ابن مریعہ، "مسلمانوں کو بہت بڑی نصیحت کی گئی ہے۔ کاش یہ اس پر غور کریں۔ پس اللہ تعالیٰ کی کرپڑوں محبتیں نازل ہوں اُس رسولِ عربی پر جس نے شریعتِ اسلامیہ کو کما حقہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ ﷺ

الثامنة عشر **نَصِيحَتُهُ إِيَّانَا بِهَلَالٍ
الْمُنْتَطِعِينَ -**

۱۸) رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ غلو میں مبتلا ہونے اور بے معنی موٹرگافیاں پیدا کرنے والے ہی ہمیشہ ہلاک ہوئے ہیں۔

التاسعة عشر **الَّتَصْرِيحُ بِأَنَّهَا لَمْ تَعْبُدْ
حَتَّى نَسِيَ الْعِلْمُ فِيهَا
بَيَانُ مَعْرِفَةِ قَدْرِ وُجُودِهِ
وَمَضَرَّةِ فَقْدِهِ -**

۱۹) اس باب میں اس امر کی تصریح ہے کہ جب علم ناپید ہو گیا تو پھر ان کی عبادت شروع ہوئی تھی اس سے علم کے وجود کی قدر و قیمت اور اس کے ختم ہو جانے کے نقصانات کا پتا چلتا ہے۔

العشرون **أَنَّ سَبَبَ فَقْدِ
الْعِلْمِ مَوْتُ الْعُلَمَاءِ**

۲۰) یہ بھی پتا چلا کہ فقہانِ علم کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ علماء اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔



باب ماجاء

مالتغليظ فيمن
عبد الله عند قبر
رجل صالح فكيف
اذا عبده



اس باب میں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ کی قبر کے پاس
بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا کس درجہ نیک
دعوت دیتا ہے، چہ جائیکہ خود اس مرد صالح کی عبادت کی جائے

فِي الصَّحِيحِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ
ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَنِيسَةً رَأَتْهَا
بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ وَ مَا فِيهَا مِنَ الصُّوْرِ -

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سے مروی ہے کہ حضرت
اُم سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نے مکہ حبشہ میں نصاریٰ کا ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر بھی
تھیں۔ حضرت اُم سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نے یہ چشم دید منظر آنحضرت ﷺ کو بتایا۔

قوله : اَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ :
حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن الخزوم القرشیہ المخزومیہ
رضی اللہ عنہا۔

آنحضرت ﷺ نے سلسلہ ہجری میں حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سے نکاح کیا بعض
سلسلہ ہجری کہتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا کو اپنے مرحوم شوہر حضرت ابوسلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے
ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ساداتِ حامل ہوئی تھی۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ۶۲ ہجری
میں فوت ہوئیں۔

قوله : ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ

صحیحین کی ایک روایت کے مطابق حضرت ام حبیبہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا اور حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
دونوں نے یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا تھا۔



فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ
الصَّالِحُ أَوْ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ
مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ
أُولَئِكَ شَرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ -

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ان میں اگر کوئی صالح اور دین دار شخص فوت ہو جاتا تو یہ لوگ اُس کی قبر کے پاس مسجد بنا لیتے اور پھر اُس مسجد میں فوت شدہ شخص کی تصویر بنا کر لٹکا دیتے تھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس قسم کے افراد اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں بدترین لوگ شمار ہوتے ہیں۔

قوله : إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوْ الْعَبْدُ الصَّالِحُ :
راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اَنْجُلُ الصَّالِحِ فرمایا تھا یا الْعَبْدُ الصَّالِحِ۔
اس سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث کئی احتیاط اور کوشش سے آنحضرت ﷺ سے
کے فرامین کو ضبط اور نقل کرتے تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ روایت بالمعنی جائز ہے۔

قوله : وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ :
اس کینہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا لفظ کینہ
بفتح الکاف و کسر النون ہے۔ کینہ عیسائیوں کی عبادت گاہ کہتے ہیں۔

قوله : أُولَئِكَ شَرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ :
اس ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ قبرستان میں مسجد تعمیر کرنا حرام ہے۔ کیونکہ آنحضرت
ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت فرمائی ہے۔

اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔
علامہ بیضاوی رَحِمَهُ اللهُ فرماتے ہیں کہ

فَهَوْلًا جَمَعُوا بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ فِتْنَةَ الْقُبُورِ وَ فِتْنَةَ الشَّمَائِلِ -

ان لوگوں میں بیک وقت دو فتنے جمع ہو گئے، ایک قبروں کا اور دوسرا
تصاویر کا۔

” یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرتے وقت ان قبروں کو قبلہ قرار دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کی قبروں
کو روشن بنا رکھا تھا، جس کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے ان پر لعنت کی ہے۔
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ یہود و نصاریٰ کی کیفیت بایں الفاظ بیان کرتے ہیں۔

” ان کے آباؤ اجداد نے ان تصاویر کو صرف اس لیے بنایا تھا تاکہ ان
کی یاد تازہ رہے اور ان کی زندگی کو بطور علامت کے سامنے رکھ کر زندگی بسر
کریں جس طرح انہوں نے صفتیں اور کوششیں کی تھیں ہم بھی اسی طرح کریں
نیز ان کے مرقدوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ ادا کریں۔

ان کے مرنے کے بعد ایسے افراد پیدا ہوئے، جو ان کے اس مقصد کو
قطعاً بھول گئے۔ شیطان نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے دل
میں یہ وسوسہ ڈالا کہ دیکھو! تمہارے اسلاف اور بزرگ ان تصاویر کی عبادت
کیا کرتے تھے اور ان کے ہاں ان تصاویر کی بہت عظمت و وقعت تھی
اس لیے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو قبروں پر مساجد تعمیر
کرنے سے سختی سے منع فرمایا تاکہ شرک میں غوث ہونے کا دروازہ بند ہو جائے۔

قوله : فَهَوْلًا جَمَعُوا بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ فِتْنَةَ الْقُبُورِ وَ فِتْنَةَ الشَّمَائِلِ
یہ کلام شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے قبروں
اور اولیائے کرام کی تصاویر کا فتنہ چونکہ اپنے عروج پر تھا اور یہ فتنہ اصنام پرستی سے بدتر تھا اسلئے
مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر اسے من و عن نقل فرمایا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”چونکہ قبروں پر مساجد کی تعمیر کی وجہ سے اکثر و بیشتر قریب شرک میں قوت ہو کر عذابِ الہی کا شکار ہوئی تھیں، اسی بنا پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس سے سختی سے منع فرمادیا کیونکہ انسان جب کسی صالح اور بزرگ شخص کی تصویر کو دیکھتا ہے تو سمجھنے لگتا ہے کہ اس میں نجوم اور کواکب کی تاثیر کو بڑا دخل ہوگا۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ نسبت لکڑی یا پتھر کے کسی صالح اور بزرگ کی تصویر سے زیادہ اور جلدی متاثر ہوتا اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم مشرکین کو کسی بزرگ کی قبر پر دیکھتے ہیں تو وہ وہاں آہ و زاری میں مبتلا ہوتے ہیں انتہائی خوف و خشیت کی حالت میں دعائیں کرتے ہیں اور قلب و ذہن کی تمام توجہات سے اس طرح قبر پر عبادت میں مشغول ہوتے ہیں کہ مسجد میں ان کی یہ کیفیت ہرگز نہیں ہوتی۔ اکثر لوگوں کو مسجدہ کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے اور وہ وہاں نماز پڑھنے اور دعا و التجا کرنے کو مسجد سے زیادہ بابرکت سمجھتے ہیں اسی خرابی کو مد نظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو بالکل صاف اور سطح زمین کے برابر کرنے کا حکم فرمایا۔ حتیٰ کہ قبرستان میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا گیا۔ اگرچہ نمازی کی نیت برکت حاصل کرنا نہ ہو، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کو منع فرمایا اس لیے کہ مشرکین اس وقت سورج کی پوجا اور پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے تاکہ نمازی سورج کی پوجا نہ کرتا ہو۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ شرک تک رسائی کے تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے۔

جو شخص قبرستان میں نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ اسے برکت کثیر حاصل ہوگی تو گویا وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا مرتکب ہو رہا ہے، وہ شریعتِ اسلامیہ کی کھلم کھلا مخالفت پر اتر آیا ہے اور دینِ اسلام میں ایسی رخنہ اندازی کر رہا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قطعاً اجازت نہیں دی۔

ولها عنها قَالَتْ لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا
اِغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا فَقَالَ وَ هُوَ كَذَلِكَ
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى إِتَّخَذُوا
قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِرُ مَا صَنَعُوا-

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ شہت تکلیف سے اپنی چادر کبھی چہرہ انور پر ڈال لیتے اور کبھی چہرے کو کھلا رکھتے جب کھلا رکھتے تو فرماتے کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انھوں نے انبیائے کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ یہود و نصاریٰ کے اس کردار سے ڈرا رہے تھے۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ میں قبروں میں نماز پڑھنا ممنوع بلکہ حرام ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

دین میں سب سے بڑی بدعت قبروں میں مسجد بنانا اور وہاں نماز پڑھنا ہے اور شرک میں مبتلا ہونے کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور نصوص حد تو اترا تک پہنچ گئے ہیں کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے۔ تمام ائمہ کرام قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کو خلاف سنت اور منافی شریعت قرار دیتے ہیں۔

ام احمد رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے علاوہ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے شاگردوں

نے بھی قبرستان میں سجدہ نہ لے اور نماز پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے، ایک گروہ کا اطلاق کراہت کرنا اس چیز کا زیادہ لائق ہے کہ ان پر جس ناپی کر کے ہوئے اسے کراہت تحریمی کے معنی میں لیا جائے اور ان کے بارے میں یہ خیال نہ کیا جائے کہ انہوں نے ایسی چیز کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہو، جس کے فاعل پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لعنت کرنا متواتر کی حد تک ثابت ہو۔

قولہ: لَمَّا نَزَلَ يَعْنِي جَبَّ مَلَائِكَةُ رَبِّهِ فَرَسَتْهُ أَبَاطِيقُ الْمَلَائِكَةِ كِيُوحِ الْمَلِكِ كَفَضَ كَمَنْ كَيْفَ آتَى

قولہ: كَسَفَهَا :

یعنی چادر اپنے چہرہ سے ہٹا دیتے۔

قولہ: تَعَيَّمَةً :

آنحضرت ﷺ کی خاص دھاری دار چادر کا نام ہے۔

قولہ: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ :

مطلب یہ کہ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے یہود و نصاریٰ کا سکر دار ادا کرے گا وہ عند اللہ

ملعون ہوگا۔

قولہ: يُحَدِّدُ مَا صَنَعُوا :

یہ الفاظ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھا کہ

آنحضرت ﷺ اپنی امت کو یہود و نصاریٰ کے اس غلط کردار سے جو انہوں نے انبیاء کی

قبروں پر ردا رکھا، ڈرا اور سمجھا رہے ہیں اور وہ تمہا ان کی شان میں غلو اور افراط کرنا۔ کیونکہ یہی وہ

اہم سبب ہے جس کی وجہ سے ایک عام آدمی شرک کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

اسلام کی بے چارگی کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس عمل بد سے آنحضرت ﷺ

نے روکا اور اس کے کرنے والے کو ملعون قرار دیا، آج اسی عمل میں آپ کی امت کی اکثریت گرفتار

ہو چکی ہے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ بدترین گناہ ہے لیکن بعض لوگ اسے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور

اس کی رضا کا سبب سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ

سے عداوت اور جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

”یہ وہ اسباب اور ذرائع ہیں جو ایک عام انسان کو شرک میں مبتلا کرتے

وَلَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ
حَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا - (اخرجاه)

اگر آنحضرت ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنائے جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو
آپ کی قبر بھی عام صحابہ کی قبروں کی طرح ظاہر ہوتی۔

ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب کی ایک ایک کر کے نفی کو ہی حقیقت
یہ ہے کہ یہی وہ ذرائع و اسباب تھے جن کی بنا پر لوگ اصنام پرستی کا شکار ہوئے۔
اگر آپ اس پر ذرا غور فرمائیں گے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قبر کے پجاریوں اور
اصنام پرستوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

اندازہ کیجئے حضرت یوسف بن یعقوب علیہا الصلوٰۃ والسلام کی بات کو اللہ تعالیٰ نقل
کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي

إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

يَعْتُوبُ مَا كَانَ لَنَا

أَنْ نُشْرِكَ بِاللهِ مِنْ

شَيْءٍ

(یوسف - ۲۸)

قوله : وَلَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ :

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ کی قبر کو عبادت گاہ
بنالیں گے تو آپ کی قبر کو کھلا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جاتا۔

قوله : غَيْرَ أَنَّهُ حَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا :

اگر حَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ کو خدشہ

لاحق تھا جس کی بنا پر آپ نے فرمایا کہ جہاں فوت ہو جاؤں مجھے وہیں دفن کرنا

اور اگر حَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خدشہ

پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں لوگ پہلی امتوں کی طرح آپ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ نہ بنالیں، لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم

نے آپ کو محفوظ جگہ میں دفن کیا تاکہ لوگ آنحضرت ﷺ کی عظمت اور توقیر میں غلو نہ کرنے لگیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس سے واضح اور کھلے الفاظ میں منع فرمایا ہے اور اس کے مرکب کو طعون قرار دیا ہے۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ

”یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے ذرائع شرک کے سبب باب کی غرض سے سوال اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ انہوں نے آپ کی قبر کی دیوار کو اتنا اونچا کر دیا کہ اس میں داخل ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ پھر اس کے ارد گرد چارویواری تعمیر کی، جس کی وجہ سے وہ ایک گھیرے میں آگئی۔ بعد ازاں ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے، کیوں کہ وہ نمازیوں کے سامنے پڑتی تھی اور ان کے متعلق یہ گمان کیا جاسکتا تھا کہ وہ عبادت کی صورت میں، اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیں گے چنانچہ اس خطرے کے پیش نظر قبر کے جانب شمال میں دونوں طرف دو دیواریں اس انداز سے تعمیر کی گئیں کہ نمازیوں کے سامنے آنا ممکن نہ رہا“

مؤلف ﷺ کہتے ہیں کہ اس سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ کسی نیک شخص کی قبر پر مسجد تعمیر کر کے اس میں اللہ کی عبادت کرنا، اگرچہ نیت کتنی بھی صحیح ہو، خلاف شریعت ہے۔

۲۔ تصاویر و تماثیل بنانے کی پوری سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

۳۔ قبر کے صحیح مقام کے علم کے بغیر، اس کو کسی شخص کی قبر نہ سمجھا جائے۔

۴۔ قبور کو مرکز عبادت ٹھہرانا یہود و نصاریٰ کا فعل تھا۔ وہ اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں پر عبادت کیا کرتے تھے۔

۵۔ اس فعل کی وجہ سے وہ طعون قرار پائے۔

۶۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد، لوگوں کو اپنی قبر پر کسی غیر شرعی حرکت کے ارتکاب سے خوف زدہ کرنا تھا۔

۷۔ حضور ﷺ کی قبر کے ظاہر اور کھلے مقام پر نہ ہونے کی وجہ۔

وَسَلَّمَ عَنْ جَنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُولُ:
إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي
مِنْكُمْ خَلِيلٌ۔

صحیح مسلم میں حضرت جُنْدُب بن عبد اللہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو وفات سے پانچ روز قبل یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں تم میں سے کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا۔

قوله : عَنْ جَنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
جندب بن عبد اللہ بن سفیان الجبلی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بعض اوقات ان کو اپنے جد امجد کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے جندب بن سفیان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
حضرت جندب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مشہور صحابی تھے۔ ۶ ہجری کے بعد فوت ہوئے۔

قوله : إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ ،
خلیل، خلعت (رفع الخمار) سے مشتق ہے۔

أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ - کا مطلب یہ ہے کہ جو کام جائز نہیں ہے وہ میں نہیں کر سکتا۔ خلعت کا مقام محبت سے اونچا ہے۔ خلیل اسے کہتے ہیں جو کسی کا انتہائی محبوب ہو۔ تخلل اس محبت کو کہا جاتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے کی جائے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

قد تخللت ملك الروح مني وبذاسمى الخليل خليلا
تیری محبت میرے اندر روح کی طرح جاری و ساری ہے۔ اور اسی محبت کی بنا پر خلیل کو خلیل کہا جاتا ہے
خلعت کے یہی معنی زیادہ درست ہیں اور اسی مفہوم کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ امام ابن قیم اور حافظ ابن کثیر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وغیروں نے نقل کیا ہے۔

علامہ قرطبی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کہتے ہیں کہ

فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ
إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي
خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا.

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو
خلیل بنا تا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو بنا تا جیسا کہ اس نے ابراہیم کو خلیل بنا لیا تھا۔ (علاء الصلوٰۃ والسلام)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب مبارک چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت معرفت
اور محبت سے معور تھا اس لیے کسی دوسرے کی خلقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
قوله : فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا .

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ خلقت کا مقام محبت سے
کہیں بلند ہے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
”بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ محبت کا مقام اور درجہ خلقت سے بڑھا
ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو حبیب کے لقب سے نوازا ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی جہالت ہے وجہ یہ ہے کہ محبت عام ہے اور
خلقت خاص محبت کی انتہی کو خلقت کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے
اللہ تعالیٰ نے خلیل ٹھہرایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا ان کا کوئی اور خلیل نہیں ہے جہاں تک محبت کا تعلق ہے اس کی صف میں کئی لوگ آتے ہیں۔
پنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے آپ کو محبت تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ توبہ کرنے
والوں، پاک و صاف رہنے والوں اور صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ لیکن اس نے اپنی مخلوق
میں سے صرف دو انبیاء کو خلیل ٹھہرایا ہے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور دوسرے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
كَانُوا يَتَّخِذُونَ مِنْ قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ
مَسَاجِدَ - أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ
فَإِنَّ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ -

عز سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے خبردار!
اور میں تم کو قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنانے سے منع کرتا ہوں۔

قرآن : وَلَوْ كُنْتَ تُشْخِذُ مِنْ أُمَّتِي نَحِيلًا لَا تَتَّخِذُتَ آبَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ
رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ اس میں رافضیوں اور جمہور کی تردید ہو گئی کیونکہ یہ دونوں فرقے اہل بدعت
میں سے سب سے زیادہ شریر ہیں، بلکہ بعض سلف نے قرآن کو بہتر فرقوں میں سے بھی باہر نکال دیا
ہے تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان رافضیوں کی وجہ ہی سے شکرگاہ
قبروں کی پوجا شروع ہوئی اور یہی وہ فرقہ ہے جس نے سب سے پہلے قبروں میں مساجد تعمیر کرنے کا
سلسلہ شروع کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت
کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔ کیونکہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کی محبت جس سے زیادہ ہوگی وہی آپ
کی جانشینی کا زیادہ مستحق ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز
پڑھانے پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ تیسری بات یہ کہ جب آنحضرت رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کیا گیا کہ آپ صبر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے فرمائیں تو آنحضرت رضی اللہ عنہ برہم اور ناراض ہوئے
یہ واقعہ آپ کے مرض الموت کا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام اور مختصر نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن عبد بن تمیم بن مرثد

فَقَدْ نَهَى عَنْهُ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ
ثُمَّ أَنَّهُ لَعَنَ - وَ هُوَ فِي السِّيَاقِ - مَنْ
فَعَلَهُ وَ الصَّلَاةُ عِنْدَهَا مِنْ ذَلِكَ
وَ إِنْ لَمْ يَبْنِ مَسْجِدًا ، وَ هُوَ مَعْنَى
قَوْلِهَا: "خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا"

اس سے رسول اکرم ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں روکا تھا، پھر آپ
موت و حیات کی کش مکش میں تھے کہ یہود و نصاریٰ اور اس شخص پر جو قبروں
میں مسجد بنا کر یا بغیر مسجد بناتے نماز پڑھے لعنت فرمائی ہے۔ مذکورہ مفہوم اور
آئم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کہ "خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ
مَسْجِدًا" میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ ہم معنی اور ہم مطلب عبارات ہیں۔

صدیق اکبرؓ حضرت رضی اللہ عنہما کے خلیفہ اول تھے۔ اہل علم کا اس پر کامل اتفاق ہے کہ
حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

صدیق اکبرؓ تریسٹھ برس عمر پاکر ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳ ہجری میں فوت ہوئے رضی اللہ عنہما
قوله : الْآوَاتِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَأَنْتُمْ آتِيخُونِ مِنْ قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا
آنحضرت ﷺ کے ارشاد مندرجہ بالا پر علامہ الغزالی رضی اللہ عنہ نے تفصیل بحث کی ہے۔ وہ
رقم طراز ہیں کہ

"یہود و نصاریٰ کے اس فعل پر آنحضرت ﷺ نے جو انکار فرمایا ہے

اس کے دو سبب تھے۔

۱— پہلا یہ کہ وہ انبیائے کرام کی قبروں کو تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے۔

۲— دوسرا یہ کہ وہ انبیاء کی قبروں پر نماز پڑھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور

حالت نماز میں ان انبیاء کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انبیاء کی تعظیم و توقیر کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ایک خاص درجہ حاصل ہو جائے گا۔ پہلی صورت شرک جلی کھلاتی ہے اور دوسری شرک نخعی۔ اسی بنا پر وہ لعنت کے مستحق ٹھہرائے گئے۔

قرآن: فَقَدْ نَهَى عَنْهُ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ :

آلاوان من كان قبلك في شرح میں علامہ غزالی کے حوالے سے تفصیل گزرجی ہے۔ فقد نهى عنه في آخر حياته تک جو کہ حدیث جنذب میں مذکور ہے اور اس کے بعد جو شرح ذکر ہو رہی ہے وہ تمام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے منقول ہے۔

قرآن: (شَقَاتَهُ لَمَنْ وَهَوِيَ السَّيِّئَاتِ مَنْ فَكَلَهُ)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کی کیفیت میں اس پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں کو مسجدیں اور عبادت گاہ بنائے۔

یہ لفظ بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ہی ہیں (جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت دم گھٹنے کے جب لوتی (چادر) اٹھاتے تو فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا)

شایعہ فرماتے ہیں کہ جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جہ سخت تہدید شدید وعید اور ان کو ٹھون قرار دینے کے بعد ایک مسلمان قبروں کی تعظیم کرنا اور ان پر تہمت وغیرہ تعبیر کرنا، وہاں جا کر اور حضرتنا انکو مرکز توجہ بٹھرا کر نماز پڑھنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے، یہ لوگ اگر ذرا بھی عذر و فیکر کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ بڑا برا راست اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی اور جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

قرآن: (وَالْمَلَائِكَةُ عِنْدَهُ مِنْ ذَٰلِكَ وَإِنْ لَّوَيْتُمْ مَسْجِدًا)

اس کے پاس نماز پڑھنا بھی اسی میں شامل ہے، خواہ مسجد نہ بنی جائے۔ یعنی قبروں کے پاس نماز پڑھنا بھی قبروں کو مسجدیں بنانے کے زمرے میں شامل ہے، جن کا فاعل ٹھون ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَلَا رَضُّكُمْ مَسْجِدًا إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْمَسَامِدُ (قبرستان اور غلغلہ کے علاوہ ساری زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے۔)

(رواہ احمد و اهل السنن و صحیحہ ابن حبان و لماکھ)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص کو شرک اسباب شرک اور شرک تک پہنچنے کے ذرائع معلوم ہوں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھی سمجھتا ہو اس کو اس

بات کا یقین ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے لعنت اور نہی پر جو زور دیا "لَا تَفْعَلُوا" اور "إِنِّي أَنهَاكُمْ عَنْ ذَلِك" تو یہ اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں فرمایا، بلکہ اس سے مراد ہے شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اللہ کے منع کردہ امور کو انجام دینا اپنی خواہشات کی تکمیل میں زندگی بسر کرنا اور اپنے مالک حقیقی کے عذاب سے بے خوف و خطر ہو کر شب و روز گزارنا۔ ایسے شخص کا لا الہ الا اللہ میں یا تو بہت معمولی حصہ ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا۔

رسول اکرم ﷺ کے اس قسم کے تمام ارشادات کا تعلق توحید الہی کی حمایت و نصرت سے ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو شرک سے بالکل پاک رکھا جائے، لوگ اس کے غضب کا شکار نہ ہوں اور کسی کو اس کے ہم مثل اور برابر نہ سمجھا جائے تاکہ توحید پر شرک غالب نہ آجائے۔

افسوس کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی اور جن امور سے اس نے روکا تھا، ان کے مرتکب ہوئے۔ شیطان نے ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا کہ یہ انبیاء اور صالحین کی تعظیم اور توقیر ہے۔ ان کی عظمت میں جس درجہ شدت اور غلوا اختیار کیا جائے گا اتنا ہی ان کا قرب حاصل ہوگا اور انبیاء و صالحین کے دشمنوں سے بعد ہوگا۔

امام صاحب فرماتے ہیں۔

بخدا! یہی وہ دروازہ ہے جس سے یغوث، یعوق نسر اور اصنام پرستوں میں شیطان داخل ہوا اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ پس مشرکین میں دو جنم بیک وقت جمع ہو گئے۔

ایک صالحین کی شان میں غلو،

اور دوسرا صالحین کے طریقے کی مخالفت۔

اہل توحید کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا۔ کیونکہ یہ اہل اللہ اور صالحین کے نقش قدم پر چلے۔ ان کو اس مقام سے بلند نہ سمجھا جس پر اللہ نے ان کو فائز کیا ہے اور وہ حمدیت کا عظیم مقام ہے جس میں الوہیت کی کوئی بھی خصوصیت نہیں پائی جاتی؟

فَإِنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يَكُونُوا لِيَبْنُوا حَوْلَ
قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَ كُلُّ مَوْضِعٍ قُصِدَتْ
الْمَلَلَةُ فِيهِ فَقَدْ اتَّخَذَ مَسْجِدًا - بَلْ
كُلُّ مَوْضِعٍ يُصَلِّي فِيهِ يُسْتَى مَسْجِدًا -

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ارد گرد مسجد بنالیں کیونکہ جس جگہ نماز پڑھنا مقصود ہو وہ مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں نماز پڑھی جائے اُسے مسجد ہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرک سے روکنے والے صیغہ کو فتنہ شرک پر محمول کیا ہے، اُن میں امام شافعی، ابوبکر الافرم، ابو محمد المقدسی، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے علاوہ بہت سے ائمہ حدیث و فقہ رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں اور یہی تعبیر زیادہ صحیح اور مطابق کتاب و سنت ہے۔ اس کی صحت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قَوْلُهُ : فَإِنَّ الصَّحَابَةَ :

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُ : وَ كُلُّ مَوْضِعٍ قُصِدَتْ الْمَلَلَةُ فِيهِ :

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو، اگرچہ وہاں مسجد نہ ہو اور نہ وہاں مسجد تعمیر کرنا مقصود ہو وہ مسجد ہی کہلائے گی — جیسا کہ چلتے چلتے کہیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور کسی نے وہاں نماز پڑھ لی۔ تو اگرچہ وہاں مسجد نہ تھی اور نہ مسجد بنانے کا ارادہ تھا، لیکن اس مقام کو مسجد ہی کہا جائے گا۔

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ جُعِلَتْ لِي
الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طُهْرًا -

و لاحمد بسند جید عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً إِنْ مِنْ
شَرَارِ النَّاسِ مَنْ تَذَرِكُهُمُ السَّاعَةُ
وَ هُمْ أَحْيَاءُ -

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے لیے رُوئے زمین
کو پاک صاف اور مسجد قرار دے دیا گیا ہے۔

مسند امام احمد میں بسند جید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے
کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بدترین اور شرمناک لوگ وہ ہوں گے کہ
جن کی زندگی میں بڑے بڑے آمارِ قیامت نمودار ہوں گے۔

قوله : جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طُهْرًا
آنحضرت ﷺ نے ساری زمین کو مسجد قرار دیا ہے۔ یعنی ہر جگہ نماز پڑھنا درست
ہے، بجز ان مقامات کے جن سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمادیا۔ جیسے قبرستان اور حمام وغیرہ۔

امام بغوی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف "شرح السنۃ" میں لکھتے ہیں کہ
"آنحضرت ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو
اپنے کفر کے علاوہ اور کہیں بھی نماز و عبادت وغیرہ کی اجازت نہ تھی، لیکن
اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تاکہ
ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ البتہ مقبرہ، حمام، اور نجاست والی جگہوں میں
نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔"

قوله : مَنْ تَذَرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَ هُمْ أَحْيَاءُ :
یعنی قیامت کی بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہونی شروع ہو جائیں گی، جیسے خروج الدابہ ؑ

رواہ ابو حاتم ف صحیحہ و الذین یتخذون القبور مساجد -

امام ابو حاتم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ (یہ وہ لوگ ہوں گے) جو
قبرستانوں میں مسجدیں تعمیر کریں گے۔

مغرب سے طلوع شمس، ان علامتوں کے بعد نفلہ اولیٰ کی باری آئے گی، جس سے سب مخلوق گھبرا
اٹھے گی۔

قوله : وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ :

یعنی بدترین لوگوں میں سے دوسرا گروہ وہ ہے جو قبروں میں مسجدیں تعمیر کرتا ہے یعنی قبرستان
میں نماز پڑھتا ہے اور خصوصاً قبروں کی طرف منہ کر کے عبادت کرتا ہے۔

اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے کہ یہ کردار یہود و نصاریٰ کا ہے جس پر آنحضرت ﷺ
نے ان کو ملعون قرار دیا ہے تاکہ آپ ﷺ کی امت بھی اپنے نبی ﷺ اور صحابہ کی قبروں
پر یہود و نصاریٰ جیسا عمل نہ شروع کر دے لیکن افسوس ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت یہود و نصاریٰ
کے کردار کو اپنانے سے ذرہ بھی پیچھے نہیں رہی بلکہ چند قدم آگے ہی نکلی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اس
مکر وہ اور حرام کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھ بیٹھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عمل
کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے دور ہو گئے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ اس کے باوجود
اس عمل میں برابر آگے بڑھ رہے ہیں۔

اسلام کی غربت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مشرکین کے نزدیک ہر اچھے کام کو
بُرا اور ہر بُرے کام کو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت کا مقام دے دیا گیا
ہے اور اس سلسلے کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے
تک اسی راہ گزر پر چلتے ہوئے زندگی بسر ہو رہی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

” اس باب میں تمام ائمہ کرام کی صراحت موجود ہے کہ قبروں پر مسجدیں

تعمیر کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ اسی نقطہ نظر کی تائید کرتی ہیں :-

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب قبرستان میں مسجد تعمیر کرنے کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس پر شیخ الاسلام احادیث درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ انبیاء و صالحین اور بعض بادشاہوں کی قبروں پر جو مساجد نظر آرہی ہیں ان کا انہدام ضروری ہے اور ان کو منہدم کرنے میں کسی صاحب علم کو اختلاف نہیں ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قبروں پر جو بڑے بڑے قبے نظر آ رہے ہیں ان کو منہدم کر دینا واجب ہے کیونکہ ان کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر رکھی گئی ہے اور بعض علماء شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم نے ان قبوں کے انہدام کا فتویٰ دیا ہے جو قرائف میں ابن جمیزی اور ظہیر ترمینی وغیرہ کے تعمیر کیے گئے تھے۔

قاضی ابن کج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

”قبروں کو چونے سے بچتے کرنا، ان پر قبے تعمیر کرنا، یا قبے تعمیر کرنے کی وصیت

کرنا، سب باطل، ممنوع اور حرام ہے۔“

اذرعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

”قبروں پر قبے تعمیر کرنا، اس کی وصیت کرنا اور قبروں کی زیبائش و زینت

پر مال و دولت خرچ کرنا بالکل حرام ہے۔ اس کی حرمت میں کسی کو شک نہیں

ہے۔“

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث

”نہی ان یخصصوا القبر او یبني علیہ“ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”اس حدیث کے پیش نظر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبروں کو چونا گج

کرنا یا ان پر کسی قسم کی تعمیر کرنا مکروہ ہے۔“

ان کے علاوہ بعض اس کی اجازت تو دیتے ہیں لیکن یہ حدیث ان کی

تردید کرتی ہے۔

ابن رشد، امام مالک کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ
 ”قبروں پر عمارت تعمیر کرنا اور ان پر کتبے لکھ کر لٹکانا منکبرین کی بدعات
 میں سے ہے۔ غیر و مباحات اور ریاکی خاطر انہوں نے کتبے وغیرہ لکھ کر اپنے اسباب
 کی قبروں پر لگا دیے تھے۔ اس کے ممنوع اور باطل ہونے میں کسی کو اختلاف
 نہیں ہے۔“

علامہ زبلی رحمۃ اللہ علیہ حنفی شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 ”قبروں پر تعمیرات کرنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے
 لکھتے ہیں کہ قبروں کو چوٹ سے بچتے کرنا اور ان پر قبے وغیرہ بنانا ممنوع ہے۔
 کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے اور اس پر تعمیر کرنے کو منع
 فرمایا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔ ابن نجیم نے بھی کنز کی شرح
 میں مکروہ تحریمی ہی لکھا ہے۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ”مخلوق میں سے کسی کی ایسی تعظیم کرنا جس سے اس کی قبر کو مسجد بنایا جائے
 میرے نزدیک مکروہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ شرک میں
 مبتلا نہ ہو جائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی
 ہے۔“

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المنذوب اور شرح صحیح مسلم میں قبروں پر قبضہ کی
 عمارت بنانے کو حرام قرار دیا ہے۔

شیخ ابن عبدالعزیز ابن تہامہ رحمۃ اللہ علیہ جنکا نام ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن تہامہ ہے اور جلفی اور الکافی
 وغیرہ کی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں۔ لکھتے ہیں،

”قبرستان میں مساجد تعمیر کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی تھی۔ علامہ ابن قدام
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصنام کی عبادت اور پوجا کی ابتداء ہی اس بات سے ہوئی

تھی کہ لوگوں نے صحابین کی وفات کے بعد ان کی تعظیم میں غلو سے کام لیا اور ان کی تصاویر بنا کر لٹکالیں۔ ان کو چوتے چاٹتے رہے پھر وہ عبادت کے وقت ان کو اپنے سامنے رکھ لیا کرتے تھے :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
 ”مقبرہ نیا ہو یا پرانا، اُس کی تربت بدل گئی ہو یا نہ بدلی ہو، اس کے اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یا نہ ہو، چونکہ اس کے اسم اور وقت میں عمومیت کا فرما ہے، اس لیے اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مطلق ہے کہ

لَعْنَةُ النَّبِيِّ اتَّخَذُوا ان لوگوں کو موجب لعنت ٹھہرایا
 قُبُورَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ گیا ہے جو انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں
 بناتے ہیں۔

اور یہ مسئلہ واضح اور معلوم ہے کہ انبیاء کے کرام کی قبور مبارکہ نجس نہیں ہوتیں۔ جن علمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو مقبرہ کے نجس اور پلید ہونے پر معمول کیا ہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے بالکل خلاف اور عیاذ قیاس ہے۔ اگر پہلے سے مسجد بنی ہوئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا منع ہے۔ قبر آگے ہو یا پچھے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلا اختلاف کسی مذہب کے ایسا کرنا معصیت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

اِنَّ مِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ تم سے پہلے لوگ انبیاء اور صحابین کی
 قُبُورَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔
 اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ خبردار! میں تم کو قبرستان کو عبادت گاہ
 فَاقِي اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ بنانے سے منع کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء و صالحی قبروں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ان کی قبروں پر بنجاء اور ان کے بیٹھنا اور ان پر مساجد تعمیر کرنا سنگین جرم ہے۔ اگر پہلے سے مسجد نہیں ہے تو بھی قبر کے پاس نماز پڑھنا ممنوع ہے، اس لیے کہ نماز کی مخالفت تو قبر کی وجہ سے ہے۔ خواہ مسجد ہو یا نہ ہو، ہر وہ مقام جہاں نماز

ادا کی جائے اُسے مسجد کہا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد بھی یہی ہے کہ

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا
وَمَا ظَهَرُوا

پاک اور مسجد قرار دے دیا گیا ہے۔

ایک قبر کی جگہ ہو یا زیادہ کی۔ بہر حال جہاں قبر ہو وہاں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ ایک آدھ قبر ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس کو مقبرہ نہیں کہا جاتا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب میں سے کسی کے کلام میں یہ فرق مذکور نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کے عمومی فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر قبر کے پاس نماز پڑھنا ممنوع اور حرام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ”میں حرام اور قبر کے پاس نماز پڑھنا ممنوع سمجھتا ہوں اور خود بھی نہیں پڑھتا۔“

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ قبر اور اس کے صحن میں نماز پڑھنا حرام ہے۔ اس طرح جو مسجد قبرستان میں تعمیر ہو چکی ہو، اس میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو۔

الاثرم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ اگر مسجد قبرستان کے درمیان واقع ہو تو اس میں فرض نماز جائز نہیں اور اگر مسجد اور قبر کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ حائل ہو تو اس مسجد میں صرف نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد الاثرم نے ابی مرثد کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لَا تَصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ قبرستان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھا۔
وقال اسنادہ بخیر کرد۔

اس سلسلے میں اگر ہم تمام علماء کے کلام کو نقل کریں تو کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جلتی گی۔

لے مسلم، البودادہ، ترمذی اور نسائی۔

بہر حال علمائے اُمت نے آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کو خوب واضح اور متعین کر دیا ہے اور اس علو اور افراط و مبالغہ سے اُمت کو آگاہ کر دیا ہے کہ یہی چیز غیر اللہ کی عبادت کا پیش خیمہ ہے۔ جیسا کہ تجربات اور مشاہدات بتاتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

معمداً عمر کرام کے بعد کچھ اس قسم کے علمائے سُوہ پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی ہدایات سے اجنبیت برتنا شروع کر دی ہے اور اپنے مزبورہ عقائد کو مشعل راہ چھہرا لیا ہے۔ انہوں نے نصوص کتاب و سنت پر ایسی قیود لگا دی ہیں کہ جن کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے فرمان کو ہی بدل دیا گیا ہے۔

مثلاً ان کے نزدیک آپ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ عام قبرستان میں کسی قبر پر کوئی عمارت تعمیر کرنا منع ہے۔

اس میں نماز اس لیے ممنوع ہے کہ مردوں کی پیپ وغیرہ کی وجہ سے یہ جگہ نجس اور پلید ہو جاتی ہے۔

یہ تمام تاویلات کئی ایک وجوہ کی بنا پر غلط اور باطل ہیں۔

۱۔ نص قطعی سے ثابت ہے کہ بغیر علم کے اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب کرنا حرام ہے۔

۲۔ ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کن فرمان اور آپ کی لعنت کی زد میں خاص خاص قبروں پر تعییرات کرنے والے نہیں آتے۔

یہ سب لغو اور باطل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے راستے میں کوئی چیز مانع نہ تھی اگر وجہ ممانعت یہی ہوتی تو آپ یوں بھی ارشاد فرما سکتے تھے کہ

مَنْ صَلَّى فِي جُمُعَةٍ نَجِسَةٍ جَوَّأَكَ جَلْجَلٌ بِرِجْلِكَ بِرِجْلِ جَلْجَلٍ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ
تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔

ان علمائے سُوہ کے اقوال سے یہ بات لازم آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی وجہ اور علت بیان فرمائے بغیر اتنی شدت اختیار کی ہے، جس سے قرون ماضیہ کے بعد آنے والے ائمہ اور اہل علم کو دھوکہ لگا اور وہ خواہ مخواہ بلا دلیل باتیں کرنے لگے۔

یہ بھی عقلاً اور شرعاً لغو اور بے اصل بات ہے کیونکہ اس سے تو العیاذ باللہ یہ مترشح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شریعت کی کما حقہ تبلیغ نہیں کر سکے یا کسی مسئلہ کو بیان کرنے سے عاجز و قاصر رہے۔

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: مَا ذَكَرَ الرَّسُولُ ﷺ فِيمَنْ بَنَى
مَسْجِدًا يُعْبَدُ اللَّهُ فِيهِ عِنْدَ قَبْرِ
رَجُلٍ صَالِحٍ وَ لَوْ صَحَّتْ نِيَّتُهُ
الْفَاعِلِ -

یہ انتہائی غلط بات اور آنحضرت ﷺ پر بہتان ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک مسئلہ کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ایک دیہاتی بھی یا سانی سمجھ سکتے ہے۔ آپ کو ہر مسئلہ اور عقدہ مشکل کو سلجھانے کی وہ قدرت اور کلمہ حاصل تھا کہ بڑے بڑے عقل مند سن کر حیران رہ جاتے تھے۔ جب لازم باطل قرار پایا تو ملزوم بھی باطل ٹھہرا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس شدتِ الفاظ اور لعنت کے صرف وہ لوگ مستحق ہیں جو انبیاء کی قبروں پر مساجد تعمیر کرتے ہیں۔ انبیاء کے علاوہ کسی کی قبر پر عمارت تعمیر کرنا یا مسجد بنانا جائز ہے۔

یہ بھی غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ نصوص میں ایسے الفاظ مروی ہیں جو انبیاء اور غیر انبیاء سب کو شامل ہیں۔ اگر یہی وجہ مقصود ہوتی تو کم از کم انبیاء کی قبریں تو اس سے مستثنیٰ ہوتیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اجسامِ مطہرہ تو نجاست کے ہر شائبہ سے پاک ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مسجد تعمیر کرنے کی یہی انبیاء اور دیگر سب لوگوں کی قبور کو شامل ہے۔ کیونکہ نبی کے اسباب وہی ہیں جو ہم علمائے امت کے اقوال سے نقل کر گئے ہیں۔ ہم اس اظہارِ حق اور تسبیحِ محبت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

① جو بھی کسی صالح اور بزرگ کی قبر کے پاس عبادت کے لیے مسجد تعمیر کرتا ہے، اگرچہ اُس کی نیت صحیح ہو وہ آنحضرت ﷺ کے ہمید ہی فرمان کی زو میں آتا ہے۔

الثانیۃ الثانیۃ أَلْتَهَىٰ عَنِ السَّمَائِلِ وَغِلَظِ
الْأَمْرِ فِي ذَلِكَ -

② کسی صالح شخص کی تصویر بنانے کی حرمت میں آنحضرت ﷺ کی سخت ترین وعید ہے۔

الثالثۃ الثالثۃ أَلْعِبْرَةُ فِي مَبَالِغَتِهِ ﷺ فِي
ذَلِكَ كَيْفَ بَيَّنَّ لَهُمْ هَذَا
أَوَّلًا - ثُمَّ قَبْلَ مَوْتِهِ بِخَمْسِ
قَالَ مَا قَالَ - ثُمَّ لَمَّا
كَانَ فِي السِّيَاقِ لَمْ يَكْتَفِ
بِمَا تَقَدَّمَ -

③ رسول اکرم ﷺ کے شدید ہمیدی کلمات میں عبرت و نصیحت کا یہ پہلو پنہاں ہے کہ ابتدا میں آپ نے اس مسئلہ کی نرم الفاظ میں وضاحت فرمائی اور پھر وفات سے پانچ روز پہلے اس کی سختی سے تردید فرمائی۔ آپ نے اسی پر بس نہیں کی (بلکہ وفات کے وقت ایسے لوگوں کو جو قبروں میں مساجد تعمیر کرتے ہیں، ملعون قرار دیا)

الرابعۃ الرابعۃ نَهَيْهُ عَنِ فِعْلِهِ عِنْدَ قَبْرِهِ
قَبْلَ أَنْ يُوجَدَ الْقَبْرُ -

④ رسول اکرم ﷺ نے اپنی قبر پر تعمیر مسجد سے منع فرمایا حالانکہ آپ کی قبر اس وقت موجود نہ تھی۔

الخامسة **أَنَّه مِنْ سُنَنِ الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى فِي قُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ -**

⑤ قبروں پر مسجد بنانا اور ان میں عبادت کرنا یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا۔

السادسة **لَعْنَةُ إِيَّاهُمْ عَلَى ذَلِكَ -**

⑥ اسی پر رسول کریم ﷺ کا یہود و نصاریٰ کو ملعون قرار دینا۔

السابعة **أَنَّ مُرَادَهُ تَحْذِيرُهُ إِيَّانَا عَنْ قَبْرِهِ -**

⑦ رسول اللہ ﷺ کا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرنے کا اصل مطلب یہ تھا کہ مسلمان آپ کی قبر پر اسی قسم کے افعال کا ارتکاب نہ کریں۔

الثامنة **أَلِئَلَةُ فِي عَدَمِ إِبْرَازِ قَبْرِهِ**

⑧ رسول اللہ ﷺ کی قبر کو ظاہر اور کھلانا رکھنے کا سبب اور مصلحت۔

التاسعة **فِي مَعْنَى إِتِّخَاذِهَا مَسْجِدًا**

⑨ قبر کو عبادت گاہ بنانے کے نقصانات کا تفصیل سے جائزہ لینا۔

العاشر **أَنَّه قَرَبَ بَيْنَ مَنْ اتَّخَذَهَا**

وَ بَيْنَ مَنْ تَقَوْمُ عَلَيْهِ

السَّاعَةَ فَذَكَرَ الذَّرِيعَةَ

إِلَى الشِّرْكِ قَبْلَ وَقْعِهِ

مَعَ خَاتَمَتِهِ -

⑩ رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور ان بدترین لوگوں کو جن کی زندگی میں قیامت برپا ہوگی، ایک ہی تمام دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے شرک کے وقوع سے پہلے ہی اُسکے اسباب و نشئی ڈال دی۔

الاولی عشره ذِكْرُهُ فِي خُطْبَتِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ

بِحَمْسٍ - أَلْرَدُّ عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ هُمَا
أَشْرُ أَهْلِ الْبِدْعِ بَلْ أَخْرَجَهُمْ
بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الثَّنَتَيْنِ
وَ السَّبْعِينَ فِرْقَةً وَ هُمُ الرَّاغِبَةُ
وَ الْجَهْمِيَّةُ وَ بِسَبَبِ الرَّاغِبَةِ
حَدَثَ الشِّرْكَ وَ عِبَادَةُ الْقُبُورِ
وَ هُمْ أَوَّلُ مَنْ بَنَى عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ.

⑪ رحمتِ عالم ﷺ نے وفات سے صرف پانچ روز قبل اس فتنے کے بائیس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا۔ اہل بدعت کے سب سے زیادہ شریروں و فرقوں کی تردید اور بعض اہل علم نے تو ان کو بہتر فرقوں سے بھی خارج قرار دیا ہے۔ ان دو فرقوں میں ایک رافضی اور دوسرا جہمیہ ہے۔ خصوصاً رافضیوں کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبروں کی عبادت کے فتنے نے جنم لیا اور یہی وہ فرقہ ہے جس نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

الثانی عشره مَا بُلِيَ بِهِ ﷺ مِنْ شِدَّةِ الزَّرْعِ

۱۲) اس باب میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ تہمتِ دو عالم ﷺ کو وقت کے وقت بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔

الثالث عشر **مَا أَكْرَمَ بِهِ مِنَ الْخُبَلَةِ -**

۱۳) رسولِ اکرم ﷺ کو خلت کی عظمت و بزرگی سے نوازا گیا ہے۔

الرابع عشر **أَلْتَصْرِیحُ بِأَنَّهَا أَعْلَى مِنَ الْمَحَبَّةِ -**

۱۴) اس بات کی وضاحت کہ خلت کا مقام محبت سے اونچا ہے۔

الخامس عشر **أَلْتَصْرِیحُ بِأَنَّ الصِّدِّیقَ أَفْضَلَ**

الصَّحَابَةِ -

۱۵) اس بات کی بھی تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ

رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

السادس عشر **أَلْإِشَارَةُ إِلَى خِلَافَتِهِ -**

۱۶) رسولِ اکرم ﷺ کا اپنی زندگی میں ہی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی

خلافت کی طرف اشارہ فرمانا۔



باب ماجاء

انے الفلوفے قبر الصالحین

بصیرھا اوٹانا ثعب

منے ذونے الله

یہ باب اس بیان میں ہے کہ بزرگوں کی قبروں
کے بارے میں عن لو کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ
ان کو بتوں کی حیثیت دے دی جاتی ہے اور پھر ان
کی بھی پرستش ہونے لگتی ہے

روى مالك في الموطأ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
 قَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب موطائیں روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم
 ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میری قبر کو دشمن نہ بنانا جسے لوگ پوجنا شروع کریں۔

قوله : رَوَى مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ :

○ — امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم عن عطاء بن یسار یہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

○ — مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن عجلان عن زید بن اسلم مروی ہے۔ اس میں عطاء بن

یہ ار کا ذکر نہیں ہے۔

○ — اور البزار نے عن زید بن عطاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت

نقل کی ہے۔

○ — مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع یوں منقول ہے کہ

اسم حضرت ﷺ نے فرمایا کہ

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي

وَأَنَا لَعْنَةُ اللَّهِ قَوْمًا اتَّعَدُوا

قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَاجِدَةً

اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا نا۔

اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو ملعون قرار دیا

ہے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت

گاہیں بنالیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر نسب نامہ یہ ہے۔

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الاصبحی۔

اسپ کی کنیت ابو عبد اللہ المدنی تھی۔ چار مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں۔ حدیث نبوی سے

والہا زعقیدت و محبت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”اہلی پایہ کی صحیح سند وہ ہے جو مالک عن ناخ عن ابن عمر مروی ہو“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے یا ایک قول کے مطابق ۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور بقول واقدی
توڑے سال کی عمر پر ۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے کیسے قبول فرمایا؟ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ

فاجاب رب العالمین دعاءه واحاطه بثلاثة الجدران
حتى غدت ارجاءه بدعائه في عزة وحماية وصيان

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کی قبر کو تین دیواروں میں چھپا
دیا ہے اور آپ کی قبر مبارک کے اطراف کو آپ کی دعا کی وجہ سے اللہ رب العزت نے اپنی خاص رحمت
اور حفاظت و صیانت میں لے لیا ہے۔

زیر بحث حدیث کے الفاظ اس بات پر شاہد ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک
کو لو بجا جاتا تو وہ بہت بڑا دشمن بن جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر کو اس طرح محفوظ فرمایا ہے کہ
وہاں تک پہنچنا کسی بادشاہ کے اختیار میں بھی نہیں رہا۔

حدیث مذکورہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہی قبر دشمن کہلاتی ہے جسے قبروں کے پجاری اپنے
ہاتھوں سے چومنا چاہنا شروع کر دیں یا ان کے تابوتوں سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کریں۔ افسوس کہ
آج کل قبروں کی تعظیم اور ان کی عبادت کا فتنہ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ لائق مطالعہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا التَّبْتُمْ فِتْنَةً
يَهْرِمُ فِيهَا الْكَبِيرُ وَيَنْشَأُ
فِيهَا الصَّغِيرُ تَجْرِي عَلَي
التَّامِينَ يَتَّخِذُونَهَا سُنَّةً
اِذَا غِيَبَاتٍ : قِيلَ غَيَبَاتٍ
السَّنَةِ
اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب
تمہیں ایسا فتنہ آدوبچے گا جس میں جوان
بڑھا ہو جائے گا اور چھوٹا بڑا ہو جائے گا
فتنہ لوگوں میں راہ پاسے گا اور لوگ اُسے
سُنَّت بگھ لیں گے کہ جب وہ بدل جائے
گا تو لوگ کہیں گے سُنَّت بدل گئی ہے

اسی فتنے کے خطرے کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے آثار کے متبع سے لوگوں کو روکا تھا۔

ابن وضاح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن یونس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کو جس سے کاٹ پھینکنے کا حکم صادر کیا جس کے نیچے بیٹھ کر رحمتِ عالم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اس درخت کو اس لیے کاٹ دیا گیا کہ لوگوں نے وہاں جا کر اُس کے نیچے نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرک کا فتنہ پھیلنے کے خدشے کی وجہ سے اس کو کٹوا دیا۔

معروف بن سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دفعہ کتبہ المکرّم کے راستے میں صبح کی نماز ادا کی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ گروہ درگروہ کہیں جا رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔؟ جواب دیا گیا کہ لے امیر المؤمنین! یہاں کسی مقام پر کوئی مسجد ہے، جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔ یہ لوگ وہاں جا کر نماز پڑھنا باعثِ برکت سمجھتے ہیں اس لیے وہاں جا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ ہم سے پہلے بہت سی قومیں اسی لیے تباہ ہو گئی تھیں کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کی تلاش میں رہتی تھیں اور پھر اس جگہ کو کنیسہ بنا لیتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اچانک ایسی جگہ پر نماز کا وقت آجائے تو وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ ورنہ وہاں سے گزر جانا چاہئے۔ یکن عمدأ اور جان بوجھ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرنا چاہئے۔“

مغازی ابن اسحق میں یونس بن بکر کے ہنوافز کے سلسلے میں ابوخلد خالد بن دینار سے مروی ہے کہ ابوخلد نے یہ مندرجہ ذیل عجیب و غریب واقعہ سنایا، فرماتے ہیں:

”جب ہم نے تشریح کیا تو ہر مزان کے مال میں جہاں اور بہت سی اشیاء دستیاب ہوئیں وہاں ایک چارپائی بھی ملی جس پر ایک شخص کی لاش تھی اور اُس کے سر ہاتے ایک مصحف رکھا ہوا تھا۔ ہم اسے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے اس کو اس طرح پڑھ کر سنایا جیسا کہ ہم قرآن پڑھا کرتے ہیں۔

خالد بن دینار: اُس مصحف میں کیا لکھا ہوا تھا۔؟

ابوالعالیہ بولے، تمہاری سیرت، تم ہی جیسے امور و احکام اور تمہارے ہی جیسی خوش الحانی اور اس کے علاوہ بہت سی آئندہ پیش آنے والی باتیں۔ خالد بن دینار نے سوال کیا، تم نے اُس شخص کی لاش کے ساتھ کیسا لوگ کیا؟ ابوالعالیہ: ہم نے دن کی روشنی میں مختلف تیرہ قبریں کھودیں اور پھر رات کی تاریکی میں ہم نے اس میت کو ایک قبر میں دفن کر کے تمام قبروں کو بڑا بڑا کر دیا تاکہ لوگوں کو پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ کس قبر میں دفن ہوئے مبادا اس کو اکھاڑ پھینکیں۔ خالد بن دینار: لوگ اس سے کیا توقع رکھتے تھے

ابوالعالیہ: جب بارش ٹک جاتی تو اس کی چار پائی کو باہر نکال لاتے تو بارش ہو جاتی۔ خالد بن دینار: اس لاش کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ وہ کون تھا؟ ابوالعالیہ: ایک شخص کی لاش تھی، جنہیں دانیال کہا جاتا ہے۔ (عَلَيْهِ السَّلَام) خالد بن دینار: تمہاری رائے میں اُن کو فوت ہونے کا کتنا عرصہ گزرا ہوگا؟ ابوالعالیہ: تین سو سال کے قریب۔

خالد بن دینار: جسم میں کسی قسم کی تبدیلی تو نہیں ہوئی تھی؟ ابوالعالیہ: ہرگز نہیں۔ صرف گندمی کے قریب چند بال متغیر ہو گئے تھے۔ کیونکہ انبیک کے جسموں کو زمین خراب نہیں کر سکتی۔

اس واقعہ کے بارے میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مباحرین اور انصار مجاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو اس لیے برابر اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگ شرک و بدعت کے فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں اور اس لیے بھی قبر کو ظاہر نہیں کیا تاکہ لوگ یہاں آکر دعا اور تبرک حاصل نہ کر سکیں۔ کیونکہ اگر قبر کو نمایاں اور ظاہر کر دیا جاتا تو بعد میں آنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کی پوجا شروع کر دیتے اور اگر تائخین

لے تلمناکہ (تین سو سال) گنا دست نہیں، یہ شانمانہ (یعنی آٹھ سو برس) ہو سکتا ہے اور غلطی سے تلامناہ لکھا گیا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ والستام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ۵۷۰ برس ہیں اور ان کے درمیان زمانہ فترت ہے جس میں کوئی پیغمبر نہیں آیا، اگر دانیال پیغمبر تھے تو آٹھ سو برس گنا دست معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی اور بزرگ تھے تو وہ بھی نہیں بن سکتے، جو اعلیٰ کی تصریح نبوت کے بجز ہے، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایں میں یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ یہاں شانمانہ ہے، فاشد اعلم۔ ۱۲ (مجموعۃ المراجعت)

اِسْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ -

اُن اقوام پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی
قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔

قبر کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس پر تنواریوں سے جنگ شروع
ہو جاتی اور پھر اللہ تعالیٰ کے سوا قبر کی پوجا شروع ہو جاتی :
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نظر دعائیہ جملہ میں لوگوں کو روکا گیا ہے کہ
وہ آپ کی قبر پر حاضری دے کر طرح طرح کی بدعات اور شرکیہ اعمال میں نہ
پھنس جائیں۔ کیونکہ جو شخص کسی ایسی جگہ پر جاتا ہے جہاں شائع علیہ السلام نے جانے
کا ارشاد نہیں فرمایا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کا طالب ہو،
یا نماز پڑھے، یا دعا کرے۔ یا قرآن کریم کی تلاوت کرے، یا کسی قسم کا ذکر الہی کرے،
یا کوئی اور عمل صالح کرنے کا ارادہ کرے، تو شریعت مطہرہ اسے باطل اور معصیت
قرار دیتی ہے، البتہ اگر اتفاقاً وہاں سے گزرہو تو اپنے لیے اور اُن کے لیے خیر و معافیت کی دعا
کرے، ان کی سلامتی کی دعا کرے، جیسا کہ طریقہ سنت ہے۔

اس نیت سے جانا کہ نسبت دوسری جگہوں کے وہاں دعا جلد قبول ہوگی تو یہ مشروع ہے

www.KitaboSunnat.com : اِسْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ قبروں پر قبۃ تعمیر کرنا۔ یا
وہاں جا کر نماز پڑھنا حرام ہے اور کبیر گناہوں میں سے ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”القری لقاصلہم لقری“ میں رقم طراز ہیں کہ:
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام سے ذکر کرتے ہیں کہ یہ کہنا مکروہ ہے کہ:
ذُرْتُ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی قبر کی زیارت کی۔
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور اس کی علت یہ بتائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَلَمْ تَرَ لَأَنْتَ جَعَلَ قَبْرِي وَكُنْتُ يُعْبَدُ" یعنی کسی لفظ کو قبر کی طرف منسوب کرنا مکروہ ہے تاکہ یہود و نصاریٰ کے کردار سے مشابہت ہو جائے یہ رائے شرک و بدعت کا راستہ بند کرنے کی خاطر اختیار کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین کا دور دیکھا ہے اور وہ لوگ اس مسئلہ کی حقیقت کو بعد میں آنے والے علماء سے زیادہ صحیح سمجھتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ تابعین کے دور میں یہ لفظ معروف نہ تھا کہ کوئی شخص یہ کہے ذُرَّتُ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ بلکہ لوگ اس انداز بیان کو مکروہ گردانتے تھے۔ لفظ زیارت سے زیارتِ بدعیہ مراد لیتے تھے، زیارتِ بدعیہ یہ ہے کہ کوئی شخص نیت سے کسی کی قبر کے پاس جائے کہ وہ صاحبِ قبر سے کچھ طلب کرے گا۔ یا اس سے دعا کی خواہش کرے یا اس سے کسی تکلیف کو رفع کرنے یا رفع حاجات کی درخواست کرے، جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کرتے ہیں۔

یہ نیت اور عقیدہ رکھنا تمام ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع ہے اور شریعت اسلامیہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے محل لفظ کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے جس سے غلط مفہوم مراد لیا جاسکے۔

البتہ اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کی نیت سے جانا ممنوع نہیں۔

بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ
فَنُودُوا الْقُبُورَ فَاتَّهَمُوا قُبُورَ كِيَا كِرُو۔ کیونکہ وہ آنحضرت
تُذَكِّرُوا الْأَخْسَةَ کو یاد دلاتی ہیں۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ خود اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے تھے۔

فَنُودُوا الْقُبُورَ میں کفار اور مشرکین کی قبریں بھی آجاتی ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہاں جا کر اہلِ قبر سے دعا کی خواہش کی جائے یا اس سے کچھ مانگا جائے

و لابن جریر بسندہ عن سفیان عن منصور عن مجاہد :
 "أَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَ الْعُزَّىٰ - قَالَ :
 كَانَتْ يَلُتُّ لَهْمُ السَّوِيْقِ
 فَمَاتَ فَعَكَّفُوا عَلَى قَبْرِهٖ -"

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ "أَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَ الْعُزَّىٰ" میں مذکور اللات کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی سند سے عن سفیان عن منصور نقل کرتے ہیں کہ
 "لات حجاج کرام کو شتو گھول کر پلایا کرتا تھا، جب یہ فوت ہو گیا تو لوگ اسکی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔"

یا استغفار کیا جائے جیسا کہ اہل بدعت اور شرک کرتے ہیں خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی قبروں پر جاتے وقت خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اکثر لوگ ان کی قبروں کی زیارت سے زیارت بدعیہ شرکیہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی خطرے کے پیش نظر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محل لفظ کے استعمال کو مکروہ جانا ہے۔ لیکن جہاں شرک کا یہ خطرہ نہ پایا جائے وہاں ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہیں۔
 مصنف رحمۃ اللہ علیہ فی مسائل کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں کہ
 "م نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات سے پناہ مانگی ہے جس سے خطر محسوس فرمایا۔"

قَوْلُهُ : وَ لِابْنِ جَرِيرٍ :

حافظ محمد بن جریر بن یزید الطبری مروا میں جن کی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

— تفسیر ابن جریر الطبری

— کتاب التاريخ

— کتاب الاحکام

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

لَا أَعْلَمُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيرٍ مِنْ زِيَادَةِ عَالَمِ رُؤَسَاءِ زَمَانٍ
أَعْلَمَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ بِمِثْرَةِ عِلْمٍ فِي كُتُبِهِ شَيْءٌ مِنْ كُتُبِهِ

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ خود مجتہد تھے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے ان کے ملنے والے بہت سے فقہاء تفریح مسائل میں ان کے اجتہاد کا تتبع کرتے اور ان کے اقوال سے حجت پکارتے تھے۔

ابن جریر ۲۲۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ماہ شوال کے دوروز باقی تھے کہ ۳۱۰ ہجری میں

اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

قَوْلُهُ : عَنْ سُفْيَانَ :

ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری مراد ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی مکوفہ سے تعلق رکھتے تھے،

بہت بڑے ثقہ، امام، فقیہ، حافظ، عابد اور مجتہد تھے۔ ان کے بے شمار شاگردان کی فقہ پر اعتماد کرتے تھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کی چوسٹھ بہاریں دیکھ کر ۱۶۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

قَوْلُهُ : عَنْ مَنْصُورٍ :

منصور بن المعتمر بن عبد اللہ السلی مراد ہیں۔ ثقہ اور اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ

تھے۔ ۱۳۲ ہجری میں وفات پائی۔

قَوْلُهُ : عَنْ مُجَاهِدٍ :

مجاہد بن جبر ابو الجراح الخزومی مراد ہیں۔ ثقہ راویوں میں سے ہیں۔ تفسیر کے موضوع میں

امام شمار ہوتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے کئی صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

بقول یحییٰ قطان ۱۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

ابن حبان کی روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۱ھ میں

پیدا ہوئے اور ۱۰۲ ہجری یا ۱۰۳ ہجری میں بحالت سجدہ وفات پائی۔

قَوْلُهُ : كَانَ يَلْتَمِسُ لَهُمُ التَّوْبَةَ :

سعید بن منصور کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ

وَكَذَا قَالَ أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما
كَانَ يَلْتُمُ السَّوِيْقَ لِلْحَاجِّ -

ابن الجوزاء رضي الله عنه نے بھی حضرت ابن عباس رضي الله عنهما سے یہی نقل کیا ہے کہ
 لاتِ حجاجِ کرام کو سٹو گھول کر پلایا کرتا تھا۔

فَيَطْبَعُهُ مَن يَمُوتُ مِنْ
 النَّاسِ فَلَمَّا مَاتَ عَبْدُوهُ
 وَقَالُوا: هُوَ اللَّاتُ
 جو شخص اس کے پاس سے گزرتا اسے
 کھانا کھلاتا اور سٹو پلاتا، جب یہ فوت
 ہو گیا تو لوگوں نے اس کی پوجا شروع
 کر دی اور اللات کے نام سے
 مشہور کر دیا۔

زیر بحث روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ لوگ اس شخص کی سخاوت دیکھ کر،
 اس کی محبت میں غلو کا شکار ہو گئے اور نوبت بایں جا رسید کہ اس کی عبادت شروع ہو گئی اور پھر
 اس کی قبر مشرکین عرب کا بہت بڑا وطن اور بت بن گئی۔

قوله : وَكَذَا قَالَ أَبُو الْجَوْزَاءِ
 ان کا پورا نام یہ ہے۔

ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ الرقی رضي الله عنه

ابو الجوزاء ۸۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

ام بخاری فرماتے ہیں۔ حدثنا مسلم و هو ابن ابراهيم حدثنا ابوالاشهب حدثنا ابوالجوزاء
 عن ابن عباس رضي الله عنهما قال۔

كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلْتُمُ
 سَوِيْقَ الْحَاجِّ
 حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرماتے
 ہیں کہ لات وہ شخص تھا جو حجاج کرام
 کو سٹو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔

ابن خزیمہ رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ العززی کی بھی اسی طرح پوجا ہوتی تھی۔ العززی ایک درخت

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ لَعَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذَاتِ
 عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ -
 رَوَاهُ أَهْلُ السُّنَنِ -

حضرت ابن عباس رضي الله عنهما سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
 ﷺ نے ان عورتوں کو ملعون قرار دیا ہے جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔
 اور ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دیا جو قبروں میں مسجدیں بناتے اور قبروں
 پر چراغاں کرتے ہیں۔ اس حدیث کو اہل سنن نے روایت کیا ہے۔

کانام تھا جس کے اوپر عمارت تعمیر کر دی گئی تھی اور اسے پردوں سے منوین کر دیا گیا تھا۔ یہ درخت
 وادی بخلہ میں تھا جو طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ قریش اس درخت کی بہت تعظیم کرتے
 تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جنگا حد کے موقع پر ابو سفیان نے مسلمانوں کو لاکار تے ہوئے کہا تھا کہ
 "لَنَا الْعُزَىٰ وَلَا عُزَىٰ لَكُمْ" ہمارا تو عزی مجبور ہے اور تمہارا کوئی عزی نہیں۔
 قولہ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ :

شارح رضي الله عنه فرماتے ہیں اس باب میں دو حدیثیں منقول ہیں۔

۱ — ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه سے۔

۲ — اور دوسری حضرت حسان بن ثابت رضي الله عنه سے

حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه والی حدیث مسند امام احمد اور ترمذی میں موجود ہے۔ امام ترمذی
 نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حسان بن ثابت والی حدیث ابن ماجہ میں بایں الفاظ منقول ہے کہ

لَعَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذَاتِ
 عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ -
 رَوَاهُ أَهْلُ السُّنَنِ -
 رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو ملعون
 قرار دیا جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔

لہ وادی بخلہ کو آج کل اسمیل اکبر کہتے ہیں۔ (مترجم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیر بحث حدیث کی سند میں حضرت ام ہانی کے غلام ابوصالح ہیں جنہیں بعض محدثین نے ضعیف اور بعض نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابوصالح کے مستق علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ

”اپنے اصحاب میں سے میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جس نے کہ ام ہانی کے غلام ابوصالح کو ترک کر دیا ہو اور میں نے کسی کو ان پر تنقید کرتے ہوئے نہیں سنا۔ شعبہ، زائدہ اور عبداللہ بن عثمان جیسے محدثین نے اسے ترک نہیں کیا۔“

ابوصالح کے بارے میں ابن معین رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ

لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ

ان وجوہ کی بنا پر ابن اسکن رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں ابوصالح کی روایات کو نقل کیا ہے۔

بخوار الذهب الابریز۔ للحافظ العزی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”یہ حدیث دو واسطوں سے منقول ہے۔“

۱— ایک حضرت ابوہریرہ سے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَسُلَ اللَّهِ الَّذِي تَعَلَّمُوا لَنَا قَبْرَتَانِ

لَعْنَتَا زَوَارَاتِ الْقُبُورِ

کی زیارت کرنے والی مستورات پر لعنت کی ہے۔

۲— دوسرا واسطہ یہی زیر نظر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں کے راوی مختلف ہیں اور

دونوں روایتوں میں کوئی ایک راوی بھی متہم بالکذب نہیں پایا گیا اور اس قسم کی روایات باتفاق

محدثین حجت ہیں اور یہ روایات ان حسن روایات میں سے ہیں جو امام ترمذی کی شروط صحت کے

مطابق ہیں کیونکہ امام ترمذی حسن کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ

”جو حدیث کئی واسطوں سے منقول ہو اور کسی بھی روایت میں کوئی ایک

شخص بھی متہم بالکذب نہ ہو اور نہ وہ شاذ ہو۔ یعنی اس روایت کے کھریج

مخالف ہو جو ثقہ راویوں سے منقول ہے۔ اُسے حسن کہتے ہیں۔“

پس زیر بحث حدیث کئی واسطوں سے مروی ہے۔ اس میں کوئی ایک بھی راوی متہم بالکذب نہیں پایا گیا اور نہ یہ حدیث کسی دوسری صحیح حدیث کے مخالف ہی ہے۔ البتہ اگر یہ روایت ایک ہی راوی سے مروی ہوتی تو اس میں غور و فکر کیا جاتا لیکن یہ تو کئی راویوں سے منقول ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث رواۃ کے حلقوں میں مشہور و معروف تھی۔

ہے وہ لوگ جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا سہارا لے کر عورتوں کو قبرستان جانے کی رخصت دے دی ہے، تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور قبر پر کھڑی ہو کر کہنے لگیں کہ

لَوْ شِئْتُكَ
مَا زُدْتُكَ
(اے بھائی!) اگر میں تمہاری وفات کے وقت تمہارے پاس ہوتی تو تمہاری قبر کی زیارت نہ کرتی۔

اس روایت سے بھی عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مستحب ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مردوں کے لیے مستحب ہے۔ کیونکہ اگر عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت مستحب ہوتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت پر اس معذرت کا اظہار نہ کرتیں۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی رخصت پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔

زیر بحث حدیث کا مذکورۃ الصدر سیاق، عبداللہ بن ابی میکہ کے سیاق کے بھی مخالف ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ

”ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لاد رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے ام المؤمنین! آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بولیں۔ ہاں۔ معلوم ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اجازت دے دی تھی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا حدیث عائشہ صدیقہ کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

”عورتوں کے لیے رخصت کا جواز حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ عدم رخصت پر جو دلیل پیش کی گئی ہے، وہ بھی کی عمومیت ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مندرجہ ذیل قول سے منسوخ خیال کیا گیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول یہ ہے کہ

”قد امر بزیارتها“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں عورتوں کو بھی زیارت کی اجازت دے دی تھی۔ اس میں بھی خاص کا ذکر نہیں کیا گیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو جو قبر کی زیارت کے لیے جاتی ہیں، ملعون قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث میں جو زیارت کا حکم ہے وہ استحباب پر دلالت کناں ہے جو صرف مردوں کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ اگر اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہوتیں تو مردوں کی طرح عورتیں بھی زیارت کے لیے جایا کرتیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی کہ ”لو شہدناک ما زدناک“ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو ملعون قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا قبر کی زیارت کی نیت سے جانا حرام ہے۔

”فزدوها“ میں جو خطاب ہے۔ وہ صرف مردوں سے ہے۔

عورتوں سے نہیں ہے۔ یعنی عورتیں اس زیارت قبور کی اجازت میں شامل نہیں ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ وہ عام حکم جو خاص کے بعد آئے خاص کو منسوخ نہیں کرتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اصحاب احمد رحمہم اللہ کے ہاں یہی مشہور اور معروف ہے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عام حکم، خاص حکم کے بعد دیا گیا تھا بلکہ ہو سکتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دینے کے بعد فرمایا ہو کہ

لَعَنَ اللهُ
زَوَارَاتِ
الْقُبُورِ
اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت
کی ہے جو قبرستان کی زیارت کے
لیے جاتی ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زوارات القبور کو
ان لوگوں کے ساتھ شمار کیا ہے جو قبروں پر مساجد تعمیر کرتے ہیں اور قبروں پر
چراغیں کرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ قبروں پر مساجد بنانا اور چراغیں کرنا
حکم و واضح ارشادات نبویہ سے ممنوع ہے جس پر صحیح احادیث گواہ ہیں۔ صحیح
موقف یہ ہے کہ زیارت قبور کی اجازت میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔ اس کے
کئی اسباب ہیں۔

۱— ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں کہ "فَوُزُوْهُمَا"
اگرچہ مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس میں برسمیل تغلب عورتیں بھی شامل
ہیں۔ لیکن اس میں دو قول ہیں۔

— ایک یہ کہ تغلیب کی صورت میں عورتوں کو اس حکم میں شامل کرنے کے
لیے علیحدہ دلیل بھی ہونی چاہئے تاکہ تغلیب کی تائید فراہم ہو سکے۔

— دوسرا قول یہ کہ عورتیں اس حکم کے عموم میں داخل ہیں۔ اس صورت
میں عورتیں بھی زیارت قبور کی اجازت میں شامل سمجھی جائیں گی لیکن عموم و اطلاق
سے استدلال کمزور ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ وہ حکم خاص سے متعارض ہو ظاہر
ہے کہ حکم عام حکم خاص کو منسوخ قرار نہیں دے سکتا۔

اگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہوتیں تو ان کے لیے بھی زیارت قبور مستحب
ہوتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ تو آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد میں اور
مخلفائے راشدین کے مقدس دور میں عورتیں زیارت قبور کے لیے جسیا
کرتی تھیں۔

۲— دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کو اجازت
دینے کی علت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ — قبروں کی زیارت

يَذِكُرُ الْمَوْتَ وَيَذِيقُ
الْقَلْبَ وَتَدْمِغُ الْعَيْنَ
موت یاد دلاتی ہے۔ دل کو نرم کرتی ہے
اور آنکھوں کو پرہیز کرتی ہے۔

(مسند احمد)

اور تجربے سے بات ثابت ہے کہ اگر عورت کے لیے یہ اجازت دیدی
جائے تو وہ اپنی فطری کمزوری کے باعث جزع فرغ اور بین کرنے سے باز نہیں
رہ سکتی جس کا حرام ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اس طرح عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لیے جانا گویا حرام کاموں میں
مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسی حد نہیں مقرر کی
جاسکتی جس کی بنا پر عورتیں جزع فرغ ایسے حرام کاموں سے بچ سکیں۔ اسی لیے
ان کو بالکل روک دیا گیا۔ شریعت کا اصول بھی یہی ہے کہ کسی فعل کی حکمت پوشیدہ
ہو یا ظاہر حکم کا اطلاق مظنہ کی بنا پر آتا ہے۔ تاکہ نہ صرف اس برائی کو روکا جاسکے
مگر وہ ذرائع و وسائل جو عام طور پر اس برائی کی طرف لے جاتے ہیں ان سے
بھی روک دیا جائے۔

بطور مثال اس کو یوں سمجھئے کہ کسی اجنبی عورت کی زینت دیکھنا
یا اس سے خلوت میں باتیں کرنا حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے زنا
میں مبتلا ہونے کا مظنہ یا خطرہ ہوتا ہے

یوں بھی عورتوں کی زیارت قبور کے سلسلہ میں کوئی ایسی مصحت نہیں
ہے جو اس عقیدہ یا خطرہ کے منافی ہو کیونکہ زیارت قبور کا مقصد وحید یہی تو ہے
کہ میت کے لیے دعا اور استغفار کیا جائے اور یہ گھر میں بھی ممکن ہے۔

بعض علمائے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کو بھی زیارت قبور کی
طرح ناجائز ٹھہرایا ہے اور اسخبرت مثل الذنوب کے مندرجہ ذیل ارشادات کو
بطور دلیل کے پیش کیا ہے کہ

اُرْجِعْنَ مَا زُوْرَاتٍ عَيَا
مَا زُوْرَاتٍ فَاِنَّ كُنَّ تَفْتِنَ
تم گھروں کو لوٹ جاؤ، تم لوگوں کی نظریں
کا ہدف بنتی ہو اس لیے تمہیں جنازے کے

الْحَيَّ وَتُوذِينَ الْحَيِّتِ
 ساتھ چلنے پر کوئی اجر نہیں ملے گا تم زندہ
 افراد کے لیے فتنہ اور فوت شدہ افراد
 کے لیے اذیت اور تکلیف کا ذریعہ بنتی ہو۔

ایک موقع پر آپ نے اپنی نعتِ مجرب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ
 أَمَا إِنَّكَ لَوِ بَلَّغْتِ مَعَهُمُ
 اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک
 الْكَلْبَى لَمْ تَدْخُلِي الْجَنَّةَ
 چلی جاتیں تو جنت میں نہ جا سکتیں۔
 مندرجہ ذیل صحیحین کی روایات مذکورہ الصدر احادیث کی تائید کرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

أَنَّهُ نَهَى الْخِسَاءَ عَنِ
 آپ نے عورتوں کو جنازہ کے ساتھ
 اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ
 چلنے سے منع فرمایا۔

اور ایک روایت میں یوں ارشاد نبوی ہے۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ جَنَازَةً فَلَهُ
 جو شخص صرف نمازِ جنازہ پڑھتا ہے
 قِيْرَاطٌ وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى
 اسے ایک قیراط اور جو تدفین تک
 تَدْفِنَ فَلَهُ قِيْرَاطَانِ
 ساتھ رہتا ہے اسے دو قیراط اجر ملتا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ مندرجہ بالا ارشاد نبوی میں لفظ ”مَنْ“ مردوں
 اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ لیکن صحیح احادیث سے یہ بات پائے ثبوت کو
 پہنچ چکی ہے کہ اس عموم میں مستورات داخل نہیں ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے
 عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے سے منع فرمادیا ہے۔

پس جب اس عموم میں عورتیں داخل ہی نہیں تو زیارتِ قبور میں بطریق
 اولیٰ داخل نہ ہوں گی۔“

شراح رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زیارتِ قبور کی اجازت صرف مردوں کے لیے خاص ہے
 کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ

لَعَنَّ اللَّهُ
 اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو ملعون
 ذَوَاتِ
 قرار دیا ہے جو قبروں کی زیارت
 الْقُبُورِ
 کرتی ہیں۔

نہی عام تھی، اس سے مردوں کو خاص کر دیا گیا۔

جو لوگ نسخ سے استدلال کرتے ہیں کہ عورتوں کو بھی اجازت ہے۔ ان کو کئی جواب دیے

جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو فعل

نقل کیا گیا ہے وہ ان کی اپنی روایات کے خلاف ہے لہذا نسخ کیسے ثابت ہوا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی صحابی کا قول یا اس کا اپنا فعل حدیث نبوی کے خلاف

حجت نہیں ہو سکتا۔ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف رد نما نہیں۔

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہنا کہ جب تم قبر کی زیارت

کے لیے جاؤ تو کیا کلمات استعمال کرنا چاہیے؟

تو یہ قول مندرجہ بالا تین صحیح احادیث کا نسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید اور سخت وعید سے پہلے یہ تعلیم دی ہو۔

محمد بن اسماعیل الصنعانی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف "تظہیر الاعتقاد" میں فرماتے ہیں کہ

"یہ بڑے بڑے قبے اور میں جو الحاد اور شرک میں مبتلا ہونے کا ذریعہ

ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی بنیادیں ہل کر رہ گئیں ہیں۔ ان کو تعمیر کرنے والے

بڑے بڑے بادشاہ، سلاطین، روسا اور والیان ریاست ہی تھے۔

انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے قبے بنائے۔ یا ان لوگوں کی

قبروں پر قبے تعمیر کیے جن کے متعلق یہ لوگ اور سلاطین حسن ظن رکھتے تھے

جیسے کوئی فاضل، یا عالم، یا صوفی، یا فقیر، یا کوئی بہت بڑا بزرگ۔

جو لوگ ان کو جانتے تھے وہ تو ان کی قبروں کی زیارت اس نیت سے

کرتے تھے کہ ان کے لیے دعا اور استغفار کریں یہ لوگ ان کے نام کی قطعاً

دہائی نہ دیتے تھے اور نہ ان کو وسیلہ ہی خیال کرتے تھے۔ بلکہ ان کے لیے

دعا کرتے اور بخشش مانگتے۔ لیکن ان اصحاب قبور کو جاننے والے جب

خود فوت ہو گئے تو بعد میں آنے والوں نے دیکھا کہ قبر پر ایک شاندار

قبر تعمیر ہے جس پر چراغاں بھی ہوتا ہے اور نہایت قیمتی فرش بچھایا گیا

ہے اور قبر پر اعلیٰ قسم کے کپڑے کے پردے لٹک رہے ہیں اور قبر کو

باروں اور پھولوں سے خوب لادا اور سجایا گیا ہے۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ ان سے کوئی نفع حاصل کیا جائے یا کسی مصیبت سے نجات حاصل کی جائے اور یہ ان قبوں کے مجاور ان قبروں کے متعلق طرح طرح کے افسانے تراشتے ہیں یعنی فلاں وقت یہ ہوا اور فلاں زمانے میں وہ ہوا۔ فلاں شخص کی تکلیف دُور ہو گئی اور فلاں شخص کو اتنا نفع ہوا حتیٰ کہ سادہ لوح عوام کے دلوں میں جھوٹا، من گھڑت اور شرکیہ عقیدہ گھر کر جاتا ہے۔

حالانکہ صحیح اور درست مسند وہی ہے جو احادیثِ نبویہ سے دوڑ رہی کی طرح عیاں ہے کہ جو شخص قبروں پر چراغاں کرتا ہے۔ یا ان پر کوئی تحریر لکھ کر لٹکاتا ہے۔ یا قبر پر کسی قسم کی تعمیر کرتا ہے وہ عند اللہ ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث وارد ہیں اور معروف ہیں، جن کی روشنی میں مندرجہ بالا اعمالِ قبر پر ممنوع اور حرام ٹھہرائے گئے ہیں اور عظیم خطرہ کا ذریعہ اور سبب بھی ہیں۔“

مندرجہ بالا عبارت پر غور کرنے سے اس حدیث کا باب کے ساتھ تعلق از خود سمجھ میں آجاتا ہے۔

قَوْلُهُ : وَالْمُتَعِدِّينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ :

حدیث کے اس جملہ کی شرح باب سابق میں گزر چکی ہے۔

قَوْلُهُ : الشَّرْحُ :

الرحمہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”اگر قبروں پر چراغاں کرنا جائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغاں

کرنے والے پر لعنت کیوں فرماتے۔؟ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ بغیر کسی فائدہ کے مال ضائع ہوتا ہے۔

۲۔ قبر کی تعظیم میں افراط اور غلو پایا جاتا ہے۔ جو بت پرستوں کی تعظیم

کے مشابہ ہے۔“

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں !

الاولیٰ: تَفْسِيرُ الْأَوْثَانِ -

① اوثان کی تشریح و توضیح۔

الثانیہ: تَفْسِيرُ الْعِبَادَةِ -

② عبادت کا تفصیلی بیان۔

الثالثہ: أَنَّهُ ﷺ لَمْ يَسْتَعِذْ إِلَّا مَتَا

يُخَافُ وَقُوْعُهُ -

③ رسول اکرم ﷺ نے اسی شے سے پناہ مانگی ہے جس سے کہ

خطرے کا اندیشہ ہو۔

الرابعہ: قَرَنَهُ بِهَذَا إِتِّخَاذَ قُبُورِ

الْأَنْبِيَاءِ مَسَاجِدَ -

④ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے اور ان میں

مساجد تعمیر کرنے کو ایک جیسا گناہ قرار دیا ہے۔

”قبروں پر مساجد تعمیر کرنا اور ان پر چراغاں کرنا کبیرہ گناہ ہے“

قولہ: رَوَاهُ أَهْلُ السُّنَنِ :

اس حدیث کو صرف البوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ امام نسائی نے اسے

نقل نہیں کیا۔

الخامس ذكر شدة الغضب من الله -

⑤ ایسے افراد پر اللہ تعالیٰ کے شدید غضب اور غصے کا ذکر جو قبروں پر چراغاں کرتے ہیں۔

السادس وهى من أهمها صفة

معرفة عبادة اللات هي أكبر الأوثان -

④ چھٹا مسئلہ بہت ہی اہم ہے جو یہ ہے کہ لات کی عبادت کیسے کی گئی؟
لات عرب کا بہت بڑا بت تھا۔

السابع معرفة أنه قبر رجل صالح -

⑤ اس کی پہچان کہ لات ایک صالح اور بزرگ شخص کی قبر تھی۔

الثامن أنه اسم صاحب القبر و

ذكر معنى التسمية -

⑧ لات، صاحب قبر کا نام تھا، اس کی وجہ تسمیہ بھی تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔

التاسع لعنه زورات القبور

⑨ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو ملعون قرار دیا ہے جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔

العاشر لعنه من أسرجها -

⑩ رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دینا جو قبروں پر چراغاں کرتے ہیں۔



بَابُ مَا جَاءَ

مَمَاةِ الصَّفْوَةِ

جَنَابِ النُّوجِيدِ

وَسَدِّ كُلِّ طَرِيقَةٍ
يُوصِلُ إِلَى الشَّرِكِ



اس باب میں

اس باب کی وصفا کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے
ان اقوال اعمال کی جو عقیدہ توحید میں نقص و ضحلال
کا باعث بنتے ہیں کس طرح منع و نہی کی اور جو توحید
کی آبیاری کے لیے کیا کیا کوششیں فرمائیں

فَلَا تَهِنُوا! لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔

جناح معنی جانب اور طرف کے ہیں مراد یہ ہے کہ اس باب میں ان احتیاطی امور کا تذکرہ ہو گا جنہیں رسول اکرم ﷺ نے جانب توحید کو محفوظ کرنے اور شرک کے ہرستے کے سدا بکے لیے پناہ کیا ہے۔

قوله لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

” اللہ تعالیٰ مومنوں پر اپنا احسان عظیم جاتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں جن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمہاری ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں اور تمہارے ہی جیسی بولی بولتے ہیں۔ بعد ازاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا لِّئَلَّا نَعْبُدَ إِلَّاكَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

قوم سے ایک رسول اٹھائے گا!

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غلیل علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر

مبعوث فرمایا۔ (آل عمران - ۱۶۴)

سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ

(لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آیا ہے۔

(التوبہ - ۱۱۸)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ نجاشی سے اور حضرت مغیرہ

بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسری کے قاصد سے کہا تھا

” اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایسا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرمایا ہے

بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ ۝
فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبی (ﷺ) ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ بس کافی ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔

حضرت ابو ذر غفاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:

تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
وَمَا طَائِدٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ
فِي الْهَوَاءِ إِلَّا وَهُوَ يَذْكُرُ
لَنَا مِنْهُ عِلْمًا (عزیز الطبرانی)

حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) کی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَا بَقِيَ شَيْءٌ يُقْرَبُ مِنَ
الْجَنَّةِ وَيَبْعَدُ مِنَ النَّارِ
إِلَّا وَقَدْ بَيَّنَّتْهُ لَكُمْ لَهُ
میں نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ایسی کوئی چیز باقی نہیں رہی جو جنت کے قریب لے جاتی ہو اور جہنم سے دور رکھتی ہو اور میں نے وہ بیان نہ کی ہو۔

قَوْلُهُ: بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ ۝

آنحضرت (ﷺ) کے رَوْفٌ ورحیم ہونے کا قرآن کریم میں متعدد جگہ پر ذکر کیا گیا ہے۔

لہ رواہ الطبرانی

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن
عَصَاكَ فَعَلْنَا فِي بَيْتِكَ مِمَّا
تَعْمَلُونَ ۚ وَتَوَكَّلْ عَلَى
الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝

اور ایمان لائے والوں میں سے جو لوگ
تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ
قراضع سے ہمیش آؤ۔ لیکن اگر وہ تمہاری
نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم
کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں
اور زبردست اور رحیم پر توکل کرو۔

(الشعراء - ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷)

زیر بحث آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل اور محبوب ﷺ کو یہی حکم فرمایا کہ اگر یہ لوگ آپ کی شریعتِ عظمیٰ و مطہرہ اور دینِ کامل کو تسلیم نہ کریں تو ان سے صاف صاف اور دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیجئے کہ:

حَسْبِيَ اللَّهُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

مجھے صرف اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے جس کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر عبور و
رکعتا ہوں اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے

رحمتِ دو عالم ﷺ کے مندرجہ بالا اوصاف ہی تو تھے جن کی بنا پر آپ نے اپنی
امت کو شرک ایسی معصیتِ کبریٰ سے ڈرایا اور ان اسباب و ذرائع سے آگاہ فرمایا جن کی وجہ سے ایک
عام آدمی مرکبِ شرک ہو سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے شرک میں مبتلا ہونے کے اسباب بیان
کرنے اور ان کی وضاحت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ ان اسباب و ذرائع میں سب سے
اہم یہ ہیں:

وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيْدًا

اور میری قبر کو عرس کی جگہ نہ ٹھہراؤ۔

- قبروں کی تعظیم کرنا۔
- اُن کی تعظیم میں غلو سے کام لینا۔
- قبرستان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔
- قبرستان میں نماز پڑھنا اور

اس قسم کے بے شمار اسباب ہیں جن کا اثر شہ صفحہ ۱۱ میں ذکر کیا جا چکا ہے اور آئندہ بھی آ رہا ہے۔

قوله: لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اپنے گھروں کو نماز و دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے قبرستان بنا دینا“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے اور قبرستان میں نماز نہ پڑھنے کا حکم

فرمایا ہے۔ زیر بحث حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی

مخالفت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس سے از خود ہی ان لوگوں کی بھی

مخالفت ہو گئی ہے جو امت خیر الوریٰ میں شمار جھٹنے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور

درحقیقت یہود و نصاریٰ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے جس میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اجْعَلُوا مِنْ صَلَواتِكُمْ فِي

بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا

مَسَاجِدَ وَلَا تَجْعَلُوا قُبُورًا

اپنی نماز کا کچھ حصہ گھروں میں ادا کیا کرو۔ نماز اور عبادت سے محروم کر کے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ
تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ (رواه ابوداؤد باسناد حسن، رواه ثقات)

اور مجھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ تم جہاں بھی رہو یہ درود و سلام مجھ تک
بہر حال پہنچتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا يَوْمَكُمْ مَقَابِدَ ۖ
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِذُ مِنَ
الْبَيْتِ الَّذِي يَسْمَعُ سُورَةَ
الْبَقَرَةِ تَقْرَأُ فِيهِ ۚ

ہے۔

قولہ : وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”ہر اُس عام اجتماع کو جو باقاعدہ ہفتے، مہینے یا سال کے بعد منعقد کیا جائے،

عید کہتے ہیں۔“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”اس زمان یا مکان کو، جس کا عادتاً اشتہار کیا جائے، عید کے نام سے منوم

کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی جگہ مقصود ہو تو اس میں عبادت اور اجتماع عام کا اہتمام

کیا جاتا ہے جیسے مسجد الحرام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات اور مشاعر جن کو اللہ تعالیٰ

نے اُمت محمدیہ کے لیے عید قرار دیا۔

مشرکین کی جتنی عیدیں مشہور ہیں اُن میں بعض زمان سے تعلق رکھتی ہیں اور

بعض مکان سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو نازل فرمایا تو

ان مشرکین کی زمانی عیدوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو عید الفطر، عید الاضحیٰ اور

ایام منیٰ جیسی تقریبوں سے نوازا۔ جن عیدوں کا تعلق مکان سے تھا اُن کے مقابلے

میں اللہ تعالیٰ نے المشعر الحرام، مزدلفہ، عرفہ اور دوسرے مشاعر عطا کیے۔“

قولہ : صَلُّوا عَلَيَّ

وعن علي بن الحسين عليهما السلام أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَجِيءُ
إِلَى فُرْجَةٍ كَانَتْ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ

ﷺ

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو
دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں ایک کھڑکی کے پاس آتا
جو آپ کی قبر کے پاس تھی

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا درود و سلام
مجھے پہنچ جایا کرے گا خواہ تم میری قبر سے قریب رہو یا دور۔ لہذا میری قبر کو زیارت گاہ
بنانے کی ضرورت نہیں۔

قوله: عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عليهما السلام

علی بن حسین سے امام زین العابدین عليه السلام مراد ہیں۔ خانوادہ حضرت حسین عليه السلام میں
زین العابدین عليه السلام سے کوئی شخص زیادہ عالم نہ تھا۔ امام زین العابدین عليه السلام تابعین میں سے افضل مرتبہ
کے مالک تھے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ قَرِيبًا أَوْ بَعِيدًا
مَنْ نَسِيَ قَرِيبِي كَوَانِ سَيِّئًا
عِنْدَهُ

صحیح روایت کے مطابق امام زین العابدین عليه السلام ۳۲ھ میں فوت ہوئے۔

ان کے والد ماجد حضرت حسین عليه السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کیلئے
راحت جان تھے۔ حضرت حسین عليه السلام، آغوش نبوت میں پھلے پھولے اور انھوں نے چھپن سال کی
عمر پا کر دس محرم اللہ ۳۲ھ کو جام شہادت نوش فرمایا۔ ﷺ

زیر نظر حدیث اور اس سے پہلی حدیث دونوں کی سندیں حسن ہیں۔ سابقہ روایت ابوداؤد میں

مندرجہ ذیل سند سے منقول ہے:



فاطمہ بنت رسول اللہ کے گھر بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے عرض کیا، مجھے کھانے کی خواہش نہیں ہے پھر منیر یا رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس کیا کر رہے تھے؟

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر سلام پیش کر رہا تھا۔ فرمایا دیکھو، جب مسجد میں داخل ہو تو سلام کہہ لیا کرو۔ پھر کہا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری قبر کو عید نہ قرار دے لینا اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالینا۔

عجیب پر درود پڑھا کرو، تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہیرو و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو عبادت گاہیں بنا لیا۔

تم خواہ اندلس میں ہو یا مدینہ میں، سب برابر ہو۔

فَمَا دَانِي وَ هُوَ فِي بَيْتِ
فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَتَعَشَّى
فَقَالَ : هَلُمَّ إِلَى الْعِشَاءِ
فَقُلْتُ لَا أُرِيدُهُ فَقَالَ :
مَا لِي دَأَيْتُكَ عِنْدَ الْقَبْرِ؟

فَقُلْتُ : سَأَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ
ﷺ فَقَالَ إِذَا دَخَلْتَ
السَّجْدَ فَسَلِّمْ ثُمَّ قَالَ
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ
لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا
وَلَا تَتَّخِذُوا بِيُوتَكُمْ
مَقَابِرَ وَصَلُّوا عَلَيَّ
فَإِنَّ صَلَوَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي
حَيْثُمَا كُنْتُمْ لَعَنَّ اللَّهُ
الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى إِتَّخَذُوا
قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ
مَا أَنْتُمْ وَمَنْ بِالْأَنْدَلُسِ
إِلَّا سَوَاءٌ

سعید بن منصور ایک دوسری سند سے یہی حدیث بیان کرتے ہیں :

حدثنا حبان بن عل، حدثنا محمد بن عجلان عن أبي سعيد مولى الهري قال، رسول الله ﷺ
لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا
وَلَا بِيُوتَكُمْ قُبُورًا وَ
صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ
تَبْلُغُنِي

میری قبر کو میلہ اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ تم مجھ پر درود پڑھا کر ڈبلاؤ۔ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

فَيَدْخُلُ فِيهَا فَيَدْعُو -

اور اس کھڑکی سے اندر داخل ہو کر دُعا کرتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، یہ دو مرسل روایات جو کہ مختلف طرق سے مروی ہیں، ثبوتِ حدیث کے لیے کافی ہیں بالخصوص جب کہ اسے مرسل بیان کرنے والا خود اس سے محبت اور لیل پچھڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس کے نزدیک پایہ ثبوت تک پہنچ چکی تھی، ایک ایسی حدیث کی تصحیح اور ثبوت کے لیے اگر سند روایات نہ بھی ملیں تو بھی یہ سب کچھ حدیث کے لیے کافی تھا، چہ جائیکہ یہ حدیث قبل ازیں مسند بھی ذکر ہو چکی ہے۔

قَوْلُهُ: وَيَدْخُلُ فِيهَا فَيَدْعُو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قبرستان یا مشدد وغیرہ میں قصدِ اس نیت سے جانا کہ وہاں جا کر نماز یا دعا یا کوئی ذکر اذکار کریں گے، ممنوع ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”مجھے نہیں معلوم کہ کسی امام یا کسی جتید عالم نے اس کی اجازت دی ہو کیونکہ

یہ قبر کو میلہ بنانے کے مترادف ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ مسجد نبوی میں نماز کی نیت سے جانا اور پھر قصداً اور ارادۃً قبر نبوی پر سلام کے لیے جانا ممنوع ہے بشرطیکہ اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کے لیے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ جب بھی نماز کے لیے مسجد میں آئیں، قبر نبوی کے پاس جا کر سلام کہیں کیونکہ یہ سلفِ امت کا طریقہ نہ تھا۔ پھر فرماتے ہیں:

وَلَنْ يُصْلِحَ الْخَيْرَ هَذِهِ
الْأُمَّةُ إِلَّا مَا أَصْلَحَ
أَوَّلَهَا

اس آیت کی اصلاح صرف اُن ہی
باتوں سے ممکن ہے جن سے قرونِ اولیٰ
کی اصلاح ہوئی تھی

فَنَهَاہُ وَ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِيثًا
سَمِعْتُهُ مِنْ اَبِي عَن حَدِي
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا
قَبْرِیْ عِيْدًا وَّ لَا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اُسے روکا اور فرمایا اُو میں آپ کو ایک
ایسی حدیث سُناتا ہوں جسے میرے والد نے میرے دادا سے اور انھوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا: میری قبر کو میلا اور اپنے گھروں
کو قبرستان نہ بنا لینا۔

صحابہ کرام اور تابعین عظام کا یہ دستور تھا کہ وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے
کے بعد اپنے کاروبار کے لیے نکل جاتے یا بیٹھ جاتے، قبر نبوی کے پاس سلام
کے لیے نہ آتے۔ صحابہ کرام کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ صلوٰۃ و سلام جو ہم نے نماز میں
پڑھا ہے وہ کامل اور افضل ترین ہے۔ اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں۔
قبر نبوی کے پاس آکر صلوٰۃ و سلام کہنے یا دعاں نماز پڑھنے یا دعا وغیرہ کہنے
کی شریعت اسلامیہ میں کوئی دلیل نہیں ملتی بلکہ اس سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا۔ میری قبر کو میلانا نہ بنا لینا اور تم
وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ
مجھ پر درود بھیجتے رہنا وہ مجھ تک پہنچ
جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ و سلام دُور سے ہو یا نزدیک سے بہر حال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ آپ نے اُن لوگوں کو طعن فرما
دیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجد اور عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔

وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي
أَيْنَ كُنْتُمْ رَوَاهُ فِي الْمُنْتَخَرَةِ -

تم مجھ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود و سلام
مجھ کو پہنچ جایا کرے گا۔ روایت کیا اس کو مختارہ میں۔

صحابہ کرام کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کے حجۃ مبارک میں ایک
دروازہ تھا جس سے انسان اندر جاسکتا تھا اور اس کے بعد ایک دوسری دیوار کا اثنا
کر دیا گیا جس سے ہر شخص اندر داخل ہو سکتا تھا لیکن صحابہ کرام حجۃ مبارک میں قطعاً
داخل نہ ہوئے، نہ نماز کے لیے، نہ صلوٰۃ و سلام کے لیے، نہ اپنے یا کسی دوسرے
کے لیے دعا کی غرض سے اور نہ کسی حدیث کے بلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے سوال کے لیے۔ نہ شیطان کو یہ خبرأت ہوئی کہ وہ صحابہ کرام کے دل میں اس
قسم کا دوسرہ ڈال سکے کہ آنحضرت ﷺ آپ کے صلوٰۃ و سلام کو سن رہے
ہیں تاکہ سننے والے کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جواب
دیا ہے یا ہم سے گفتگو فرمائی ہے یا آپ نے کوئی حدیث بیان کی ہے یا سلام
کا جواب دیا ہے۔

صحابہؓ تو اس نوع کی بدعات سے محفوظ رہے لیکن اس قسم کے وساوس کو
دوسرے افراد کے دلوں میں ڈالنے میں شیطان کامیاب ہو گیا جس کی وجہ سے
وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی
کہ لوگوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ صاحب قبر میں بعض امور کے انجام دینے
کا حکم صادر کرنا اور بعض سے روکتا ہے، وہ ہمارے سوالات کا جواب دیتا ہے اور
ہم سے ہم کلام ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات وہ اپنی قبر سے باہر نکل کر بھی ہم سے
بالمشاوہ گفتگو کرتا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہو گیا کہ میت کی رُوح جسم کی شکل
اختیار کر کے ہم سے ہم کلام ہوتی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے معراج کی

رات مختلف اراج کو دیکھا تھا اور ان سے باتیں بھی کی تھیں۔

ہماری اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام، آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ و سلام کے لیے بلاناغہ اور متواتر نہیں جایا کرتے تھے جیسا کہ بعد میں آنے والوں نے اہل اپنا وظیفہ زندگی بنا لیا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص سفر سے مدینہ منورہ واپس آتا تو قبر پر حاضر ہو کر سلام عرض کر لیا کرتا تھا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کیا کرتے تھے۔

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ بَنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ إِذَا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سفر سے

وَأَسْ تَشْرِي لَاتَةَ تَوَافَّرَتْ رضی اللہ عنہما

کی قبر پر حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرتے

يَا رَسُولَ اللَّهِ! آتِ بِسَلَامٍ هُو!

اے البکر! آپ پر سلام ہو!

لِأَبِي جَانٍ! آتِ بِسَلَامٍ هُو!

اے اباجان! آپ پر سلام ہو!

يَا كَهْرُومَ! آتِ بِسَلَامٍ هُو!

یہ کہہ کر واپس لوٹ جاتے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ:

مَا نَعَلَمُ أَحَدًا مِّنْ

ہم نے سوا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے

أَصْحَابِ النَّبِيِّ رضی اللہ عنہ فَعَلَّ

کسی صحابی رسول کو ایسا کرتے ہوئے

ذَلِكَ إِلَّا ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل واضح کرتا ہے کہ سلام کے وقت دعا کرنے کے لیے

قبر کے پاس نہیں رکننا چاہیے جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”چونکہ یہ فعل کسی بھی صحابی سے منقول نہیں لہذا یہ بدعت اور گمراہی ہے۔“

المبسوط میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کہہ کر واپس چلا جائے، قبر کے پاس نہ ٹھہرے۔“

البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ
 ”قبر کے پاس دعا کرتے وقت اپنا چہرہ قبلے کی طرف کرے اور حجرہ نبوی
 کو پانے بائیں جانب کرے تاکہ اُس کی طرف پٹھہ نہ ہونے پاتے۔“

تمام ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ دعا کرتے وقت قبلہ رُو کو نظر آہو۔ البتہ سلام کتنے وقت
 قبلہ رُو ہو یا قبر کی طرف منہ کرے؟ اس میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف یا کسی دوسری قبر یا مشہد کی طرف قصداً جانا منع ہے
 کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس قبر کو زیارت گاہ بنا لیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ دوسری بات یہ کہ شرک
 میں مبتلا ہونے کا یہ سبب بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انبیاء و صالحین
 کی قبروں کی طرف قصداً جانے کے بارے میں یہی فتویٰ دیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارتِ قبور کیلئے جانے کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ امام غزالی اور ابو محمد المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ انبیاء نے کرام علیہم السلام کی قبور کی زیارت
 کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ ابن بطہ، ابن حقیل، ابو محمد الجونی اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منع ہے جبور علما
 اور ائمہ کا مسک بھی یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور کسی بھی امام نے اس کی
 مخالفت نہیں کی اور یہی صحیح مسک ہے۔

اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے صحیحین
 میں مروی ہے۔ آپ نے فرمایا

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَىٰ تَيْنِ مَسْجِدَيْنِ
 شَلَاثَةَ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ
 الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي هَذَا
 وَمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ
 تین مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری جگہ
 کیلئے باقاعدہ کوچ کر کے سفر نہ کیا جائے۔
 مسجد الحرام، مسجد نبوی اور
 مسجد اقصیٰ۔

مذکورہ تصدق حدیث میں جس نہی کا حکم ہے اس میں قبور اور شاہد کی طرف قصداً جانا بھی شامل ہے
 یہ حکم نہی یا نفی دونوں میں سے کسی ایک کے ذیل میں ضرور داخل ہے۔

ایک روایت میں نہی کے صیغے سے بھی مروی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی کے حکم میں ہے
 اور صحابہ کرام نے اس ممانعت کو نہی ہی سمجھا جیسا کہ مؤطا امام مالک، مسند امام احمد اور ابن کی تمام کتب میں

بعض بن ابی بصیر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور سے واپس آئے تو بصیر بن ابی بصیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

لَوْ اَدْرَكْتَكَ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ اِلَيْهِ لَمَا خَرَجْتَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تَعْمَلُ الْمَطِيءَ اِلَّا اِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصَى

اگر تمہارے جانے سے قبل مجھے علم ہو جاتا تو تم نہ جا سکتے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی طرف سواری کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اور وہ ہیں مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں اور عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں بسند جید قرعہ سے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔ قرعہ کہتے ہیں کہ:

” میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ میں جبل طور پر جانا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بولے ” مسجد نبوی، مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کہیں بھی قصداً جانا منع ہے، اس لیے آپ جبل طور پر جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔“

جبل طور پر قصداً جانے کو ممنوع گردانا، کیونکہ اس لفظ حدیث کے مطابق جو ان دونوں نے ذکر کی ہے، تین مساجد کے علاوہ ہر جگہ کی طرف تشریف الی اللہ کی غرض سے سفر کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مستثنیٰ امر عام ہے چاہے مساجد ہوں یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، اس میں صرف مساجد کو خاص کرنا درست نہیں یہی وجہ ہے کہ دونوں نے اس حدیث سے مستدلال لیتے ہوئے جبل طور کی طرف قصداً جانے سے منع فرمایا کیونکہ جو شخص جبل طور پر جانے کی خواہش کرے گا، وہ فقط اسی لیے جانے گا کہ وہ مقدس مقام ہے، جس پر کھڑے ہو کر حضرت مژبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کی تھیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ مقدس ارضی اور مبارک جگہ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص مزین فیصل دیکھنا چاہے اُسے ابن اختانی کی تردید میں جو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی زیارت کے لیے جانے میں کوئی مصلحت اور فائدہ

نظر نہیں آتا۔ اس موضوع پر ”العتارم الحکی فی الرد علی ابی کی“ بہترین تصنیف ہے جس میں حافظ محمد بن عبدالمادی نے زیارت قبور کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور بہت سی احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جس میں انہوں نے ان احادیث کی جھلکیاں بیان کر دی ہیں جو کہ زیارت قبور نبوی کے بارے میں وارد ہیں حافظ محمد بن عبدالمادی اور شیخ الاسلام دونوں نے لکھا ہے کہ زیارت قبور نبوی کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح مروی ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے باوجود یہ وہ احادیث ہیں جو ذکر کیا جاتا ہے، عمل نزع پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ ان میں مطلق زیارت کا ذکر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے کیونکہ مطلق اور بلا شتر حال قبر کی زیارت کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ جن احادیث میں جواز کا پہلو ملتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ بغیر شتر حال کے اگر ممکن ہو تو زیارت قبور نبوی کے لیے جانا جائز ہے اور اس زیارت سے زیارت شرعی مراد ہے نہ کہ زیارت شریکیہ اور بدعیہ۔

قولہ : رواہ فی المختارۃ :

المختارۃ ایسی کتاب ہے جس میں ان احادیث جتیدہ کو جمع کیا گیا ہے جو کہ بخاری اور مسلم میں نہیں پائی جاتیں۔ المختارہ کے مؤلف ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی الحافظ ضیاء الدین ضحلی رحمہ اللہ ہیں جو مشہور علمائے عرب تھے۔ ان کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

”دین حنیف کی خدمت میں انہوں نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔ بہت پرہیزگار اور متقی شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین!“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کتاب ”المختارۃ“ کے متعلق رقم طراز ہیں :

”اس میں شک نہیں کہ المختارہ کی صحیح احادیث حاکم کی صحیح روایات سے کہیں زیادہ بہتر اور درست ہیں۔“

صاحب المختارہ رحمہ اللہ ۶۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ



www.KitaboSunnat.com

مسائل

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں!

الاولیٰ: تفسیر آية براءة -

① سورة براءت کی آیت کی تفسیر۔

الثانیہ: إبعاده أُمَّتَهُ عَنْ هَذَا

الْحِصْنِ غَايَةَ الْبُعْدِ -

② رسول اکرم ﷺ کا اپنی اُمت کو شرک کی چار دیواری سے بے حد دُور رہنے کی ہدایت کرنا۔

الثالثہ: ذِكْرُ حِرْصِهِ عَلَيْنَا وَ رَأْفَتِهِ

وَ رَحْمَتِهِ -

③ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے ساتھ جو اُلفت و محبت تھی اور ہماری

نجات کے لیے آپ کو جو شغف تھا اُس کا مختصر خاکہ پیش کرنا۔

الرابعہ: نَهْيُهُ عَنْ زِيَارَةِ قَبْرِهِ

عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ مَعَ

أَنَّ زِيَارَتَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ

④ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر کی زیارت کی مخصوص صورت سے

منع فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت شرعی حدود و قیود کا خیال رکھتے

فضل اعمال میں سے ہے۔

المخاضة ٥ فَيُحِبُّهُ عَنِ الْإِكْتَارِ مِنَ الزِّيَارَةِ -

٥) آنحضرت ﷺ کا زیارتِ تبرکیتے بار بار جانے سے منع فرمانا۔

السادسة ٦ حَتَّىٰ عَلَى السَّافِلَةِ فِي الْبَيْتِ -

٦) رسول اللہ ﷺ کا نفلی نماز گھر پڑھنے کی ترغیب دینا۔

السابعة ٧ أَنَّهُ مُتَقَدَّرٌ عِنْدَهُمْ أَنَّهُ لَا

يُصَلِّي فِي الْمَقْبَرَةِ -

٧) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ بات مسلم اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے۔

الثامنة ٨ تَعْلِيلُهُ ذَلِكَ بِأَنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ

وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ يَنْبَغُهُ وَإِنْ

بَعُدَ فَلَا حَاجَةَ إِلَىٰ مَا يَتَوَهَّمُهُ

مَنْ أَرَادَ الْقُرْبَ -

٨) آنحضرت ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ جو

شخص مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے خواہ وہ دور ہو یا نزدیک وہ صلوة و

سلام میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے لہذا قریب آنے کی ضرورت نہیں۔

التاسعة ٩ كَوْنُهُ ﷺ فِي الْبَرَزِخِ تُعْرَضُ

أَعْمَالُ أُمَّتِهِ فِي الصَّلَاةِ

وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ -

٩) اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ عالم

برزخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے صرف درود و سلام

ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

المكتبة الرحمانية

۹۹۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

نمبر ۰۱۹۹۹۔۔۔۔



www.KitaboSunnat.com

سب نروا اہتمام طباعت :

طارف اکیڈمی

۳۔ جہنگ بازار فیصل آباد
فون: ۰۲۱۸۸۲-۰۲۳۸۸۹

